جلد ۳ نمبر ۱ . ادب اردو کا باتصویر ماہوار رسالہ . جولائی ۱۹۱۴ء

30

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

تصاویر: (۱) آزمایش رنگین (۲) فخر ہند آنریبل مسٹر گوکھلے (۳) حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان
(۴) شاکر (میرٹھی) (۵) آنریبل راجہ صاحب محمود آباد (۶) آنریبل رائے بہادر پنڈت سندر لال

فہرست مضامین

شاکر (میرٹھی) اپنے دفتر [illegible]

(قیمت سالانہ [illegible]) [illegible] قیمت فی پرچہ [illegible]

کیمیاگری

۶۱

سب سے اعلیٰ کامل صحت کا دوسرا نام ہے

کیونکہ صحت ہی کامیابی - طاقت اور دولت کی بنیاد ہے - اور صحت کے قیام کے لئے رسائن دوائیں سب سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہو چکی ہیں - جس طرح اکسیر لوہے کو سونا بنا دیتی ہے - ویسے ہی رسائن دوائیں جسم انسانی کے تمام ظاہری اور باطنی نقائص کو دور کر کے جسم کو مضبوط بناتی - عمر کو بڑھاتی - دماغ کو طاقت بخشتی اور جملہ اعضائے بدن کی حفاظت کرتی ہیں - ان میں سے بھی

منوہر رسائن

تمام رسائن دواؤں کی سرتاج تسلیم کی گئی ہے -

کیونکہ یہ ہاضمے کی خرابی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے جو تمام بیماریوں کی جڑ ہے
کیونکہ یہ بگڑے ہوئے خون کو صاف کرتی اور صاف خون بکثرت پیدا کرتی ہے
کیونکہ یہ ضعف دل - اختلاج القلب - افسردہ دلی - مُردہ دلی اور پریشانی کو دور کر کے حوصلہ اور ہمت بڑھاتی اور دل کو فرحت بخشتی ہے
کیونکہ اسکے استعمال سے ضعف دماغ - نسیان - کند ذہنی - دردِ سر دائمی اور دوران سر کی شکایات بالکل دور ہو جاتی ہیں - اور قوت حافظہ و ذہانت بڑھ کر مطالعہ کتب اور دماغی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے -
کیونکہ سالوں کا بگڑا ہوا نظام اسکے استعمال سے چند ہی ہفتوں میں درست ہو جاتا ہے
کیونکہ اس کے متواتر استعمال سے رقت - سُرعت - احتلام اور جریان کی شکایات بھی رفع ہو جاتی ہیں - جو مردانہ اجسام کو گھن کے کیڑے کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا بنا دیتی ہیں -
کیونکہ اس کے استعمال سے دودھ - گھی اور مکھن وغیرہ اشیاء بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں -

قیمت فی پیکٹ (۲۰۰ گولی) صرف اڑھ

فخر قوم شری میان لالہ لاجپت را

...فکورٹ لاہور فرماتے ہیں - کہ میرا ... مجھے اس سے بہت فائدہ ... بڑھانے اور کمزوری کو رفع

ملنے کا پتہ

...یدراج سردار ...

... فا ...

)ہے ... پلیڈر ... مال ... دک

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہین وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہین - ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے - اس موسم مین کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے - اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصل عرق کافور منگوا کر اپنے گھر مین ڈال رکھین جس سے اپنے بال بچون کی وقت پر حفاظت ہو سکے - یہ اصل عرق کافور عرصہ تیس سال سے تمام ہندوستان مین جاری ہے - یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد و متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی ۴ر (چار آنہ) محصول ڈاک ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۵ر ۴ شیشی تک ۶ر

پلیگ سے کیون ڈرتے ہو؟

سوائے اور سب بیماریون کے اس سے ڈرنے کا سبب ہی کہ آجتک لاکھون انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ سے ہلاک ہو چکے ہین گاؤن کے گاؤن اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوگئے اسوجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت ہوتی ہی پلیگ مین مبتلا ہو جانیکے بعد پھر کوئی علاج نہین ہی لیکن بنظر حفظ ما تقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیان ضرور منگوا کر رکھین - ان گولیونکے استعمال سے جسم کے خون مین کچھ ایسا اثر ہوتا ہی جسسے پلیگ کے کیڑے ٹھہر نہین سکتے اور نہ اُسکا زہر اثر کر سکتا ہی وقت پر ان گولیونکے استعمال سے ہزارون انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہین آپ بھی غافل نہین رہین - ایک گولی روزانہ ساتھ ٹھنڈے پانی کے نگل جانا چاہئے - بچون کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۰ گولیونکی ڈبیہ ۶ر ۹۰ گولیونکی ڈبیہ ۱۲ر محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

علمی و تاریخی ناول

خریدیے ہو گئی ہو… ضرور…

زنیونی بمصنفہ لارڈ لٹن۔ اس ناول کا نہ صرف ملک فرانس کے ملکی انقلابات سے خاص تعلق ہے بلکہ اس میں انسان کے علمی دماغی نشو و نما اور بالائے قدرت طاقتوں کا ذکر کر کے بہت سے صوفیانہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ روحانی ناول ہے … ۲/

پاتال کی سیر۔ فرانس کے مشہور و معروف ناولسٹ اور سائنس دان جولس ورن کی تصنیف ہے جس میں زمین کی تہ کے نیچے کا حال بیان کرتے ہوئے علم الارض (جیالوجی) کے بڑے بڑے مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ اسکے عجیب غریب حالات پڑھکر الف لیلہ کے علاء الدین اور اسکے عجیب و غریب چراغ کا مزہ آتا ہے۔ قیمت … عہ/

سمندر کی سیر۔ یہ ناول بھی فرانس کے مشہور ناولسٹ جولس ورن کی تصنیف ہے اسمیں سمندر کی تہ کے عجائبات کو ایسے دلچسپ طریقے سے بیان کیا ہے کہ گویا چشم دید واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ سمندر کے عجائب غرائب کے سامنے عقل حیران ہوتی ہے اور پرستان کی سیر کا مزہ آجاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ساری باتیں درست اور سائنس کے مسلم واقعات کے عین مطابق ہیں۔ قیمت ہر دو حصہ … عا/

دو جہان کی سیر مصنفہ میری کوریلی۔ عالی دماغ مصنفہ نے ایک بالکل نئے خیال کو دنیا میں فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دنیا مذہب اور فلسفے کی حقیقت کو ایک نئے اصول پر کھولنا چاہا ہے۔ نہایت دلچسپ ناول ہے جسقدر پڑھتے جائیں اسیقدر شوق بڑھتا جاتا ہے اور دل و دماغ پر جادو کا کام کرجاتا ہے قیمت عہ/

… لیلی۔ یہ کتاب میری کوریلی کی تصنیف ہے اسمیں ایک … روحانی مسئلے کو حل … کوشش کی ہے۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کی … دنیا سے وقت ویسا محفوظ کر لیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً اسکو … اسکے ذریعے سے بہت سے کام نکالتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب … قیمت …

… کی قوم … ایک عجیب علمی ناول جسمیں زمین دوز دنیا کی ایک قوم … عجیب … اور سبق آموز حالات درج ہیں۔ قیمت …

… کشتی اور میان … دو جسم والا آدمی) یہ نہایت … عجیب و غریب مرقع اور سبق آموز قصہ ہے۔ قیمت …

زرین ملک کی تلاش۔ چند نوجوانوں کے انگلستان سے جنوبی امریکہ تک کے سفر و مصائب اور ممالک جنوبی امریکہ کے باشندوں حیوانات، نباتات اور دیگر عجائبات کے حالات نہایت دلچسپ طریقے سے ناول کے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں ۸/

ہند کی کایا پلٹ۔ لارڈ کلائو کے زمانہ کا ایک ناول جسمیں انگریزوں کی فرانسیسیوں، نظام، سراج الدولہ، مرہٹوں اور دیگر دیسی فرمانرواؤں کے ساتھ معرکہ آرائیاں، فتح کے حالات، اور ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہونے کے مفصل اسباب درج ہیں۔ قیمت … ۸/

مونگے کا جزیرہ۔ دریائی سفر کا نہایت مفید اور دلچسپ بیان قیمت ۸/

تسخیر پنجاب۔ اسمیں پنجاب کے انگریزوں کے قبضے میں آنے کا حال بطور ناول بیان کیا گیا ہے نہایت دلچسپ ہے قیمت … ۸/

رومۃ الکبریٰ کی آتشزدگی۔ قیصر نیرو کے زمانہ یعنی پہلی صدی مسیحی کا ایک دلچسپ تاریخی ناول حجم ۳۱۰ صفحات۔ قیمت … مجلد ۱۰/

دہن شیر۔ ہندی بادشاہوں کے جور و ستم کے زمانہ کا باتصویر ناول قیمت … ۱۲/

آولیس۔ رومۃ الکبریٰ کا ایک خاص واقعہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے نہایت دردناک و پرتاثیر قصہ ہے۔ قیمت … ۸/

مرقع روس۔ اسمیں روسیوں کے عادات و اطوار، رسم و رواج، مذاہب، قدیم افسانوں، قرون، تیوہاروں اور انکی طرز حکومت وغیرہ کے حالات … کئے گئے ہیں ربا تصویر قیمت … ۸/

مرقع … کی … جاپان … درج ہیں (باتصویر) ۸/

… کا بیان

قیمت … ۱۲/

… کے مشہور عالم …

… کی معرکہ آرائیوں …

العصر

ہر ماہ کے اخیر میں دفتر العصر لکھنؤ سے شایع ہوتا ہے

قسم اول: سالانہ للعہ - ششماہی ؏ہ - فی پرچہ ۷ر

قسم دوم: سالانہ ؏ہ فی پرچہ ۴ر

ممالک غیر سے ۱۲ اور ۴ روپے سالانہ علی الترتیب

یہ شرح صرف عوام کے لئے ہے۔ خواص بنظر ہمدردی جو کچھ عنایت فرمائیں)

چندہ بہ پیشگی ارسال کیا جائے۔ مابعد کا حساب نہیں۔

نمونہ کے لئے مقررہ قیمت بھیجنا چاہئے۔ مفت ارسال نہ ہوگا۔

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

قلمی معاونین سے التماس

(۱) کاغذ کے ایک جانب لکھیں۔

(۲) مضامین صاف تحریر فرمائیں کہ پڑھنے میں دقت نہو۔

(۳) مضمون تحریر فرماتے وقت نصف صفحہ سے کچھ کم حاشیہ چھوڑ دیا کریں۔

(۴) جو مضامین معاوضہ کی غرض سے ارسال کئے جائیں انکے متعلق صاف طور پر اطلاع دینا چاہئے ورنہ بعد اندراج معاوضہ کے متعلق گفتگو کرنا فضول ہوگا۔

(۵) جس مضمون کے ساتھ تصویر وغیرہ کی ضرورت ہو، اسکا خرچ ادا فرمائیں۔

(۶) معاوضہ صرف اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لئے دیا جائیگا اور کینل مضامین کی تخصیص ہے۔

اگر سب حضرات ان ہدایات کو ملحوظ رکھیں تو ایڈیٹر با آسانی بچ رہا کرے گا۔

جملہ خط و کتابت ذیل

پیارے لال شاکر میرٹھی ایڈیٹر

جدید الطبع کتابیں

(۱) **حدیقۃ الاخلاق** | "اکانومی آف ہیومن لائف" کا اردو ترجمہ اس کتاب کی نصیحتیں موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ تقریباً تمام مہذب زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوا ہے۔ صرف انگریزی زبان ہی میں اسکے ۸۰ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے اسکا اردو ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم کیا ہے۔ سب سے بڑی سفارش اس کی یہ ہے کہ قابل مترجم نے اس ترجمہ کو اپنے بچوں کے نام مخصوص کیا ہے قیمت ۲

(۲) **عالم خیال** | مولوی احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی کی ایک بے اضافت، بے بدل اردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہے۔ چاروں خون کے ساتھ چار عالمانہ ریویو بھی شامل ہیں۔ نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع میں ایک محو خیال عورت کی نادر تصویر چھاپی گئی ہے جو انہیں نظموں کے لئے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے۔ قیمت ۶ر

(۳) **اکسیر سخن** | مہاکوی کالیداس کی موسمی نظموں (رتو سنہار) کا اردو ترجمۂ نظم۔ شروع میں ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے مہاراجہ بہادر سر راجہ کشن پرشاد صاحب شاد باقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپکی تصویر بھی شامل ہے نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ خریدی جائے قیمت ۱۲ر

(۴) **روزنامچۂ سیاحت** | آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے ال ال بی کا سفرنامہ عراق، حجاز، عجم وغیرہ کے مختلف قطعات کی سیاحت کا حال لکھا ہے۔ نہایت دلچسپ اور کار آمد کتاب ہے۔ حجم تقریباً ۰۰ صفحات قیمت . . . . ۱ عہ

ملنے کا پتہ سکریٹری منرو اپبلشنگ کمپنی، لکھنؤ (اودھ)

کیا آپ نے العصر کی توسیع اشاعت
کے متعلق اپنا فرض ادا کیا؟

اگر نہیں تو اب جلد ہی شکریہ کا موقع عنایت فرمائیے۔ یاد رکھئے توسیع اشاعت ہی پر رسالہ کی ترقی منحصر ہے۔ یہ میوچوال ہیلپ (باہمی امداد) ہے جب تک دو طاقتیں نہ ہوں ہم کوئی کام مستی کے ساتھ انجام نہیں پا سکتا۔

ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں، آپ اپنا فرض ادا کیجیے!

العصر

مقدمة العلوم

سائنس کی تعریف

سائنس سے مراد وہ علم ہے جو اصول اور قانون کی شکل مین مرتب کر دیا گیا ہو۔ اگرچہ یہ تعریف مشرح اور معنی خیز ہے تاہم اعتراض و درگزنت سے خالی نہین ۔ یہ تعریف دراصل صوری ہے نہ کہ معنوی یعنی اُس سے حقیقت کا اظہار [illegible] ہی کم ہوتا ہے [illegible] علم کا [illegible] ہے اُس سے نہ صرف [illegible] کی واقفیت [illegible] ہوتی ہے بلکہ اُنکے مشابہ اور غیر مشابہ ہونے کا مزید علم بھی [illegible] مختلف حقائق کی باہمی نسبت اور تعلق [illegible] علم [illegible] کا تجربہ یا مشاہدہ ہو سکے۔ اُس سے اُن کوائف کا مجموعہ مراد [illegible] ہے جو ایک ساتھ یا ایک ہی وقت مین دماغ یا قوت متخیلہ کے سامنے پیش ہوتے رہے ہون۔ بلکہ اُن کوائف کا نتیجہ مراد ہے [illegible] متواتر دریافت ہوتے اور پایہ ثبوت کو پہنچ رہے ہون اور [illegible] معلومات سابقہ کے ساتھ ایک ایک مناسب ترتیب [illegible]

مین قرار دے دئے گئے ہون ۔ اسلئے سائنس نہ صرف کوائف کی واقفیت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ نتائج مستنبط کرنے کی عادت اور دماغی تربیت کو بھی جس سے تجربہ یا مشاہدہ کرنے والا معلومات اور مراتب مسلمہ کو ایک رشتہ مین قائم کر سکتا اور اُن کو غور و فکر کے اسباب اور لوازمہ کی حیثیت سے [illegible] اور نتیجہ خیز بنا سکتا ہے۔

[illegible] مین علم مین سلسلہ وار کیا ترقی ہوئی ہے اور آیندہ چلکر [illegible] ترقی [illegible] رہے۔ سائنس دان تحقیقات نہ صرف کسی بات کا علم [illegible] سے شروع کرتا ہے بلکہ جو کچھ حاصل کرے اُس [illegible] گویا سائنس کسی بات کے سمجھکر حاصل [illegible]

[illegible] تجربون اور مشاہدون اور [illegible] واسطہ [illegible] نظام و انصرام [illegible]

ان کے انکشاف اور دریافت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔اس لئے وہ قریب قریب استقرائی سائنس کا مترادف یا ہم معنی بن گیا ہے بعض اوقات۔سائنس سے مراد نیچرل سائنس یا علم طبیعی ہوتی ہے تاہم برعکس اس کے جب سائنس کے طریقے مصنوعی یا انسان کی تیار کردہ چیز کے اظہار و بیان کے لئے استعمال کئے جاتے ہین، توان ہی طریقون کے لحاظ سے اس کا نام بھی سائنس رکھا جاتا ہے۔ مثلاً جس طرح ایک بیالوجسٹ (ماہر علم حیات) کا بیان جبکہ وہ انڈے کے متعلق کسی خاص حالت کو بیان کرتا ہے جس کے سلسلے مین انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے، صحیح قرار دیا جاتا ہے اسی طرح تاریخ کا کوئی واقعہ صحیح نہین قرار دیا جا سکتا۔لیکن جب ایک مورخ کسی ایسے واقعہ کو قلمبند کرنا چاہتا ہے جسے اس زمانہ کے مورخون نے چھوڑ دیا ہو جس مین کہ وہ واقعہ ہوا تھا تو اس مورخ کو بھی اسی استقرائی طریقہ سے کام لینا پڑتا ہے جسے ایک بیالوجسٹ کام مین لاتا ہے، جبکہ وہ ایسی بات کا اپنے ذہن مین خاکہ کھینچتا ہے جس کا کسی وجہ سے ہونا ممکن ہو۔اس صورت مین بھی کہہ سکین گے کہ فلان مورخ نے صحیح واقعہ درج کیا ہے۔اسی اصول کے مطابق ہم کہدیا کرتے ہین کہ "نکتہ چینی بھی ایک علم ہے"۔اور اور علوم کے متعلقہ علوم کا ذکر کرتے ہین جنکا اشیائے قدرت کے مطالعہ سے کچھ واسطہ نہین ہوتا۔

سائنس مظاہر کے تجربون اور مشاہدون اور ان تجربون اور مشاہدون کے نتائج کی درجہ بندی کا نام ہے ہے

دریافت ہو چکا ہے کہ بعض قسم کی مچھلیون کا اس

کی مانند ہوتا ہے جو اس نواح کی چٹا جہان

۱۲۸

مچھلیون کا مسکن ہوتا ہے

پڑتا ہے۔بعض نواح کی چٹ

سائنس جس مین اسباب مسلسلہ

قسم کا ہوتا ہے۔پس اس نواح کی مچھلیون کا بھی رنگ اسی قسم کا ہوتا ہے۔اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مچھلیان جنکی خوراک کسی چٹان کے نواح مین ملتی ہے انکا رنگ چٹان یا چٹان کی گھاس کا سا ہوتا ہے۔اسکا سبب یہ ہے کہ مچھلیون اور چٹانون دونون کا رنگ یکسان ہونے کے باعث مچھلیان اپنے شکاریون اور دشمن جانورون کو نظر نہین آتین بلکہ اپنے شکار کو بھی۔مزید تجربہ سے معلوم ہوا کہ حیوانون کا رنگ ان کی نواحی چیزون کی مانند ہوتا ہے تاکہ وہ کسی کو نظر نہ آسکین۔شیر جن کے جسم پر دھاریان ہوتی ہین وہ بانسون یا لمبی گھاس مین ان جانورون کی نسبت کم دکھائی دیتے ہین جن کا رنگ یکسان ہوتا ہے۔اسی طرح تیندوے درخت کے نیچے بیٹھکر جہان درخت کے پتون مین ہوکر زمین پر دھوپ آتی ہو کمتر نظر آتے ہین۔حیوانون کا رنگ اس قسم کا نہ صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے دشمنون کو نظر نہ آسکین بلکہ اسوجہ سے بھی کہ وہ اپنے شکار کو نظر نہ آئین۔

تمام علمی تحقیقاتون مین مشاہدہ اور استقرا سے کام لیا جاتا ہے اور جسوقت محقق ذہنی دعوے یا قیاس پر پہنچتے ہین تو پھر یہی عمل ازسرنو شروع ہوتا ہے اور یہ تنقیح قائم کرنے کے لئے کہ آیا دعوے تمام حالتون اور صورتون پر حاوی آسکے گا ازسرنو مشاہدے شروع کئے جاتے ہین۔پس دعوے کو یا تو اس لئے وسیع کر دیا جاتا ہے کہ جملہ ملتے جلتے ہوئے مظاہر پر حاوی ہو جائے یا انمین ترمیم کر دی جاتی ہے کہ مظاہر اس کے تحت مین آجائین۔

سائنس کا عام تصور جو علم کے مقابلہ مین ایک بالکل جداگانہ ہے اس کا بیان تمثیل کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔مگر مدلل تعریف کے ذریعہ سے نہین۔علم اینٹون کا ایک انبار ہے۔اور سائنس انکی عمارت۔علم مینہ کے جدا جدا قطرے ہین۔مگر سائنس ایک

چشمہ ہے جو اُن سے بنتا ہے۔ اوّل کسی شے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے دماغ کو اُس شے کی بابت کچھ واقفیت اور علم حاصل ہوجاتا ہے اور اُس علم سے خیالات مین تحریک پیدا ہوتی ہے اور مزید علم حاصل ہوجاتا ہے۔ آخر مین علم کے ذریعہ سے فکر و دانش مین ترقی ہونے کے باعث ایک سائینٹفک قانون یا اصول قائم ہوجاتا ہے۔

سائنس کا مدعا

سائنس کا مدعا اور غرض وغایت یہ ہے کہ موجوداتِ ایزدی کا علم حاصل کیا جائے جیسے کہ ایک سوداگر اپنے مال کو بازار مین بکری کے لئے رکھنے سے پیشتر اُسکی ایک فہرست مرتب کرتا ہے اسی طرح سائنس کے شائق کو اس صیغہ کے جس کی وہ تحقیقات کرنا چاہتا ہے تمام قدرتی مظاہر سے واقف ہونا لازم ہے۔ عرض وطول، رنگ، بُو اور ذائقہ وغیرہ کے متعلق کوئی کیفیت اور تفصیل ایسی نہین ہے جسے حقیر سمجھکر نظر انداز کردیا جائے۔ تمام کوائف بڑے کوائف ہین یہ کیفیت جس سے علم انسانی مین کوئی ایزدی ہوتی ہو ایک بڑا ایجاد ہے خواہ یہ نتیجہ مظاہر کے اُس مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہو جو قدرتی حالتون صورتون اور اسباب کے موافق جو انسان نے ترتیب دیئے ہون۔

سائنس کا مدعا موجودات ایزدی کا علم حاصل کرنا ہے۔ مگر سمجھکر۔ اگر سائنس کا کوئی طالب علم اپنی تحقیقات کے لئے کوئی ایسا مقصد قرار دیتا ہے جس مین عوام الناس کی بہبودی مقصود ہو تو وہ کسی ٹھیک نتیجہ پر نہین پہنچ سکتا۔ البتہ اُن لوگون نے سائنس مین بڑے بڑے کام نمایان کئے ہین جنھون نے اپنی تحقیقات کی بنیاد کسی فن یا پیشہ پر رکھی ہے۔ اگر سائنس کی تاریخ لکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایجادات ان لوگون نے کئے ہین جنھون نے سائنس کی کسی شاخ کا تجربہ اور مشاہدہ کیا تھا۔ خواہ علم کیمیا کا۔ خواہ جرثقیل کا۔ خواہ ادویہ، خواہ تشخیص امراض، اور نجوم [illegible] سی اور شاخ کا۔ ایجاد ایسے محققون نے کئے ہین جنھون نے یہ خیال نہین کیا کہ اُنکی تحقیقات کا نتیجہ انسان کے لئے مفید ہوگا یا کسی اور کے لئے۔ سائنس کی جو شاخ تجربہ اور مشاہدہ مین نہین آسکتی وہ کسی تحقیقات کا میدان بھی نہین قرار دی جاسکتی۔ ہر محقق جو کسی لیبوریٹری مین تجربہ کرتا ہے اچھی طرح واقف ہوتا ہے کہ تحقیقات کے لئے کسی فائدہ بخش شاخ کو اختیار کرنے مین کسقدر مشکلات پیش آتی ہین۔ اُسے یہ یقین تو ضرور ہوتا ہے کہ کبھی نہ کبھی کسی اتفاق حسنہ سے وہ منزل مقصود تک جا پہنچے گا مگر دوران تحقیقات مین بار بار اُسے ایسے سوالات پیش آتے ہین جو اُسے اصلی مقصد سے دور کردیتے اور کسی دوسرے راستہ پر لے جاتے ہین۔ تاہم وہ اُن سوالات کو نہ صرف اس لئے حل کرتا چلا جاتا ہے کہ اُن کے ذریعہ سے اُسے ناموری عزت اور فارغ البالی نصیب ہوگی بلکہ اس لئے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔

سائنس مین ترقی اُن لوگون کے ذریعہ سے ہوئی ہے جنھون نے کسی پیشہ سے علیحدہ ہوکر صرف اُسکی سائنس کو لے لیا تھا۔ ہر طالبعلم کوئی ایک پیشہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ یا تو کیمیا ساز بننا چاہتا، یا ڈاکٹر یا انجنیر، اور سائنس کی جتنی شاخون پر اس کے پیشہ کا دار و مدار ہوتا ہے اُن مین کسی خاص شاخ سے اُسے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ اُسی مین اپنا بہت سا وقت خرچ کرتا اور بعض اوقات ساری عمر۔ کیمبرج یونیورسٹی کے اُن اسکولون نے جنمین سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے بڑی ترقی کی ہے۔ اگرچہ اُنمین زیادہ تر طلباء ڈاکٹری کا امتحان پاس کرنے کے لئے
دا [illegible] لیکن اُسکی کسی شاخ پر لگ جاتے ہین۔ کوئی علم دو [illegible]
کوئی [illegible] کی نباتات، کوئی علم ترکیب اجسام، اور کوئی [illegible]
علاقہ [illegible] ہوجاتا ہے اور کوئی نہ کوئی ایجاد کرلیتا ہے
ا [illegible] شاخ پر تجربہ اور مشاہدہ
[illegible] کا علم حاصل کرتا ہے اور بہر [illegible]

اُس کی جس شاخ سے تعلق رکھتا ہے قدرت کے مظاہر کا مشاہدہ اور تجربہ کرنے ہی سے اُس کے متعلق بہت سا علم اور واقفیت حاصل کر سکتا ہے تاہم وہ صحیح معنوں میں اسکا عالم و فاضل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" اس لئے جو بات تجربہ سے اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے وہ کتابوں کے مطالعہ سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ کوئی شخص ایسی بات کو جس کا تجربہ اس نے کیا ہو لفظوں میں اس خوبی کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا جس خوبی کے ساتھ وہ تحریر میں آ سکتی ہے اور بیان یا تقریر کے ذریعہ سے کسی بات کو دوسرے کے ذہن نشین کرنا اور وہ بھی ٹھیک ٹھیک امر محال ہے۔ اس لئے جو شخص سائنس کو تجربہ اور مشاہدے کے ذریعہ سے حاصل نہیں کرتا اُسکا علم و واقفیت ناقص و نامکمل ہے۔ سائنس کا علم حاصل کرنے کے لئے تجربہ اور مشاہدہ نہایت ضروری شے ہے اسلئے سائنس کے مدعا کی سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ سائنس کا علم ذاتی تجربہ اور مشاہدے کے ذریعہ سے حاصل کرنا۔

اگر کوئی شخص موجودات ایزدی کا ذاتی طور پر ماہر ہے تو وہ اس کے مظاہر کو ایسی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جسے خیالی جولان گاہ میں الفلک کہتے ہیں۔ اور وہ مشاہدہ اور تجربہ ہوتے یا کسی مظہر کی نگاہ سے دوچار ہوتے ہی قیاس کے ذریعہ سے بہت جلد اُسکا نتیجہ نکال لیتا ہے اور صحت کے ساتھ بتا سکتا ہے کہ آگے چلکر کیا واقع ہوگا۔ اِس تمام طریقہ کا نام "علمی فکر" ہے کیونکہ اس کے ذریعہ [illegible]
کی کسی خاص شاخ میں جسکا علم اُس نے تجربہ اور [illegible]
ہو ید طولے رکھتا ہے وہ اُس شخص کی نسبت [illegible]
رہ کر حاصل کیا گیا ہے بہت [illegible]
سائنس کے محققوں اور طالب [illegible]
فرلانگوں بڑھتے ہیں اور علم [illegible]

نانس
ل کیا
ے علیحدہ

کے ساتھ بڑھتے ہیں وہ مضمون زیر تحقیقات کے متعلق ایسی ہی دماغی قوتوں سے کام لیتے ہیں جیسے کہ دستکار اپنی دستکاری کے متعلق لیتا ہے جس طرح دستکار کسی چیز کی صورت و شکل اور رنگ سے اُس کے متعلق رائے زنی کرتا ہے اسی طرح ایک سائنس دان کسی شے کی حالت اور طاقت وغیرہ کے مطابق اُسکی نسبت رائے دیتا ہے بعض تو اپنے تجربہ اور مشاہدے کے باہر کی چیزوں پر قیاس دوڑا کر رائے قائم کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایک نئے طریقہ کی مدد سے رائے قائم کرتے ہیں۔ وہ قیاس سے بتا دیتے ہیں کہ اگر فلاں حالتیں اور صورتیں جواب تک پیش نہیں آئیں پیش آئیں گی تو فلاں نتیجہ نکلے گا۔

سائنس کا دائرہ حکومت

سائنس کا دائرہ علم و دانش کے دائرے سے زیادہ وسیع نہیں ہے اُسکے پانچ کارکن ہیں جنہیں حواس خمسہ کہتے ہیں۔ یہ پانچوں ایسے واقعات اور کوائف کو فراہم کرتے ہیں جن پر سائنس کی زندگی اور نشو و نما موقوف ہے۔ سائنس کا غیر معلوم یا غیر مفہوم ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ سائنس اس حد سے جو عالم حواس اور عالم ادراک کی حد فاصل ہے آگے بڑھ سکتی ہے جس طرح مادہ اپنی مختلف یعنی اجماعی، انجمادی، کثیف، مایع، سیال اور لطیف حالتوں میں چلنے، پھرنے، تیرنے، اور اُڑنے والے حیوانات کی زندگی کا موید ہے لیکن اگر وہ بہت ہی زیادہ سیال ہو جائے تو قاطع حیات ثابت ہوتا ہے، اسیطرح سائنس بھی اپنی حد سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی۔ سائنس نہ صرف اپنے دائرے کے باہر قدم رکھنے میں عاجز ہے بلکہ خود اُس کے دائرے ہی میں بعض ایسے مقام ہیں جن سے آگے وہ بڑھ نہیں سکتی۔ اسکی تائید میں سائنس کی مختلف شاخوں کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً علم طب یا کیمیا سازی کا پہلا زینہ

یہ ہے کہ مادہ اور طاقت میں امتیاز ہو سکے لیکن امتیاز سے پہلے یہ معلوم کرنا پڑتا ہے کہ مادہ کسے کہتے ہیں۔ اور طاقت کسے ؟ اسکا معمولی جواب یہ ہے کہ مادہ وہ شے ہے جو طاقت سے متاثر ہوتا ہے۔ اور طاقت وہ شے ہے جس سے مادہ متاثر ہوتا ہے۔ تاہم عمر بھر کی تحقیقات اور مغز زنی کے بعد بھی سائنس دان اسکا کوئی کافی وشافی جواب دینے سے عاری ہوتا ہے۔ وہ اسکی ابتدا کی طرف بڑھتا ہے اور استقرا اور قیاس سے کام لیتا ہے یہانتک کہ آخر کار اُسے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مادہ قوت ہے اور قوت مادہ ہے وہ ایسے باریک اور چھوٹے چھوٹے ذروں سے مرکب ہے جسے سالمات کہتے ہیں جو حس سے باہر ہیں۔ اور ذروں کے دوران حرارت اور طاقت کے لحاظ سے وہ اس نتیجہ پر جا پہنچتا ہے کہ ایک ہی قسم کے ذروں نے ایک ہی قسم کی قوت اتصال کے ذریعہ سے مختلف صورتیں اختیار کر لی ہیں

ایک ماہر علم حیات ابتدا میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حیات کیا ہے ؟ جوں جوں اسکی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے دن بدن اُسے بعض ایسی باتیں معلوم ہوتی جاتی ہیں جو مظاہر حیات ہوتی ہیں تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں بھی حیات کی تعریف صحیح بیان نہیں کر سکتا۔

ایک ماہر علم نفس کی تحقیقات کی ابتدا ... شروع ہوتی ہے اور اُس کے بعد وہ اعصاب کے فعل ... واقفیت حاصل کرتا ہے اور پھر زمانہ اور مدت فعل وغیرہ بھی معلوم کر لیتا ہے تاہم وہ دل یا قلب کے فعل سے محض ناواقف رہتا ہے۔ اگرچہ قلب کا اُسے اچھی طرح حال معلوم ہوجاتا ہے لیکن ... کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہو سکتا جب اُسکا ننھا سا ... اس کے ... لے کر اُس سے پوچھتا ہے کہ "ابا جان جب رات کو میں سو جاتا ہوں تو میں کہاں چلا جاتا ہوں کیا میں اپنے جسم سے باہر چلا جاتا ہوں ؟ اور صبح کو واپس آجاتا ہوں" تو وہ عالم یہی جواب دیتا ہے کہ "میں اسکی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا!"

سائنس کو علم ادراک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ سائنس کے طریقوں سے ہم ... ادراک کے ظہورات کی تحقیقات کر سکتے ہیں لیکن ان طریقوں کو ہم نتیجہ نکالنے کے کام میں نہیں لا سکتے خود ادراک اپنے دائرہ کے باہر والی چیزوں کو محسوس نہیں کر سکتی کیونکہ اُسکے ظہورات خود اپنی تاریخ ہستی یا ہستی کی مختلف حالتوں پر منحصر ہیں کوئی سائنس دان محبت، نفرت، فرض وغیرہ کی پیمائش یا جانچ نہیں کر سکتا اس لئے جب سائنس دان جذبات کی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو سائنس کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے

سائنس کے متعلق ایک مسئلہ یہ ہے کہ ادراک کی تحقیقات احساس ادراک ہی کے ذریعہ سے ہو سکتے ہیں جب ہم کائنات پر غور و خوض کرتے ہیں تو ہمیں تین ... نظر آتی ہیں یعنی مادہ، طاقت اور ادراک اور جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ غیر فانی ہے تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ادراک بھی غیر فانی ہے اور جس طرح ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ ... کا وجود ہے اور موجود رہے گا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ادراک کا بھی وجود ہے اور وہ فانی نہیں ہے۔ اور جس طرح ہمارا جسم مادہ اور غیر طاقت کا ایک جزو ہے اسی طرح ادراک بھی علم ادراک کا ایک جزو ...

عالم ... کی مدت ... باہر ہے لیکن جب کوئی مظہر ...
... میں آسکتا ہے اسلئے
... کی دنیا پر ہے۔
... تعلق
... استعمال کیا جاتا ہے ...

اُسکی تعریف یون کرتا ہے "عام باتون کے اعلیٰ درجہ کے علم کا نام فلسفہ ہے" مگر آج کل عمومیت کو بالائے طاق رکھدیا گیا ہے۔ درحقیقت فلسفہ "خیالات قایم بالغیر کی باقاعدہ ترتیب" کا نام ہے یعنی ایسے خیالات کی ترتیب جو اشیاء کی ظاہری شکل سے عبور کرکے اُن اصول تک جا پہنچتے ہین جن کے ذریعہ سے اُن کی ٹھیک ٹھیک تشریح ہوتی ہے فلسفی اشیاء کی ظاہری شکل و ہیئت کے پرے کسی غیر معلوم اور غیر مفہوم شے کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سائنس دان قائم بالذات شے سے کوئی علاقہ نہین رکھتا بلکہ اسکا علاقہ صرف اسی دائرے سے ہے جہان تجربہ اور مشاہدہ کی گنجایش ہے۔ تاہم سائنس دان اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ دو طریقون سے کوئی بات معلوم کرسکتا ہے۔ ایک حواس اور دوسرے ادراک سے۔ جب کوئی دماغ اپنے دماغی عمل او فعل پر جنکی مدد سے حواس کے مہیا کئے ہوئے اسباب خیال کی شکل مین منتقل ہوتے ہین غور و خوض کرتا ہے تو اُس وقت وہ اپنی حرکات کا نظارہ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اُس مین ادراک موجود ہے جس پر وہ حکومت کرسکتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ خود اپنے اوپر حکومت کرسکتا اور اپنے وجود کا قائل ہے۔ مگر ان دونون طریقون کو ایک ہی طریقہ سے نہین سمجھنا چاہئے بلکہ یہ دونون ایک دوسرے سے جدا ہین۔ مگر انسان کے حواس جسقدر اُسے ادراک سے واقف بنا دیتے ہین اس سے زیادہ اُسکا ادراک اُ[illegible] سے مانوس نہین بنا سکتا۔

سائنس مشاہدی اور تجربی دنیا [illegible] بالذات کی تشریح عالم اد[illegible] [illegible]ت کے بعد کوئی اور [illegible] [illegible]معلوم [illegible] ذات ہے

قائم بالذات کا فلسفہ اسی حد مین اپنی حکومت قائم کرتا ہے۔ سائنس جب تک کسی بات کا تجربہ اور مکرر سہ کرر تجربہ نہین کرلیتی اُسے صحیح نہین مانتی اور اُس کے متعلق کوئی اصول قائم نہین کرتی مگر فلسفہ پہلے ہی سے کسی شے کے صحیح ہونے کا یقین کرلیتا ہے اور پھر اُسکی تحقیقات کرتا ہے اور چھلانگ مارکر مسئلہ باتون سے آگے جانا چاہتا ہے۔ سائنس اور فلسفہ دونون مین استدلال تو ایک ہی قسم کا ہوتا ہے مگر سائنس کا مدعا تحقیق و تعین ہوتا ہے اور فلسفہ کا مدعا ایک ایسا اصول ہوتا ہے جو بڑے سے بڑے مظاہر کو اپنی دسترس مین سے لے۔ مگر دونون مین چولی دامن کا ساتھ ہے۔

حواس دماغ کے کارکن ہین

لوگ قدیم زمانہ سے مانتے آئے ہین کہ دماغ کا پچھلا حصہ جسے سر ہرام یا مغز کہتے ہین وہ وقوف، ادراک، خیال اور خواہش کا دار القرار ہے لیکن آجکل یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ان باتون کا تعلق اُس زرد رنگ کی چادر یا غلاف سے ہے جسمین دماغ کے دونون حصے لپٹے رہتے ہین۔ گویا یہ چادر جسے انگریزی زبان مین کورٹیکس (CORTEX) کہتے ہین دماغ کا آلہ ہے ۱۸۷۰ء سے پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ دماغ یا مغز ایک بعید الفہم عضو ہے اور علم ترکیب اجسام کے موافق اسکی تحقیقات نہین ہوسکتی لیکن اُسکے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ (۱) کورٹیکس کے خاص حصے مین تحریک پیدا کرنے سے خاص افعال یا حرکات صادر ہوتی ہین۔ اور اُس کے اُسی حصہ کو دماغ سے نکالدینے سے یہ افعال یا حرکات ٹھیک طور پر صادر نہین ہوتین۔ گویا انھین لقوہ مار جاتا ہے (۲) کورٹیکس کو مختلف حصون مین تقسیم کرکے اُن حصون کو متعدد حواس کی قلمرو قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ مغز کا ایک حصہ جو سامنے کی طرف پیشانی سے ملا ہوا ہے اُسے ہم کسی حواس کی دار القرار قرار نہین دے سکتے

اور سر دست اُسے کسی فعل یا حرکت یا جذبہ سے خالی مان سکتے ہین لیکن اگرچہ اُس کے افعال و خواص ہمین سر دست معلوم نہین ہین تاہم یہ یقین کرنے کی کافی وجوہ موجود ہین کہ اس اگلے حصہ سے دماغ کچھ کام نہین لیتا ہے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جب دماغ مین کسی قسم کا فتور یا خلل واقع ہوجاتا ہے تو یہ مقدم حصہ بالکل تندرست و صحیح سالم رہتا ہے یا اُس حصہ کو کسی وجہ سے نقصان پہنچ جاتا ہے اور دماغ بالکل صحیح رہتا ہے اور اُسمین کسی قسم کا فتور نہین پایا جاتا۔ اگرچہ اس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ اگلے حصہ کا دماغ سے کوئی تعلق نہین ہے لیکن یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ یہ حصہ دماغ، عقل و ادراک وغیرہ کا مسکن نہین ہے۔ اگر ایسے حیوانون کے دماغ کی جو کسی خاص حواس کی تیزی یا اُس کے ضعف یعنی اضمحلال کے لئے مشہور ہین جانچ کی جائے تو آسانی کے ساتھ معلوم ہوجائے گا کہ دماغ کے کس حصہ سے کس حواس کا تعلق ہے، اور پھر ایسے حیوانون کا انتخاب ممکن ہوگا جن کے پانچون حواس مین سے کس حواس کا کامل نشو و نما ہے اور کس کا نہین۔ کتے کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے۔ جو دودھ پلانے والے جانور پانی مین رہتے ہین اُن مین قوت شامہ نہین ہوتی، کیونکہ پانی کے اندر یہ قوت کچھ کام نہین دے سکتی۔ اسیطرح چھچھوندر جو زمین کے اندر رہتی ہے اُسمین قوت باصرہ بالکل کمزور ہوتی ہے۔ اُود بلاؤ یا سگ آبی جو کسی ایسے چشمہ مین رہتا ہے جو پہاڑ کے دامن سے نکلتا ہے اور جسمین گھاس وغیرہ ہوتی ہے اور جسپر تاریکی چھائی رہتی ہے اُسمین نہ تو قوت باصرہ زور دار ہوتی ہے اور نہ قوت شامہ، بلکہ بال جو اُسکے لبون اور رخسارون پر ہوتے ہین وہ بیحد ذکی الحس ہوتے ہین اور ان ہی کے ذریعہ سے وہ کسی شے کو محسوس کرتا ہے۔ بلی کے شکار کرنے کے طریقے کتے کے طریقون سے بالکل مختلف ہوتے ہین۔ اُسکی قوت شامہ جو ہے کے قرب کا پتہ دیتی ہے لیکن اُسے اُس کا کھوج نہین دے سکتی [illegible] قوت

کی مدد سے دریافت کرلیتی ہے کہ کب اور کس سمت کو اُسے جھپٹ کرنی چاہئے۔ دن مین تو اُسے شکار کرنے مین اُسکی آنکھین مدد دیتی ہین لیکن رات کو اُسے اُن بالون کے ذریعہ سے جو اُس کے لبون اور رخسارون پر ہوتے ہین کسی غیر متحرک اور کانون کے ذریعہ سے کسی متحرک شے کے قرب کا پتہ لگتا ہے۔

گوشت خور حیوان اپنے شکار کا پیچھا قوت شامہ کے ذریعہ سے کرتے ہین لیکن نباتات خور حیوان اپنے شکار کرنے والونکی قربت کا پتہ قوت باصرہ کے ذریعہ سے لگا لیتے ہین۔ ہمنے مثال کے طور پر چند مشہور جانورون کا جن کے خاص خاص حواس زیادہ تیز اور کارآمد ہوتے ہین ذکر کیا ہے، اور اگر ان مین سے کسی جانور کا جس کی نسبت یہ معلوم ہو کہ وہ اپنے فلان حواس پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے علم تشریح کے ذریعہ سے امتحان کیا جائے تو یہ باتین دریافت ہونگی کہ (۱) جس عضو پر اُسے بھروسہ ہے اور جس سے وہ زیادہ کام لیتا ہے اُس کا کامل نشو و نما ہوچکا ہے (۲) جو رگ اُس حواس کے عضو کو اعصاب کے وسطی سلسلہ سے ملاتی ہے اُسمین ریشے یا لیفات بہت زیادہ ہین (۳) دماغ مین اُس حواس کی جو قلمرو ہے وہ زیادہ وسیع ہے۔

علوم تشریح اور ترکیب اجسام سے [illegible] کے دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ جتنی چیزین عقل اور تو[illegible] [illegible] پہنچتی ہین وہ حواس ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہین۔ قوت [illegible] [illegible] جو کی اسرود گا[illegible] ہین [illegible] [illegible] قسم سے [illegible] قوت شامہ۔ قوت باصرہ، قوت سامعہ قوت [illegible] [illegible] لامسہ [illegible] [illegible] باقی حواس [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کیمو[illegible] مختلف مسم [illegible] [illegible] باصرہ ین [illegible] کراتی ہین [illegible] [illegible] [illegible] ت کے ذرون کے ملون [illegible] [illegible] باصرہ پر روشنی کی [illegible] ہین پہنچتی [illegible] [illegible] کرکے لگاتی ہین۔

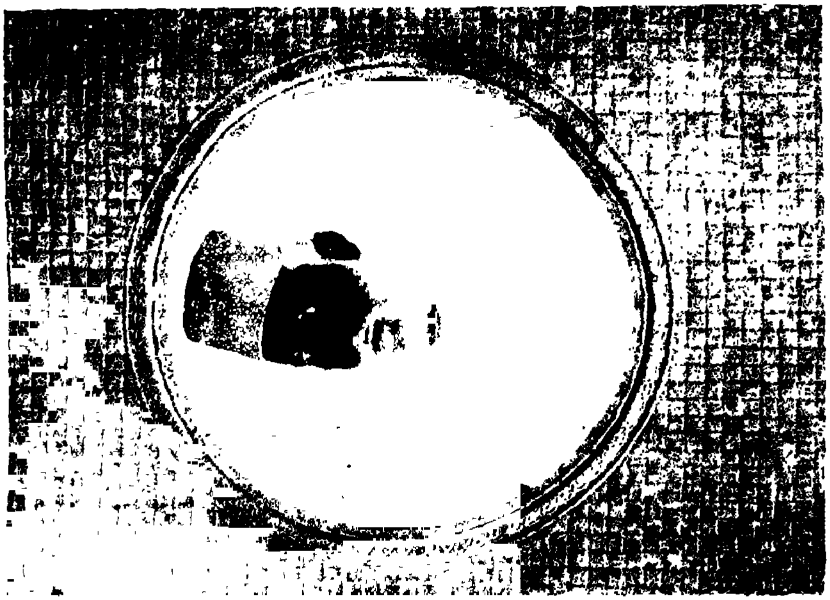
دماغ کے غلاف کی قوت فاعلی کے متعلق سب سے پہلی بات یہ دریافت ہوئی تھی کہ اگر اس میں بجلی کی لہر دن سے تحریک پیدا کی جائے تو اس سے خاص افعال یا حرکات سرزد ہونگے۔ اسکے بعد یہ ہوا کہ اس کے فلان فلان حصون سے فلان حواس کا تعلق ہے۔ اس غلاف مین ایک تحریک پیدا ہوتی ہے پھر اس تحریک سے ایک فعل صادر ہوتا ہے۔ یہ دونون باہم آپس مین علت و معلول یا لازم و ملزوم ہین۔ غلاف کو ہم دماغ کا آلہ یا حصہ سمجھکر یہ کہہ سکتے ہین کہ دماغ کو ان کا ایک جاندار سلسلہ ہے جس مین تحریک یا تصور کا ادراک یا احساس ہوتا ہے اور پھر وہان سے رگون اعصاب کو ایک پیغام بھیجتی ہین جس کے ملتے ہی فعل صادر ہونے لگتا ہے۔ نیند یا عالم غفلت مین تحریک یا تصور اور فعل یا حرکت دونون کا سلسلہ ملا رہتا ہے لیکن عالم بیداری مین ان دونون مین دماغ حائل ہوجاتا ہے۔ تصور یا تحریک ادراک یا احساس کی شکل مین بدل جاتی ہے اور جن چیزون کو حواس دماغ کے سامنے پیش کرتا ہے ان کو دماغ سمجھتا ہے۔ یہ قرار دیتا ہے کہ ان سے فی الفور کوئی فعل یا حرکت صادر ہونی چاہئے یا ان کو کام مین لانے کے لئے رکھ چھوڑنا چاہئے۔ دماغ خواہ تصور و تحریک کو محسوس کرتا ہو خواہ نکرتا ہو لیکن اس کی ساخت اور ترکیب پر انکا اثر ضرور ہوتا ہے۔ تصور یا تحریک جن دماغ محسوس کرتا ہے وہ ذخیرہ ہین جن سے دماغ ایک ایسی شے تیار کرتا ہے جسکے ذریعہ سے عقل اور سمجھ کا اظہار ہوتا ہے۔ دماغی فعل ایک نمونہ ہے جو تصورات یا تحریکات کے ملنے سے بنتا ہے اور اس نمونہ کا افشا یا اظہار فعل یا خیال ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی جانور کے دماغی افعال یا حرکات کی تصویر کھینچنا چاہین تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس کے خیالات مین اس حواس کی جھلک پائی جاتی ہے جس سے انکو تحریک ہوتی ہے۔ مثلاً کتے کی قوت شامہ تیز ہوتی ہے اور جب دن بھر گلیون مین مارا پھرنے کے بعد وہ شام کو ایک جگہ بیٹھکر ان باتون پر نظر ثانی کرتا ہے جو اسنے دن بھر دیکھی تھین تو وہ اشارہ کرنے والی خوشبوؤن کے ایک سلسلہ کو یاد کرتا ہے۔ بلی کی قوت سامعہ تیز ہوتی ہے اور جب وہ یکایک اور اچانک کسی ایسے مکان مین جا پہنچنے کا خواب دیکھتی ہے جو چوہون سے بھرا ہوا ہو تو اسکے کانون مین بل پڑنے لگتے ہین۔ اگر ہم ایک حد تک یہ معلوم کرنا چاہین کہ اگر کسی دوسرے حیوان کے دماغ سے اپنے دماغ کو بدل لین تو ہمارے خیالات کس قسم کے ہون گے تو ہمین سب سے پہلے یہ سوال کرنا چاہئے پانچون حواس مین وہ کونسا خاص حواس ہے جس کی مدد سے وہ حیوان دنیا کو دیکھتا بھالتا اور پہچانتا ہے"

واجد علی شاہ اور شوق حیوانات

الحاق اودھ کا باعث جو حالات اور واقعات
یہ روشن و آشکار ہین۔ بہ حیثیت ایک شاہ اور فر
ایک مایوس و ناکام اور قابل تخفہ
مردہ دل ہونے کے سبب سے
[illegible] حصہ نہ لیتے تھے۔ ان کے ذ

تاریخ
علی شاہ
اور

عورتین ان کے اوقات اور توجہ کو مستغرق و مصروف رکھتی تھین پس کوئی تعجب نہین کہ ہر مقام پر ظلم و تعدی اور بدعملی پھیلی ہوئی تھی اور تمام ملک مین ان برائیون کو روزافزون ترقی تھی ان کو روپیہ کی بہت بڑی ضرورت تھی اور بسا اوقات انکے مطالبے نہایت بھاری ہوتے تھے صرف ایک ہی طریقہ تھا جس سے انکے عامل اور تحصیل ان کی خواہشین





پوری کر سکتے تھے یعنی زیادہ ستانی اور اندھیر بچانے کے لئے لوگون پر ظلم و تعدی کرتا۔ کرنل سلیمن صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کے پاس اخبار نویسون کی ایک جماعت تھی جو ان کو ان واقعات کی رتی رتی خبرین دیا کرتے تھے، جو ان کے دربار مین، انکے حرم مین، اور تمام صوبہ اودھ مین گزرتے تھے اور اس طرح ایک عیش پسند بادشاہ کی محافل اور مشاغل کے حالات رزیڈنسی کی رپورٹون مین قلم بند کئے جاتے تھے۔ مندرجہ ذیل خبرون سے ان واقعات کا کچھ خیال پیدا ہو سکتا ہے جن سے یہ رپورٹین تیار کی جاتی تھین :-

حضرت آج اپنے تامجان پر سوار ہو کر فلان محل کو تشریف لے گئے اور وہان فلان فلان محلات موجود تھے جن کو دو جوڑ بلبلون کی لڑائی دکھائی گئی جو بڑے جوش و خروش کے ساتھ لڑے۔ بٹیرون کی بھی پالی ہوئی۔ دو سو روپیہ کا ایک دوشالہ اس جمعدار کو مرحمت ہوا جس نے اس وحشیانہ جنگ کا انتظام کیا تھا۔ اسکے بعد حضرت نے ایک نئی غزل کو سنا اور پھر چار بجے شام تک کنکوے بازی سے اپنا دل بہلاتے رہے۔ بعد ازان خواب استراحت فرمایا۔

فلان موضع، فلان پرگنہ، فلان ضلع سے خبر آئی ہے کہ رام سنگھ زمیندار مالگزاری دینے سے انکار کرتا ہے جو عامل نے اس سے طلب کی تھی۔ اس پر اسکا مکان جلا دیا گیا، وہ زخمی ہوا اور اس کے دو بیٹے اور بھائی بھاگ گئے۔

حیوان خانہ داروغہ کبوتر خانہ کو دو ہزار کا ایک خلعت عنایت ہوا جس نے ایک ایسا کبوتر پیش کیا تھا جسکا ایک بازو سیاہ دوسرا سفید تھا۔ بادشاہ نے خاص محل کو اپنی جدید غزل سنائی جسمین گل بلبل کے عشق کا مضمون تھا۔

اس لہو و لعب کے لحاظ سے واجد علی شاہ اپنے مذاق مین کسی طرح یکہ و تنہا نہ تھے۔ ان سے پہلے ان کے سابقین کے پاس بھی ان کے گویے، انکی ناچنے والی عورتین، انکے جانور خانے اور چڑیا خانے ان کی نسبت غالباً ان کے زمانہ مین جنگلی جانورون کی تھی۔ کنکوے بازی اور کبوتر اڑانا بہت کم پسند کیا جاتا تھا لوگ بھی اپنے مشاغل سوز و سمر و دو کو اپنی سلطنت کے فرائض کا تابع رکھتے تھے مگر واجد علی شاہ نے اپنے تئین ایک ایسے تعیش اور تنعم مین ڈالدیا جس کی کوئی حد و انتہا نہ تھی۔

آخر کار برٹش گورنمنٹ کی مداخلت اور دست اندازی کا وقت آگیا جس کی نسبت انکو بارہا دھمکی دی گئی تھی؛ وہ تخت سے اتارے گئے؛ انکی سلطنت کا الحاق اور انتزاع عمل مین آیا اور وہ بطور شاہی قیدی کے کلکتہ کے ایک جنوبی نواح مین رہنے کے لئے بھیجے گئے۔

اگرچہ وہ اپنے نئے وطن مین بغیر اس حشم و خدم اور طبل و علم کے رہنے پر مجبور ہوئے جس مین وہ لکھنؤ مین محصور تھے، تاہم ان کو ان تکلفات کے ترک کر دینے مین کوئی مشکل پیش نہین آئی جسکو انہون نے بطور ایک بادشاہ کے اختیار کر لیا تھا۔ وہ بہت جلد عیش و عشرت مین منہمک ہو گئے اور گذشتہ زمانہ کو فراموش کر دیا۔ مٹیا برج گارڈن ریچ مین انکا حرم ویسا ہی کچھ بھرا ہوا تھا جیسا لکھنؤ مین تھا۔ انکے مغنی اور مطرب اور ڈوم اور ڈھاڑی، انکی رقاصہ عورتین ان کے ساتھ آئی تھین۔ انہون نے جو جانور خانہ قائم کیا تھا وہ اپنی عمدگی اور انواع و اقسام حیوانات اور وحوش کے لئے مشہور اور معروف تھا۔ جلاوطنی کے زمانہ مین آپکو کبوترون کا شوق بہت بڑھ گیا تھا لیکن جس بات نے ان کے مرض کو کرکرا زیادہ ... ان ... دماغی حالت تھی۔ یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ واجد علی شاہ کا جانور خانہ محض مالک کے شوق اور تفریح کے لئے قائم ہوا تھا اور اسی وجہ سے بہت سی ... جانورون کے رکھنے کا طریقہ حسن خیالی اور ... نقائص آئین اصلاح کی نہین ... ذلیل العمر ... تھا۔ ... سال مین ... برابر گھٹا رہتا تھا اور چونکہ یہ جانور خانہ غائب سے ایک مدت پہلے قائم ہوا تھا پہلے

جوق جوق تماشائی اس نادر مجموعہ کی سیر کا موقع حاصل کرتے تھے حضرت جواب تک بطور ایک درباری آداب کے اس لقب سے ملقب تھے جانوروں کے بہت بڑے شایق تھے اور ان سے جہاں تک ہو سکتا تھا اپنے جانوروں کے آرام و آسایش کا خیال رکھتے تھے۔ یہ بات مشہور ہے کہ اورنیگ اوٹنگ (ایک قسم کا بن مانس ہے) جو صحرائی حالت میں زیادہ تر ڈوریان کھاتا ہے جو بقول والیس صاحب ایک عمدہ پھل ہے، شاہ اپنے بن مانسوں کے کھانے کے لئے یہی پھل جزائر بورنیو اور سماٹرا سے منگایا کرتے تھے جو اس قسم کے بن مانسوں کا مسکن ہے۔ ایک مرتبہ بادشاہ کے جانور خانہ سے محافظ کی بے احتیاطی کے سبب سے ایک شیر نکل بھاگا تھا اور دریا پیر کر بوٹانیکل گارڈن میں جا پہنچا جہاں مسٹر بیرمان کو سخت مجروح کیا جو اس زمانہ میں مذکورہ بالا باغ کے منتظم تھے اور اس سے ان کو ہسپتال جانے اور وہاں علاج معالجہ کے لئے چھ ماہ تک قیام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس کے بعد واجد علی شاہ نے جانوروں کی قید اور حفاظت کا خاص انتظام کیا۔ ایک جدید شیر خانہ تعمیر ہوا جسکا نقشہ شاہ نے تجویز کیا تھا۔ اس میں غاروں اور بھٹوں کا ایک سلسلہ بنایا گیا تھا اور ہر بھٹ پر برج نما گنبد تھے جسمیں کشادہ اور وسیع پنجرے رکھے ہوئے تھے شیروں کو اٹھانے کا نہایت عمدہ انتظام تھا۔ ان برج نما بھٹوں میں جب شیر اور چیتے گھومتے تھے، تو جانور خانہ کی کیفیت نہایت دلکش ہو جاتی تھی اور جو لوگ دریا میں کشتیوں یا دخانی جہازوں پر ادھر سے گذرتے تھے وہ محو تماشا ہو جاتے تھے۔

واجد علی شاہ کو اگر کوئی جانور یا چڑیا پسند آجاتی کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایک کلغی دار تیتر خرید کیا جو نہایت خوش ... سرخ تھے۔ اسکی آنکھیں مونگیا اور لال تھیں

بیس روپیہ میں خرید کیا ہوگا۔ بادشاہ نے اسکا نام اختر رکھا۔ انہوں نے ایک چینی قاز کی قیمت بارہ سو روپیہ دی تھی جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستانی قازوں کے ایک جوڑہ کی قیمت لندن میں ساٹھ پونڈ تھی تو شاہ نے جو قیمت دی وہ کسی طرح بہت زیادہ نہ تھی۔

حضرت کے پاس ایک زمانہ میں جگالی کرنے والے جانوروں کا ایک نہایت عمدہ ذخیرہ تھا۔ ایک وسیع احاطہ بنا ہوا تھا جسمیں دوب گھاس جمائی گئی تھی۔ اس میں جا بجا درخت اور جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں چھوٹے چھوٹے جانوروں کی حفاظت کے لئے تار کے نفیس جنگلے نصب تھے۔ ان جنگلوں کے برابر اس سبز میدان میں روشیں بنی ہوئی تھیں جن پر سرخ بجری بچھی ہوئی تھی۔ دانے اور پانی کے بڑے بڑے برتن بھرے ہوئے رکھے رہتے اور گھاس کی نالیں لگی رہتی تھیں بادشاہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ ان کے جانوروں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے اور اس لئے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ شاہی پنجرے کے جانور خوش خرام اور موٹے تازے نظر آتے تھے۔

واجد علی شاہ کے جانور خانے میں دور دراز ممالک کے جانور تھے اور ایک ایک جانور کی کئی کئی قسمیں تھیں۔ دس بارہ طرح کے ہرن تھے مثلاً سابھر، جھابری، کشمیری، ہشکی، ہندوستانی، برہمی، اور نیپالی، بورنیو، سماٹرا اور سنگاپور کے ہرن، فارموسا کا ہرن، شمالی امریکا اور ایران کا ہرن، یورال کا ہرن، علاوہ ان کے ہندوستان اور چین کے بھونکنے والے ہرن تھے، اور شاخ دار ہرنوں کا ایک عمدہ گلہ تھا۔

حضرت اختر کو طیور سے ایک خاص دلاویزی تھی اور وہ انکی عادات اور خواص سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے اپنے چڑیا خانہ کو اقسام ...ون سے سجایا تھا اور انکی قسم اور صنف کے مطابق انکے خانے ... ان میں سے ایک خاص خانہ چہچہانے والی چڑیوں کا ...یک سو پچاس فیٹ لمبا اور پچھتر فیٹ چوڑا تھا اور اسکے

چاروں طرف سائبان تھے۔ اس خانہ میں طیور کے دانے پانی کے لئے خوشنما ظروف چھتوں میں آویزاں تھے۔ فرش پر جا بجا گملے اور ہرے بھرے پودے رکھے ہوئے تھے۔ فواروں سے صاف پانی اچھلتا تھا جو پودوں کو تازہ اور شاداب رکھتا تھا۔ حوضوں اور جھیلوں سے صرف اس مقام کی دلفریبی ہی نہیں بڑھ گئی تھی بلکہ وہ طیور کے نہانے کے کام میں بھی آتے تھے۔ اپنے شوق اور ذوق کے موافق آرائش اور تزئین کی تکمیل کے لئے بادشاہ نے برآمدے میں چاروں طرف اور بہت پنجروں کے اندر قیمتی جھاڑ آویزاں کر دیئے تھے جن میں چڑیاں اپنا دل بہلایا کرتی تھیں۔ نوا سنج طیور جیسے شیاماں اور بئے میں چھوٹے چھوٹے پنجروں میں برآمدے کے چاروں طرف لٹکا کرتے تھے۔ جانور خانہ کی گشت میں بسا اوقات بادشاہ بھی تشریف لیجایا کرتے تھے۔ یہ اکثر گرمی کا موسم اور شام کا وقت ہوا کرتا تھا۔ ان کے ہمراہ کچھ مصاحب بھی ہوتے تھے۔ بادشاہ حسب معمول ایک گھنٹہ نشست فرماتے اور طنبورہ پر انکی غزلیں گائی جاتی تھیں اور حضرت انکے لطف میں محو ہو جاتے تھے۔ کبھی کبھی رات کو تمام محل میں روشنی ہوتی تھی اور نغمہ سرا طیور کے پنجرے کھول دئے جاتے تھے اور بادشاہ بڑے شوق کے ساتھ ان پرندوں کے گانے کو سنتے اور انکو استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ دوسرے روز بادشاہ ان طیور کو [illegible] خلعت عطا فرماتے تھے جو اپنی نغمہ سرائی اور ترنم سے ان کو خوش اور محظوظ کرتے تھے۔ بادشاہ کے چڑیا خانہ میں واقعی بعض چڑیاں نہایت کمیاب تھیں۔

بادشاہ کو سانپوں کا بھی شوق تھا۔ انکے سانپوں کی پہاڑی ایک مشہور مارخانہ تھا۔ یہ ایک بیضاوی غار تقریباً ۱۲ فیٹ [illegible] ہوگا اور ایسی ابھری ہوئی کارنسوں کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا جس [illegible] سانپ نکل نہیں سکتے تھے۔ یہ پہاڑی وسط میں ایک قائم ہوئی تھی جس کی چوٹی پر مٹی کے گھڑے اسطرح رکھے اور چونے سے ان کا جوڑ پیوند ایسا ملا دیا گیا تھا جس سے وہ گول پتھروں کے برج معلوم ہوتے تھے۔ یہ بانبی بادشاہ کے خاص نقشہ کے مطابق تعمیر ہوئی تھی۔ سانپوں کا اپنے گھروں سے باہر نکلنا اور رینگنا نہایت دلکش معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ عمدہ سانپوں کی معقول قیمت دیتے تھے اس لئے یہ غار ہمیشہ سانپوں سے بھرا رہتا تھا۔ سپیرے ان کو دور دراز ممالک یعنی لاہور و سنبھل پورا اور اڑیسہ وغیرہ مقامات سے لاتے تھے۔ اس ذخیرہ میں پنجاب کی قرمزی دھامنوں کی ایک جماعت تھی جو جاڑوں میں دھوپ کھانے کے لئے باہر نکلتی تھی جنکا نظارہ ایک علم الافاعی کے ماہر کو نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا۔

اپنی جلا وطنی کے زمانہ میں واجد علی شاہ کو پبلک میں نکلنے سے سخت نفرت تھی یہانتک کہ وہ ہواخوری کے لئے بھی سوار نہیں ہوتے تھے لیکن جانوروں سے اسقدر شوق تھا کہ علی پور کے باغات حیوانات کو بے تکلف جاتے تھے اور جانوروں کی پرورش اور پرداخت کے متعلق آگاہی حاصل کرتے تھے۔ بادشاہ علی پور میں اکثر ماہ رمضان میں جایا کرتے تھے۔ ان کا اخلاق مشہور ہے۔ انہوں نے اول ہی ملاقات میں علی پور کے باغات حیوانات کے سپرنٹنڈنٹ کو بھائی جان کہکر اپنا گرویدہ کر لیا اور فرمایا "مہربانی سے اپنے باغ کی عمدہ عمدہ چیزیں ہمکو دکھایئے" ہرچند اس زمانہ میں اس باغ کا ذخیرہ نامکمل تھا اور بہت سے مکانات خالی پڑے ہوئے تھے تاہم بادشاہ [illegible] دیکھا [illegible] محظوظ ہوئے اور دوسرے روز بھی [illegible] لے گئے جس وقت پہلے دن گئے تھے [illegible] رہا۔ بسا اوقات انکے ہمراہ [illegible] ماطون کے نقشے اتارتے تھے۔ جانور خانہ میں بھی ویسے ہی مکانات

بن گئے۔ وہ اکثر جانوروں کی عادات و خواص کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔ ایک روز بادشاہ کی نگاہ ایک اُلو پر پڑی جس کو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بلند لمبے پر دار کانوں نے ان کی توجہ اپنی جانب مائل کی انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا ان کے کان بالکل پروں کے بنے ہوئے ہیں یا ان میں کوئی ہڈی بھی لگی ہوئی ہے۔ ایک موقع پر اود بلاؤں کو کھانا دیا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے جو انکے قریب کھڑے تھے بیان کیا "اود بلاؤ اور شیر کے چبانے کا ڈھنگ بالکل ملتا جلتا ہے اور غیر گوشت خواروں کا طریقہ اس کے خلاف ہے" بادشاہ کو ایک ڈنگو کو دیکھکر سخت حیرت ہوئی جو آسٹریلیا کا جنگلی کتا تھا۔ مگر بادشاہ کو کبھی اس بات کا یقین نہیں ہوا کہ کتا جنگل سے لایا گیا ہے۔ بادشاہ کو اسوقت نہایت حیرت ہوئی جب انہوں نے اول مرتبہ کنگارو کے ایک بچہ کو دیکھا کہ وہ اپنی ماں کی توند کی تھیلی کے اندر غائب ہو گیا۔ بادشاہ کے یہاں کئی کنگارو تھے لیکن انہوں نے کبھی کسی کنگارو کے بچے کو دودھ پیتے نہیں دیکھا تھا اور جب انکو اسکی کیفیت بتائی گئی تو وہ نہایت خوش ہوئے۔ بادشاہ اس زمانہ میں رکشا گاڑی پر سوار ہوتے تھے۔ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ کے ہمراہ چلنے سے بارہا معذرت کی تھی۔ علی پور کے باغ میں جن لوگوں نے اُن کو دیکھا اُن کے دلوں پر یہ نقش باقی ہے کہ واجد علیشاہ ایک مہربان امیر تھے انکے مزاج میں بہت بڑی سادگی تھی اور اُنکے اخلاق نہایت وسیع تھے مگر اُن کی طبیعت کمزور تھی اور وہ اُن لوگوں کے خلاف جو ہر وقت اُن کے گرد جمع رہتے تھے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔

جالپا پرشاد

مرزا رفیع السودا

جن لوگوں کو اُردو شاعری کی ابتدا اور اُسکے اسباب عروج پر کبھی غور و تعمق کرنے کا موقع ملا ہے وہ اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسکی اصلاح و ترقی میں سودا کی دماغی و ذہنی کاوشوں اور علمی کوششوں کو کہاں تک دخل ہے۔ پروفیسر آزاد نے ولی دکنی کے سر پر اولیت کا تاج رکھکر اُسے اُردو شاعری کا باوا آدم قرار دیا ہے اور دکن میں اسوقت بھی اکثر امرا و روسا کے کتب خانوں کی بعض مستند قلمی کتب سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ولی سے بیشتر ... دو شاعر وہاں کی سرزمین میں پھل پھول چکے ہیں۔ و... سودا کے پیشروؤں کی حیثیت سے وقعت ... ہیں لیکن حق یہ ہے کہ جو علمی قوت اُر... نامور معاصر میر کے ہاتھوں پہنچی ہے وہ ا...

اُردو شاعری کے دربار میں شہ نشین پر جگہ دلانے کی سفارش کرتی ہے اور آج جو عزت و حرمت اِنکی ملک کے علمی طبقے میں پائی جاتی ہے اُس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ جمہور نے اُن کا وہی اعزاز و اکرام قایم رکھا ہے جسکے وہ مستحق تھے، اور اس زمانے میں بھی یہ دیکھنا نہایت درجہ اطمینان بخش ہے کہ مذاق شاعری بدل جانے کے باوجود دلدادگان لٹریچر اپنی زبان کے قدیمی اور حقیقی محسنوں کا نام سنکر فرط ادب سے سر تسلیم خم کر دینے کے لئے ہر وقت آمادہ پائے جاتے ہیں۔

ان بزرگوں کے حالات پڑہئے اور ان کے کاموں کو دیکھئے تو معلوم ... انکی زندگی کا ایک ایک لحظہ اُردو زبان اور اُردو شاعری کی تاریخ ... ہے اور اس لحاظ سے ہمیں اُنکی مساعی جمیلہ کو گذشتہ ... نے سے اس کے سوا کچھ حاصل نہیں کہ ہم اُردو زبان کے

صحیح و مورخانہ حالات پر پردہ ڈالیں۔ ان لوگوں نے جو کچھ اپنی زبان کے لئے کیا اُسکی شکریہ آمیز یادگار ہم اسی صورت میں قایم رکھ سکتے ہیں کہ اُن کے کلام کو محفوظ رکھیں اور عام اشاعت کے ذریعہ سے اُسے موجودہ نسلوں اور اُن کے اخلاف کے ہاتھوں تک پہنچانے کی صورت پیدا کریں۔

یہ کہنا کہ مغربی خیالات کی اشاعت اور موجودہ تعلیم کے تاثرات نے ہمارے علمی مذاق کو ایک جداگانہ راستے پر لا ڈالا ہے صحیح ہے لیکن صرف اسی خیال کی بناء پر متقدمین کے فضائل و کمالات سے چشم پوشی کرنا انصاف پسندی کا شیوہ نہیں خصوصاً اس صورت میں کہ بزرگوں کے علمی اندوختہ کی بے قدری کر کے دنیا کے علمی حلقوں میں عزت پیدا کرنا قومی حیثیت سے خود ہمارے لئے ایک امر محال ہو جائے گا۔ ایشائی شاعری پر یہ الزام کسی حد تک بجا ہے کہ اس میں حسن و عشق کی چاشنی زیادہ ہوتے ہوتے زہر قاتل بن گئی ہے لیکن اس الزام کی صحت ماننے کے بعد بھی انصاف یہی کہے گا کہ سب جانور ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکے جاتے۔ عاشقانہ مضامین سے کسی اُردو شاعر کا کلام مبرا نہیں۔ اور مبرا تو جب ہوتا کہ اُردو شاعری پر فارسی علم ادب کا پرتو نہ پڑا ہوتا۔ اس بحث کا ایک یہ پہلو بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ نو سی کے ماسوا سنسکرت، عربی کی شاعری کیا حسن و عشق کے جذبات سے پاک ہے۔ اس [illegible] سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ کیا حسن و عشق کے فطری جذبات کا نظم کرنا (بشرطیکہ وہ جائز حدود کے اندر ہوں) بداخلاقی میں داخل ہے۔ غالباً ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہوگا۔ اسی کے ساتھ کوئی ذی فہم ذاتی طور پر اس مبتذل شاعرانہ روش کو جو آجکل ایشائی شاعروں کی کم نظری کم علمی اور کم عقلی اور ان شرعی عیبوں کے ساتھ افراط شوق شعر گوئی [illegible] پھیلا رکھا ہے اور جسکا معیار پیش پا افتادہ مضامین [illegible]

کو نظم کر دینے کے سوا اور کچھ نہیں مستحسن نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ اس قسم کی تک بندی ملک و لٹریچر کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے لیکن موجودہ حالت سے مستند قدیم شعراء کے کلام کی نوعیت کا اندازہ کرنا بعید از دانشمندی ہے۔ میر و سودا کی کلیات پر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور انصاف کے ساتھ فرمائیں کہ کیا ان نام آوروں کی تمام عمر کی کمائی وہی زلف و رخ اور کمر و دہن کی بعید از قیاس نظر بندیاں ہیں۔ اُردو شاعری کی نوجس طرز پر ہوئی ہے اُسکی تقلید سے نہ میر و سودا محفوظ رہے ہیں نہ آجکل کے وہ "فطرت پسند" سخنگو محفوظ ہیں جو بزعم خود ایشیائی شاعری پر فحش گوئی کا الزام بے باکانہ طور پر لگانے میں تامل نہیں کرتے لیکن جہاں اُنکی غزلیات میں آپکو شب فراق کی صعوبتوں اور صبح وصال کی دلفریبیوں کو خاص طور پر رنگ دیکر چمکایا گیا ہے وہاں انہیں پوت کی لڑیوں میں مذہب اور اخلاق کے بہت سے گرانمایہ گوہر بھی پروئے گئے ہیں جن کی چمک دمک غور میں نگاہوں کو اب بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہے۔ شراب و کباب کے ذکر سے بھی قدما کا کلام پاک نہیں لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ فارسی کی بزم سخن سے اُردو مشاعرہ میں جہاں اور بہت سی چیزیں عاریتاً لی گئی تھیں وہاں مے لالہ گوں اور جام جمشید بھی آئے اور ہندوستان میں شراب [illegible] چھوٹی چھوٹی باتوں پر پرہیز [illegible] ہے کہ اُردو شاعری کا رنگ [illegible]

[illegible]

ہے جسکا [illegible] اخلاق کا [illegible]

[illegible] قلوب انسانی میں کچھ [illegible]

متقدمین نے بھی شراب [illegible]

شراب معرفت مُراد لی ہے۔ ظاہر بین نگاہین خواہ کچھ سمجھین لیکن اسکا انصاف صاحبان ذوق سلیم کے ہاتھ ہے۔

عمر خیامؒ کی رباعیون کا ایک مصرعہ گویا مئے انگوری کا ایک ایک گھونٹ ہے۔ وہ اپنی ابریق کے ٹوٹ جانے اور شراب کے ضائع ہونے پر جب دل مین ناراض ہوتا ہے تو جناب احدیت کے شکوے سے بھی اسکی زبان نہین رکتی اور بے محابا کہہ اُٹھتا ہے ؎

من مست نیم و لے تو مستی ربی

یہ تو وا نفان سرّ الٰہی کے رموز و کنائے ہین جن کی کُنہ تک پہنچنا کوتاہ نظرون کا حوصلہ نہین۔ آج یورپ مین عمر خیام کا نام بچہ بچہ جانتا ہے اُسکے نام سے مجلسین اور انجمنین قائم ہو رہی ہین اور جن رباعیات کے مجموعہ کو ہم نے "شراب فروش کی ڈائری" سمجھ رکھا تھا اس کے قیمتی قیمتی ایڈیشن شائع کیے جاتے ہین۔ یہ ہین اُن قومون کی باتین جو علم و عمل مین آج دنیا کی سرتاج بنی ہوئی ہین۔ ایک وہ ہین کہ اہل کمال کی عزت کرنے مین تفریق مذہب و ملت کا خیال تک نہین کرتے اور ایک ہم ہین کہ اپنے سرمایہ ناز اسلاف کا نام بھی دنیا مین باقی رہنے کے روادار نہین۔ السنہ مشرقی کی ترویج و تحصیل کا جو شغف یورپ کے اکثر علمی طبقون مین پیدا ہو گیا ہے اُس سے امید ہو سکتی ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ سوداؔ و میرؔ اور اسی قبیل کے اور ذی شہرت اساتذہ کی کلیات بھی ہندوستان سے سمندر پار جاکر وہان کے کتب خانون مین ممتاز جگہ حاصل کرین گی اور اُسوقت ہمین اسکا علم ہوگا کہ ان نامآورون کے ساتھ ہمنے کس نفرت انگیز ناقدردانی کا سلوک کر کے اپنے فقدان علم دوستی کا افسوسناک ثبوت دیا ہے۔

دنیا بدلتی جا رہی ہے اور دنیا کی ہر چیز انقلاب معاشرتی اور تمدنی حالتین کچھ سے کچھ ہو گئیں تغیرات کا پیدا ہونا کون تعجب کی بات نثر ہمارے خیالات ہمارے جذبات

اور شک ہے کہ یہ تبدیلیان بہت بڑی حد تک خوشگوار ہین مغربی لٹریچر کے اتصال سے گویا اُردو شاعری کی اب ولادت پوری ہونیوالی ہے جسکا اضطراب آمیز احساس اکثر شیدائیان علم ادب کو ایک عرصہ سے ہو رہا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تبدیلیان ہمین کس منزل پر پہنچا کر رہین گی اگر اصلاح و ترقی کی موجودہ روش نے ہمین مشرقی طور و طریق سے اس حد تک مستغنی کر دیا کہ ہم سوداؔ و میرؔ کی شاگردی سے نکلکر ملٹن و شیکسپیر کے حلقہ بگوش ہو گئے تو شاید اس ترقی کو ترقی معکوس سے زیادہ وقعت نہین دی جا سکتی۔ لطف جب ہے کہ ہم اپنی خصوصیات کو ہاتھ سے نہ دین اور ضروری اصلاح و ترمیم سے اپنی کمی کو پورا کر لین۔ اس منشا کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ہم "خذ ما صفا دع ما کدر" کے زرین اصول پر کاربند ہو کر اپنے عام مذاق، اپنی زبان، اور اپنی شاعری کی خرابیون کو دفع کرین اور مغرب کے خزانہ ادب کے اُن دُرِ شاہوار کو اپنے قابو مین لائین جو اُردو لٹریچر کے تاج مین جگہ پانے کے قابل سمجھے جائین۔

اخلاق و ادب کے جواہر ریزے جو کلیات سوداؔ کے صفحے صفحے پر بکھرے ہوئے ہین ہمارا خیال ہے کہ اُن کی قدر اسوقت بھی اتنی ہی کی گئی ہوگی جتنی تبدیلی مذاق کے خیال سے اسوقت ہونے کی اُمید کیجا سکتی ہے ہم دکھانا چاہتے ہین کہ انکی بعض نظمین اس زمانے کے مذاق کا ساتھ کہانتک دے سکتی ہین لیکن اس سے پیشتر ہم مصنف کے سوانحی حالات مختصر طور سے قلمبند کرتے ہین اور اسی سلسلہ مین سوداؔ کی شاعرانہ خصوصیات پر سرسری نظر ڈالین گے۔

سوداؔ تخلص تھا اور نام میرزا محمد رفیع۔ باپ کا نام مرزا محمد شفیع تھا جو
ل سے بسلسلہ تجارت ہندوستان آئے اور ایسے آئے کہ ہین کے
ہے۔ مرزا رفیع ۱۱۲۵ھ مین پیدا ہوئے اور دہلی مین تعلیم و تربیت
تلی خان وداد اور پھر شاہ حاتم سے تلمذ اختیار کیا چونکہ
سے ایسی طبیعت ملی تھی جو شاعری کی ضروریات کے

لئے موزوں ہوا اسوجہ سے اُنکے کلام کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ وہ شاعر خوش قسمت ہے جسکا کلام اس کی زندگی میں خاص وعام سے مقبولیت کی سند حاصل کرے۔ سودا کے بعد متاخرین میں یہ امتیاز فصیح الملک داغ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

سودا کی شہرت کا حلقہ وسیع ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچا کہ بالآخر شاہ عالم بادشاہ نے مشورۂ سخن کی عزت اُنھیں دی۔ بادشاہ کی استادی کا منصب گویا سودا کے دستارِ کمال پر ایک طرۂ زرین تھا لیکن استغنا پسند طبیعتیں ان اعزازوں کو کب نظر میں لاتی ہیں خصوصاً شاعر جو ازل سے آزاد پسند ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ معمولی سی بات پر بادشاہ سے ناراض ہو کر گھر بیٹھ رہے۔ بادشاہ نے غایت التفات کے ساتھ کئی مرتبہ بلوا بھیجا لیکن سودا اپنی ضد پر قائم رہے۔ بادشاہ نے امید دلائی کہ تمھیں دربار کا ملک الشعرا بناؤں گا۔ سودا سے قانع اور اولوالعزم سخنگو کے لئے مشکل تھا کہ لالچ کا جادو چل جائے صاف جواب دیدیا کہ "حضور کی ملک الشعرائی سے کیا ہوتا ہے۔ کرے گا تو میرا کلام ملک الشعرا کرے گا"

غرض کمال کے زور میں آکر سودا نے بادشاہ کی اُستادی سے یک لخت قطع تعلق کر لیا۔ اس کے بعد لکھنؤ سے نواب شجاع الدولہ نے اُن کو طلب کیا۔ ممکن تھا کہ سلسلۂ سابقہ کے منقطع ہو جانے پر سودا بامید قدردانی وہاں جاتے لیکن دلی کی دلچسپیاں خارِ دامن بنکر سدِ راہ ہوئیں اور جس جذبۂ محبت سے مجبور ہو کر سودا سے تقریباً پون صدی بعد ذوق نے حیدرآباد کے علم دوست دیوان چندو لال کی قدر شناسی کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا ؎

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن — کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

اسی نے سودا کے دل میں بھی تحریک کی کہ کہاں جاتے ہو۔ اگر بادشاہ کو چھوڑا تو اور بہت سے لوگ موجود ہیں جو قدردانی کے ہاتھوں تمہاری خدمت کر سکتے ہیں۔ سودا نے صرف ایک رباعی لکھکر شجاع الدولہ کو بھیجدی ؎

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک — آوارہ ازیں کوچہ بہ آں کو کب تک
حاصل یہی اس سے نہ کہ دنیا ہووے — بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر تو کب تک

زمانہ کبھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ دہلی میں جن امرا و روسا کی قدردانی کے بھروسہ پر شجاع الدولہ کے پاس جانے سے سودا نے انکار کر دیا تھا وہ خود ہی نہ رہے۔ اب اُنکے لئے دلی میں رہنا ایک دشوار امر تھا۔ سوچا کہ کہاں جائیں تو سوائے لکھنؤ کے اور کوئی جگہ نظر نہ آئی داغ نے لکھا ہے ؎

لوگ کہتے ہیں بنا دلی اجڑ کر لکھنؤ — پر کہاں اے داغ اس اجڑے ہوئے گھر کا جواب

لکھنؤ میں دلی کی سی خوبیاں رہی ہوں یا نہیں لیکن اس میں کلام نہیں کہ زوال دہلی کے بعد وہی صرف ایک ایسی جگہ تھی جہاں اہلِ کمال کو عزت پانے کی توقع ہو سکتی تھی۔ سودا بھی لکھنؤ آئے اور شجاع الدولہ نے نہایت اعزاز کے ساتھ اُنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ علم دوست اور بامذاق نواب کی قدردانی سے سودا کی تمام کلفت دور ہو گئی۔ لیکن ابھی تقدیر کی گردش ختم نہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک نہایت فراغت سے بسر ہوئی [illegible] گفتگو میں اس رباعی کا تذکرہ کیا جو سودا [illegible] نواب طعن کر رہے ہیں۔ اس خیال [illegible] ماں۔ دربار کا جانا ترک کر دیا [illegible] مزاج بھی گل ہو گیا۔ اللہ اللہ ان [illegible] شعر تھا۔ وضعداری کی کیا

ـــــــ

[1] ایک دن بادشاہ نے کسی غزل کے لئے تقاضا کیا انہوں نے [illegible] بیان کیا۔ حضور نے فرمایا بھئی مرزا کے غزلیں روز کہہ لیتے ہو۔ مرزا نے کہا پیرومرشد جب طبیعت لگ جاتی ہے دو چار شعر کہہ لیتا ہوں۔ حضور نے فرمایا بھئی ہم تو پاخانہ میں بیٹھے چار غزلیں کہہ لیتے ہیں۔ ہاتھ باندھ کر عرض کی حضور ویسی ہی بو بھی آتی ہے۔ یہ کہکر چلے آئے۔ (آب حیات)

لطیف تر مثال ملنا مشکل ہے۔

شجاع الدولہ کے بعد آصف الدولہ تخت نشین ہوئے۔ آصف الدولہ تک اُنکی رسائی عجیب طریقے سے ہوئی۔ اُس زمانہ مین سودا اور مرزا فاخر مکین کی شاعرانہ جنگ زور و ن پر تھی۔ اور اسکا قصہ خود سودا نے رسالہ عبرت الغافلین مین اس طرح لکھا ہے کہ اشرف علی خان نامی کوئی بزرگ تھے اُنہون نے کمال محنت سے اساتذہ فارسی کے منتخب اشعار کا ایک مجموعہ تیار کیا اور مرزا مکین کے پاس اصلاح وترمیم کی غرض سے لے گئے۔ مکین نے اُنکی اصلاح اس طریقے سے کی کہ گویا تمام کتاب ہی کاٹ کر رکھدی۔ اشرف علی خان یہ حال دیکھکر اُسے سودا کے پاس لائے جنہون نے عذر خواہی کی، سخت اصرار پر مکین کے اعتراضات کی تردید کا حق "عبرت الغافلین" مین نہایت شد و مد سے ادا کیا۔ دندان شکن اور مسکت جوابات سے مکین بہت پریشان ہوئے اور اپنے شاگرد بقا کو جو خود بھی فارسی کے ایک مشاق شاعر تھے بھیجا کہ سودا سے دو بدو گفتگو اور مباحثہ کرکے مختلف فیہ مسائل کا تصفیہ کرین لیکن سودا کے آگے اُن کی بھی کچھ نہ چلی۔ ناچار کمینہ حرکات پر اُتر آئے۔

مرزا فاخر کے شاگردون مین شیخ زادون کا شمار بہت زیادہ تھا اور یہ لوگ اُسوقت حد درجہ کے شورہ پشت واقع ہوئے تھے۔ اُستاد کا بدلہ لینے کے لئے ان لوگون نے یہ حرکت کی کہ سودا کے مکان پر زغہ کرکے چڑھ آئے اور سودا کے پیٹ پر چھری رکھکر کہا کہ جو کچھ تمنے ہمارے
اُستاد کے خلاف کہا ہے اس کا تصفیہ اُن
ہوکر اُن کے ساتھ چلے۔ اُن مفسدون
سر بازار ذلیل کرین لیکن خدا کی قد
گفتگو کا سلسلہ بڑھ رہا تھا نواب
گذری۔ نواب نے یہ حالت دیکھکر سود

کے پاس لائے اور کہا کہ جس شخص کو والد مرحوم بہ منت لکھنؤ بلاتے تھے اور وہ نہ آتا تھا آج وہی یہان آگر کس ذلت و رسوائی کا شکار بن رہا ہے۔ آصف الدولہ سودا کے ساتھ بکمال شفقت پیش آئے اور مرزا فاخر اور اُنکے شاگردون کو شرمندہ و ذلیل ہونا پڑا۔ سودا کا چھ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر ہوا اور انعام واکرام جو وقتاً فوقتاً ملتے رہے اُس کے ماسوا تھے۔

سودا کے حال پر آصف الدولہ کی بیحد عنایت تھی اور رفتہ رفتہ بے تکلفی کی یہ نوبت ہوئی کہ اگر "حرم سرا مین خاصے پر بیٹھے ہوتے اور مرزا کی اطلاع ہوتی تھی تو فوراً باہر نکل آتے۔ شعر سنکر خوش ہوتے اور اُنھین انعام سے خوش کرتے"۔

آصف الدولہ کی قدر شناسی اور داد و دہش نے سودا کو افکار دنیوی سے بالکل سبکدوش کر دیا تھا۔ وہ جب تک جئے اُن کے دن نہایت فارغ البالی اور عیش مین کٹے۔

سودا نے ۱۱۹۵ھ مین جب وہ ستر برس کے تھے انتقال کیا۔ اُنکے خاندان مین پھر کوئی ایسا نہوا جو اُنکے کمال کو زندہ رکھتا اور سپوت بنکر اُنکی شہرت کو اور چمکاتا لیکن سودا کی شہرت کا جھنڈا اُنکی معنوی اولاد سے دنیا مین ابتک قائم ہے اور جب تک صفحۂ دنیا پر اسلاف پرستی، علم دوستی اور کمال پروری کا مادہ موجود ہے اُنکی وقعت مین فرق نہین آسکتا۔

سودا کی تصانیف کی ایک مجمل تفصیل یہ ہوسکتی ہے۔ دیوان فارسی مثنویان۔ دیوان ریختہ۔ عبرت الغافلین۔ مجموعۂ مراثی۔ تذکرۂ شعرائے اردو کلیات سودا مطبوعۂ نول کشور پریس مین جو آجکل عام طور پر رائج و متداول ہے بجز موخر الذکر تذکرہ کے جو اب نایاب ہے اور تمام چیزین جنکے کہ ... کلام بھی شامل ہے۔

... ت کا مجموعہ نہایت مختصر ہے۔ سودا پہلے فارسی مین شعر کہتے
... خان آرزو کی فہمائش پر ریختہ کہنے لگے۔ اسکے وجوہ ایک قطعہ

کون ہے" میران" کا نام سنکر اس کا چہرہ زرد پڑگیا اور وہ مثل نرسل کے کانپنے لگا۔ اسنے کانپتے ہوئے چاروں طرف دیکھا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر آہستہ سے کہنے لگا" یہ نام تمنے کہاں سنا؟"

میں نے جواب دیا" میں نے تمہارے سوتے میں تمہاری ہی زبان سے سنا ہے"

مجھے اس کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہ معلوم ہوئی کہ بدلا بھی ہو گئی ہے لیکن چندرکمار نے ایک گہری سانس لے کر مجھسے پوچھا

"تمنے بدلا کو بھی یہ نام لیتے ہوئے سنا ہے؟"

میں نے جواب دیا" ہاں۔ سوتے میں"

یہ سنکر چندرکمار خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد اسنے اوپر کی طرف دیکھ کر کہا" اب خاتمہ دور نہیں ہے"

میں نے متعجب ہوکر پوچھا" کس چیز کا خاتمہ؟" اس نے کچھ جواب نہ دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

سونے سے پیشتر چندرکمار خاموشی کے ساتھ آنسو بہاتا رہا بدلا بھی خوب روئی۔ چندرکمار نے بدلا سے چند دل ہلا دینے والے محبت آمیز الفاظ کہے جنپر بدلا خوب زور سے روئی۔

رات کو تھوڑی دیر تک تو میں کروٹیں بدلتا رہا پھر یکایک خوفزدہ ہوکر اٹھ بیٹھا۔ دروازہ کے قریب اسی آدمی کی پرچھائیں پھر نظر آرہی تھی لیکن اس مرتبہ میں نے اپنی چارپائی چھوڑی نہ دروازہ کی طرف گیا میں نظر گڑا کر اس پرچھائیں کو دیکھتا رہا لیکن وہ جس سرعت کے ساتھ نمودار ہوئی تھی اسی طرح غائب ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دروازہ کے قریب ظاہر ہوئی اور میں نے صاف طور پر دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ بجلی کی سرعت کے مانند جلدی جلدی اوپر نیچے وہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دے رہی تھی۔ آخرکار ایک خوفناک تیزی کے ساتھ ہاتھ نظر سے اوجھل ہوگئے۔ دفعتاً کوٹھری میں ایک روشنی ہوگئی۔ اور فوراً ہی تمام میں تاریکی چھاگئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ پرچھائیں غائب ہوگئی اور مجھے کچھ اور نظر نہ آیا۔

جوں ہی وہ روشنی کوٹھری میں نمودار ہوئی بدلا نے ایک ایسی آواز نکالی گویا وہ جانکنی کی حالت میں ہے۔ ایک لمحہ سے بھی کم میں چندرکمار اپنی چارپائی سے کود کر بدلا کے قریب گیا میں نے چراغ روشن کیا اور دیکھا کہ وہ لڑکی بغیر زندگی کی کسی علامت کے خاموش پڑی تھی حقیقت میں وہ مرگئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے بجلی نے جلا دیا ہے۔ اسوقت تک چندرکمار اس لڑکی کی ابروؤں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں بھی دیکھنے لگا اور میں بقسم کہتا ہوں کہ اسکی پیشانی پر کسی انسانی انگلی کا سیاہ مگر صاف نشان بنا ہوا تھا۔

چندرکمار صبر کے ساتھ اس لڑکی کو چھاتی سے لگانے کی کوشش کرتے ہوئے جو اس مردہ حالت میں بہ نسبت زندگی کے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی تھی، چلا کر کہنے لگا" او میران! تو مجھے کیوں نہ لے گیا"

لیکن پیشتر اسکے کہ وہ اسے چھاتی سے لگائے وہی تیز روشنی دوبارہ کمرے میں نمودار ہوئی اور چندرکمار گردش کھا کر زمین پر گرا اور مرگیا۔ اسکی پیشانی پر بھی انگشت کا نشان بنا ہوا تھا۔

محمد ابراہیم خان

رباعی

ہے شوخی سیمتن کہ سیماب ہے
وہ حسن سے اپنے آپ میں بیکل ہے

... شوخ
... میں گم

عصریات

ایف شعاعین، گولہ بارود کی لڑائی کا خاتمہ

بہت زمانہ نہیں گزرا کہ توپ اور بندوق کی لڑائی کا وجود بھی نہ تھا بڑی سے بڑی سلطنتوں کا فیصلہ تلوار ہی سے ہوتا تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ گولہ اور بارود سے لڑائی ہونے لگی اور دو مقابل فوجین دور ہی سے نبرد آزمائی کرنے لگین۔ چنانچہ آج بھی تمام مہذب ممالک مین یہی طریقۂ جنگ رائج ہے مگر حال مین ولایت کے اخبارون سے معلوم ہوا ہے کہ ایک برقی شعاع دریافت ہوئی ہے جو بلا تار کی مدد کے کسی مقام تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ یہ شعاع دھات سے مس ہوتے ہی چنگاریان پیدا کرتی ہے چنانچہ تجربہ کے طور سے یہ شعاعین جنکا نام ایف شعاعین رکھا گیا ہے ایک میگزین پر ڈالی گئین۔ اس مین چنگاریان پیدا ہوئین اور میگزین بھک سے اڑ گیا۔ یہ اکتشاف اپنی نوعیت مین عجیب ہے کیونکہ اسوقت تک جسقدر ایجادات اور اکتشافات ہوئے ہین عموماً انکا ذکر بہت خوشی اور اطمینان سے پڑھا گیا اس لئے کہ انہون نے تمدن اور تہذیب کو آگے بڑھایا ہے۔ ریل، تار، ہوائی جہاز وغیرہ اسی امر کی مثالین ہین۔ مگر ایف شعاعون کے دریافت ہونے سے متمدن ممالک اور اقوام مین ایک سنسنی اور ہراس پھیل گیا ہے کیونکہ ایف شعاعون کا انکشاف موجودہ تمدن اور تہذیب کو طریق جنگ مین صدیون پیچھے ہٹانے کا دعوے کر رہا ہے اسلئے کہ جب ایف شعاعین مخزن تک پہنچ [illegible] اڑا دینے مین کامیاب ہو سکتی ہین تو پھر ضر[illegible] نہین تو توپ اور بندوق کیا کام دینگی [illegible] وہی تلوار اور وہی دست بدست [illegible] ہوتے ہی یہ فکر شروع ہو گئی ہے کہ [illegible] کیا جائے جو ان شعا[illegible] ان شعاعون سے محفوظ رکھ سکے۔ ہم ذیل مین ایف شعاعون کی مختصر تاریخ ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

ان شعاعون کے دریافت کرنے والے سنیر الیوی ہین۔ ان کا بیان ہے کہ جس مشین کے ذریعہ سے ایف شعاعین نکلتی ہین وہ ۳۶۰۰۰ میٹر (قریباً ۲۲۵ میل) فی منٹ کی رفتار سے ہر مقام پر ان شعاعون کو پہنچا سکتی ہے۔ یہ شعاعین تمام دھات کی چیزون سے مس ہوتے ہی برقی چنگاریان پیدا کرتی ہین۔ چنانچہ جب وہ کسی جنگی جہاز پر پڑتی ہین تو اس کے اندرونی اور بیرونی حصہ مین ہر جگہ چنگاریان اڑانے لگتی ہین اور گولہ بارود کے مخزن کو اڑا دیتی ہین۔

یہ شعاعین بالکل اتفاقی طور پر دریافت ہوئی ہین۔ سنیر الیوی اپنی لیبورٹری مین بیٹھے ہوئے سورج کی روشنی کو برقی قوت کی صورت مین تبدیل کرنے مین مصروف تھے۔ انہون نے برقی مقناطیسی لہرین پیدا کرنے کی کوشش کی اور دیکھا کہ جب کبھی بڑی سخت چنگاریان پیدا ہوتی تھین تو اسوقت لیبورٹری کے تمام ایسے برتنون سے جو دھات کے بنے ہوئے تھے آواز نکلنے لگتی تھی۔ اس پر بہت غور و خوض کیا گیا اور آخر یہ مشین تکمیل تک پہنچ گئی۔ موجد نے اپنے پہلے عملی تجربہ کا حسب ذیل بیان کیا ہے۔

ایک روز شام کو مجھے اپنے گیس کے میٹر پر ایف شعاعین ڈالنے کا خیال آیا ان شعاعون کے پڑتے ہی میٹر فوراً پھٹ گیا۔ اسی طرح ایک روز میری لیبورٹری تباہ ہو گئی اور مین بال بال بچ گیا۔ اس کے بعد مین نے اور تجربے کئے اور تفریحی جہاز پر سوار ہونے کی اجازت حاصل کر کے مین نے متعدد فرانسیسی افسرون کی [illegible] تین بحری سرنگون کو اڑا دیا۔ اسپر مجھے اپنی مشین کے ہولناک اثر کا پورا [illegible] ہے۔ اب مین اٹلی مین اس غرض سے آیا ہون کہ اپنی ایجاد گورنمنٹ اٹلی [illegible]مت مین پیش کرون۔ گورنمنٹ کی طرف سے مقام سپزیہ مین تجربے کئے جاینگے۔

گذشتہ دو سال میں معجزات قدرت

(۱) ۳۲ سال کی گہری لمبی نیند ۔ لڑکی سوتے سوتے عورت بن گئی۔

اکثر ایسے واقعات سننے مین آئے ہین کہ دماغ پر کسی حادثہ کے اثر سے انسان دیر تک سویا یا بے ہوش رہا ہے۔ مگر ولایت کا ایک اخبار اسکے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک لڑکی کارولین نام اوکیو مین رہتی ہے۔ یہ لڑکی ۱۸۶۲ء مین پیدا ہوئی اور جب وہ ۱۴ برس کی تھی تو ایک دن کسی کام کے لئے باہر گئی اور دانت کے درد سے گھبرائی ہوئی گھر آئی اور آتے ہی بستر پر دراز ہو گئی اور گہری نیند نے اُسپر غلبہ پا لیا۔ ۱۸۸۰ء مین کارولین سوئی اور ۳۲ برس کے بعد ۱۹۱۲ء مین اس خواب گران سے بیدار ہوئی۔ جب وہ سوئی ہوئی تھی تو اُسکے جسم مین سوئیان چبھوئی جاتی تھین۔ چاقو سے کاٹا جاتا تھا لیکن اُسے مطلق خبر نہ ہوتی تھی، نہ درد کی علامت اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ اس طویل نیند کے اثنا مین لڑکی کے اندر نلی کے ذریعہ سے دودھ پہنچایا جاتا تھا ایک دفعہ اُسکی ماں نے چیخ ماری تو کارولین کے لب ہلے۔ مگر کوئی آواز نہین سنی گئی۔ جب اُسکی ماں کا انتقال ہوا تو کارولین کی آنکھون سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے گئے لیکن اُسے کچھ ہوش نہین تھا۔ اسیطرح دو سال کے بعد جب اُسکا ایک بھائی فوت ہوا تب بھی اُسے روتے ہوئے دیکھا گیا۔ ان باتون کے علاوہ زندگی کے آثار اسمین مطلق نظر نہ آتے تھے۔ البتہ نبض جاری تھی۔ آخرکار اسمین آہستہ آہستہ زندگی کے علامات واپس آنی شروع ہوئین۔ اُسکے منہ مین جب دودھ ڈالا جاتا تھا تو وہ اُسے آپ خود نگل لیتی تھی۔ ایک دن اُسنے آنکھین کھولدین اور بڑے استعجاب اور حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ جاگنے کے چندماہ بعد اُسنے اپنی ماں کو پکارا اور اپنے بھائیون کا حال پوچھا۔ وہ اپنے دوسرے بھائیو[ن کو] دیکھکر بہت حیران ہوئی وہ ۳۲ سال کے عرصے مین بہت [بدل گئے] تھے۔ غرض ۴۶ برس کی عمر مین وہ بالکل بیدار ہو گئی اور ۳۲ سال کی نیند کا کچھ حال معلوم نہین تھا۔ ڈاکٹر صاحبان کیرولین کی اس حالت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہین۔ مگر ابھی تک وہ برابر غور کر رہے ہین۔

(۲) تین چاند

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ یہی ۱۹۱۳ء مین یہ ظہور پذیر ہوا کہ جاپان کے حصہ مین تین چاند دیکھے گئے، جسکا سبب بتانے سے وہان کے عالمان رصدگاہ بھی عاجز ہین۔ منجمان ہند کی توجہ بھی اس واقعہ کی طرف منعطف کرائی گئی ہے۔

(۳) پانچ توام بچے

عورت کے عموماً ایک بچہ اور کبھی کبھی دو بچے ہوتے ہین اور شاذ و نادر تین بچے ایک وقت مین پیدا ہونے کی مثال بھی سنی گئی ہے۔ مگر پچھلے دنون امریکہ مین ایک عورت کے پانچ بچے توام پیدا ہوئے ہین اور امریکہ کے سرکاری کاغذات ظاہر کرتے ہین کہ اس براعظم مین یہ پہلا ہی نہین بلکہ چھٹا واقعہ ہے۔

(۴) حیرت انگیز بصارت و بصیرت

جزائر روڈس متعلقہ امریکہ مین ایک عجیب لڑکی ہے جو لوگون کے اندرونی خیالات کو معلوم کرنے اور ٹھوس چیزون کے دار پار دیکھنے کی عجیب طاقت رکھتی ہے۔ حال ہی مین اکاڈمی آف میڈیسن اور اکاڈمی آف سائنس کے مشہور ڈاکٹر بابت پہس نے بڑے غور سے [illegible] دو گھنٹہ متواتر آزمائش کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ مجھے تسلی ہو گئی ہے۔ اسمین کسی قسم کا دھوکا یا فریب نہین ہے بلکہ لڑکی مین [illegible] ہین یعنی اصلی آنکھون مین [illegible] [illegible] کے نام سے موسوم [illegible] [illegible] میں [illegible] کے [illegible] پانچ [illegible] مین [illegible]

والے خوبصورت چاند تک پہنچ جائیں۔ فرانس کے ایک انجینیر رابرٹ ایس نالٹ بلڑی نے اس کے متعلق ایک دلچسپ مضمون شائع کیا ہے جس میں آپ نے بتلایا ہے کہ ایک مشین ایسی تیار ہو سکتی ہے جس کے ذریعے ہم چاند تک دو روز میں پہنچ سکتے ہیں۔ مسٹر بلڑی لکھتے ہیں کہ فی الحال تو اس تجویز پر عمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دکھلایا جا سکتا ہے کہ کس طرح سے یہ سفر ممکن ہے۔ انکی رائے میں ایک ایسی مشین تیار ہونی چاہئے جو نہایت ہلکی ہو اور جس کے انجن کی طاقت انتہا درجہ کی ہو۔ وہ انجن اس طرح کام نہیں کرے گا جس طرح ہوائی جہازوں کے انجن کرتے ہیں بلکہ اس انجن میں ایسی طاقت ہوگی کہ بارود کی ہوائی کی طرح چاند کی طرف بغیر ہوا کی مدد کے چڑھے۔ اس مشین کے واسطے تقریباً سوا چار لاکھ گھوڑوں کی طاقت کی ضرورت ہے۔ اس طاقت سے ۴۰ من کا گولہ کشش ثقل سے پرے پھینکا جا سکتا ہے۔ سفر کی تین منزلیں ہونگی۔ پہلے راستے میں زمین سے اُس مقام پر پہنچیگا جہاں تک کشش ثقل کا اثر ہے۔ یہ سفر ۴۲ منٹ اور ۵ سکنڈ میں طے ہوگا۔ دوسرا حصہ وہ ہے جہاں پر نہ زمین کی کشش کا اثر ہے اور نہ چاند کی کشش کا اثر یعنی جس جگہ دونوں کے اثرات کشش مساوی ہیں۔ اس دوسرے سفر میں ۴۰ گھنٹے اور پچیس منٹ اور چار سیکنڈ صرف ہونگے اور اس میں انجن کے چلانے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ہماری مشین کی رفتار کو روکنے والی اس حصہ میں نہ زمین کی اور نہ چاند کی کشش ہوگی۔ تیسری منزل وہ ہے جبکہ ہماری مشین چاند کے اثر میں پہنچ جائے گی اور یہیں چاند تک پہنچنے میں تیس منٹ [illegible] سیکنڈ لگیگے۔ غرض
یعنی کل سفر ۴۹ گھنٹے ۱ منٹ اور ۵۵ س[illegible]
اگر اس قسم کی کوئی مشین بن گئی تو [illegible]
نہیں جبکہ ہم چاند کے باشندوں [illegible]
رکھنے کے قابل ہو سکیں گے۔

زمین دوز باغ

آج تک یہ خیال تھا کہ آفتاب کی حرارت و روشنی کے بغیر پودا سرسبز نہیں ہو سکتا لیکن امریکہ میں ایک زمین دوز باغ برآمد ہوا ہے جو زمین سے ۵۰ فٹ نیچے واقع ہے۔ یہ باغ بہت خوبصورت ہے اور اس میں کسی طرف سے بھی روشنی کا دخل نہیں ہے۔ اس کے پھل نہایت شیریں اور لذیذ ہیں اور یہ دیکھکر سائنس دان حیران رہ گئے ہیں کہ یہاں موسم بھی ایک ہی رہتا ہے۔ گرمی اور سردی کا نمایاں فرق نہیں ہے۔ سرزمین امریکہ کے لئے جو پھل مخصوص ہیں وہ تقریباً سب اس باغ میں موجود ہیں۔ تحقیقات کی جا رہی ہے کہ یہ باغ کتنے عرصے سے اس جگہ لگا ہوا ہے اور یہ کہ اس کا آغاز کن اسباب کے زیر اثر صورت پذیر ہوا۔ اگر کامیاب تحقیقات فراہم ہو سکی تو علم الحیات کی تاریخ میں یہ صرف ایک یادگار واقعہ ہی نہ ہوگا بلکہ اس سے اس میں ایک عظیم الشان انقلاب بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔

ریشم مکڑی کے جالے سے

جوں جوں تحقیقات جدیدہ ہمیں فطرت کے قریب لاتی جاتی ہیں [illegible] اس حقیقت کا انکشاف روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ فطرت کے خزانے میں تمام چیزیں انسان ہی کے نفع کے لئے ہیں۔ چنانچہ فرانس کے ایک ماہر نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس کے ذریعہ سے مکڑی کے جالے کو کات کر ریشم بنا لیا جاتا ہے جو بہت مضبوط اور چمکدار ہوتا ہے اور بہت سی اقسام ریشم سے خوشنما اور ملائم بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ عجیب و غریب مشین جسامت میں بہت چھوٹی ہے اس میں ایک ریل لگائی گئی ہے۔ مکڑی کے جالے کا ایک سرا اس ریل سے باندھ دیا جاتا ہے۔ مشین چلنے سے مکڑی جالا دیتی رہتی ہے اور وہ ریل میں لپٹتا رہتا ہے اس طرح مکڑی کے جسم سے بہت لمبے لمبے تار نکل آتے ہیں۔ اس مطلب کے لئے ریشم [illegible]ی طرح بیشمار مکڑیوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ مکڑی کو مشین [illegible]ب دن مقررہ وقت تک کام کرنے کے بعد کئی روز تک آرام

[illegible] جاتا ہے ورنہ ریشم کی مضبوطی ہی پر نہیں بلکہ عمدگی اور نفاست پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔

[illegible] عینک

[illegible] انسان کی عام بہبود کے لئے مغرب اس قدر [illegible] کیا ہے کہ اگر اب وہ کچھ بھی نہ کرے تب بھی آئندہ [illegible] اسکے [illegible] سبکدوش نہیں ہو سکتیں۔ اگلے زمانہ میں اندھے دنیا کی [illegible] سے بے بہرہ رہتے تھے [illegible] انکی ہستی قریباً [illegible] سمجھی جاتی [illegible] کے لیے سب سے پہلا کام تو یہ کیا گیا کہ اب کافی حصہ ہوا [illegible] کی تعلیم کا انتظام ابھرے ہوئے حرفوں کے ذریعہ سے کیا گیا تاکہ وہ [illegible] لکھ پڑھ سکیں مگر حال میں ایک روسی ماہر سائنس نے ایک مشین بنائی ہے جو عینک کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اسکی مدد سے مادرزاد اندھے [illegible] دھر چل پھر سکتے ہیں اور جو کسی مرض سے نابینا ہو گئے ہیں وہ تو [illegible] دیکھ سکتے ہیں۔ اس عینک کا دار مدار برقی [illegible] پر رکھا گیا ہے یہ روشنی [illegible] کے پہلو کو اتنا نمایاں کر دیتی ہے کہ اندھا آدمی ہر چیز کو دیکھ سکتا [illegible] کا بیان ہے کہ ابھی اس عینک میں اور بھی ترقی کی جائیگی۔

[illegible] کی ارزانی

[illegible] دھات جو آجکل اسقدر سستی ہے کہ قریباً ہر گھر میں اسکے برتن استعمال [illegible] سال پہلے چاندی [illegible] تھی۔ اس زمانہ میں بہت سی [illegible] قائم ہوئی ہیں کہ اس دھات کو کثیر مقدار میں حاصل [illegible] ذرائع پر غور کریں۔ چونکہ یہ دھات مٹی میں ملی ہوئی پائی جاتی ہے [illegible] لیے سب سے بڑا سوال یہی تھا کہ اسکو کیونکر آسانی سے اور کثیر مقدار میں مٹی سے علیحدہ کیا جائے۔ سب سے پہلے یہ دھات [illegible] میں اس سے کچھ قبل دریافت ہوئی تھی۔ مگر [illegible] پہلا شخص تھا جس نے اسکو اور عناصر سے تمیز کیا۔ [illegible] کے قریب یہ دھات [illegible] میں استعمال ہونی شروع ہوئی۔ اسی [illegible] پیرس کی نمائش [illegible] ایک ٹکڑا پانچ چالیس روپے فی سیر کے نرخ سے فروخت ہوا [illegible] تک ایسے ذرائع بکثرت معلوم ہو گئے جنکی مدد سے الومنیم آسانی کے ساتھ مٹی سے جدا کی جا سکتی ہے چنانچہ اسوقت اسکی قیمت [illegible] روپیہ سیر رہ گئی۔ وسائل تحصیل کی ترقی کے ساتھ یہ بھی علم ہوتا گیا کہ یہ دھات کس قدر بکار آمد اور مفید ہے۔ ۱۹ سال کے بعد [illegible] میں اسکا نرخ ہم بارہ روپے فی سیر پاتے ہیں۔ پندرہ سال اور گذر جانے پر یعنی [illegible] میں اسکی قیمت صرف دو روپے سیر رہ گئی۔ شاید یہی اسکی ارزانی کی حد ہو کیونکہ اسوقت سے اس نو سال کے عرصہ میں الومنیم کا نرخ کم و بیش اسیقدر رہا ہے۔

بدیسی سودا

ذیل کے اعداد سے معلوم ہوگا کہ ہم ہر سال کسقدر روپیہ غیر ملکوں کو اپنی ضروریات کی بہم رسانی کے لئے نہیں بلکہ محض اپنے تعیشات کی فراہمی کے لئے دے رہے ہیں جسکا نتیجہ ملکی افلاس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ اعداد غیر ملکوں کی اشیاء کی خرید کے ہیں۔

نام شے	سنہ		قیمت روپیہ
جوتے	۱۹۱۲ء		۶۶ لاکھ "
چھتریاں	۱۹۱۲ء		۵۴ لاکھ "
صابن	۱۹۱۲ء		[illegible] لاکھ "
بناؤ سنگار کا سامان (تیل عطر روغن وغیرہ)	۱۹۱۲ء		۱۹ لاکھ "
[illegible]	۱۹۱۲ء		[illegible]
	۱۹۱۲ء		[illegible] لاکھ
	۱۹۱۲ء		۹۶ لاکھ
	۱۹۱۲ء		[illegible] لاکھ

کسی کی تلاش

تارون بھری رات کی فضا مین   مہتاب کی دل ربا ضیا مین
معشوقۂ شب کی ہر ادا مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

ہر پردۂ موج آب جو مین   کوئل کے ترانہاے "کو" مین
پھولون کی ادا مین رنگ بو مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

ہر کاکل سنبلین کے خم مین   برق رخ روشن صنم مین
جادوے نگاہ پر ستم مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

ہر شاخ مین پھول مین ثمر مین   ہر لعل و زمرد و گہر مین
ہر منظر کوہ و بحر و بر مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

خورشید کے ذرون کی چمک مین   گلہاے دمیدہ کی مہک مین
ہر غنچۂ باغ کی چٹک مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

بلبل کے فغان پر اثر مین   پروانۂ باوفا کے پر مین
ایام بہار کی سحر مین   آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

فریاد دل حزین سنے مین   شوخی و ...
ہر نغمۂ دل نشین کی لے مین   آ...

از ماہ جبین تا زمین مین ...
ہر ایک مکان مین ... مین

عاشق کے نیاز مند دل مین   رخسارۂ ماہوش کے تل مین
آتش مین ہوا مین آب و گل مین
آنکھین مری تجھ کو ڈھونڈتی ہین

احمد شجاع انصاری

زمزمۂ توحید

(از منشی درگا سہاے صاحب سرور جہان آبادی)

تیری شمیم وحدت ہے ہر کلی مین پنہان   ہر گل مین دیکھتا ہون، یارب! بہار تیری
گردون پہ مہر و مہ ہین پرتو سے تیرے تابان   تارون کی روشنی ہے آئینہ دار تیری
ہر شے مین ہے تجلی، پروردگار! تیری

تو شمع انجمن ہے اِس محفل کہن کی   اک بزم ناز تیری ہے تنگناے ہستی
سوفق ہے تیرے دم سے کاشانۂ چمن کی   کیا دشت و کوہ و دامون کیا شان اوج و پستی
قدرت ہر ایک شے سے ہے آشکار تیری

قالب مین روح کو ہے شوق وصال تیرا   سودا ہے جبہ سائی کا تیرے در پہ سر کو
خلوت نشین کہان ہے، یارب! جمال تیرا   دل کو تری تمنا، حسرت تری نظر کو
آنکھون کو جستجو ہے لیل و نہار تیری

آنکھون کو روز و شب ہے دیر و حرم کا سودا   اور شوق کہہ رہا ہے تو ہے فضاے دل مین
باغ بہشت پیدا، کیسا ارم کا سودا   بے پردہ تو ہے یارب! خلوت سراے دل مین
چھوٹی سی انجمن ہے یہ جان زار تیری

اے منعم حقیقی! اے بیکسون کے والی!   ہر دُکھ کی تو دوا ہے، ہر درد کا ہے درمان
پُتلا بنا کے مٹی کا تو نے جان ڈالی   بحر کرم کا تیرے یارب! نہین ہے پایان
بندون پہ اپنے شفقت ہے بیشمار تیری

وہ دل ہو خون جس مین تیری نہ آرزو ہو   وہ آنکھ کور ہو جو تیری نہ ہو شناسا
ٹوٹین وہ پانون جنکو تیری نہ جستجو ہو   پہلو مین دل ہے تیرا حسرت کش تمنا
قالب مین جان مضطر امیدوار تیری

... و تو نے فروتنی دی   سبزہ کو دلفریبی، پھولونکو رنگ و بو دی
... پش دی جگنو کو روشنی دی   بخشا صدف کو گوہر، گوہر کو آبرو دی

بخشش ہے عام سب پہ مرے کارساز تیری
سامانِ آفرینش یا سبب ہے ذات تیری　　جلوے سے تیرے قائم ہے شانِ اوج و پستی
جلوہ گہِ ازل ہے یہ کائنات تیری　　اے علتِ علل! تو ہر چیز کی ہے ہستی
ہستی مگر ہے سب سے بیگانہ وار تیری

نعرۂ مستانہ

کل شیءٍ ہالکٌ الا وجہہ

کوئی نازک ادا ہے اور میں ہوں　　جمالِ دلربا ہے اور میں ہوں

لا الٰہ الا اللہ

نہیں جچتا ہے اب کوئی نظر میں　　دلِ بے مدعا ہے اور میں ہوں
زمین و آسمان کی منزلوں میں　　مقامِ ماسوا ہے اور میں ہوں

محمد رسول اللہ

بلا سے فیض یہ پیرِ مغاں سے　　کہ جامِ حق نما ہے اور میں ہوں

وما خلقنا السماء والارض وما بینہما لٰعبین

فروغِ برقِ موسیٰ کی تجلی　　کوئی دکھلا رہا ہے اور میں ہوں

ان فی ذالک لاٰیٰتٍ لقومٍ یتفکرون

گری ہے خرمنِ دل پر وہ بجلی　　کہ سب کچھ جل رہا ہے اور میں ہوں

ہو الذی جعل لکم الیل لباساً والنوم سباتاً وجعل النہار نشوراً

نہ پوچھو میری حیرانی کہ ہر دم　　کوئی حیرت فزا ہے اور میں ہوں

والذین اٰمنوا اشد حباً للہ

سینوں کی نگاہیں کیا کریں گی　　اب ان کا دیکھنا ہے اور میں ہوں
زمانے عشق میں اک زندگی تھی　　دل اب زندہ ہوا ہے اور میں ہوں
نہیں سمجھے مجھے احباب میرے　　کسی کا حوصلا ہے اور میں ہوں
بلا سے جان بھی جائے تو جائے　　کہ اب شانِ بقا ہے اور میں ہوں
حمید آخر یہی لا الٰہ ہو　　کہو عشقِ خدا ہے اور میں ہوں

حبیب الرحمن حمیدی

آزمائش

1 [illegible] امروز　　یکجا یہ ہیں دونوں رونق افروز
2 [illegible] آشنی ہیں دونوں　　سرگرمِ سخن رشی ہیں دونوں
3 کیا باتوں میں اک نیا ذکر　　تھا یعنی ہرِیشچندر کا ذکر
[illegible]　　اُس شہر میں شہی کے [illegible]
[illegible] ہے دم [illegible] اُنکے　　خوشحال ہیں سب کرم سے اُسکے
[illegible] میں انتخاب ہے وہ　　انصاف میں لاجواب ہے وہ
[illegible] اس قدر ہے　　کچھ مال کا غم نہ جان کا ڈر ہے
بس دل میں جو راستی کا ہے زور　　ہے شیوہ ہریشچندر مشہور
تھا بسوامتر اُس کا بدخواہ　　آئی نہ پسند مدحتِ شاہ
سوچا وہ کہ آزما کے دیکھو　　"جو بات سنی ہے جا کے دیکھو"

وہ جلوہ گہ راج دھیا ہے　　اور قصرِ ہریشچندر کا ہے
راجہ بیٹھا ہوا ہے یکسو　　کچھ جمع ہیں لعبتانِ دلجو
وہ حسن کہ جسکو لوگ دیں دل　　وہ ناز و ادا کہ چھین لیں دل

یہ بسوامتر ہی کی تھی چال　　تا شاہ کے شیوہ کا کھلے حال
گو شان دکھائی ہر حسین نے　　پر کفر کو دی جگہ نہ دیں نے
آخر جو سبھوں میں تھی یگانہ　　یوں بولی کہ اے شہِ زمانہ"
"[illegible]　　کیوں دل کو نہیں ہے [illegible]"
تاجر نے کہا یہ مہربانی　　"[illegible] میری رانی"
آ [illegible] ہزار گو غضب ہو　　پر عہد و فا شکست کب ہو"
مطلب یہی ہے اگر تمہارا　　[illegible]
آخر جو ملا نہ کچھ دخل [illegible]

پھر شہر وہی اجودھیا [illegible]
ہے بسوا [illegible]
[illegible]
[illegible]
راجہ [illegible]

بولا وہ کہ تخت و تاج دیجے　　[illegible] سارا راج دیجے
ظاہر جو خوشی لی اپنی کی چاہ　　[illegible] تخت سے شہنشاہ
بولا بہتر ہے اجو خوشی ہو　　[illegible] شانِ خسروی ہو
پہلے تو خوشی یہ سنکے [illegible]　　بولا پھر لاکے اک نیا رنگ
یہ خوب نہیں کہ تو دکھی ہو　　[illegible] دل کھلی ہو
راجہ نے کہا یہی بڑی بات　　[illegible] جو کچھ وہ ہو چکی بات
[illegible]　　اک [illegible] شمار اپنا
[illegible]　　اب دان پہ دکھنا [illegible]
[illegible]　　"ذرا [illegible]"
[illegible] کیا ہو؟ کیا راج سے مال [illegible]
[illegible] یہ بات　　[illegible]
[illegible] ادا ہو　　یہ آخری [illegible]

[illegible]

بسما یہ ہین آج آشکارا — روہت و ہریشچند و تارا
[illegible] — [illegible] بیٹھے ہون
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] ظاہر — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible] نیا دل
[illegible] — تارا [illegible]
[illegible] — کی بندگی حضور [illegible]
[illegible] — اور [illegible]
[illegible] اب جدائی — [illegible] ہو [illegible] جدائی
[illegible] کہان ہو — کیا بات کے [illegible]
[illegible] — [illegible] آن [illegible]
باتین [illegible] جوگی — [illegible] قلب جوگی
اتنے [illegible] کر کر — بولا کہ چل [illegible] کر
جب ضبط [illegible] کچھ ملا ہی — رانی وہین [illegible] چل دی
رانی [illegible] اس طور — تھی وان [illegible]
آیا اک خاکروب ناگاہ — اور شہ کے خریدنے کی [illegible]
تب بشوامتر اسکو دے کر — چلتا ہوا اپنا دان لے کر
یون [illegible] ہریشچند نے آہ — [illegible] جانکاہ
بولا راجہ سے وہ بہ نخوت — مالک کی ہے جاب تجکو طاعت
اچھا تو یہ اب ہے کام تیرا — مرگھٹ مین رہے قیام تیرا
محصول جو دے نہ پہلے زنہار — لاشہ نہ جلائے وہ خبردار

وہ پیشِ نظر وہی مکان ہے — تارا کا قیام اب جہان ہے
جو خدمت وہ [illegible] بسر ہے — اور باغ مین کھیلتا کنور ہے
ہے دھیان جو عہد پر تپسیا پر — خاموش ہے وہ رضائے رب پر
ناگاہ وہ نا بس ایس خبر کو — کاٹا اک افعی نے پسر کو
بیتاب جو باغ تک وہ آئی — روہت کی [illegible]
اک بار جو غم سے اڑ گئے ہوش — بیچاری گری وہ [illegible]
کہنے لگی پھر کہ "اُف! یہ کیا ہے! — پھر اپنے کئے کی [illegible]
دو [illegible] چھٹا، چھٹا وہ گھر بھی — شوہر بھی چھٹا [illegible]

[illegible] جو بات کا ہو اغم — [illegible] شرمندہ ہوئی کہا کہ کیا غم
[illegible] خلل آئے — [illegible] خلل آئے
[illegible] وہ آئی — [illegible] داستان سنائی
[illegible] — [illegible] جاتے دن
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible] بے حد [illegible] — اور ساحل گنگ [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
ظاہر مین دکھون سے ہو اگر فرد — باطن مین [illegible]
ہے جو عہد وفا کا پاس [illegible] — یون یاس مین بھی [illegible]
[illegible] اور سنو یہ کیا ہے — [illegible] دکھ بھری صدا ہے
آتی [illegible] زن حسین ایک — [illegible] طفل نازنین ایک
وحشت مین جہان سے بیخبر ہے — آوارۂ دشت پُر خطر ہے
ہے دل پہ جو فرط غم سے بیداد — آنکھون مین ہے [illegible] فریاد
بکھرے ہوئے بال [illegible] وہ آکر — ٹھہری مرگھٹ کے پاس جاکر
پوچھا راجہ نے "کون ہے تو؟ — اور کونسی یہ لئے ہے شے تو؟"
[illegible] — بولی [illegible]
راجہ نے بھی جب سخن سنا یہ — جانا رانی کی ہے صدا یہ
روئے وہین ملکے دونون ناشاد — پھر کہہ گئے اپنی اپنی روداد
تھا مرگ پسر سے خود فراموش — [illegible] رہا غریب خاموش
آخر [illegible] یون کہا تب — "[illegible] کی فکر کیجئے اب
[illegible] تو پہلے پورا ادا کر
اور خود اپنے ساتھ [illegible]
[illegible] رضا بھی ہے [illegible]
[illegible] بصد غم و یاس
[illegible] ہی ہر [illegible]

کچھ لوگ وہ دیکھو آرہے ہین — اور شور بہم مچا رہے ہین
[illegible] وہ جا کے ٹھہرے — رانی کے قریب آکے [illegible]
کہنے لگے "ہے یہی وہ [illegible] — [illegible]
شہزادہ کا کسی کو کیا قتل — اب اسکا بھی ہو یہین [illegible]
آقا جو ہریشچند اسکا تھا — [illegible]
دے شاہ کو اسنے اک تبر جلد — بولا کہ [illegible]
[illegible] جو تھا پاس — وہ لے کے تبر [illegible]
[illegible] — [illegible] ستم تھا
رانی نے کہا وہین کہ ہاتھ — ہو خوب یہ موت [illegible]
راحت ہی یہ آہ! غم نہین کچھ — اک لطف ہی یہ ستم نہین کچھ

[illegible] زبان رہی ہے — مرگھٹ وہی اور سمان ہی [illegible]
[illegible] اٹھا لیئے تبر کو — [illegible] اپنے سر کو
[illegible] ہے آہ — [illegible] ہے آہ
[illegible] درد جانستان ہے — [illegible] زبان بند
[illegible] — پکڑا وہ کسی نے شاہ کا ہاتھ
[illegible] یہ تھا آہ — حیرت زدہ دیکھکر ہوا شاد
بولا وہ یہی کہ ہو چکا بس — مین اپنے کئے [illegible]
منظور تھی تیری آزمائش — ناحق تھی یہ میری آزمائش
ہے شاہ تو سربلند لاریب — ہے ست ہریشچند لاریب
[illegible] — اور دھنیہ جہان تو حکمران ہو
اب مجکو معاف کیجئے جلد — اور راج سب اپنا لیجئے جلد
بیہوش کنور جو تھا دوا سے — پھر ہوش مین آگیا دوا سے
کرنے لگے تینون مل کے باہم — شکر [illegible] عالم
راجہ نے یہ پھر کہا رشی سے — اب مجکو غرض نہین کسی سے
وعدہ کے خلاف کر سکون کیا — [illegible] اسکو رن گیا
[illegible] — [illegible]
یون ختم ہوا جو کام سارا — [illegible] سدھارا
[illegible] مراد یکسر — [illegible] شاد یکسر
روہت کو [illegible] — [illegible]

پھر دونون وہین بصد ارادت
جنگل کو گئے پئے عبادت

فہرست کتب

موجودہ

منروا پبلشنگ کمپنی لکھنؤ (اودھ)

اس فہرست میں صرف چیدہ و منتخب کتابیں شامل ہیں جن کے مطالعہ سے طبائع کی ہر قسم کا اگو اثر نہیں پڑ سکتا۔ ان کے علاوہ اور ہر قسم کی کتابیں بھی روانہ ہو سکتی ہیں۔ براہ عنایت فرمائش کے وقت اپنا نام نامی و پتہ صاف و خوشخط تحریر فرمائیے۔ محصول ڈاک و دیگر اخراجات روانگی ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوں گے۔

جملہ فرمائشیں پتہ ذیل پر ارسال کی جائیں:

سکرٹری منروا پبلشنگ کمپنی۔ لکھنؤ (اودھ)

تصنیفات علامہ شبلی نعمانی

المامون مع الجزیہ۔ مامون رشید کی زندگی کے واقعات اور اس زمانہ کے طرز سلطنت و معاشرت کے مفصل حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ .. .. قیمت عہ

سیرۃ النعمان۔ امام ابو حنیفہ کے حالات اور اخلاق و عادات نیز مناظرات تحریر ہیں۔ .. .. قیمت عہ

الغزالی۔ امام غزالی کے سوانح حیات۔ .. .. قیمت عہ

الفاروق حضرت عمر فاروق کے حالات۔ اس کتاب کی تکمیل کیلیے مصنف نے ممالک اسلامیہ کا سفر اور [illegible] کی ورق گردانی اپنے برسوں کی جانکاہی اور محنت کا نتیجہ ہے [illegible]

سفرنامہ روم مصر و شام۔ تعریف نام سے ظاہر ہے

رسائل شبلی۔ اسمیں مولانا ممدوح کے وہ مضامین [illegible] وقتاً فوقتاً کسی علمی یا تاریخی مسئلے پر لکھے ہیں۔

سوانح مولانا روم۔ مولوی جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری مع تقریظ و تبصرہ۔ .. .. قیمت عہ

شعر العجم۔ مولانا ممدوح کی تازہ تصنیف۔ شعرائے فارس کے کلام پر تفصیلی و تنقیدی نظر۔ قیمت جلد اول عہ جلد دوم عہ جلد سوم عہ جلد چہارم .. .. عہ

الکلام۔ مولانا کی مشہور تصنیف ہے۔ .. قیمت ہر دو جلد عہ

مثنوی صبح امید۔ مولانا کی یہ اردو مثنوی [illegible] تاثیر ہے۔ قیمت

موازنہ انیس و دبیر۔ تعریف نام سے ظاہر ہے۔ قیمت

اورنگزیب عالمگیر۔ غلط فہمیوں کی تردید۔ ..

مولانا محمد حسین صاحب آزاد

اکبر بادشاہ اور اس کے دربار کے امرا [illegible]

دربار [illegible] ت [illegible] شروع کتاب [illegible]

آب حیات - مولانا آزاد کی مشہور تصنیف جسمین ... زبان کے شعرا کے نہایت مفصل اور دلچسپ حالات بیان کیے ہین اور اُن کے کلام کا نمونہ دیا ہے اور زبان اردو کی عہد بعہد تبدیلیون کی تاریخ لکھی ہو - مع تصویر مصنف قیمت عہ

سخندان فارس - اسمین بتایا گیا ہو کہ دنیا مین زبانین کس طرح پیدا ہوتی ہین کس طرح جیتی اور مرتی ہین - فارسی کا آغاز کیونکر ہوا اس نے کیا کیا اٹھے بیٹھے کھائے - فارسی زبان اور سنسکرت مین کیا تعلق ہو - نہایت دلچسپ کتاب ہے - عہ

نیرنگ خیال - اسمین استعارہ کے مضامین درج ہین - جیسا کی ابتدائی حالت سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار وغیرہ مطالب پر خیالات کو وسعت دی ہے - .. .. .. قیمت ۸ر

قند پارسی - فارسی زبان کی تحصیل کے لیے یہ ایک مفید رسالہ اور زمانہ حال کی فارسی کا بہت اچھا نمونہ ہے - .. .. قیمت ۸ر

نظم آزاد - مولانا آزاد کی دلکش و لاجواب نظمونکا ایک نادر مجموعہ قیمت ۸ر

نصیحت کا کرن پھول - اس کتاب کے ذریعہ سے مصنف ممدوح نے تعلیم نسوان کے متعلق ایک نہایت دلچسپ قصے کے پیرایہ مین اپنے عالمانہ اخلاقی خیالات ظاہر فرمائے ہین .. .. .. قیمت ۴ر

مکتوبات آزاد - مولانا آزاد کے مختلف اور پرمطالب خطوط کا مجموعہ - قیمت ۱۰ر

دیوان ذوق - ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق کا کلام جسکو مولانا آزاد نے اُستاد مرحوم کے قلمی مسودات سے مرتب کیا مع سوانح عمری - قیمت عہ

تصنیفات مولانا الطاف حسین حالی

حیات جاوید - سرسید مرحوم کی مفصل و مبسوط سوا... پر دو جلدون مین ختم ہوئی ہو. کامل دس برس کی محنـ... یہ کتاب تکمیل کو پہنچی ہے - ..

حیات سعدی - شیخ سعدی کی زندگی کے ...

ریویو - اپنی طرز کی سب سے پہلی ا... سے عمدہ کتا...

دیوان حالی - مولانا حالی کا بے نظیر دیوان جسمین قدیم و جدید دونون طرز کی شاعری کے نمونے پائے جاتے ہین - شروع مین ایک بسیط مقدمہ شامل ہو جسمین حقیقت شاعری پر فلسفیانہ بحث کیگئی ہو قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ

یادگار غالب - غالب کے سوانح - .. .. قیمت عہ

مجموعہ نظم حالی - اسمین مولانا حالی کی چودہ بے نظیر نظمین شامل ہین قیمت ۸ر

تحفۃ الاخوان - مشہور ترکیب بند .. .. قیمت ۸ر

رباعیات حالی - مع تصویر مصنف - .. .. قیمت ۲ر

مسدس حالی - قابل دید قومی مسدس - .. .. قیمت ۳ر

تصنیفات مولانا نذیر احمد

مراۃ العروس - ... قیمت ؍	**بنات النعش** - ... قیمت ؍
توبۃ النصوح - ... قیمت ؍	**محصنات** - .. قیمت ؍
ایامیٰ - .. .. قیمت ؍	**ابن الوقت** - .. قیمت ؍
رویائے صادقہ - .. قیمت عہ	**مبادی الحکمۃ** - .. قیمت ؍
نظم بے نظیر مجموعۂ نظم قیمت عہ	**منتخب الحکایات** - قیمت ؍

تاریخ دربار تاجپوشی (سنہ ۱۹۱۱ء) اس کتاب کا ترجمہ بایمائے گورنمنٹ آف انڈیا مولانا ممدوح نے کیا تھا - والیان ملک حکام اعلیٰ مقام اور مقامات دربار کی تصاویر بھی اسمین شامل ہین حجم سات سو صفحات سے زائد - قیمت ...

تصنیفات پنڈت رتن ناتھ سرشار

فسانہ آزاد - اردو ناولون مین بیحد دلچسپ مقبول عام فسانہ قیمت چار جلد ...

...ہسار - ایک رئیس کی بیوقوفیان اور مصاحبین کی ... فریبیان ...
... کہ باندو شاند .. .. قیمت ...

... اسمین قصص راتون کی ترتیب سے نمبروار درج ... نہایت دلچسپ ... .. قیمت ہر دو حصہ ...

خدائی فوجدار۔ ڈان کوکزاٹ کا ترجمہ ہنستے ہنستے لوٹ جایئے قیمت ہر دو حصہ ۸ر

جامِ سرشار۔ نہایت پُر مذاق ناول ہے۔ .. .. قیمت ۸ر

کامنی۔ نہایت دلچسپ پُر مذاق ناول ہے۔ .. .. قیمت عہ

بچھڑی ہوئی دولھن۔ ایک مختصر دلچسپ ناول۔ .. قیمت ۱۰ر

تصنیفات حکیم محمد علی

عبرت۔ جان و ہنوریہ کا لطیف قصہ بمثل ناول۔ قیمت ہر سہ حصص ۱۲ر

اختر و حسینہ۔ مستورات کی تعلیم کس قدر چاہیئے۔ عمدہ پیرایہ مین نتائج تعلیم۔ .. .. .. قیمت ہر دو حصص عہ

جعفر و عباسہ۔ ہارون رشید کے زمانے کا قصہ۔ بے پردگی کے بُرے نتائج قیمت ۹ر

نیل کا سانپ۔ ملکہ حسن "قلیوپیٹرا" کی پُر درد داستان۔ ع کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے۔ .. .. .. قیمت ۹ر

حسن شہرو۔ بیلے چھیلے جانے کے نقصانات لطیف طرز اداکے ساتھ قیمت ہر حصہ ۱۲ر

گورا۔ عفیفہ بیوگان کی ضرورت پر بمثل ناول۔ .. .. قیمت عہ

دیول دیوی۔ اسلام کے ایک جاہل فاتح علاؤالدین سکندر ثانی کا طرز حکومت و حسن انتظام وغیرہ .. .. .. قیمت ۹ر

سیاحت عالم۔ قیمت ۸ر اہرام مصر۔ .. قیمت ۲ر

تصنیفات مولانا محمد عبد الحلیم شرر لکھنوی

جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات۔ .. .. قیمت [illegible]

ابوبکر شبلی۔ حضرت شیخ شبلی کے حالات۔ .. .. قیمت [illegible]

تاریخ سندھ۔ سندھ کی مکمل تاریخ دو جلد قیمت جلد اول عہ جلد دوم [illegible]

حروب صلیبیہ۔ مصنفہ مشرکاکس کا ترجمہ [illegible]

تاریخ بغداد۔ مرکز خلافت عباسیہ .. ..

ملکہ زنوبیہ۔ ایک عربی شہزادی ملکہ۔ .. .. ..

الحکم الرفاعیہ۔ مصنفہ شیخ احمد رفاعی کا ترجمہ۔ .. .. قیمت ۳ر

آغائی صاحب۔ رئیس لکھنؤ مرحوم کے حالات۔ .. .. قیمت عہ

سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ کے حالات۔ .. .. قیمت ۶ر

زوال بغداد۔ سب سے نیا دلچسپ اور تاریخی ناول۔ .. قیمت عہ

غیب دان دولھن۔ پاکدامن اور عفیفہ اور قابل بی بی کی برکتین اسکی حیرت انگیز غیب دانی۔ .. .. قیمت عہ

ماہ ملک۔ مولانا کا نیا اور اچھوتا ناول۔ .. .. قیمت عہ

یوسف و نجمہ کامل۔ جگ بیتی نہین آپ بیتی۔ .. قیمت عہ

شوقین ملکہ۔ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائیان۔ .. قیمت عہ

فتح اندلس۔ اسپین پر عربون کا حملہ۔ .. .. قیمت عہ

مقدس نازنین۔ ایک لڑکی کا پوپ بنجانا۔ .. .. قیمت عہ

ملک العزیز ورجنا۔ تیسری صلیبی لڑائی۔ .. .. قیمت عہ

ایام عرب۔ جاہلیت عرب کے حالات۔ (ہر دو حصہ)۔ قیمت عہ

فردوس برین۔ جیتے جی جنت کی سیر۔ .. قیمت عہ

حسن انجلینا۔ روم و روس کی لڑائی۔ .. .. قیمت عہ

منصور موہنا۔ ایک عربی خاندان سندھ۔ .. .. قیمت عہ

شہید وفا۔ اسپین مین مسلمانون کی پامالی۔ .. قیمت عہ

درگیش نندنی۔ ایک بنگالی ناول اردو مین۔ .. قیمت عہ

عجیب۔ مصنف کا پہلا ناول۔ .. .. قیمت [illegible]

[illegible] علی اور حشن [illegible]

[illegible] اور تار صاشتی کی [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] مین جہدون کا بل [illegible]

[illegible] سرنو مکمل کی گئی ہے قیمت ۲ر

[illegible] مین [illegible] اور اسکی [illegible]

[illegible] ناول [illegible] قیمت عہ

حسن بن صباح - بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی اسکی تعلیمیں اسکا علم و فضل اور اسکے سرکیمٹ فدائی۔ .. .. .. قیمت ۶ر

عصر قدیم - ایک نہایت کامل لکھی ہوئی تاریخ جسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر کی تمام قومون اسرائیلیون - مصریون - اسیریا و بابل والون ایرانیون یونانیون - فنیقیہ والون - رومیون وغیرہ کے اجمالی حالات ہین قیمت ۱۲ر

خواجہ معین الدین چشتی - خواجہ چشتی کے حالات و کمالات - . قیمت ۶ر

آغا صادق کی شادی - لکھنؤ کے دور شاہی کی ایک باذاق تصویر کس کی دولہن کس کے ساتھ .. .. .. قیمت ۱۰ر

فلورا فلورنڈا - اندلس کا اسلامی دور ہو چکیلے در تاریخی ناول - قیمت ۱۲ر

فلپانا - مولانا شرر کا بہت ہی پرانا تاریخی ناول ارض طرابلس الغرب پر صحابۂ کرام کا حملہ حضرت عثمان غنی کا دور صحابہ کی پاکبازی و بے نفسی شہزادی فلپانا اور عبداللہ بن زبیر .. .. قیمت ۸ر

متفرق کتب

تاریخ جلسۂ قیصری - یعنی تاریخ دربار ۱۹۰۳ء مع ۵۱ عدد فوٹوگراف مطبوعہ گورنمنٹ پریس - سابق مین اسکی قیمت ۵۰ عہ تھی صرف چند جلدین موجود ہین جلد طلب فرمائیے - .. .. قیمت ۶عہ

مغربی تبت - اسمین باشندگان تبت کے دلچسپ حالات طرز معاشرت مذہبی عقائد توہمات باطلہ رسوم شادی و غمی تجارت وغیرہ مفصل و مکمل حالات درج ہین - مع تصاویر .. .. قیمت ۱۲ر

تواریخ راجگان اودھ - مع تصاویر فوٹوگراف

خمخانۂ جاوید - شعرائے ماضی و حال کا

ایم - اے - دہلوی - .. ..

معلم السیاست - پولیٹیکل اکانومی

یہ کتاب اس قابل ہے کہ ... مطال

تاریخ فرشتہ - اسی نام کی فارسی تاریخ کا مکمل اردو ترجمہ قیمت دو جلد ۱۲ر

انسان کامل - شائقین علم تصوف حضرت مولانا عبدالکریم جیلانی کی اس مشہور و معروف کتاب کی خوبیون سے واقف ہین - یہ کتاب ایسی نکات و کلام اور اسرار و رموز علم باطن سے ایسی معمور ہے کہ کوئی شخص جو اس علم کی باریکیون سے واقف ہونا چاہتا ہے اسکے مطالعہ سے پوری واقفیت حاصل کر سکتا ہے - مولوی ظہیر احمد صاحب ظہیر سہسوانی نے اسکا بامحاورہ و سلیس ترجمہ اردو مین کیا ہے اور ساتھ ہی مصنف کا مختصر تذکرہ اور مقاصد کتاب کو بوجہ احسن بیان کر دیا ہے بڑی تقطیع کاغذ اور چھپائی عمدہ قیمت - .. .. .. ہر دو جلد ۸عہ

فلسفۂ ازدواج - بقول مولانا حالی "ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے" قیمت ۱۲ر

اسرار رنگون - باشندگان رنگون کی معاشرتی و اخلاقی حالت کا آئینہ ۱۲ر

معدن تہذیب - مصنفہ مرزا حبیب حسین صاحب بی - اے - ۸ر

عقل و شعور - لڑکون لڑکیون مردون عورتون کی تعلیم کے لیے دلچسپ افسانہ کے پیرایہ مین نصائح حکیمانہ و فلسفیانہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہین چاہتا

تاریخ بغاوت ہند - غدر ۱۸۵۷ء کے مفصل حالات - قیمت ۱۲ر

قیصر التواریخ - مشتمل بر حالات شاہان اودھ - .. قیمت ہر دو جلد ۸ر

فسانۂ برطانیہ - انگلستان کی مکمل و مفصل سوانح عمری - قیمت ۸ر

زندگانی بے نظیر - شیخ ولی محمد نظیر اکبرآبادی کی جامع و مکمل سوانح عمری مرتبہ پروفیسر شہباز .. .. قیمت ۱۲ر

آئینۂ اودھ - اودھ کے متعلق اردو کی نہایت ضخیم و مبسوط و مستند تاریخ قیمت ۸ر

اخلاق عزیزی - اردو ترجمہ مارکس آرن سینیکا - اسکی مقبولیت کا اندازہ صرف اسی سے ہے کہ گورنمنٹ صوبجات متحدہ ممالک متوسط و پنجاب نے اسکو پسند فرما کر کئی سے علاوہ اسکولون اور مدرسون کی انعامی کتابون مین داخل کیا۔ زبان سادہ اور پاکیزہ ہے۔ .. .. قیمت ہر دو جلد ۸ر

محاربات قسطنطنیہ یعنی تاریخ جنگ روم و یونان۔ کامل۔ قیمت ۱۲
ترکون کی معاشرت "ڈائری آف اے ٹرک" کا اردو ترجمہ قیمت عاا
تزک امیری۔ سوانح عمری امیر عبدالرحمن خان والی کابل قیمت عمار
تاریخ اسلام۔ آنریبل جسٹس سید امیر علی سابق جج ہائی کورٹ (کلکتہ)
کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ۔۔ ۔۔ قیمت عمار
تاریخ اسپین۔ مولوی سید محمد احمد خان صاحب جج سیتاپور نے
انگریزی سے اردو مین ترجمہ کیا ہے ۔۔ ۔۔ قیمت للعہ
اردوئے معلی۔ قیمت عہ } حضرت غالب مرحوم کے مکتوبات کا دلکش مجموعہ
عود ہندی۔ قیمت عہ } جنکو جدید طرز تحریر کا بہترین نمونہ کہنا چاہیئے۔
مکتوبات امیر منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے خطوط کا مجموعہ مع حالات و تنقید کلام عہ
دبدبہ امیری امیر عبدالرحمن خان والی کابل کے دلچسپ حالات ترجمہ سید محمد حسن بلگرامی عہ
سیہ ریجا۔ ملک بربہا کے تاریخی حالات۔ ۔۔ قیمت ۸ ر
میزان سخن۔ علم عروض مین مستند رسالہ ہے۔ ۔۔ قیمت ۶ ر
حدیقۃ الشعر از مولوی مستجاب خان شتاق۔ کاتب مین اس سے
بہتر کتاب اردو مین شائع نہین ہوئی ۔۔ ۔۔ قیمت ۸ ر
گلزار سرور رجب علی بیگ سرور۔ مطالعہ عقل و عشق دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ۱۰ ر
دستور الشعر اردو تذکیر و تانیث مین مستند کتاب ہے۔ قیمت ۸ ر
کادمبری۔ مشہور سنسکرت قصے کا اردو ترجمہ ۔۔ قیمت ۸ ر
افادۂ تاریخ از جناب جلال لکھنوی ۔۔ تخلیل لغات اور مصطلحات مین قیمت ۸ ر
نپولین اعظم ترجمہ سید معین الدین ۔۔ ۔۔ یہ کتاب ضخامت کے لحاظ سے چھپی اور
پانچ جلد مین ختم ہوئی ہے اسکی عمدگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا [illegible]
اردو نے اسکو چھاپا جو نپولین اعظم کے اوصاف و [illegible]
سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی خداداد قابلیت کو [illegible]
جلدون کا حجم ۲۲۰۰ صفحات ہے۔ ۔۔ ۔۔
عزیزہ طاہرہ بیگم سرتاپا تربیت ۔ عمدہ اخلاقی کتاب ۔

پریکٹیکل ٹرانسلیشن۔ مصنفہ سید محمد رضی صاحب بی اے۔ یہ کتاب
اردو دانون کو بامدد انگریزی سکھانے کی ضامن ہے۔ قیمت ہر دو حصہ عہ
مستقبل اسلام۔ پروفیسر و ہیری کی معرکۃ الآرا تصنیف کا قابل دید
ترجمہ از مولوی ظفر عمر صاحب بی اے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان
کے لیے دلچسپ ثابت ہوگا۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ قیمت عمار
افسانۂ نادرجہان۔ مصنفہ کے خود نوشت حالات مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے ۸ ر
پیاری سہیلی۔ دلچسپ زنانہ طرز کے خطوط۔ ۔۔ قیمت ۸ ر
محبوب الاخلاق۔ یعنی ترجمہ اخلاق محسنی۔ ۔۔ قیمت ۸ ر
جامع الاخلاق۔ یعنی ترجمہ اخلاق جلالی۔ ۔۔ قیمت ۶ ر
سوانحعمری اورنگزیب قیمت ۱۰ ر
" **شہنشاہ اکبر**۔ قیمت ۱۰ ر
" **لارڈ کلایو**۔ قیمت ۱۰ ر
" **مہاراجہ رنجیت سنگھ** قیمت ۱۰ ر
} یہ چارون کتابین انگریزی سے ترجمہ ہوئی ہین۔
بستان حکمت۔ ترجمہ انوار سہیلی۔ ۔۔ ۔۔ قیمت عصہ
حدائق البلاغۃ۔ اردو علم عروض مین بہت عمدہ رسالہ ہے قیمت ۸ ر
معاشرت۔ ایک اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتاب۔ انگریزی کی گلستان یعنی
سرجان لبک کی "یوز آف لائف" کا ترجمہ۔ ۔۔ قیمت عاا
آتالیق بی بی۔ میان کے افعال پر بی بی کی عبرت انگیز چھیڑیان۔ قیمت ۱۲ ر
تاریخ تمدن بکل کی ہسٹری آف سیویلیزیشن کا کامل ترجمہ مرحوم منشی
[illegible]
[illegible] پروفیسر [illegible] کی تاریخ عالم کا ترجمہ [illegible]
سب تحقیقات جدید [illegible]
قابل دید ہے۔
[illegible] متکلمین و منکرین کا [illegible]
[illegible] کی غرض سے لکھی گئی ہے قیمت [illegible]

قوتِ خیال - کیرکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم - نوجوانوں اور مستورات کے لیے اس کا مطالعہ بیحد سود مند ہوگا - .. قیمت عہ

تحقیق سخن - مصنفہ مولانا شفق عمادپوری - عیوب سخن قیود سخن اور مہمات سخن پر بیان ہیں اور مختصر رسالہ ہے لیکن نہیں لکھا گیا ہے نہایت مفید و کارآمد ہے - قیمت ۱۰ر

مرقع اودھ - اودھ کی مختصر تاریخ قیمت ۱ر

شباب لکھنو - تعریف نام سے ظاہر ہے - مصنفہ مولوی محمد علی صاحب - قیمت عہ

کفایت شعاری - مصنفہ اسمائیلز کا خلاصہ - .. قیمت ۱ر

آئینہ ہارمونیم - مصنفہ پروفیسر نندلال صاحب ہارمونسٹ - ہارمونیم سیکھنے والوں کے لیے بہترین رہنما - .. .. قیمت ہر دو حصص عہ

اساتذہ کے دواوین وغیرہ

نظم نگارین - کلیم سید ناصر علی صلال ناجی کا پوتھا دیوان - قیمت عہ

دفتر فصاحت - دیوان خواجہ وزیر - .. .. .. قیمت ۱۲ر

ریاض سحر - دیوان شیخ امان علی سحر - .. .. قیمت ۱ر

دیوان بحر - دیوان شیخ امداد علی بحر .. .. .. قیمت ۱۲ر

غنچۂ آرزو - دیوان میر وزیر علی صبا - .. .. قیمت ۶ر

دیوان طاہر - مولوی محمد طاہر علی طاہر فرخ آبادی کا کلام - قیمت ۱ر

ریاض ماہ - کلام مرزا عنایت علی بیگ ماہ - .. .. قیمت ۱۲ر

سخن بیمثال - دیوان شیخ محمد جان شاد - .. .. قیمت ۱ر

دیوان شیفتہ - کلام نواب مصطفیٰ خان شیفتہ - قیمت ۱ر

دیوان مجروح - کلام میر مہدی مجروح دہلوی - [illegible]

مراۃ الغیب - کلام حضرت امیر مینائی - [illegible]

گلزار خلیل - کلام میر دوست علی خلیل [illegible]

کلیات تسلیم - منشی امیر اللہ تسلیم کا دیوان اول [illegible]

دفتر شنگرف - دہلی کے مشہور [illegible] حضرت میر [illegible]

دیوان ذوق - مرتبہ پروفیسر آزاد - .. .. قیمت عہ

مثنوی عالم - مصنفہ ملکہ مخدرۂ عظمیٰ نواب بیگم شاہ محل نہایت دلچسپ مثنوی ہے - قیمت ۴ر

کلیات ظفر - آخری بادشاہ دہلی کا مجموعہ کلام - .. قیمت ہر چہار جلد عہ

دیوان ناسخ - کلام شیخ امام بخش ناسخ - .. .. قیمت ۱۲ر

مہتاب داغ - مع ضمیمہ یادگار داغ - قیمت ۱ر

گلزار داغ - .. .. .. قیمت ۱ر

یادگار داغ - .. .. .. قیمت ۱ر

آفتاب داغ - .. .. .. قیمت ۱۲ر

انتخاب داغ - (منتخب کلام) .. قیمت عہ

فریاد داغ - (مثنوی) .. قیمت ۱ر

دیوان مہر - دیوان مرزا قاسم علی بیگ مہر - .. قیمت عہ

دیوان شاہ تراب - مشہور عارف باللہ کاکوروی کا کلام - قیمت ۱۱ر

دیوان رند - کلام نواب سید محمد جان رند - .. .. قیمت ۱ر

دیوان سخن دہلوی - کلام مولوی فخر الدین حسین سخن دہلوی قسم اول عہ قسم دوم ۱ر

دیوان غالب - کلام مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی - قیمت ۱ر

کلیات نظم غالب - فارسی - ” ” ” .. قیمت عہ

دیوان مومن - حکیم مومن خان دہلوی کا مجموعۂ کلام - .. قیمت ۱ر

دیوان آتش - کلام خواجہ حیدر علی آتش (لکھنوی) .. قیمت ۱ر

دیوان میر تقی میر - مکمل مجموعہ - .. .. .. قیمت عہ

دیوان سودا - مرزا محمد رفیع سودا کا مجموعہ کلام - .. .. قیمت عہ

[illegible] انشاء - کلام سید انشاء اللہ خان انشاء - .. - قیمت عہ

نظیر اکبرآبادی - مرتبہ پروفیسر شہباز مرحوم - .. قیمت عہ

[illegible] - زوجہ آخری شاہ اودھ کا کلام - .. قیمت ۱۲ر

[illegible] (مثنوی) قیمت ۱ر
[illegible] سرور - قیمت ۱ر
} از نواب واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ

کلیات مراثی میر انیس - مع سلام و رباعیات - ہر چہار جلد قیمت [illegible]

کلیات مراثی مرزا دبیر - ہر دو جلد .. .. قیمت [illegible]

کلیات مراثی میر مونس - ہر سہ جلد .. .. قیمت [illegible]

کلیات مراثی و سلام میر عشق ہر دو جلد .. .. قیمت [illegible]

مجموعہ مراثی ضمیر - (شاگرد دبیر) ۲۹ مرثیہ .. قیمت [illegible]

مجموعہ مراثی دیگر - ہر سہ جلد .. .. .. قیمت [illegible]

گلزار نسیم - مشہور و معروف مثنوی - چوب قلم .. قیمت [illegible]

شباب گلزار - قصہ شکنتلا اردو نظم مین .. .. قیمت [illegible]

غنچہ نوبہار - سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق عماد پوری کا مجموعہ رباعیات - قیمت [illegible]

نبی ﷺ کی خوشی - زنانہ میلاد شریف - لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل [illegible]

حسن تخیل یعنی منشی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی کی مقبول عام نظمون کا مجموعہ کتاب کے شروع مین ایک دیباچہ (از شاکر میرٹھی) ہے جو خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - کاغذ لکھائی چھپائی قابل تعریف - .. قیمت [illegible]

جذبات نادر - منشی نادر علیخان صاحب نادر کاکوروی مرحوم کی دلکش نظمون کا مجموعہ [illegible]

قاسم و زہرہ - حضرت شوق قدوائی کی ایک اضافت بے بدل نظم - قیمت [illegible]

عالم خیال ۔ ۔ شروع مین ایک محو خیال عورت کی نادر تصویر جو خاص اسی کے لیے مصور نے بنائی ہے - .. .. قیمت [illegible]

ناول و قصے

سیتا - میڈوز ٹیلر کے اسی نام کے انگریزی ناول کا ترجمہ جسمین ہندوستانی عورت کی وفاداری اور سچی محبت کا افسانہ غدر ۱۸۵۷ء کے تاریخی حالات [illegible] درج ہین - نہایت دلچسپ کتاب ہے - .. .. قیمت [illegible]

افسانہ دلپذیر "ٹیلز فرام شکسپیر" کا اردو ترجمہ -

رنج و راحت - لڑکیون کے پڑھنے کے قابل - [illegible] پرلطف اور دلگداز کہانی -

قصہ گلاب چنبیلی - مستورات کیلئے ایک مہذب مفید اور مزیدار قصہ - قیمت [illegible]

تسخیر - ولیم گولڈ اسمتھ کے ڈراما "سی اسٹوپس ٹو کانکر" کا ترجمہ - قیمت [illegible]

جذبہ عشق - انگریزی ناول "دی لائف آف لو" کا ترجمہ - ایک یونانی لڑکی نے کیونکر اپنے حسن تدبیر سے ایک وحشی کو مہذب بنایا .. قیمت [illegible]

شاہ طرار - ایک فرنچ ناول کا ترجمہ .. .. قیمت [illegible]

عصمت - ترجمہ "مائی فرینڈس وائف" .. .. قیمت [illegible]

فریب حسن - رینالڈس کے مشہور و معروف ناول فاسٹ کا اردو ترجمہ قیمت [illegible]

الہ دین و لیلیٰ - مصنفہ [illegible] "شار آف منگریلیا" کا اردو ترجمہ - قیمت [illegible]

سوزن عشق - ترجمہ [illegible] .. .. قیمت [illegible]

حاجی بابا اصفہانی - مصنفہ کپتان موریر مشہور سیاح ایران - قیمت [illegible]

روز الیمبرٹ - اسی نام کے انگریزی ناول کا ترجمہ - قیمت جلد اول [illegible] جلد دوم [illegible]

نور النسا - اسی نام کے انگریزی ناول کا ترجمہ - .. قیمت [illegible]

طلسم خیالات - بابو رومیش چندر دت کے بنگالی ناول "بنگ و جیتا" کا ترجمہ قیمت [illegible]

اسرار - رینالڈس کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ - .. قیمت [illegible]

انجام نخیر - جارج شیلڈن کے ایک ناول کا ترجمہ - .. قیمت [illegible]

شہید جفا - ترجمہ "برائڈ آف لیمرمور" مصنفہ سر والٹر اسکاٹ - قیمت [illegible]

ہم خرما و ہم ثواب - مصنفہ منشی نواب رائے صاحب بنارسی - قیمت [illegible]

ناشاد - مصنفہ حضرت ریاض خیرآبادی - قیمت [illegible]

فسانہ لارنس [illegible] رینالڈس کے اسی نام کے انگریزی ناول کا ترجمہ [illegible]

بنگالی [illegible] چندر چٹرجی کے بنگالی [illegible]

[illegible] ناول کا اردو ترجمہ - .. قیمت [illegible]

[illegible] ناول [illegible] کا اردو ترجمہ - .. قیمت [illegible]

[illegible] کا ترجمہ [illegible]

امراؤجان ادا۔ مصنفہ مرزا رسوا بی اے۔ .. .. قیمت عہ

ذات شریف۔ مصنفہ .. .. قیمت ۸

اندرا۔ ایک دلکش بنگالی ناول کا ترجمہ۔ .. .. قیمت ۲

بروگ۔ .. .. قیمت ۸

میٹھی چھری۔ قیمت ۸
پیاری دُنیا۔ قیمت ۸
کایا پلٹ۔ قیمت ۸
حاجی بغلول۔ قیمت ۸
طلسمی فانوس۔ قیمت عما

یہ پانچون ناول منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ کی تصنیف سے ہین جنمین ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہی۔ زبان کا لطف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

رزم بزم۔ مصنفہ منشی امداد علی صاحب۔ دو حصہ۔ .. قیمت عہ

مظفر و راما بائی۔ مصنفہ سید عاشق حسین صاحب لکھنوی قیمت عہ

دردِ فراق۔ نواب سید نظیر حسین صاحب نظیر ۔ قیمت ۸

کشتہ ناز۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ .. .. قیمت عہ

ڈاکو کی دولھن۔ ترجمہ از انگریزی۔ .. .. .. قیمت ۸

مندرجۂ ذیل ناول تاریخی علمی فلسفی ہین۔ اگرچہ ان مین حسن و عشق کی چاشنی دیگئی ہے مگر انکی اصل غرض ناظرین کے علمی اخلاقی اور روحانی مذاق کو سدھارنا اور ترقی دینا ہے۔

زنیونی۔ مصنفہ لارڈ لٹن۔ اس ناول کا نہ صرف ملک فرانس کے ملکی انقلابات سے خاص تعلق ہو بلکہ اسمین انسان کے اعلیٰ دماغی نشو و نما اور بالائے قدرت طاقتون کا ذکر کرکے بہت سے صوفیانہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ... از ناول

پاتال کی سیر۔ فرانس کے مشہور و معروف ناولسٹ ... ورن کی تصنیف ہے جسمین زمین کی تہ کے ... علم الارض (جیالوجی) کے بڑے بڑے مسئلو ... حالات پڑھکر العقل کے ... الدین اور ...

سمندر کی سیر۔ یہ ناول بھی فرانس کے مشہور ناولسٹ جولس ورن کی تصنیف ہے۔ اسمین سمندر کی تہ کے عجائبات کو ایسے دلچسپ طور سے بیان کیا ہو کہ گویا چشم دید واقعات معلوم ہوتے ہین۔ سمندر کے عجائب غرائب کے سامنے عقل حیران ہوتی ہے اور پرستان کی سیر کا مزہ آجاتا ہی اور لطف یہ ہو کہ ساری باتین درست اور سائنس کے مسلمہ واقعات کے عین مطابق ہین۔ قیمت ہر دو حصہ عما

دوجہان کی سیر۔ مصنفہ میری کوریلی۔ عالی دماغ مصنفہ نے ایک بالکل نئے خیال کو دُنیا مین فروغ دینے کی کوشش کی ہی اور نہ نیا مذہب اور فلسفے کی حقیقت کو ایک نئے اُصول پر کھولنا چاہا ہی۔ نہایت دلچسپ ناول ہو جسقدر پڑھتے جاتے اُسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہی اور دل و دماغ پر جادو کا کام کرجاتا ہے۔ قیمت عہ

روح لیلیٰ۔ یہ کتاب میری کوریلی کی تصنیف ہے اسمین ایک دوسرے روحانی مسئلے کو حل کرنیکی کوشش کی ہی۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کی روح کو اسکی وفات کے وقت ایسا محبوس کرلیتا ہو کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً اُسکو زندہ کرکے اُسکے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہی۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب قصہ ہو۔ عمار

کتب لغت

منتہی الارب۔ عربی لغت کا ترجمہ فارسی زبان مین بہت مشہور لغت ہی ہر دو جلد ...

جامع اللغات۔ اسمین عربی فارسی ترکی اُردو کے لغات بڑی تشریح کے ساتھ درج ہین۔ اُردو فارسی کے روزمرہ محاورات اور طبی اصطلاحات کے بھی محل استعمال و معنی بتائے گئے ہین۔ بڑی تقطیع۔ دو جلد۔ .. قیمت ے

بہار عجم فارسی لغات مین یہ نہایت مشہور ہی۔ جابجا اساتذہ کے کلام کی سند دیگئی ہو۔ ...

غیاث اللغات۔ مع چراغ ہدایت و نقشہ کرۂ زمین) فن لغت مین یہ نہایت مشہور اور رائج الوقت کتاب ہو۔ ... **شرف اللغات**۔ اسمین تقریباً پچیس ہزار لغات درج ہین۔ ... شوری فارسی زبان کی یہ سب سے پہلی فرہنگ ہی جو ... اپنی ... جامعیت ... صیت کھتی ہو معنی اُردو مین لکھے ہین۔ طلبا اسکلام کی ... قیمت ... لغت کو ... جیسو ... نہایت محنت جانفشانی سے ترتیب ...

نوٹ۔ (اودھ) آنی چاہئین۔

ہندو سائیکلوپیڈیا

قدر گوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

ناظرین! توجہ فرمائے آج ہم آپ کو ایک نئی کتاب کا مژدہ سناتے ہیں جسکی نظیر اُردو زبان میں یہ خود ہی ہے۔ اس کتاب کا نام ہندو سائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہندو مذہب کے متعلق تواریخی مذہبی فلسفہ انسانوی اور دیگر علوم کا ضروری اور مکانی ذخیرہ ڈکشنری یا سائیکلوپیڈیا کے طور پر مفصل درج ہے۔ ہندوؤں کے چاروں ویدوں، انکے منتر برہمن اور اپنشد بھاشیہ کھٹ درشنوں اٹھارہ پرانوں۔ راجاؤں رشیوں منیوں دیوتاؤں دیویوں گندھرووں اور اپسراؤں وغیرہ وغیرہ کے بیانات اور اصطلاحات اور رسوم گھریلی۔ جیوتش گائن ودیا یا علم موسیقی، کاویہ صنائع بدائع، ہندوؤں کے کرم گیان کا بھگتی کانڈ اور یوگ ابھیاس وغیرہ مضامین مختلفہ کا انکی اپنی اپنی اصطلاحات اور اسمار کے ماتحت پورا پورا بیان درج ہے۔ ان کتابوں اور مضامین کا ایسا خلاصہ اور خاکہ دیا گیا ہے کہ ایک ہی کتاب کے پاس رکھنے سے مذکورہ بالا کتابوں کی ضرورت باقی نہیں رہیگی۔ اور نہ انکی گراں قیمتوں کی زیر باری برداشت کرنا پڑیگی۔ اور نہ ہی انکی مشکل زبان سنسکرت کے سیکھنے اور مطالعہ کرنیکی زحمت اٹھانی پڑیگی۔ ان تمام تکلیفات کو رفع کرنے اور وقت ہرج ہونیکا خطرہ دور کرنے اور ہر امر میں پوری پوری واقفیت بہم پہنچانیکی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے جہانتک ممکن ہوا وہانتک اس سائیکلوپیڈیا کے آرٹیکلوں میں ہر امر کے لئے کتابوں کے حوالجات اور انکی عبارتیں یا اقتباسیہ نشانوں کے اندر لکھی گئی ہیں تاکہ اگر کسی کو کسی امر پر شک ہو تو وہ اصل کتاب میں بموجب اس حوالہ کے دیکھکر اپنا اطمینان کرے اور بیدھڑک اس امر کو بیجا حوالہ پیش کرنیکے تعصب اور طرفداری اور مباحثانہ طرز اور نیت سے ارادتاً اور قطعاً پرہیز کیا گیا ہے۔ جو امر اپنے یا کسی مذہب کے خلاف نظر آیا تو اسپر کسی قسم کی چوٹ نہیں لگائی گئی تاکہ کسی کا دل نہ دُکھے اور نہ ہی کتاب کا منشا فوت ہو۔ اگر دو یا زیادہ بیانات یا آئیں کسی مضمون یا امر کے بارے میں مختلف نظر آئے تو انکو بصورت سے حل کر دینیکی کوشش کی ہے۔ اگر ایسا کرنا یا حل نہ ہوسکا تو بغیر کسی قسم کے مخالفانہ حاشیہ چڑھانیکے اسکو بعینہ رہنے دیا ہے۔ اور ناظرین کی ... پر چھوڑ دیا ہے۔ الغرض اس کتاب میں ہندو مذہب کے ہر ضروری امر کا پورا پورا علم اور واقفیت پہنچانے ... اور اسکو ہر مذہب کے آدمی کی طرح اور مزاج کے حسب حال دلچسپ بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت ... کتاب ... کیلئے نمونہ کے طور پر چند صفحے ... اس نمونہ ... چھپوائی وغیرہ کی حقیقت بھی کھل جائیگی۔

یہ کتاب ۲۰x۲۶ کے کم از کم آٹھ آٹھ سو صفحہ کی تین جلدوں میں ... سہولیت کے لیے سو صفحہ ماہواری کے رسالہ کی ... سے بصورت پیشگی یا بذریعہ وی پی وصول ... اور والیان ریاست اور فیاضان ... سے عنایت ...

نوٹ یہ کتاب ہر مذہب کے ... دلچسپ ...

المشتہر ۔ (یادری ...

پرکرتی ۔ نام اور وجہ تسمیہ ۔ ان اشیاء میں سے ہے جنکو ہندو فلسفہ کے مطابق اناادی یعنی ازلی یا ناآبیدا ہو۔ (دیکھو اناادی) اور اس سے مراد وہ ہیولیٰ یا طبیعت جوہر ہے جو پُرش اور برہم سے بالکل علیحدہ ہے پھر بھی اس قابل ہے کہ اپنے ہی اندر سے سخن اور تجلی بلکہ تمام دیدنی او ۔ نادیدنی عالموں کو اس طرح منصۂ ظہور پر لاتی یا باہر نکالتی ہے جس طرح مکڑی اپنے ہی اندر سے جالا تنتی ہے اور پرلے کے وقت سب کچھ اُسی میں لے ہو جاتا ہے۔ لفظ پرکرتی کے معنی ہیں وہ چیز جو اپنے اندر سے سب شئے کو باہر نکالتی ہے چنانچہ ہندو درشن سنگرہ کے سانکھیہ درشن میں پرکرتی کی تعریف یوں لکھی ہے (دیکھو فقرہ دوسرا) پرکرتی پرکر تیتی ۔ یعنی پرکرشے روپ سے جو کرتا ہے اسی سبب سے اُسکا نام پرکرتی ہے یعنی پیدا کرنیوالی جو چیز ہے اسکو پرکرتی کہتے ہیں مگر چونکہ خود ظاہر نہیں ہوتی اسلئے اُس کا نام اویکت ہے یعنی غیر منکشف یا غیر ظہور یافتہ چنانچہ لکھا ہے۔ اویکتن نرگمنہ انکات "یعنی یہ تین گن والی ہونیکی وجہ سے وہ پرکرتی اویکت ہے (سانکھیہ درشن سوتر ۱۳۰) یعنی چونکہ اُس میں تین گن ایسے طور پر رہتے ہیں کہ ظاہر نہیں ہو سکتے اس لئے وہ اویکت کہلاتی ہے اور جب وہ تینوں گن ظاہر ہوتے ہیں اور مختلف صورت پکڑتے اور سرشٹی یا جگت وغیرہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں تو وہ ویکت کہلاتے ہیں اور یہ صورت ان کی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انکی باہمی آمیزش میں کمی بیشی اور تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں مگر پرکرتی میں یہ تبدیلیاں اور کمی بیشی نہیں ہوتی اور اسی لئے دکھائی نہیں دیتی بلکہ اُس میں تین گنوں کی پوری پوری مقدار اور وزنیت رہتی ہے اسی لئے اسکی یہ تعریف کی گئی ہے ستوا ۔۔۔ ساميا وستھا پرکرتیہ" (سانکھیہ درشن سوتر ۱ ۹) یعنی ۔۔۔ یا مساوی الو ۔۔۔ حالت ۔۔۔ جاگرت ۔۔۔ جسم ۔۔۔ سے پرکر ۔۔۔ طرح معلوم نہیں ۔۔۔ اپنی ساای ۔۔۔ ں۔ دیکھو ۔۔۔ ہے ۔۔۔ بھی ۔۔۔ ہیں

ہیں تب اُسکا ستھول روپ پرگٹ ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ پرکرتی تین گنوں سے مرکب ہے اور انکی مساوی الوزنیت میں وہ مخفی ایک غیر ظہور یافتہ صورت میں رہتی ہے یعنی اویکت روپ ہوتی ہے لیکن جب وہ اُن تین گنوں کی غیر مساوی الوزنیت کی حالت میں آتی ہے اور اس سبب سے نئی نئی صورتیں اختیار کرتی ہے تو وہ اس ویکت روپی سنسار میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور عجیب عجیب صورتیں بناتی ہے اور چونکہ پُرش کے بعد سب سے بڑی اور اول چیز اور سب سے پہلے یہی ہے اس لئے اُسکو پردھان بھی کہتے ہیں ۔ دیکھو پردھان اویکت ۔ اور چونکہ اس کا کوئی کارن نہیں اور نہ یہ کسی کا کاریہ ہے اس لئے اسکو بے جڑ کی جڑ کہا ہے۔ سولا بھاوا د اَمولن مولم" مول میں مول ہونے سے وہ بے مول کی مول ہے (سانکھیہ درشن سوتر ۶۰) یعنی کہ پرکرتی ایسی جڑ ہے جسکی جڑ نہیں ہے۔ اس لئے کہ جسکی جڑ نہیں ہوتی پس پرکرتی ایک غیر مولود شئے ہے اور خود اس برہمانڈ کی جڑ ہے۔ اور ویدانت میں اسکو مایا کہتے ہیں چنانچہ شوتیا شوتر اپنشد ۴: ۱۰ میں آیا ہے "مایان تو پرکرتین ودیا نمایِنن تو مہیشورم" یعنی "پس جان لے کہ پرکرتی مایا ہے (مصنوع شئے) اور مہیشور (خدا تعالیٰ) مائین (صانع) ہے یہاں پر چونکہ دنیا پرکرتی سے بنی ہے اس لئے اسکو پرکرتی سے مشابہ کیا ہے (دیکھو مایا)۔ پھر اسکو بعد کے زمانہ میں شکتی کے نام سے موسوم کیا ہے (دیکھو شکتی ۔ نیز اوکرتی) ۔

(۲) اس تعلیم کی اصل ویدوں میں علما رنے پرکرتی کی اس تعلیم کی اصل اور منبع ویدوں کے منتروں میں پایا ہے ۔ انکے خیال کے بموجب اس قیاس کی اصل ناسدیہ سکت کے فقرہ ...

آبھاؤ ۔ ا بمعنی نہ اور بھاو بمعنی ہونا یا ہستی یا وجود سے مرکب ہے اور جس کے معنی ہیں ہستی کا نہ ہونا عدم وجود نیستی ۔ انم بھٹ کے بیان کے مطابق سپت پدارتھوں میں سے ایک ہے (درویہ گن کرم سامانیہ وشیش سمواے آبھاو سپت پدارتھہ" (ترک سنگرہ) اور نیائے درشن کے مطابق سولہ پدارتھوں میں سے جو ایک پدارتھ پرمان (پرمانڑ) ہے اُسکی چار قسموں کے علاوہ وہ ان چار قسموں میں سے ایک قسم ہے چنانچہ لکھا ہے "ن چتشٹوتو نے

بشیا عقلاً پتی شبھو ابھاو پدارتھیات میں بیان جاری ہیں کیونکہ پتیہا کا معنی سمجھو۔ اور ابھاو بھی بیان ہیں [illegible] ۔۔۔ ہیکیونکہ کارن کے ابھاو سے کاریہ کے ابھاو کا گیان ابھاو بیان سے ہوتا ہے لیکن اس سے ہم نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ ایک جگہ تو بیان چار قسم ہی کے بتائے ہیں اور دوسری جگہ اور وہیں کے یہ چار قسمیں اور ۳ ہی ہیں اور یوں کتاب میں ایک قسم کا ستم پیدا ہوتا ہے۔ نہیں۔ اس کا حل صاحب کتاب انکا سوتر (۹۶) میں یوں کرتے ہیں کہ شبد ایتہیا ارتھا پتی سمبھو ابھاو انتر بھاو اچیادپر تکھسیہ عت یعنی ایتہیا کا شبد پرمان میں اور ارتھا پتی و سمبھو اور ابھاو کا انومان پرمان میں انتر بھاو ہونے سے کوئی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ بیان پھر بھی چار ہی قسم کے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ابھاو دراصل انومان پرمان کی ایک قسم ہے دیکھو انومان۔ پرمان) ان چاروں پرمانوں سے الگ نہیں ہے کیونکہ کارن کے ابھاو سے (یعنی سبب کے عدم سے) کاریہ (مسبب) کا ابھاو (عدم) انومان ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔

پورو پکش (معترض) ابھاو کے پرمان ہونے میں شک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نا ابھاو پرمان پرمیا سبعیہ (ایضاً سوتر ۷) ابھاو پرمان نہیں ہو سکتا کیونکہ پرمے کا ثبوت نہیں ہے یعنی جس کا پرمے سدھ نہیں وہ پرمان ہی کسی کام نہیں۔ جواب میں سوتر کار فرماتے ہیں تا لکشنیکیو [illegible] لکشنا نان تیترے سدھیہ (ایضاً سوتر ۸) مطلب یہ ہے کہ جیسے کچھ چیزیں بے نشان ہوں اور کچھ نشان والی جہاں [illegible] وہ سب ایک ہی جگہ رکھی ہوئی ہوں اور تم کسی آدمی سے کہو جاؤ اور بے نشان چیزیں لے آؤ تو وہ وہی چیزیں لے آئیگا جن میں نشان کا عدم یا ابھاو ہوگا۔ یہاں لکشنوں کے ابھاو سے گیان ہوا۔ اور جو گیان کا ہیتو ہے وہ پرمان ہے پس ابھاو پرمان ہے۔ پھر کہا ہے [illegible] ۔۔۔ اپی چیتا ہیتہ لکشنو ویتیہ (ایضاً سوتر ۹) [illegible] ہو کر کچھ نہ رہے وہاں اُس کا ابھاو کہا جاتا ہے [illegible]

پہلے گمٹ تھا اور پھر وہاں سے ہٹا لیا گیا تو وہاں گمٹ کا ابھاو ہوا۔ چنانچہ جس نے پہلے وہاں گمٹ کو دیکھا تھا اور اب اسکو وہاں نہیں دیکھتا تو اُس کے لئے اُس گمٹ کا ابھاو الگ انومان بلکہ پرتیکش پرمان ہے کہ وہ گمٹ وہاں نہیں ہے۔

معترض پھر اعتراض کرتا اور کہتا ہے کہ نت سدھر لکشنیکیو ہیتہ (ایضاً سوتر ۱۰) یعنی اوپر کی مثال میں لکشن والے وستوؤں میں جو لکشن نظر آتے ہیں وہ اُن لکشنوں کے الکشیت وستوؤں میں ابھاو کہنا ہیتو تو یہ ہے بے سبب ہے کیونکہ جو ودیامان ہے اُس کا ابھاو ہی نہیں ہے کیونکہ لکشن والی چیزوں میں سے لکشن نکل کر الکشیت چیزوں میں تو جا ہی نہیں سکتے۔ لکشیتوں میں تو لکشنوں کا بھاو ہے اور الکشیتوں میں تو پہلے ہی سے لکشن نہیں ہیں۔ پس ابھاو کہنا ہی درست نہیں۔ جواب اُس کا یہ دیا گیا ہے کہ ن لکشنو آوستھیا پیکش سدھیہ (ایضاً سوتر ۸) یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ جو لکشن ظاہر ہیں اُن کا ابھاو ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعض میں لکشن ہیں اور ۔۔۔۔۔

ابھرک۔ یہ ایک مشہور دوا کا نام ہے جو شیشہ کی مانند چمکیلے اور شفاف پتھر ہوتے ہیں۔ اُس کی اُتپتی کی بابت ہندوؤں کی کتابوں میں یوں ذکر آیا ہے کہ پہلے ورترا سُر کو مار کے لئے اندر نے بجر اُٹھایا اُس میں سے جو کچھ اُس وقت نکل کر چنگاریاں [illegible] پھیل گئیں اور پھر [illegible] کا شبد ہونے سے [illegible]

[illegible]

سے مرکب ہے دیوتاؤں اور منشوں نے بذریعہ تغیر یا (یعنی اس ہی ہتا میں اس مرکب کو استعمال کرنے سے) پنی چہ کو ایسا ستھر قایم کیا کہ اسی وید میں انہوں نے مکتی حاصل کی ہو جیسا کہ آگے کے [illegible] سے دس فقرات تک میں لکھا ہو کہ دیوتا منتشادی ہیں بھی ایک لوگوں نے اسکے پربھاؤ سے رو تو یہ وبہو (یعنی نورانی جسم) دھار کر جیون مکتی پائی۔ رسیشور سدھانت میں سنا جاتا ہو کہ مہیش آدی کوئی کوئی دیو گنتر، کنس آدی دیتیہ گنتر، بالکھلیا آدی رشی گنتر، سومیشور آدی راجا گنتر، گووند بھگت پاد اچاریہ، گووند نایک، چرپٹی، کپیل، ویالی، کاپالی، کنداین۔ یہ لوگ ایون انیاپیہ انیک ودیتی سدھ ہو کر رس سے منتر ہو کر نگیرہ کر وچرن کرتے ہیں"۔

چتر ورن (یعنی برہمن کشتری ویش اور شودر) کے لحاظ سے ابھرک بھی چار پرکار کا ہے یعنی سفید رنگ کا ابھرک برہمن، لال رنگ کا کشتری، پیلے رنگ کا ویش، اور کالا ابھرک شودر ہے۔ رسائن کاریہ میں سرخ، سونا بنانے میں پیلا، بیماریوں کے لئے کالا ابھرک اتم ہے۔ آگ میں ڈالے جانے سے جو تبدیلی اس میں واقع ہوتی ہو اُس کے لحاظ سے یہ پھر چار قسم کا ہوتا ہے یعنی جس ابھرک کو آگ میں ڈالنے سے اسکے پرت جھوٹ جائیں وہ پناک ابھرک کہلاتا ہو۔ اگر کوئی انجانے کھالے تو وہ اس سے مہا کشٹی ہو جاتا ہو۔ جو ابھرک آگ میں ڈالنے سے مینڈک کی طرح آواز دے وہ درڈر ابھرک ہے۔ یہ ابھرک شریر میں بہت سی گرہیں پیدا کرکے انسان کو مار ڈالتا ہو۔ جو ابھرک اگنی میں ڈالے جانے سے سانپ کی طرح پھنکارے مارے [illegible] ..

کام (۱) [illegible]
واحد کے اندر [illegible]
آئی "وہ وا [illegible]
تھا۔ خواہش [illegible]
تھا۔ منسہ [illegible]
[illegible]
میں پھیلا ہوا [illegible]

اور اُپنشدوں میں بھی مذکور ہو کہ خلقت میں پہلا قدم یہ تھا کہ پرجاپتی یا برہم نے خواہش کی۔ اور تیتریہ براہمن ۲؛۸-۹-۵ پر شرح کرتے ہوئے بھاشیہ کار یوں بھاش کرتا ہو کہ "بعض لوگ لکھتے ہیں کہ کام ہی ساری مخلوقات کا سبب ہے۔ اور کہتا ہو" یہ پُرش خود خواہش (کام) سے حرکت میں آیا ہو" اور ویاس جی اپنی سمرتی میں کہتے ہیں کہ جو شے اس دُنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھتی ہو وہ کام ہو۔ اسکا کوئی اور بندھن نہیں ہو۔ یہی بات ہم اپنے مشاہدے سے بھی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ آدمی صرف اُسی کے پیچھے جاتا ہو جبکہ وہ کسی کی خواہش (کامنا) کرتا ہو اور اس کے لئے کوشش کرتا ہو۔ اور اس طرح سکھ دُکھ معلوم کرتا ہو۔ پھر اسی کے مطابق تیتریہ اُپنشد (۲:۶) میں آتا ہو "اس پرماتما نے خواہش کی۔ میں بہت ہو جاؤں میں پرجا والا ہو جاؤں۔ اُس نے تپیا کی۔ اور ایسا کرکے اُس نے یہ سب کچھ پیدا کیا...

(۲) رگ وید میں کام ایک دیوتا کا نام بھی ہو مگر اس سے کامدیو یعنی عشق کا دیوتا مراد نہیں ہو اسکا ذکر اتھرو وید ۹:۲ میں اس طرح پر آیا ہو کہ وہ ایک بڑی بھاری طاقت ہو جو تمام دیوتاؤں پر فائق ہو۔ اور اُسی سے مناجات کی جاتی ہو کہ....

آشوین۔ یہ ویدوں کے اُن دیوتاؤں میں سے دو دیوتاؤں کا نام ہو جو آسمان میں رہتے ہیں (دیو ستھانا دیوتا) یاسک انکا بیان نروکت ۱۲:۱ میں یوں کرتا ہے "ترتیب میں دوسرے درجہ پر وہ دیوتا ہیں جو آسمان (دیو) میں رہتے ہیں۔ اُن میں سے آشوینوں کا ذکر پہلے کیا جاتا ہو۔ یہ آشوین اسلئے کہلاتے ہیں کہ وہ ہر ایک چیز کو ویاپک ہیں (ویاپنوتہ) اُن میں سے ایک نم (رطوبت) کے ساتھ اور دوسرا روشنی کے ساتھ (رسین انیو جیوتشا انیہ)۔ اورنابھ کہتا ہو وہ بعض اُن گھوڑوں کی وجہ سے کہلاتے (اشوئیہ) جن پر وہ ظاہر ہوتے ہیں پس یہ آشوین کون ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اُن سے مراد آسمان اور زمین ہے۔ بعض دن اور رات اور بعض سورج چاند کو تصور کرتے ہیں۔ پرانوں میں انکو دو راجہ جو نیک کام کرتے ہیں لکھا ہے.......

ملیح آباد کا آم



"سفیدہ" "دسہری"

یہ [illegible] شاہان [illegible] کے خاصہ کے آم ہین۔ اِنکی شیرینی۔ لذت، نفاست، خوشبو کے سامنے دُنیا کے سب آم بے حقیقت ہین۔ صاحبان ذوق کے لئے یہ ایک خاص چیز ہے۔ [illegible] ان وحکام کی ڈالی کے لایق، اور دوستون کے تحفہ کے قابل اس سے بہتر آم نہین۔ برسات مین آم کھانے کا لطف انہین آمون مین ہے قیمت حسب ذیل ہے۔

سفیدہ	قسم اول [illegible] فیصدی	دسہری	قسم اول [illegible] فی [illegible] عدد
〃	〃 دوم [illegible] 〃	〃	〃 دوم [illegible] 〃 〃 〃
〃	〃 سوم [illegible] 〃	〃	〃 سوم [illegible] 〃 〃 〃

دیگر خاص قسم کے آمون کی قیمتین حسب ذیل ہین

نام	قسم اول	قسم دوم	قسم سوم	نام	قسم اول	قسم دوم	قسم سوم
بمبئی	[illegible] فیصدی	[illegible] فیصدی	[illegible] فیصدی	خوش نصیب	[illegible] فی [illegible] عدد	[illegible] فی [illegible] عدد	[illegible] فی [illegible] عدد
نایاب	[illegible] 〃	[illegible] 〃	[illegible] 〃	[illegible]	[illegible]	[illegible] 〃	〃
شہد گپی	[illegible] 〃	[illegible] 〃	〃	[illegible]	[illegible] فیصدی		
لنگڑا	[illegible] 〃	[illegible] 〃	[illegible] 〃	بے نظیر	[illegible] 〃	[illegible]	
بادشاہ پسند	[illegible] 〃	[illegible] 〃	[illegible] 〃	گلاب پاشی	[illegible] فی [illegible] عدد		
میوہ مغلی	[illegible] فی [illegible] عدد	[illegible] فی [illegible] عدد	[illegible] فی [illegible] عدد	جہادیا	[illegible]		
بڑھوئی	[illegible] 〃	[illegible] 〃	[illegible] 〃	سرخا [illegible]			

نام	قسم اول	قسم دوم	قسم دوم	نام	قسم اول	قسم دوم	قسم سوم
منموہن	[illegible] فیصد	.	.	گول	[illegible] فیصد	.	.
گدھامار	[illegible] "	.	.	مکھن	[illegible] " "	.	.
دھرتی ڈھک	[illegible] "	.	.	بھورا	[illegible] "	.	.
طوطاپری	[illegible] "	.	.	دیسی تخم میل	[illegible] " "	.	.
طمنچہ	[illegible] "	.	.	.	.	.	.

ہم نے خربزہ کی روانگی کا بھی انتظام کیا ہے۔ شہد پور دمڑیاؤن سے خاص طور پر ہمارے ہان روزانہ آتے ہین اور خریدارون کو روانہ کئے جاتے ہین، تعریف کرنا فضول ہے، کیونکہ لکھنؤ کے خربزہ عام طور پر دنیا مین شہرت حاصل کر چکے ہین قیمت حسب ذیل ہے:-

قسم اول	[illegible]	فی ۵ ثار
" دوم	[illegible]	"
" سوم	[illegible]	"
" چہارم	١٢ر	"
" پنجم	٨ر	"

* اس قسم کا مال بذریعہ ریلوے پارسل روانہ ہوا کرتا ہے۔ لہذا [illegible] سال کرنا چاہئے۔ بقیہ قیمت بذریعہ ویلو پے ایبل وصول کیجائیگی نام صاف تحریر کرنا چاہئے۔ خرچہ روانگی ذمہ خریداران ہوگا [illegible] کی روانگی نہوگی۔

ـــا و نمبر ۲۰ کنٹونمنٹ روڈ۔ لکھنؤ

اودھ تمباکو فیکٹری گھسیاری منڈی لکھنؤ

تمباکوے خوردنی (زردہ۔ قوام۔ گولی)

حضرات! لکھنؤ کا یہ وہ نفیس تحفہ ہے جس کا ثانی ہندوستان مین کسی اور جگہ میسر نہین ہو سکتا، ہمارے یہان جو تمباکو تیار ہوتا ہے وہ مضعف دماغ ہونے کے بجائے مقوی دماغ ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص خوبی ہمارے تمباکو مین ہے جس پر ہمکو ناز ہے۔ علاوہ ازین خوشبودار اور خوش ذائقہ اس قدر ہے کہ اگر آپ ایک دفعہ اسکو استعمال کرین تو ناممکن ہے کہ آپ اس کے گرویدہ نہ ہو جائین۔ ۱ا ر کے ٹکٹ ڈاک آنے پر ہم نمونہ بھی روانہ کر سکتے ہین۔ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہین کہ ہم آپکو اپنے تمباکو کی عمدگی کا یقین دلا سکین

نرخ حسب ذیل ہے

زردہ مشکی

نمبر۱	مشکی	فی تار	[illegible]
نمبر۲	مشکی	فی تار	[illegible]
نمبر۳	مشکی	فی سیر	[illegible]
نمبر۴	مشکی	فی تار	للعہ/
نمبر۵	زعفرانی	فی تار	[illegible]

قوام مشکی

نمبر۱	مشکی	فی تولہ	عہ/
نمبر۲	مشکی	فی تولہ	۸ر
نمبر۳	مشکی	فی تولہ	[illegible]
نمبر۴	مشکی	فی تولہ	[illegible]
نمبر۵	زعفرانی	فی تولہ	[illegible]

گولی مشکی

نمبر۱	مشکی	طلائی	فی تولہ	[illegible]
نمبر۲	مشکی	نقرئی	فی تولہ	۱۰/
نمبر۳	مشکی	نقرئی	فی تولہ	[illegible]
نمبر۴	[illegible]	نقرئی	فی تولہ	[illegible]
نمبر۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تمباکوے کشیدنی

مثل تمباکوے خوردنی لکھنؤ کا کشیدنی تمباکو بھی مشہور ہے مین اس کے متعدد کارخانہ ہین اور ہر کارخانہ اپنے مال کو [illegible] نہین کہہ سکتے کہ ہمارے ہی کارخانہ کا مال دیگر کارخانجات [illegible]

اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے یہاں نہایت محنت و ایمانداری سے کام ہوتا ہے - ہر چیز عمدہ خرید کی جاتی ہے اور مال نہایت صفائی سے تیار کیا جاتا ہے منگا کر ملاحظہ فرمایئے - خود ہی ہماری سچائی کا اظہار ہو جائے گا - نرخ حسب ذیل ہیں:-

۱	خمیرہ اناس	مشکی فی سیر	للعہ	فی من	ما سے
۲	خمیرہ اناس	مشکی "	عکا	"	لـد
۳	خمیرہ اناس	مشکی "	عہ	"	سعہ
۴	خمیرہ سیب	مشکی "	۸ر	"	عسہ
۵	خمیرہ لونگ	فی سیر	۴ر	"	عہ
۶	خمیرہ معمولی	فی سیر	۳ر	"	معہر
۷	خمیرہ معمولی	فی سیر	۲ر	"	صہ

متفرق اشیاء ساختۂ لکھنؤ

۱ - چکنی ڈلی - یک رنگی فی سیر ۱۲ر عہ ر عا

۲ - " - دو رنگی فی سیر " سے ر للعہ ر

۳ - چکنی ڈلی کا چورہ فی سیر ۱۳ر عا ر ۸ر

۴ - الائچی مسی فیصد " " ۳ر ۸ر عہ ر

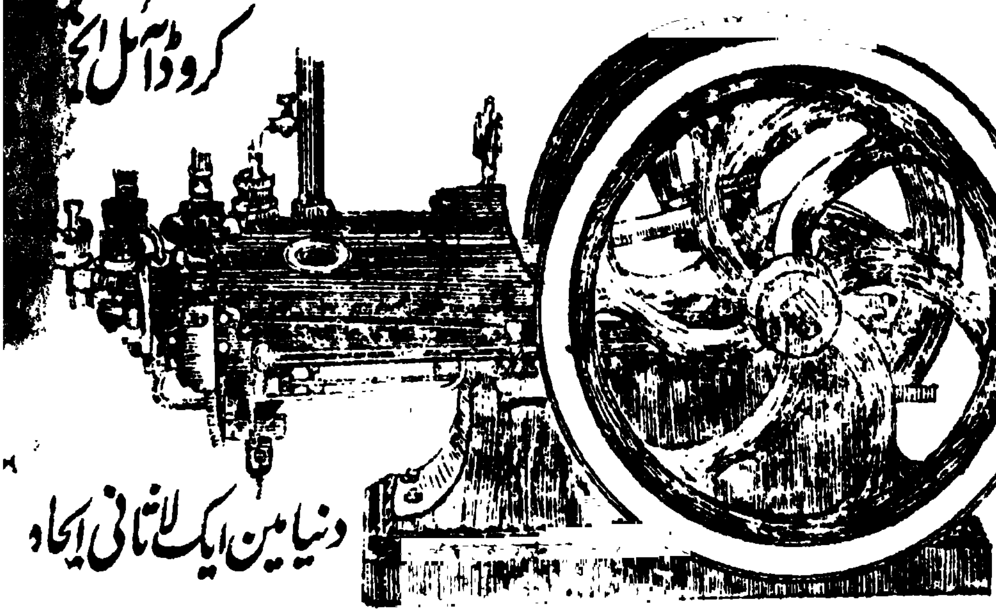
۵ - مسی خوشبودار - فی سیر عا ر عہ ر ۰

۶ - کتھ خوشبودار فی سیر عا ر سے ر ۰

شرائط:- (۱) محصول ڈاک و خرچہ روانگی ذمہ خریدار ہوگا - (۲) ایک روپیہ سے کم کی ویلیو پی ایبل نہ ہوگی - اس کے لئے نقد قیمت آنا چاہیے (۳) نام و پتہ (۴) وزنی پارسل منگانے کی صورت میں قریب کے ریلوے اسٹیشن کا نام لکھئے - (۵) نرخ تاجرانہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوگا -

تمباکو فیکٹری - گھسیاری منڈی لکھنؤ

کروڈ آئل انجن



دنیا مین ایک لاثانی ایجاد

ولایت کے ماہرین عالی دماغ انجنیرون کے گوشۂ خاطر مین اس خیال کی تخم ریزی ہوئی کہ انجن کے مطابق قابلیت کا وہ کرشمہ ہو جس سے کم سرمایہ کے صرف سے موجودہ معروجہ کی نسبت زیادہ طاقت پیدا ہو اور اس طاقت کا وجود مالکان کارخانہ اور بیوپاری اصحاب کے لئے مفید ثابت ہو کر تجارتی کاروبار کو اور بھی ہر دلعزیز اور دلکش صورت کا لباس پہنائے تاکہ عوام بلا کسی قسم کے خطرہ کے کھلے دل بڑے اشتیاق سے کارخانون کو نصب کرین۔ آخرش کشمکش تحقیقات اور کوششون کا سینہ کا بر لائی اور کروڈ آئیل انجن وجود مین لایا گیا۔ یہ انجن معمولی مٹی کے تیل پر چلنے والے آئیل انجن کی نسبت ۵۰ فیصدی کم صرفہ پر چلتے ہین۔ ان انجنون مین وہ تیل جسکو کچا تیل کہتے ہین جلایا جاتا ہے جو کلکتہ بمبئی مین ااا فی ٹین (۴ گیلن) کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ قیمتین و مفصل حالات بذریعہ خط و کتابت معلوم ہو سکتے ہین۔

ہم اعلےٰ کاریگرون کے گیس و اسٹیم انجن و بوائلر ہر وقت اپنے کرانچی گدام مین تیار رکھتے ہین اور فوراً مہیا کئے جا سکتے ہین۔
نیز آٹا۔ چاول۔ تیل۔ کھانڈ۔ برف کی مشین و ماء ذہنکالنے کے لیپ نہایت عمدہ قسم کے اپنے کارخانہ **بادامی باغ** مین بنا کے اور مہیا کرتے ہین ہمکو الہ آباد نمائش مین ججون نے امتحان کر کے عطا کئے ہین جو کہ ہماری مشینون کے اعلےٰ ہونے کی زبردست شہادت ہے

المشـ[illegible]

راجا اینڈ کمپنی کوٹھی [illegible] کان پور۔ تار کا پتہ "راجا" کان پور

معذرت:- افسوس ہے کہ اس نمبر کی رنگین تصویر وقت پر تیار ہو کر نہ آسکی۔ انتظار کرنا بہت [illegible] یا۔ مجبوراً پرچہ بلا تصویر شائع کیا جاتا ہے رنگین تصویر کسی آیندہ نمبر کے ساتھ بھیجدی جائے گی۔ (ایڈیٹر)

نمبر ۲ — ادب اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ — اگست سنہ ۱۹۱۷ع

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

فہرست مضامین

تصاویر (۱) مرزا غالب (۲) عالم خیال

قیمت نمونہ ۸ / — شاکر ...

کیمیاگری

دراصل کامل صحت کا دوسرا نام ہے

چونکہ صحت ہی کامیابی - طاقت اور دولت کی بنیاد ہے۔ اور صحت کے قیام کے لئے رسائن دوائیں سب سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہو چکی ہیں - جس طرح اکسیر لوہے کو سونا بنا دیتی ہے - ویسے ہی رسائن دوائیں جسم انسانی کے تمام ظاہری اور باطنی نقائص کو دور کر کے جسم کو مضبوط بناتی ہیں - دماغ کو طاقت بخشتی اور جملہ اعضائے بدن کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان میں سے بھی

منوہر رسائن

تمام رسائن دواؤں کی سرتاج تسلیم کی گئی ہے۔

چونکہ یہ بلغم کی خرابی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے جو تمام بیماریوں کی جڑ ہے
چونکہ یہ بگڑے ہوئے خون کو صاف کرتی اور صاف خون بکثرت پیدا کرتی ہے
چونکہ یہ ضعف دل - اختلاج القلب - افسردہ دلی - مردہ دلی اور پریشانی کو دور کر کے حوصلہ اور ہمت بڑھاتی اور دل کو فرحت بخشتی ہے
چونکہ اسکے استعمال سے ضعف دماغ - نسیان - کند ذہنی - سر درد - سر دائمی اور دوسری شکایات بالکل دور ہو جاتی ہیں - اور قوت حافظہ و ذہانت بڑھ کر مطالعہ کتب اور دماغی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے۔
چونکہ سالوں کا بگڑا ہوا کام اسکے استعمال سے چند ہی ہفتوں میں دور ہو جاتا ہے
چونکہ اس کے متواتر استعمال سے رقت - سرعت - احتلام اور جریان کی شکایات بھی رفع ہو جاتی ہیں - جو مردانہ اجسام کو گھن کے کیڑے کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا بنا دیتی ہیں۔
چونکہ اس کے استعمال سے دودھ - گھی اور ماکھن وغیرہ اشیا بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں۔

قیمت فی پیکٹ (۲۰۰ گولی) صرف اڑھائی روپے (عہ) ہے

فخر قوم شریمان لالہ لاجپت رائے صاحب پلیڈر ہائیکورٹ لاہور فرماتے ہیں - کہ مجھے منوہر رسائن سے بہت فائدہ ہوا - میری بیماری اور کمزوری کو رفع کرنے کے لئے

ملنے کا پتہ

وید راج سرداری لال
آیورویدک فارمیسوٹیکل کمپنی لمیٹڈ

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپ کے دکھ درد کے سچے دوست ہیں!

اصلی عرق کافور

ہیضہ کی انمول دوا ہے۔ کہیں ہیضہ پھیلا ہو تو دو چار بوند کھا لیا کریں پھر ہیضہ ہونے کا ڈر نہیں رہیگا۔ اگر وقت پر دوا دی جائے تو سو میں نناوے آدمی بچتے ہیں عرق کافور گھر گرہست اور مسافر کو ہمیشہ پاس رکھنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ر

عرق پودینہ

یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے اور اس لئے اسکا رنگ اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے۔ بدہضمی پیٹ پھولنا - ڈکار آنا - متلی و ریاح وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ بچوں کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی دوا نہیں ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک شیشی سے دو شیشی تک ۵ر

سر درد و ریاح کی دوا

درد پل بھر میں پہاڑ ہو جاتا ہے اور یہ اسکو پانی کر دیتی ہے۔ چک لہر تک کلکنی آدھے یا سارے سر میں کیسا ہی درد ہوتا ہو اس دوا سے دور ہو جائیگا۔ یہ ٹکیہ ایسی ہے کہ کھانے میں کوئی ذائقہ نہیں آتی قیمت ایک ڈبیہ بارہ ٹکیوں کی ۶ر محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر

کلورو ڈائن

یہ انگریزی کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤں، دست اور ہیضہ کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے کلکتہ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور یہ قیمتی کلوروڈائنوں سے بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت اصلی ایک برمن کا چار روپیہ - محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب فرمائیے۔

ایجنٹ ڈاکٹر محمد حسین چوڑی وار گلی لکھنؤ

مشاہیر دکن

سرزمین دکن کے ساتھ اکثر تاریخی معاشرتی اور تمدنی خصوصیات و روایات وابستہ سمجھی جاتی ہین جن کی وضاحت کا بہترین ذریعہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہان کی آبادی کے مختلف عناصر کا جن کے افراد کو ان خصوصیات و روایات کے زندہ رکھنے کا حقیقی معنوں مین امتیاز حاصل ہے ایک جامع اور مفصل تذکرہ قلمبند کیا جائے۔ اس طرح گویا دکن کی گذشتہ ترقیات اور موجودہ اصلاحات کی ایک دلچسپ تاریخ کی تدوین کا مقصد اعلیٰ پورا ہوسکتا ہے۔ اسی خیال سے ہم نے مشاہیر دکن کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے جسکی تقسیم حسب ذیل ابواب پر کیگئی ہے:-

۱۔ مختصر تاریخ دکن مع نقشہ۔ ۳۔ امرا و روٗسا و جاگیرداران۔

۲۔ والیان دکن۔ ۴۔ اہلکاران ریاست۔

۵۔ علما، شعرا، اہل قلم وغیرہ

ہماری دماغی کوششین گذشتہ دو سال سے مشاہیر دکن کی ترتیب و تکمیل کا مرکز بنی ہوئی ہین اور بیشتر بزرگان دکن نے ہماری عاجزانہ مساعی کو بنظر استحسان دیکھا ہے ذاتی جد و جہد اور نجی خط و کتابت کے ذریعہ سے اس کتاب کے لیے بہت کچھ مسالہ جمع ہوچکا ہے لیکن ہم مشاہیر دکن کو ہر پہلو سے مکمل دیکھنا چاہتے ہین اس لیے استدعا ہے کہ مشاہیر دکن امکانی عجلت کے ساتھ اپنے باتصویر حالات ہمین ارسال فرمائین تاکہ کتاب کی اشاعت زیادہ عرصے تک معرض تعویق مین نہ رہے۔

مشاہیر دکن کے محاسن ظاہری و باطنی کے متعلق صرف یہ اطمینان کافی ہوگا کہ لوازم طبع اور خوش سلیقگی کا خاص لحاظ رکھا جائیگا۔ حجم کم و بیش ڈیڑھ ہزار صفحات ہوگا؛ اور ہاف ٹون تصاویر جن سے غیر معمولی نظر فریبی کا سامان پیدا ہوسکتا ہے کم از کم ڈھائی سو ہونگی۔ ظاہر ہے کہ ایسی چیزین روز روز نہین شائع ہوتین اس لیے جو حضرات اسوقت توجہ نہ فرمائین گے اُنھین بعد کو یقیناً متاسف ہونا پڑے گا۔

مفصل پراسپکٹس مع نمونہٗ حالات و تصویر عنقریب شائع کیا جائیگا اور ختم ترتیب پر کتاب کی قیمت کا اعلان کر دیا جائے گا۔

بذیل رہنما

پیارے لال، آشوب مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ (اودھ)

[illegible]



نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی

العصر

سائنس

سائنس سے کیا فائدہ؟ یہ امر مسلم ہے کہ ہمارا دینی اور دنیوی فائدہ تین قسم کی ترقیون پر منحصر ہے، دماغی، اخلاقی، اور جسمانی۔ یہ دونون ایک دوسرے کے ساتھ کسی حد تک لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہین۔ اگر کسی نے دماغی کو لیا اور روحانی حفاظت کو چھوڑ دیا، یا جسمانی کو لیا اور اخلاقی کی زیادہ پروا نہ کی، تو اسکی زندگی کا مقصد اصلی کبھی پورا نہین ہو سکتا؛ اور بحیثیت ایک اشرف المخلوقات ہونے کے اپنے فرائض کو اسنے ادھورا اور ناکمل چھوڑ دیا۔ تاریخ اور سوانحات ہمین بتاتے ہین کہ جتنی پاکیزہ اور بابرکت زندگیان نیک، جلیل القدر، اور عالی ہمت لوگ گزرے ہین، جن کے وجود نے اور جن کے کامون نے مخلوق عالم کو فائدہ پہنچایا ہے انہین یہ تینون صفات ایک حد تک قدرتی طور سے موجود تھے، اور ان کی ترقی اور حصول پر انہون نے اپنے تمام کامون کا انحصار سمجھا ہے اور ایک حد تک یعنی جہانتک ان کے ذرائع، گرد و پیش کے اسباب، اور اتفاقات نے اجازت دی ہے، وہ پورے طور سے بہرہ مند ہوئے ہین اور اسی لئے اپنی کوششون مین بھی کامیاب رہے ہین۔

اب ہم ترتیب سے ان تینون ذرائع کو یکے بعد دیگرے لیکر بتائین گے کہ سائنس کی تعلیم ہمین انکے اکتساب مین کہان تک مدد دے سکتی ہے۔

دماغی ترقی دماغی ترقی کے لئے واقفیت مفید کا اچھی طرح ذخیرہ ہو تاکہ بلند پروازی، خوش نظری، باریک بینی، اور شستگی ہمارے خیالات مین پیدا ہو، اور غور و فکر مین ایسی جلا ہو جائے کہ درست طریقون سے سوچنے سمجھنے اور ان سے صحیح نتائج نکالنے کا مادہ ہم مین پیدا ہو جائے، اور قوت ممیزہ اور قوت فیصلہ مین کسی قسم کی کمزوری باقی نہ رہے۔ سچی تعلیم سے یہی مقاصد مقصود ہین اور اگر یہ نہین حاصل ہوئے تو وہ تعلیم بالکل فضول اور ناکارہ سمجھی جائے گی۔ لٹریچر، تواریخ، ریاضی، اور فلسفہ وغیرہ کی طرف ہم اسی لئے متوجہ ہوتے ہین کہ ہمین ان دماغی ترقیون کے حصول مین مدد دین۔

پروفیسر ہکسلے اور دیگر علمائے سائنس کو یقین کلی ہے کہ یہ سب باتین محض سائنس ہی کی تعلیم سے ہمین حاصل ہو سکتی ہین، اور اگر ہم سوائے سائنس کے اور کسی مذکورہ بالا علم کی طرف توجہ بھی نہ کرین تب بھی ہم ان کل صفات سے بہرہ مند ہو سکتے ہین؛ بلکہ سائنس علاوہ ان کے اور ایسے صفات کا

پیدا کرنے والا ہے جو سوائے اس کے اور کسی علم سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

لٹریچر اور سائنس کا مقابلہ لٹریچر سے میرا مطلب شاعری ہے اور وہ حصہ نثر کا ہے جو ناول، ڈراما، قصہ کہانی وغیرہ کے پیرایہ میں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جس طرح تہذیب و تمدن بڑھتا جاتا ہے یعنی جسقدر زیادہ سائنس اور سائنٹیفک خیالات کی ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر شاعری میں کمزوری اور تنزل ہوتا جاتا ہے یہی حالت آجکل ممالک یورپ کی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ تخیلات اور توہمات کسی طرح عقل و دانش پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ اور اگر بقائے افوق کا مسئلہ اس کارگاہ عالم میں ٹھیک ہے جیسا کہ وہ برابر ٹھیک ہوتا رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ قانون قدرت سائنس اور شاعری پر صادق نہ آئے۔ اسی لئے ہم اندیشہ کرتے ہیں کہ تنازع البقا سے مغلوب ہو کر ایک نہ ایک دن وہ بالکل ہی نیست و نابود نہ ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ شاعری نے نازک خیالیوں اور بلند پروازیوں میں بہت وسعت پیدا کر دی ہے، اور اس میں بھی شک نہیں کہ بسا اوقات اس نے قومی جوش اور ہمدردی کو ہیجان میں لا کر پسندیدہ کار نمایاں بھی کئے ہیں لیکن یہ سب ذوقی باتیں ہیں۔ حقیقت میں اسکی ترقی تمدن اور تہذیب کا کبھی باعث نہیں ہوئی ہے اور نہ اسنے صداقت اور اصلیت کو اپنا شعار گردانا ہے۔ اور یہی حال ڈرامے اور بقیہ تمام نثر کا بھی ہے یہ اپنے دلکش خیالات و واقعات سے ہمارے تجربے اور زندگی کے معلومات میں گو ایک گونہ زیادتی کریں، اور ہمارے تخیل کو کیسی ہی بہت خوشی اور مسرت بخشیں لیکن بسا اوقات توہمات اور بطالت کے دریا میں ہمیں لیجا کر ڈال دیتے ہیں اور بہت سی بے اصل باتوں پر خیالات قایم کر کے باطل پرست اور فضول پسند بنا دیتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دماغ اس راہ راست سے دور بھٹک جاتے ہیں جس پر پہنچانی اور اسباب و علل کے راہنما کرتے ہیں اور تماشا گاہ قدرت کے فلسفے سے بے خبر اور جاہل رہ کر ہم سے اصلیت اور حقیقت کی جستجو اور اسکی پسند کا مادہ بالکل سلب ہو جاتا ہے۔

سائنس کا مقابلہ لٹریچر سے صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ہمارے تخیل کو خوش کر کے اسکو عارضی تندرستی بخشتا ہے اور دوسرا وہ ہے جسکی تندرستی دائمی ہے اور اس کا علم ضروری اور ناگزیر ہے۔ میرا مطلب اس سے یہ نہیں کہ لٹریچر کو سائنس کے مقابلہ میں آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے میرے نزدیک ضروری اور غیر ضروری کا فرق مدنظر رہنا چاہئے، اور سائنس کی دوسرے علوم کے مقابلہ میں وہ حیثیت ہونا چاہئے جو ہمارے لباس کی ضروریات یعنی کرتے اور پاجامے کو اسکی غیر ضروری چیزوں یعنی جبا اور قبا سے ہے جو صرف زیب و زینت اور خوشی کے لئے ہیں اور زیادہ از ضرورت ہیں۔ اس شخص کو آپ کیا کہتے کہ جو پاجامے اور کرتے کو فضول سمجھ کر صرف زرین جبا و قبا سے ملبوس ہو جائے؟

تاریخ اور سائنس کا مقابلہ ہماری واقفیت اور معلومات دو قسم کی ہونی چاہئے اول ان اشیا کا علم جنکو ہم روز دیکھتے، چھوتے، اور سونگھتے، اور ان سے لطف اٹھاتے ہیں؛ ان کی تعریف کرتے ہیں؛ ان کے اثر سے اثر پذیر ہوتے ہیں، اور بالکل انھیں میں اپنے کو گھرا ہوا پاتے ہیں یہ کل ہماری زندگی کے ساتھی ہیں اور اس کا ایک جزو خاص بن گئی ہیں۔ ہماری ہستی کے لئے انکا ہونا ایک امر ناگزیر ہے اور ہماری ذات کو بلا انکی مدد اور واقفیت کے کسی صورت سے مفر نہیں ہو سکتا۔ اب دوسری قسم میں وہ باتیں ہیں، وہ لوگ ہیں، وہ واقعات ہیں جو زمانہ ماضیہ میں گذر چکے ہیں۔ انکا نتیجہ ہمارا موجودہ تمدن اور طرز معاشرت ہے۔ اور وہ تمام قوانین و آئین ہیں جن پر آجکل سوسائٹیوں کا دار و مدار ہے۔ اس حد تک ضرور وہ ہمارے لئے کارآمد ہیں لیکن ان واقعات کے تفصیلی حالات جو تواریخ اور سوانح کے نام سے عام طور سے یاد کئے جاتے ہیں کسی طرح ہمارے لئے ایسے مفید نہیں ہو سکتے جیسا قسم اول کی اشیاء کا علم ہو سکتا ہے اور نہ ہم اس طرح سے براہ راست اثر پذیر ہو سکتے ہیں۔

ہمارا فرض اوّل یہ ہے کہ پہلے اپنی ذات سے متعلق باتون کا علم حاصل کرین اور بعد ازان دوسرے درجہ پر سوانح اور تواریخ کو دیکھین تو زیادہ حرج نہین۔ اس لئے یہان بھی سائنس اور تواریخ کا مقابلہ کرتے ہوے بلحاظ ضرورت اوّل و دوم کا ذکر دونون پر عاید ہوتا ہے۔

سائنس اور فلسفہ ان دونون مین بہت ہی کم فرق ہے۔ لفظ فلسفہ کے بڑے نامرحوم سے سمجھے جاتے ہین۔ لہٰذا عموماً کتابی فلسفے کے اصول فروع مراد لئے جاتے ہین۔ سائنس بھی تمام فلسفہ ہے۔ وہ فلسفہٴ قدرت ہے۔ وہ کارگاہ ہستی کی ایک جیتی جاگتی فلاسفی ہے کیونکہ وہ صرف لکھے ہوئے کتابی حوالون ہی کے بحث و مباحثات سے تعلق نہین رکھتا اور نہ محض مسائل کے قیاسات اور خیالات کی وسعت پر آغاز کرتا ہے بلکہ ان سب کے ساتھ مشاہدے تجربے عمل اور یقین کی مضبوط زنجیرون سے اپنے علم کو استوار کرتا ہے۔ اور اسکی روشنی مین سچائی اور صداقت کو ڈھونڈھ کر نکالنا چاہتا ہے۔

اخلاق و دین اس مین شک نہین کہ مذہبی اثر اخلاقی درستی کے لئے ایک ضروری شئے ہے۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ سائنس کو مذہب کا دشمن سمجھتے ہین بلکہ سائنس دان یا طبعیات وغیرہ کے جاننے والون کا شمار بدعقیدہ لوگون اور مرتدون مین کیا جاتا ہے۔ اس خیال کی بنیاد بالکل بے دلیل ہے وہ محض اپنی تنگ خیالی اور ذاتی تعصبات کو راہ دے کر ایسے گمان قائم کر لیتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ سائنس دان "آزاد خیال" ہین۔ وہ قدرت کی ہر بات مین دلیل اور وجہ نکالنا چاہتے ہین۔ اور اپنی عقل کو بڑا بنانا چاہتے ہین تاکہ خدا کی کائنات کو سمجھ جائین۔ حالانکہ اُسنے اسے اپنے بندون پر راز سربستہ کر رکھا ہے اور اس لئے اسکے کامون مین اپنی عقل کو دخل دینا کفر سے بھی بدتر ہے۔ مین اس "آزاد خیالی" کے الزام کو قبول کرتا ہون اور مانتا ہون کہ بے شک سائنس دان اس حد تک ضرور آزاد خیال ہین کہ وہ کارگاہ ہستی کے کسی کرشمے کو فوق العادۃ یا راز سربستہ نہین سمجھتے۔ ان کا اس مسئلے پر بالکل اعتقاد نہین کہ خدا کی کائنات سمجھنے ہی کے قابل نہین ہے۔ بلکہ جو کچھ معلوم نہین ہو سکا ہے اسکو وہ اپنی کم مایگی پر محمول کر کے پورا بھروسہ رکھتے ہین کہ علوم مین جس طرح ترقی ہوتی جائے گی اور جس طرح ذرائع وسیع ہوتے جائین گے اسی طرح وہ باتین بھی جو ابھی بالکل راز بستہ ہین کھلتی اور سلجھتی جائین گی۔ وہ اس امر سے بالکل انکار کرتے ہین کہ خدا کی مخلوق سمجھنے کے قابل نہین ہے۔ بلکہ اس خیال ہی کو وہ بنی آدم کے لئے قابل ملامت اور لایق مذمت سمجھتے ہین کیونکہ قادر مطلق نے جتنی چیزین ہمارے گرد و پیش بنائی ہین اُن مین اُسکی قدرت کے صدہا کرشمے جلوہ گر ہین۔ اسی لئے اُسنے عقل دی تاکہ اُنکے سمجھنے کی کوشش کرے۔ آنکھین اور کان دیکھنے اور سننے کے لئے عطا فرمائے۔

اب اگر اپنی تنگ خیالی کو راہ دے کر ہم اسکی گوناگون صناعیون کی طرف سے آنکھین پھیر لین اور اس کے چہچہاتے قدرت کے صدہا راگون کے سننے سے کان بند کر لین اور عقل کو معذور جانکر اُنکے سمجھنے بوجھنے کی کوشش نہ کرین تو فی الواقع یہ ایسا کفران نعمت ہے جسکی مثال ملنا مشکل ہے۔ فرض کرو کہ ایک بے مثل صناع نے ایک نہایت ہی لاجواب عمارت بنا کر کھڑی کر دی ہے اور دیکھنے والا صرف باہر سے اُسکا نظارہ کر رہا ہے مگر اسکی اندرونی خوبیون سے بالکل بے خبر ہے۔ نہین جانتا کہ کیا کیا عجائب و غرایب صفتین اس کے اندر مخفی ہین اور کیا کیا دل آویز خوبیان اس مین موجود ہین۔ پھر بھلا وہ اپنے اس سرسری مشاہدے سے اِس عالی قدر صناع کی دستکاریون کی کیا قدر کر سکے گا اور اس کے بے مثل تماشاگاہ قدرت کی کیا داد دے سکے گا؟ مگر سائنس دان اسکو اپنا فرض سمجھکر ان باتون کو پورے طور سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی آنکھون کے سامنے ہر شجر، حجر، پھول، پتے، ذرے ذرے مین اور کیڑے مکوڑون تک مین خدا کی حکمتون کے دفتر کے دفتر لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہین سعدی صاحب فرما گئے ہین ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ان سے نیچر کی تمام چیزیں باقاعدہ، با اصول اور با ترتیب معلوم ہوتی ہیں۔ وہ خدا کی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق میں بھی وہی تناسب، وہی ترتیب اور وہی تسلسل پاکر حیران رہ جاتا ہے اور قوانین قدرت کے بے شمار مصالح میں ایسی تکمیل اور موزونیت پاتا ہے کہ خدا کی عظمت اور قدرت کا نقش کبھی اس کے دل سے دور نہیں ہو سکتا۔ مذہب بھی یہی سکھاتا ہے اور سائنس بھی یہیں صداقت اور سچائی کی طرف لے جاتا ہے۔ پروفیسر کیبلے کا قول ہے کہ

علم کیمسٹری کا یہ قانون ہے کہ جب چند اجزا ایک دوسرے پر عمل کرکے نئے مرکبات ظہور میں لاتے ہیں تو انکی ترتیب میں نہ کوئی ذرہ ضائع ہوتا ہے نہ زائد ہوتا ہے بلکہ ہمارے گرد و پیش زمین پر جسقدر کیمیائی انقلاب ہو رہے ہیں ان میں وہی اجزا صدہا مختلف صورتیں تبدیل کر رہے ہیں مگر کبھی کسی حالت میں ایک ایٹم بھی کم یا ضائع نہیں ہونے پاتا اور نہ بڑھنے پاتا ہے۔ ایک تناور درخت جو سوکھ کر گر پڑا ہے اور بادی النظر میں بالکل برباد ہو گیا ہے، کبھی برباد نہیں ہوا بلکہ اس کے مرکبات اپنی ابتدائی اور اجزائی حالت میں آ گئے ہیں اور زمین میں ایک ایک ایٹم انکا محفوظ ہے۔ جب چھوٹا سا پودا اُگے گا تو زمین اسکی پرورش کے لئے انہیں اجزا کے مرکبات کو پھر واپس کر دے گی۔ علی ہذا جسم انسانی کا بھی مرنے کے بعد کبھی کوئی جزو یعنی ایٹم برباد نہیں جاتا بلکہ وہ ہوا میں یا زمین میں محفوظ رہتا ہے اور نئے نئے مرکبات ظہور میں لاتا ہے جو بہت ممکن ہے کہ پھر دوبارہ کسی دوسرے جسم انسانی کی پرورش کا باعث ہو کر اس کے جزو ہو جائیں۔

خدا کی حکمت کاملہ کا یہ قانون قدرت ایسا بدیہی ثبوت ہے اور اسکا دلوں پر اس قدر گہرا اثر پڑتا ہے کہ واعظوں کے وعظ کی کوئی حقیقت نہیں۔ غرضکہ اسی طرح ہم جتنی چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں وہ سبھی انکی قدرت کا زبانِ حال سے وعظ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور گویا زبان حال سے یہ کہتی ہیں:-

اپنے قادر مطلق کی بے شمار حکمتوں کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو ہم سے آکر سبق حاصل کرو۔ موجودات کے ہر جزو اور حصے میں ترتیب و اصول کو دیکھو اور ان کی حقیقت کے اسباب و علل کو دریافت کرتے جاؤ کیونکہ جتنا تم اس کے رازہائے سربستہ کو وا کرتے جاؤ گے اتنا ہی تمھیں اس کی بے شمار حکمتوں سے خبر ہوتی جائے گی اور یہی اسکی عبادت کا خاص منشا و مقصد ہے۔

سائنس کی تعلیم انسان کی اخلاقی درستی کے لئے بھی نہایت موزوں ہے۔ وہ اسکو صداقت شعار، راستی پسند اور پاکباز بنا دیتی ہے۔ لارڈ روزبری نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ہماری قوم کی اخلاقی اصلاح کے لئے بہت بڑی ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں سائنس کی تعلیم کا ایک شوق پیدا کیا جائے، کیونکہ اکثر لوگ جنھیں ہم دیکھا کرتے ہیں بے کاری کے اوقات سے نالاں، کلبوں یا تھیٹروں میں گزارتے ہیں اور ہزاروں گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر موجودات نیچر کی دلفریبیوں سے آگاہ ہوتے تو اپنے مشاغل کو ایسا گندہ اور فضول نہ بناتے، اور اوقات کی ایسی بے قدری نہ کرتے۔ بلکہ بے کاری کے وقت انکے خالی دماغوں کو متوجہ کر لینے کے لئے جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتے کوئی نہ کوئی شے موجود ہوتی۔ یا تو انکے اوقات کسی باغ کے خاموش گوشے میں کٹتے جہاں کسی چشمے کے کنارے شیشہ اور چاقو ہاتھ میں لئے ہوئے بڑے شوق سے وہ کسی پھول یا پودے کے نادر نمونے کو ڈھونڈھتے پھرتے اور کسی پتی یا پھل کے عجیب و غریب ساخت پر گھنٹوں بیٹھے ہوئے غور کیا کرتے، یا کسی سبزہ زار میدان میں سایہ دار درخت کے نیچے لیٹے ہوئے اپنے سائنٹفک خیالات کے مزے لیتے ہوتے، ہر نئے پھول کو انکی متجسس آنکھیں بڑے شوق سے دیکھتیں

اور اپنے مشاہدات سے وہ نئی نئی باتیں اخذ کرتے ہیں۔ اسطرح کہ یہ نباتات کے کس خاندان کا ہے؟ یہ کس قاعدے کا ہے؟ اسکا کیا نام ہے؟ اس کے مختلف حصون کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے؟ غرض اس قدر کے سینکڑون سوال صرف ایک پھول پیدا کرتا۔ یا اگر کسی پتھر کا کوئی عجیب ٹکڑا ہاتھ آگیا ہے تو اسی جگہ بیٹھ گئے ہیں اور سوچ رہے کہ یہ کس معدن سے نکلا ہوگا؟ اس کے اجزا کیا ہونگے؟ اسکی ظاہری علامات کن کن حالتون پر دلالت کرتی ہیں؟ یا اگر حیوانات سے شوق ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے کیڑون کو اپنی خوردبین کے ذریعے سے دیکھ رہا ہے۔ یا ان کے اعضا کے افعال کے سمجھنے میں سرگردان ہے اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس میں دل و دماغ۔ ہاضمہ دوران خون سانس وغیرہ کے افعال کیونکر جاری ہیں؟ اور انکا حیوانات کے کس خاندان یا کس قوم سے سلسلہ ملتا ہے؟ یا اگر کوئی ہڈی یا کھوپڑی پڑی ہوئی ملگئی ہے تو اسپر غور کر رہا ہے کہ یہ کس جانور کی ہوگی؟ وہ جانور حیوانات کے کس گروہ سے ہوگا؟ پرند، چرند، چوپایہ، انسان یا ... یا ہو ... چھوٹی چھوٹی چیونٹیون اور شہد کی مکھیون کو جمع کر کے ... ہے اور انکی سیرت، انکی عادات و خواص کو دن رات ... کے ساتھ دیکھ کر نئی نئی باتیں نکال رہا ہے۔ یا اپنی ... تحقیقات کرنے کی جگہ میں بیٹھا ہوا مرکبات و مفردات کی تحقیقات میں مشغول ہے۔ یا گرم موسم کی تبدیلی ہوئی ہے تو وہ اپنا تھرمامیٹر اور بیرامیٹر لئے ہوئے اس کے اسباب و علتون کے سمجھنے میں محو ہے۔ اور اگر کوئی فوق العادت انقلاب واقع ہوا ہے تو جب تک وہ اسکی سمجھ میں نہ آجائے گا اسے ایک سخت بے چینی دامنگیر رہیگی۔ رصدگاہ پر بیٹھا ہوا وہ سائنس کا فدائی اجرام فلکی کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ رات رات بھر اسکی دوربین آنکھون سے لگے گذر جاتا ہے۔ وہ اپنے عیش و آرام سبکو بالائے طاق رکھدیتا ہے۔ افلاک کے عجائبات پر غور کرتے اسے مہینے اور سال گذر جاتے ہیں۔ اور جب کوئی تحقیقات کرلیتا ہے، تو پھر اسکی مسرتون کا ٹھکانا نہیں جسطرح بچے خوش ہوتے ہیں، وہ اپنی فتحمندی پر پھولا نہیں سماتا۔ اسکو کہتے ہیں سچی بہادری، ایثار نفس، اور سچا استقلال۔ اسی کا نام ہمیشہ سچی خوشی اور اصلی عظمت و عزت۔ اگر وہ کسی غیر ملک میں جا کر اترا ہے تو اسکی دلچسپیاں بے شمار ہون گی۔ اس جگہ کے ہر نئے پودے، ہر نئے جانور اور وہان کی مٹی تک اسکی دلچسپی کے سامان پیدا کردے گی۔ وہ انکے سامانات جمع کر کے علوم کے خزانہ میں زیادتی کرے گا اور وہان کے جمادات حیوانات، اور نباتات کے علم سے اپنے ملک کو صدہا فائدے پہنچائیگا۔

سائنس کے سوا اور کسی دوسرے علم سے ہمیں ایسی سچی اور دائمی خوشی کی امید نہ رکھنا چاہئے۔ اس کے مقابلے میں ہمیں کوئی دوسرا علم ایسی وطن دوستی، استقلال، بے غرضی، اور بے تعصبی کا سبق نہیں پڑھا سکتا۔

سائنس دان ایک سچا ہیرو ہے۔ جسکی تمام عمر نیک مشاغل میں بسر ہوگئی ہے اپنے ابنائے جنس کی بے غرضانہ خدمت کے لئے اسنے اپنی مدت العمر وقف کر دی ہے اور زندگی کا یہ منشا کہ "اطلبوا العلم من المهد الى اللحد" یعنی بچپن سے مرتے دم تک حصول علم میں رہو، ایک بڑے فائدہ بخش طور کے ساتھ پورا ہوا ہے۔

جسمانی ترقی ہماری صحت جسمانی کا دار و مدار دو خاص باتون پر موقوف ہے۔ اول ہماری اخلاقی درستی پر؛ دوم قوانین صحت کی واقفیت اور انکی پابندی پر۔ ان دونون کا عمل بے کم و کاست ہر وقت اور ہر زمانے میں ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ حالت صحت میں اگر ان قوانین صحت پر ہمیں وقوف نہیں بھی ہے تب بھی ایک قدرتی خیال انکی پابندی کی طرف لگا رہتا ہے۔ مگر جہان انسان اپنی نادانی کی وجہ سے انسے بے خبر ہو کر ذرا بھی متجاوز ہو جاتا ہے تو بس طرح طرح کی مصیبتون میں اپنے کو مبتلا پاتا ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ ذرا سی اخلاقی لغزش نے کل زندگی بگاڑ کر دی اور بیسیوں ایسے امراض نے گھیر لیا جن سے چھٹکارا پانا دشوار ہو گیا اسی طرح قوانین صحت کے منافی سے جو نقصانات و زیان ہوتی ہیں انکی بیشمار یقینی مثالیں ملتی ہیں اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو حفظ صحت سے ناواقفیت کی وجہ سے قبل از وقت لقمۂ اجل ہو گئے ہیں۔ اگر وہ اپنے اعضاء کے افعال خواص اور مختلف اشیا و عادات کی منفعت و نقصان تاثیر وان سے واقف ہوتے تو یقیناً انکی زندگی زیادہ آرام سے زیادہ دیرپا اور زیادہ خوشی کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔ سائنس کی وہ شاخ جو اعضا کے افعال و خواص بیماریوں کی شناخت اور ان سے صحت کے طریقوں کا ذکر کرتی ہے اسکا علم کم و بیش ہر شخص پر فرض ہے۔ نیز علم منزلی تہذیب و تمدن سکھاتا ہے اسطرح لوگ ان کو اپنے حالات سے زیادہ خبر ہوتی جاتی ہے اور وہ صحت جسمانی کے اصولوں کو سمجھتے اور عمل کرتے جاتے ہیں اسلئے اُن کی دماغی ساختوں میں اور انکی دماغی قوتوں میں نمایاں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ صدہا بیماریاں اور عوارض اب یورپ سے ناپید ہو گئے اور لوگوں کی جانیں اور انکی زندگی کو زیادہ قائم رکھنے کی ہزاروں تدبیریں عمل میں لائی جاتی ہیں جن کے نتائج بخوبی اپنا عمدہ اثر پیدا کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں سائنس کی بدولت ہیں اور اُسی کے بابرکت نتائج ہیں۔

سائنس کی تعلیم پر تمام موجودہ تہذیب و تمدن کا دارومدار ہے کیونکہ تجارت، صنعت و حرفت، دولت، فارغ البالی، فلاح اور قومی عروج سب اسکی ذات سے وابستہ ہیں۔ میں اسکو بالتفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں۔

علم کیمسٹری | صنعت و حرفت میں بلا اس کے جانے ہوئے عروج ترقی نہیں ہو سکتی ایک مشہور شخص کا قول ہے کہ ملکوں کی دولت کا اندازہ صرف یہی دیکھکر ہو سکتا ہے کہ ان میں گندھک کا تیزاب کس قدر بنتا ہے اور اُس کا کس قدر خرچ ہے کیونکہ قریب قریب ہر صنعت و حرفت میں انکی ضرورت ہے۔

علم طبیعیات | یہ ریل تار، کلیں، انجن، چکیاں، جہاز وغیرہ سب اسی کے اصولوں پر چل رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو قوم اس سے بے بہرہ ہوگی وہ کس قدر پست حالت میں ہوگی کیونکہ بلا انکی مدد کے نہ دولت میں نہ تجارت میں نہ خوشحالی میں کوئی ترقی ہو سکتی ہے۔

علم نباتات | زراعت اور باغبانی کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ نیز جڑی بوٹی اور دوایات کی شناخت اور انکی تجارت سے منفعت حاصل کرنے کے لئے اس کا علم ضروری ہے۔

علم الارض معدنیات و جمادات | مختلف پتھروں کی شناخت، مختلف معدنوں کا پتہ لگانا، ہیرے اور دیگر جواہرات کے معدن کی جستجو کرنا اور سب سے زیادہ کوئلے، لوہے، چاندی اور دیگر معدنیات سے فائدہ اٹھانا اور اپنے ملک سے انکو ڈھونڈھ نکالنا یہ تمام باتیں ملکی دولت اور خوشحالی کو بہت بڑھانے والی اور اُس کی ترقیوں کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح تمام سائنس کی ہر ایک شاخ کے صدہا ملکی اور ذاتی فوائد بیان ہو سکتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکے علم حاصل کرنے کو اب ایک امر لازمی سمجھنا چاہئے کیونکہ اُسی پر کل تمدن اور انسانی بہبودی کا دارومدار ہے۔

سائنس کو کس طرح سیکھنا چاہئے | ہندوستان میں سائنس کی بے قدری اور اس کے حصول کے ذرائع نہایت محدود اور ناکافی ہونے پر جب ہم خیال کرتے ہیں تو سخت مایوسی پیدا ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی جب ہندوستانیوں کی بدشوقی پر خیال کیا جاتا ہے اور انکو دوسری قوموں کے مقابلے میں نہایت ہی پست حالت میں پاتے ہیں تو ہماری مایوسی پر رنج و افسوس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اہل ہند کو تعلیم سائنس کی اشد ضرورت ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنی قومی تہذیب اور فلاح میں ترقی کریں گے بلکہ اسلئے

ن کہ وہ بلا اُن علوم مغربی کے سیکھنے کے اپنے دماغون سے کسی طرح
ن کثافت کو دور نہین کر سکتے جسمین ہند گزشتہ صدیون نے تعصب
ہمات اور باطل پرستیون کا خمیر ملا دیا ہے۔ انکے دلون مین قوانین
رت کے مظاہرات، ان کے اسباب وعلل سے اور ہر اشیے صحیح
و [illegible] مین عقلی و دلائل کا تسلسل ہو۔ ایسی ہی اعتقادی اور جنبیت
ہر ہوتی ہے کہ ایک زمانہ چاہئے جب جاکر کوئی صحت صلاح انکے دلون
ن علوم کے انس پیدا کرنے کے قابل ہو سکے گی۔ مین دیکھتا ہون
[illegible] ایسی جدت پسند طبیعتین اور اعلیٰ قابلیتین فضول اور غیر ضروری
شغل سے شوق رکھتے ہیں جو ہر ذاتی کو ہاتھ سے کھو بیٹھتی ہین جیسا
[illegible] انکی ذات سے کوئی مفید نتیجہ نہین حاصل ہوتا۔ کتنے ایسے
[illegible] ہونگے جن کے دماغ نہایت سائنٹفک واقع ہوئے تھے لیکن
[illegible] اس خدا داد قابلیت کو کبھی انہون نے سیدھے راستے پر نہین
لگایا۔ اس لئے انکے شوق مردہ پڑ گئے اور اگر کچھ تھے باقی بھی رہا تو اسکو
طرز تعلیم کے غیر ہمدردانہ اور نامناسب ہونے نے بالکل ہی مٹا دیا۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ ہماری موجودہ تعلیم کو ان تمام خرابیون کا ملزم
گردانا چاہئے۔ یورپ اور امریکا مین علوم و فنون کی اس لئے روز
افزون ترقی ہے کہ وہان سائنس کی تعلیم ایک نہایت ضروری
مضمون سمجھ کر نصاب مین داخل کی گئی ہے اور قومی و ملکی ہمدردی
ہمیشہ انکی ترقیون کی حامی و مددگار رہتی ہین۔ مگر ہندوستان کی
حالت بالکل ہی جدا ہے۔ یہان کے کالجون مین نہ کافی سرمایہ
ہے کہ یورپ سے لائق پروفیسر بلا سکین اور پورے طور سے اس کے
لوازمات بہم پہنچا سکین اور نہ یہان ملکی اور قومی ہمدردی ہے کہ سائنس کی تعلیم
عام کرنے کی کوشش کیجائے اور اسکے بڑھانے اور سکھانے مین آسانیان پیدا کی جائین
سائنس کی تعلیم بلا مشاہدے اور تجربے کے کسی طرح نہین ہو سکتی کتابی
باتین جب تک عملی طور پر نہ دیکھی جائین گی تب تک نہ وہ باتین ذہن
مین قائم رہین گی، نہ اُن سے کوئی دلچسپی پیدا ہوگی۔ معمولی اور تجربہ
حالات کی مس اور بدیہیات سے تشفی ہونی چاہئے ورنہ سائنس کی تعلیم
سے نصف بھی فائدہ نہین حاصل ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ ہمارے ملک مین
ایسے کالج کس قدر کم ہین اور جو ہین انکی کم مایگی قابل اعتراض ہے۔
[illegible] سب سے عمدہ زمانہ آغاز عمر ہے کہ
بچپن ہی سے دماغ انکی پرورش پر لگائے جائین اور ہم اپنے بچون
کو سائنس کی آسان آسان باتین اس دلچسپی کے ساتھ بتائین کہ کبھی وہ
انکے دل سے محو نہ ہون اور انکا شوق بڑھتا رہے۔ اس کے لئے یا
تو اسکول چاہئین یا ماہرین تعلیم یافتہ ہون لیکن ابھی ان دونون باتون
کی عملی حیثیت سے کوئی قومی امید نہین ہو سکتی۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم اسکو
کسی آیندہ زمانے کے لئے چھوڑ دین۔ موجودہ تعلیم یافتہ نوجوانون کو تعلیم
سائنس کی ضرورت بالکل مدنظر رکھنا چاہئے اور زمانہ کی گردش کو دیکھ کر
کہ ہر طرف سائنس کی پکار ہے اپنے اوقات عزیز کو بھی سائنس کے
مقابلے مین دیگر علوم کی تحصیل مین رائگان نہ کرنا چاہئے۔ مگر جو حضرات
اب زندگی کے جھگڑون مین ایسے پھنس گئے ہین کہ باضابطہ علم حاصل
نہین کر سکتے انکے لئے مین آخر مین صرف اسیقدر عرض کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ اگر وہ
خاص طور پر اسے حاصل کرنے سے معذور ہین تو اپنے اوقات غیر ضروری مین
ہر قسم کی کتب مبنی نیچر کی واقفیت کو ترجیح و فوقیت دین۔

لطافت حسین خان

العصر (۱)

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

عصر، زمانہ، دوپہر اور رات، آخر دن، دوپہر، وقت، روزگار وغیرہ ایک ہی قسم کے الفاظ ہیں اور عموماً ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ عصر یا زمانہ کی بابت مختلف زمانوں میں بحث کی جاتی ہے۔ مذہب اور دین بھی اس بحث میں حصہ لیتا ہے اور فلسفہ بھی اس کو بہت کچھ تاہم ریاضی بھی اس سے ایک حد تک مانوس ہے۔ ان تمام بحثوں میں اگر بعض امور میں اتفاق ہے تو بعض میں اختلاف بھی ہے۔ بعض وقت بحث کی انتہا یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ

(الف) ایک فریق اس کا اعتراف کرتا ہے

(ب) اور دوسرا اختلاف

شروع ہی میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ زمانہ کا وجود خارج میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ زمانہ در حقیقت ہے کیا؟

جو لوگ زمانہ کی ہستی کے منکر ہیں وہ یہ کہتے ہیں (۱) کہ اگر زمانہ موجود ہے تو تین حال سے خالی نہیں

(الف) ماضی

(ب) حال

(ج) مستقبل

(۲) ظاہر ہے کہ ماضی اور مستقبل موجود نہیں ہیں۔ اس حالت میں لامحالہ زمانہ حال موجود ہونا چاہئے۔ اگر زمانہ حال بھی موجود نہیں تو پھر سرے سے زمانہ کا وجود ہی کالعدم ہوگا کیونکہ ماضی اس کا نام ہے جو گزر چکا ہو اور مستقبل وہ ہے جو آئندہ آنے والا ہے۔

اگر حال کی ہستی ہی نہیں ہے تو پھر زمانہ کی ہستی بھی نہیں ہے اور دوسری طرف ہم زمانہ کو موجود مان چکے ہیں۔

(۳) لامحالہ زمانہ حال موجود ہوگا اور یہ محال ہے کیونکہ اگر موجود ہے تو منقسم ہوگا یا غیر منقسم۔ پہلی صورت باطل ہے کیونکہ یہ عند الاقسام وہ قار[1] ہوگا یا غیر قار۔ اور یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ قار نہیں ہے۔ اگر غیر قار ہے تو موجود یعنی زمانہ حال کے بعض اجزا گزر چکے ہوں گے۔ اس صورت میں وہ حاضر یا موجود نہیں رہے گا۔

(۴) اگر منقسم نہیں ہے تو جزو لایتجزیٰ کی بابت بحث باقی رہے گی۔ اس صورت میں زمانہ کی ترکیب آنات متتالیہ[2] سے ہوگی۔

آنات حرکت پر مترتب ہیں اور حرکت مسافت پر۔ اس صورت میں جسم کی ترکیب اجزائے غیر متجزیہ سے لازم آئے گی اور وہ باطل ہے۔ ثابت ہوا کہ زمانہ کا موجود فی الخارج ہونا باطل ہے۔

جب یہ بحث کی جاتی ہے کہ زمانہ ہے کیا تو کوئی کہتا ہے کہ وہ فلک اعظم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کی حرکت کا نام ہے۔ کوئی اس امر کا قائل ہے کہ اس سے مراد نفس حرکت ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ جوہر مجرد واجب لذاتہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ زمانہ کم متصل غیر قار مقدار الحرکت کا نام ہے۔

۱؎ قار سے مراد قرار گیرندہ ہے یعنی بصورت تقسیم کے ایک وجود کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بوجہ ذاتیہ مستقر ہے۔

۲؎ آنات سے مراد اوقات اور متتالیہ سے مراد متواتر یا پے در پے ہونے والے ہیں۔

یہ اصطلاحی اور معربہ الفاظ ہیں۔ علمی مباحث میں ایسے الفاظ لابدی ہیں کیونکہ اصطلاحات اور بحث علمی میں ایجازی تراکیب سے کام لینا ہی ایک صنعت ہے۔

اس تعریف کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ہم دو ایسی حرکتیں فرض کرتے ہیں جو سرعت اور بطوء میں مختلف ہیں اور ایک ہی ساتھ شروع ہوتی ہیں اور ایک ہی ساتھ ختم بھی ہو جاتی ہیں۔ یا یہ کہ شروع کے ساتھ ہی خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حرکت سریعہ نے بمقابلہ حرکت بطیئہ کے زیادہ مسافت طے کی ہوگی اور اس صورت میں لامحالہ دونوں حرکتوں کی ابتدا اور انتہا کے درمیان کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دونوں حرکتوں کا اندازہ ہو سکے اور وہ دونوں میں برابر ہوگی۔ ان حالات میں وہ چیز نفس مسافت تو نہیں ہے کیونکہ دونوں مختلف ہیں اور نہ دونوں متحرک کیونکہ یہ بھی آپس میں مختلف ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ مابہ الاشتراک، مابہ الاختلاف کے علاوہ کوئی چیز ہے کہ علاوہ متحرک حرکت مسافت کے ایک دوسری چیز ہے اور اس کا نام زمانہ ہے یا اُسے دوسرے الفاظ میں زمانہ کہتے ہیں۔

ان دونوں اہم سوالات یا دونوں بحثوں کی بابت جن دلائل اور براہین کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے وہ ظاہر ہیں۔ اگرچہ الفاظ کے مفاہیم کے اغلاق کی وجہ سے بہت ہی وقیع ثابت ہوں لیکن اس کا بہت سا حصہ محض الفاظ کی بھرتی ہی ہوگی جو موصل علی المقصود بہت مشکل سے ہو سکتے ہیں اور علمی رنگ میں باعتبار فلسفی عظمت کے اُن سے ایسا فائدہ متصور نہیں جس کا خصوصیت کے ساتھ اعتراف کیا جا سکے۔

اس قسم کی مغالطے اور پیچیدہ بحثیں اُس حالت میں پیدا ہوئیں یا پیدا ہوتی ہیں کہ دہر یا زمانہ یا گردوں کی تعریف ایسے الفاظ میں کی جاتی ہے جو کہ خود مشکل ہیں۔ ماننے والے ہیں فلسفہ عامہ جو کامن سنس اور طبعی اجتہادات کے ماتحت ہے ایسی بحثوں سے گریز کرتا ہے۔ اس میں وہ راہیں تلاش کی جاتی ہیں
علمی رنگ میں مفید ہوں۔

زیادہ تر طبعی استدلال کا پہلو رکھتی ہوں۔

طبعی اجتہاد یا طبعی استدلال ہمیشہ دقتوں اور مشکلات سے ایک بڑی حد تک محفوظ ہوتا ہے اور اُس میں اُس سیر کی جھلک اور اُس سہولت کی چمک پائی جاتی ہے جو قانون الٰہی کے ساتحت ہوتی ہے یا اُسکا ظن بہت سے فلسفی مسائل دراصل مغلق اور پیچیدہ نہیں ہیں لیکن انھیں دیدہ دانستہ پیچیدہ اور مغلق بنا دیا گیا ہے۔

العصر یا زمانہ کی بحث جو اسقدر پیچیدہ ہو گئی ہے اور دہر کے جھگڑے جو اس قدر مغلق ہوتے جاتے ہیں اس کی یہ وجہ نہیں کہ دراصل زمانہ اور العصر یا دہر بجائے خود بھی ان دقتوں کا موجب ہو رہا ہے بلکہ یہ کہ ہم خود ہی یہ مشکلات پیدا کر رہے ہیں حکیم سنیکا نے سچ کہا ہے کہ فلسفہ محض الفاظ ہی میں متداول نہیں رہ سکتا۔ اس کے اور پہلو بھی قابل بحث ہیں۔ اگر ماہ و دہر یا زمانہ یا روزگار کی تعریف یا بحث کی جائے تو سننے والوں کے دلوں میں وہ الجھنیں نہیں پیدا ہو سکتیں جو اس وقت متعلق بحثوں سے پیدا ہوتی ہیں ہر شخص اپنے اپنے رنگ میں زمانہ اور وقت کی بابت غور اور خوض کر رہا ہے۔ اگر کسی سے سادہ طور پر پوچھا جائے کہ تم زمانہ سے کیا مراد لیتے ہو تو یقیناً اس کا جواب اگر اوروں کے لئے چنداں طمانیت بخش نہیں ہوگا تو خود اُس کے واسطے تو ایک حد تک تسلی بخش ہوگا۔ نہ تو اس سادہ جواب میں قار اور غیر قار کی بحث ہوگی اور نہ آنات اور متتالیہ کی بھرمار۔ سیدھے سادے الفاظ میں وہ سب کہدیا جائیگا۔

کچھ شک نہیں کہ علمی بحثیں عام اطلاقات سے جدا اور نرالی ہوتی ہیں لیکن نہ اسقدر کہ اُن سے حقیقت ہی گم ہو جائے۔ ہم اپنی زندگی میں سات حالتیں یا سات کیفیتیں پاتے ہیں:۔

(الف) اپنی ذات یا اپنی حالت۔

(ب) دوسروں کی ذات یا دوسروں کی حالت۔

(۵) دوسرون کا احساس۔

(۶) وہ حالت یا وہ مکان جس مین یہ سب حالتین یا کیفیتین منقسم ہوتی یا پائی جاتی ہین۔

(۷) وہ حالت یا وہ کیفیت جو ان سب سے الگ ہے۔

(۸) وہ حالت یا وہ کیفیت جو ان سب پر حاوی ہے۔

یہ سات کیفیتین یا سات حالتین کل موجودات پر محیط ہین یا سب موجودات ان کے تحت مین ہے۔ زندگی، وجود، عدم، وقت، روزگار، دہر وغیرہ ان ہی سات حالتون یا سات کیفیتون مین متدائر ہین۔ چاہے ان مین سے کوئی حالت یا کوئی کیفیت ہمارے احاطۂ ادراک اور دائرۂ احساس سے باہر ہو اور چاہے اندر، چاہے ہماری وہان تک رسائی ہو یا نہ ہو، ہم اس سے آشنا ہون یا نہون ان کی ہستی اور ان کے وجود سے ہم کسی صورت مین انکار نہین کرسکتے اور نہ ہمارا انکار انکی ہستی کے مقابلہ مین کوئی قیمت یا کوئی وقعت اور صداقت رکھتا ہے۔

ہم اور دیگر موجودات جس کو ہم نباتات، جمادات، اور حیوانات سے تعبیر کرتے ہین وہ ایک ایسے ... جسے ہم رات اور دن سے تعبیر کرتے ہین یا ایک ایسے فرضی خلا یا واقعی خلا سے جو کل موجودات کے واسطے بمنزلہ ایک عالیشان شامیانہ کے ہے عامیانہ یا عرفی اصطلاح یا الفاظ مین اس شامیانہ کا دوسرا نام زمین وآسمان یا وہ موجودات اور کیفیات ہین جو اس شامیانہ کے اندر یا باہر تحت فوق پائی جاتی ہین۔ اس عالیشان شامیانہ کا تحت اور فوق کیسی ہی گہرائی اور بلندی رکھتا ہو لیکن ہم اس کے اندر یا اسکے فرضی اور واقعی خلا مین رہتے اور زندگی کے دن پورے کرتے ہین اگر ہم چاہین کہ اس خوشنما آرام دہ شامیانہ سے نکل کر کہین اور بسیرا کرین تو زندگی کی قید مین یہ ناممکن ہے۔ جہان جائین گے وہی نیلا آسمان ہمارے سر پر ہوگا۔ اور پاؤن کے نیچے وہی نہ بدلنے والا فرش جسے ہم زمین سے تعبیر کرتے ہین۔

باوجودیکہ ہم اس شامیانہ مین رہتے اور زندگی کے دن پورے کرتے ہین پھر بھی اسے جدا اور اپنے تئین جدا سمجھتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین کہ اسکی ہستی اور ہماری ہستی مین ایسا ہی فرق ہے جیسے زمین اور آسمان مین ہے۔ اور اس مین اور ہم مین کوئی نسبت نہین جب ہم اس دارالقرار یا دارالاقامت کی اپنے روزمرہ الفاظ مین تعبیر کرتے ہین تو یون کہتے ہین:۔

جس زمانہ مین ہم رہتے ہین۔

جس بحر عصر مین ہماری زندگی کی ناؤ چل رہی ہے

جو زمانہ ہمارا ہمعصر ہے۔

جو زمانہ ہم نے پایا ہے۔

جو زمانہ ہم نے دیکھا ہے۔

جو وقت ہمارے حصہ مین آیا ہے۔

جس دہر مین ہم وجود پذیر ہوئے ہین۔

ایسے تمام اطلاقات سے یہ سمجھا جاتا یا سمجھا جاسکتا ہے کہ عصر، زمانہ، دہر، روزگار، گردون، وقت، دور دوران، ہمارے خیال یا اعتبارات ہماری تعبیرات کے ایک جداگانہ منزل یا مکان کی حیثیت اور کیفیت رکھتا ہے اور ایک ایسی حالت اور ایسی کیفیت جو ہمارے لئے بمنزلہ ایک منزل، مکان، دائرہ اور احاطہ کے ہے، ایسا دائرہ، ایسا احاطہ، ایسی منزل، جو ہماری آسائش، سہولت طمانیت، اور بہبود کی ضامن اور ہماری تکلیف رنج، درد کی ہی موجب ہے یا یہ کہ اس مین رہ کر ہمین ہر ایک قسم کی خوشی اور تکلیف سے آشنا ہونا پڑتا ہے جس مین کچھ احساس کچھ ادراک اور بعض جذبات بھی پائے جاتے ہین ان ہی خیالات کا اثر ہے کہ ہم کبھی کبھی یہ بھی

کہا کرتے ہین :-

زمانہ بھی ایک طاقت ہے۔

زمانہ بھی ایک زبردست کشش رکھتا ہے۔

زمانہ گردش کرتا ہے۔

زمانہ کی گردش سے خدا کی پناہ !۔

زمانہ کسی کا دوست نہین۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔

زمانہ کی مخالفت اور موافقت کا کوئی اعتبار نہین۔

زمانہ کا کیا بھروسہ۔

زمانہ کی رو کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے۔

زمانہ بدل گیا۔

ان تمام جملون اور اطلاقات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ ایک قسم کی زندگی رکھتا ہے۔ زمانہ صاحب ارادہ ہے زمانہ تصرف کرتا ہے زمانہ کی زندگی ایک زبردست زندگی ہے۔ زمانہ کو فنا بھی ہے زمانہ بدلتا بھی ہے۔ زمانہ بدلا بھی لیتا ہے۔ اندرین حالات ثابت ہو [illegible] ایک زندہ طاقت اور زبردست متصرف ہے اور اس مین بھی [illegible] احساسات اور تصرفات ہین جیسے اور زندہ مخلوق اور [illegible] زندہ چیزون مین پائے جاتے ہین۔

ان تمام خیالات کے نقطۂ نظر سے زمانہ گویا ایک ایسی جامع طاقت ہے جو کل دیگر موجودات پر ایک ترتیب اور ایک ضابطہ کے ساتھ حکومت کرتی ہے کون موجودات سوائے اس ذات کے جو زمانہ کی مجموعی طاقت یا مجموعیت پر حاوی ہے اسکی زد اور اس کے ضابطے سے باہر اور آزاد نہین۔

اب اصلی سوال یہ ہوگا کہ " زمانہ کیا ہے ؟ زمانہ کا وجود خارج مین پایا جاتا ہے یا نہین ؟ "

پہلے سوال کا جواب سادہ الفاظ مین یہ ہے کہ جس احاطہ یا جس شامیانہ مین ہم رہتے ہین یا جس مین کل موجودات اپنے اپنے رنگ مین بود و باش رکھتی ہین جسے عام الفاظ مین ہم دنیا، ایام زندگی، رات دن، وقت ، اور دہر یا روزگار کہتے ہین ، یا دور اور دوران سے تعبیر کرتے ہین وہ زمانہ ہے یا زمانہ کا مفہوم رکھتا ہے صبح سے لیکر شام تک اور شام سے تا صبح جو کیفیت ہمارے اردگرد یا ہمارے گرد و نواح پر محتوی رہتی ہے اور جس کا ہم مختلف رنگون اور مختلف کیفیات مین احساس اور ادراک کرتے ہین وہ زمانہ ہے۔

جو طاقت ہماری زندگیون کے واسطے ایک آنے والی یا گزرنے والی کیفیت یا موثر اور متصرف طاقت کی صورت مین عمل کر رہی ہے وہ ایک عصر ، دہر ، دور ، زمانہ ہے۔ آفتاب ، ماہتاب ، سیارے اور ستارے ، اور دیگر اجزاے سماوی اور کیفیات و حقائق ارضی زمانہ کے اجزا اور زمانہ کی مختلف طاقتین اور کیفیتین ہین ، ظلمت ، روشنی برق ، کشش ، شعاع ، تموج ، ہر چہار یا از انداز ہر چہار عناصر وغیرہ زمانہ کی ایسی چیزین ہین جن کے بغیر زمانہ کا وجود ہی باقی نہین رہتا یا نہین رہ سکتا یا یون کہا جاسے کہ در اصل زمانہ ان ہی اجزا ، ان ہی ارکان ان ہی موثرات ، اور ان ہی متصرفات کا نام ہے اور یہی قانون قدرت اور سامان قدرت جس مین ہم خود بھی شامل ہین زمانہ دہر اور عصر ہے۔

علم ہیئت فن ریاضی علم جیالوجی وغیرہ زمانہ کی ایک صحیح تفسیر یا صحیح عکس اور صحیح نمونہ ہین۔ ان تمام علوم اور فنون کے پڑھنے اور جاننے سے آپ معلوم کرسکتے ہین کہ اگرچہ اجزاے نفسیہ جو ان علوم اور ان فنون مین زیر بحث یا جزو اعظم نہ ہون تو زمانہ کی کمیت کیفیت اور حقیقت مین بہت کچھ کمی ہوجائے گی۔ فرض کرو کہ آفتاب نہو یا ماہتاب نہو اجزا سماوی اور ارضی نہ ہون ، ہوا نہو ، پانی نہ ہو ، آگ نہ [illegible]

نظام شمسی نظام ارضی بالکل بند ہو جائے اور ان دونوں کے موثرات اور تصرفات میں فرق آجائے یا یہ کہ ان کا کوئی حصہ یا نشان ہی باقی نہ رہے تو اُس حالت میں ہم یا ہماری ہستی جو زمانہ شناس اور دہر پرست اور عصر ہیں سب کہاں ہونگی اور اسکی کیفیت کا کن الفاظ میں بیان ہو سکے گا اور جس شامیانہ میں اور جس فرش زمین پر ہم بود و باش رکھتے ہیں جو ہمارا مسکن اور ہماری زندگیوں کا موجب اور جس کا ہم مختلف رنگوں میں احساس اور ادراک کرتے اور اس سے کام لے رہے ہیں اُسکی ہستی اور اس کے وجود کی کیا کیفیت ہوگی۔ کیا ان حالات میں ہم یہ کہہ سکیں گے کہ کوئی زمانہ، روزگار، دور، دوران، وقت عصر اور دہر بھی ہے اور اس کا بھی کوئی وجود اور ہستی ہے اور ساتھ ہی اس کے ہم اپنی نسبت بھی یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ ہم بھی کوئی وجود کوئی شے، کوئی عادت کوئی ذات ہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ عصر، زمانہ، روزگار، وقت، گردون، دہر، دور، دوران، اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس کے اجزائے کثیرہ میں ایک قسم کی گردش اور دورساری ہوتا ہے۔ سیارون میں بھی ایک قسم کی حرکت اور زمین بھی متحرک، تحت بھی حرکت، فوق بھی حرکت، یمین بھی حرکت، یسار بھی حرکت۔ شاعرون نے جو گردش کا رونا رویا اور اُسے کوسا ہے وہ کیوں؟ صرف اس واسطے کہ اس کے اجزائے کثیرہ میں ایک قسم کی گردش اور تموج ہے۔ یہ جاڑا اور گرمی برودت اور حرارت کیوں ہے؟ یہی کہا جائے گا کہ صرف ان ہی موثرات اور تصرفات عظیمہ کی وجہ سے اگر یہ موثرات اور تصرفات نہ ہوں تو یہ کیفیات اور موسم وغیرہ بھی نہ ہوں۔ بعض سائنس دانوں کی رائے میں حرارت کا مخزن یا مصدر آفتاب ہے۔ سرولیم ٹامسن صاحب نے ۱۸۶۲ء میں اسی تھیوری پر زور دیا تھا اور اکثر سائنس دانوں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ تمام ذرات اِدھر اُدھر حرکت کرتے رہتے ہیں اور انکی حرکت کا پیمانہ اور مختلف رفتار کی ہوتی ہے اور وہ آپس میں ٹکراتے بھی رہتے ہیں۔ مثلاً انکی رفتار میں ہیڈروجن گیس کے ذرات ہماری ہوا کے معمولی دباؤ اور ٹمپریچر میں فی سیکنڈ ۲۲۲۵ حرکت کرتے ہیں اور ایک ذرہ اتنے ذرات سے ٹکراتا ہے کہ اُسے ایک سیکنڈ میں پلٹا کھانے سے ایک ارب ستر کروڑ میل فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ سرولیم ٹامسن صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہیڈروجن کے ذرون کو برابر ایک قطار میں رکھا جائے تو ایک انچ کے فاصلہ میں ۵ کروڑ ذرات سما جائیں گے۔

سائنس کے ان تمام زندہ تجربات سے ظاہر ہے کہ کل کائنات اور موجودات کے سوائے جو ان اجزائے زمانہ سے جدا ہیں اجزائے کثیرہ ایک خاص موجودات کے رنگ میں ان تمام واقعات کیفیات وقت دہر اور دور وعصر کا باعث یا محرک ہیں جو ہمارے ارد گرد پایا جاتا ہے اور اگرچہ ہم بھی اس میں شامل یا اُسکا جزو ہیں اور اس سے ہماری ہستی بھی وابستہ ہے اور اس کے موثرات اور تصرفات و ضابطہ کے ماتحت ہیں اور اُس وقت تک ہم اس ضابطہ سے الگ اور آزاد نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اس دنیا میں ہیں لیکن باین ہمہ بہ ہیئت مجموعی اُسکی گرفت و تصرف ہم سے کہیں اعلیٰ ہے۔ اسکی رفتار ہماری رفتار سے کہیں ارفع واقع ہوئی ہے۔ ہم سوائے اس کے اسکی نسبت کچھ نہیں جان سکتے کہ وہ لگاتار گردشوں تصرفات موثرات اور تغیرات کا ایک مجموعہ کبیر ہے اور اس کی گردشوں اور تغیرات کی وجہ ہی سے اُسے دور، دوران، العصر، دہر اور زمانہ کہا جاتا ہے اور اسکی صحیح تعریف یہی ہے کہ وہ ایک مجموعہ اور دار اور سلسلہ تغیرات ہے اور اس مجموعہ کبیر میں ہم خود بھی شامل ہیں اور شامل ہی نہیں بلکہ اس کا ایک جزو اعظم اور ناطق عنصر مدرک حصہ اور مبصر نوع خلیق ان اعتبارات سے وہ تمام سلسلہ اور انواع جو ان مختلف قسم کی

گردشوں تصرفات، موثرات محرکات اور تغیرات کا موجب ہیں دہر، عصر یا زمانہ ہے۔ یا یہ کہ ان تمام تصرفات سے جو کچھ کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ العصر یا زمانہ ہے جس کا ہم بھی ایک جزو ہیں۔

اب ہمیں سوچنا چاہئے کہ ان تصرفات گردشوں، ادوار تغیرات و موثرات سے عملی رنگ میں نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اور کون سی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے؟ رات دن ظلمت اور روشنی کا جھگڑا چھوڑ کر صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان سب تصرفات ادوار گردشوں و تغیرات صغیرہ و کبیرہ کی وجہ سے وقتاً فوقتاً وقت کے لباس اور روپ میں مختلف صورتیں اور کیفیات پیدا ہو ہو کر ہمارے احساس اور ادراک میں آتی ہیں۔ ہماری زندگی کا ہر سانحہ اور ہر دور کسی نہ کسی وقت سے وابستہ اور منضم ہے۔ وہ کبھی رات کے لباس میں ظلمت افزا ہوتا ہے اور کبھی دن کے روپ میں جلوہ کناں۔ اگرچہ بظاہر وہ ہم سے الگ ہے اور بہت دور فاصلہ پر نظر آتا ہے لیکن در اصل ہم اس میں ہیں اور وہ ہم میں ہے۔ گو ہم ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں لیکن در اصل ایک ہی تنہ کی سرسبز شاخیں ہیں۔ نام جدا جدا ہیں اور ہیں ایک ہی روپ۔ ہمارا ظہور بھی اس کا ظہور ہے اور اسکا ظہور ہمارا ہے

عاشق و زندم و میخوارہ بآواز بلند   ایں ہمہ منصب از آن شوخ پری وش دارم

دنیا تغیرات کا مخزن ہے۔ اعتبارات پر بہت کچھ مدار ہے۔ ایک طرف ہم ایک مجموعہ ہیں اور دوسری طرف انواع اور اجزا۔ ہم ایک بھی ہیں اور لاکھوں کروڑوں بھی۔ کثرت وحدت کا ثبوت دیتی ہے اور وحدت کثرت کا۔ ہم ہی مجموعہ ہیں اور ہم ہی فرد۔ مجموعہ فرد کا شاہد ہے اور فرد مجموعہ کا۔ دونوں میں ایک نسبت ہے اور یہ نسبت وحدت کا ملہ سے نسبت رکھتی ہے ؎

ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست
ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

دہر، زمانہ، العصر، دور، دوران، روزگار، گردون، موئے حساب سے رات اور دن کے لباس میں سفر کرتا ہے اور رات اور دن کو ہم وقت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اگرچہ مختلف دنیا کے حصوں میں رات دن یا وقت میں گونہ امتیاز اور فرق بھی ہوتا ہے اور ایک حد تک موسمی کمی و بیشی ہے لیکن پھر بھی یہ کہا جائے گا کہ جو وقت دنیا کے مختلف حصوں میں سے گزرتا اور متصرف ہوتا ہے وہ ہمیشہ ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ اگرچہ قدرتاً اسکا پیمانہ کچھ ہی ہو لیکن خود ہم نے جو اس کا پیمانہ امتیازی مقرر کر رکھا ہے وہ ہمیں یہ کہنے کی اجازت دیتا ہے کہ اسقدر وقت یا زمانہ گزر گیا اور اسقدر باقی ہے۔ اگرچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وقت یا جو زمانہ آگے آنے والا ہے وہ کیسا ہوگا؟ اور اسکی رفتار کی افتاد کیا ہوگی؟ لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی زمانہ یا وقت آنے والا ہے تو اسکی ہستی ضرور ہوگی کیونکہ ہر ایک حصہ وقت یا جزو زمان کی کچھ ہستی اور مقدار ہوتی ہے۔ چونکہ ہم بھی زمانہ یا دہر اور وقت کا ایک جزو اعظم ہیں اسواسطے ہم خود ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ

ہماری کوئی یا کچھ ہستی ہے یا نہیں؟۔
ہم کوئی یا کچھ ہستی رکھتے ہیں یا نہیں؟۔

اگر ہم اپنی ہستی کا ایک حد تک احساس اور ادراک کرتے اور کر سکتے ہیں تو یہ ثابت ہے کہ دوسرے اجزا کا بھی احساس اور ادراک کیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ ہر ہستی اپنے اپنے رنگ میں علی قدر مراتب اپنا احساس کرتی ہے اور ہر ہستی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ اس کے احساسی طریقہ کا ہمیں علم ہو یا نہ ہو۔ وہ ہماری حدود علم اور ادراک کے اندر ہو یا باہر۔

اور یہ بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجودات کے دیگر اجزا صغیرہ و کبیرہ باستثنائے چند ہمارا احساس کرتے ہیں یا نہیں؟

کرتے ہین تو کس طرح؟ اور کس مقدار سے؟ اگرچہ وہ بھی ہماری طرح ہی اجزائے مجموعۂ کبیر ہین اور اس دور یا زمانہ مین اُن کی ہستیان بھی پائی جاتی ہین مگر جس طرح ہم ایک حد تک ہی چل سکتے ہین اسی طرح ان کی رفتار بھی ہوگی۔

اگر ہم کما حقہ اور اک کی کوشش بھی کرین تو اس مین کوئی ایک بڑی حد تک ہمین کامیابی بھی ہوتی ہے مگر جب ہم ایک بڑی کامیابی کے حدود مین بھی نیچے جاتے ہین تو ہمین افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری دوڑ ہمین بہت دور فاصلہ پر بھی لے جانے کے باوجود ناکافی ثابت ہوتی ہے اور ہنوز روز اول ہی نظر آتا ہے ؎

نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز
کہ ہرچہ گفت برید صبا پریشان گفت

سُلطان احمد

عربی رسم الخط

اور اس کا نشو و نما مشرق و مغرب مین

ترقی اسلام | ظہور اسلام کے وقت عربی رسم الخط اگرچہ حجاز اعرب مین رائج تھا لیکن اُس کے جاننے والے بہت کم تھے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے کچھ اصحاب اور چند ذمی[عہ] لوگ تھے۔ البتہ اشاعت اسلام کے ساتھ ہی عربی رسم الخط کا رواج بھی بڑھتا گیا۔ یہان تک کہ جب اسلام جزیرہ عرب سے متجاوز ہو کر فارس، روم، عراق، شام، مصر اور افریقہ وغیرہ تک پہنچا تو اس کے دوش بدوش عربی زبان اور اس کے ساتھ ہی عربی رسم الخط نے بھی نشو و نما پایا

فارس، ترک، اور ہندوستان مین بھی اس رسم خط کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان مقامات کے باشندون نے اپنی زبان کی کتابت کو اسی رسم خط مین تبدیل کر لیا اور اس وقت تک وہ رائج ہے۔

عربی رسم خط کے نشو و نما اور ترقی کا سبب جیسا کہ اسلام ہے جس نے اس کو تمام اسلامی ممالک مین رواج دیا اور اب وہ اطراف بلند بلاد مغرب، بحر اٹلانٹک کے متصلہ مقامات، اعلیٰ ترکستان، وسط یورپ، روس، مایشیا، اور زنجبار وغیرہ سے متجاوز ہو کر براعظم امریکہ کے جزائر تک پہنچ گیا ہے۔

اسوقت عربی رسم خط دنیا کی مختلف الاجناس والعادات اقوام مین جن کی زبان اور لب و لہجہ جداگانہ ہے اور عرب، ترک، فارس، ہندوستان، افغانستان، کرد، تاتار، منگول، ملایو، سوڈان، بربر، زنجبار، اور مختلف سواحل کے باشندے اُس سے کام لیتے ہین جنکی تعداد ۲۰-۲۵ کروڑ ہے اور یہ حیرت انگیز ترقی یا نشو و نما اسلام کے عظیم الشان تمدن کا ایک بہترین نتیجہ ہے۔

اسلامی و غیر اسلامی تمدن | اسلامی تمدن نے اپنی یادگار مین ایسی کوئی اکارہ شے نہین چھوڑی جیسا کہ تمدن مصر، بابل اور یونان نے چھوڑی ہین یعنی عمارتین، ہیکلین، اہرام، سیاسی تفکرات، تھیٹر، اور میدان وغیرہ، بلکہ اسلامی تمدن نے ایسی پسندیدہ اور مفید عام اشیا اپنی یادگار مین چھوڑی ہین جنکا وارث اب تک سلف سے خلف بنتا چلا آتا ہے یا بیٹا باپ سے حاصل کرتا ہے اور وہ تین چیزین ہین۔

(۱) دین۔

عہ ذمی: غیر مسلم شخص کہ مطیع اسلام و جزیہ گذار ہو۔۱۲

(۲) زبان۔

(۳) رسم خط۔

یہ تینون چیزین مجموعی یا انفرادی طور پر قریب قریب اکثر ممالک مین پائی جاتی ہین چنانچہ مسلمانان مصر، شام، عراق اور بلاد مغرب وغیرہ مین دین، زبان اور رسم الخط تینون چیزین موجود ہین اور ان مقامات کے غیر مسلم بھی زبان اور رسم خط مین اس تمدن کی یادگار ہین اور مذہب تو گویا ان کا مرکز ہی ہے۔

فارس، ترک، ہندوستان اور ملایو مین دین و رسم خط پائے جاتے ہین عرب کے [illegible] اور چین کے مسلمانون مین سے اول الذکر زبان اور رسم خط اور موخرالذکر صرف دین رکھتے ہین۔

اس موقع پر کہا جا سکتا ہے کہ رومانی تمدن بھی اس حیثیت سے اسلامی تمدن کے مشابہ ہے کہ اس نے بھی اپنی یادگار مین رسم خط اور زبان کو چھوڑا ہے جو یورپ اور امریکہ وغیرہ کی بعض قومون مین پایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رومانی اور اسلامی تمدن کی یادگار مین بہت بڑا فرق ہے۔ آج لاطینی زبان عام طور پر رائج ہونے کے ساتھ ہی مردہ زبانون مین تسلیم کر لی گئی ہے۔ اگرچہ ایک زمانہ مین وہ یورپ کی ایک علمی زبان تھی۔ بخلاف اس کے اسلام کی زبان زندہ ہے [illegible] العربیہ اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک کہ دنیا مین خدا وند تعالیٰ کا پاک قرآن مجید موجود ہے۔ رومانی رسم خط وہ اگرچہ اس وقت بھی یورپ و امریکہ مین کچھ کچھ پایا جاتا ہے لیکن عربی رسم خط کے مقابلہ مین اس کا رواج کچھ بھی نسبت نہین رکھتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان و رسم خط ایک دینی اثر ہے اور رومانی زبان و رسم خط عادت کی تقلید پر مبنی ہے۔

اُن زبانون کا بیان جو عربی رسم خط رکھتی ہین

ذیل مین ہم اُن زبانون کا تذکرہ کرتے ہین جو اطراف عالم مین عربی رسم خط رکھتی (ہین)۔ اس تذکرہ مین تفصیل کے ساتھ اُن مقامات کے نام جہان وہ بولی جاتی ہین۔ اور بولنے والون کی تعداد وغیرہ بھی لکھین گے تاکہ عربی رسم خط کے شیوع پر کافی آگاہی ہو سکے۔ وہ زبانین جو عربی رسم خط مین اس وقت اطراف عالم مین لکھی جاتی ہین حسب ذیل ہین:۔

(۱) ترکی زبانین

ترکی زبان [illegible] تورانی زبان ہے جو اس وقت یورپین و ایشیائی ترکی، یورپین روس، ایشیائی روس (ترکستان) سواحل بحر خزر، کاکیشیا (قفقاز) اور آذربیجان وغیرہ مین بولی جاتی ہے۔ اس کے بولنے والون کی مجموعی تعداد تین کروڑ ہے اور ان مین اکثر مسلمان ہین اور اسکی وہ مشہور اقسام جو لکھنے مین آتی ہین حسب ذیل ہین:۔

(۱) عثمانی ترکی۔ حکومت عثمانیہ کی سرکاری زبان ہے جو اُس کے یورپین اور ایشیائی وغیرہ کے مقبوضات مین بولی جاتی ہے۔ اہل زبان کی اصطلاح مین اسکو "ترکی" کہتے ہین اور یہ تین زبانون سے مرکب ہے (۱) چغتائی زبان سے جو خالص ترکی الفاظ ہین (۲) عربی زبان سے جس کے ۔ ۷ فیصدی الفاظ ترکی مین شامل ہین (۳) فارسی زبان سے جسکے ۵ افیصدی الفاظ ترکی مین ہین۔

ان کے علاوہ اسوقت انگریزی اور فرنچ وغیرہ کے بھی بہت سے الفاظ ترکی مین داخل ہوگئے ہین جن کا صحیح اندازہ نہین کیا جا سکتا۔ اور بحیثیت موجودہ ترکی کی ہیئت زبان مالٹا اور اردو سے بہت مشابہ ہوگئی ہے۔

عثمانی ترکی کی تحریر کا رواج ساتوین صدی ہجری مین شروع ہوا اور اس وقت سے اب تک عربی رسم خط رکھتی ہے۔ ترکون نے عربی حروف تہجی کے علاوہ ترکی عثمانی مین پانچ حرف اور بڑھائے ہین جن مین سے ایک حرف [illegible] ک ہے جو نون کی آواز دیتا ہے اور [illegible] ہین جنکا تذکرہ آگے آئے گا۔

(۲) قازانی ترکی یا تاتاری زبان۔ یہ زبان ولایت قازان اور اُسکے متصلہ مقامات یورپین روس کے مسلمانون کی (تاتاری) زبان ہے۔ اس کے بولنے والون کی تعداد پندرہ لاکھ ہے۔ تاتاریون نے بھی اپنی زبان مین عثمانی ترکی کے علاوہ ترکون کی طرح مذکورہ بالا حروف اضافہ کرلئے ہین۔

(۳) کریمیا کی ترکی۔ یہ قسم جزیرہ نما کریمیا مین بولی جاتی ہے اور یہ منگولین لوگون کی زبان ہے جنھون نے نوین صدی ہجری مین جنوبی روس اور جزیرہ نما کریمیا پر قبضہ کیا تھا۔

(۴) کا سی ترکی۔ یہ ترکی قفقاز کی ولایت کا اس اور اُس کے متصلہ مقامات واقع ساحل بحر اسود شرقی مین بولی جاتی ہے۔

(۵) آذری یا آذربائجانی یا ترنسقوقاسی ترکی۔ یہ صوبہ آذربائجان مین رائج ہے اور باعتبار لب ولہجہ کے اسکی دو قسمین ہین (۱) شمالی جو ایشیائی روس کے لوگون کی زبان ہے (۲) جنوبی جو اقلیم آذربائجان کے لوگ بولتے ہین۔ موخرالذکر قسم مین متعدد اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہین اور تصنیف و تالیف بھی ہوتی ہے شمالی آذری زبان مین مرزا فتح علی اخوند زادہ نے گذشتہ صدی مین ایک مجموعہ حکایات لکھا تھا مشہور ناول عذرا ار قریش (عربی) کا ترجمہ بھی حاجی میر محمد کریم میر جعفر زادہ قاضی ولایت باکو نے اسی زبان مین حال مین شائع کیا ہے۔

(۶) داغستانی یا کومکی ترکی۔ داغستان اور ان متصلہ مقامات مین بولی جاتی ہے جو مغربی بحر خزر کے سواحل پر واقع ہین بعض اطراف داغستان مین فصیح عربی بھی بولی جاتی ہے لیکن اکثر داغستانی صحیح عربی مین جو اصول نحو کے موافق ہو گفتگو نہین کر سکتے۔ اس قسم کی ترکی بولنے والون کی تعداد دس لاکھ سے کچھ کم اندازہ کی گئی ہے۔

(۷) اورنبرگ یا قرغیزی ترکی۔ یہ ترکی تاتاری لہجہ مین بولی جاتی ہے جو شمال کے بحر خزر کے شمال مین ولایت اورنبرگ وغیرہ مین رائج ہے اور قبائل قرغیز و قزاق (روسی) وغیرہ کی زبان ہے۔

(۸) چغتائی ترکی۔ اہل زبان نے اس کا نام ترکی رکھا ہے اور بعض سے انگریزون نے اس کا نام شرقی ترکی قرار دیا ہے۔ یہ قسم ترکمان اور اکثر باشندگان خیوہ (خوارزم) بخارا چینی ترکستان (کاشغر) وغیرہ کی زبان ہے جو وسط ایشیا مین واقع ہین۔ اس کا مرکز شہر "ہرات" ہے۔ اس زبان مین پہلی کتاب دیوان میر علی جو نوائی کے نام سے مشہور ہے نوین صدی ہجری مین ترتیب دی گئی۔ پھر سلطان بابر (متوفی ۹۳۷ھ) نے اپنا دیوان اور مشہور تاریخی کتاب بابر نامہ لکھا ابوالغازی بہادر خان شاہ خوارزم (متوفی ۱۰۷۴ھ) نے بھی تاریخ تاتار موسوم بہ شجرۂ ترک اسی زبان مین لکھی تھی۔

(۹) ازبکی ترکی۔ یہ قسم روسی ترکستان واقع ماوراءالنہر مین بولی جاتی ہے اور اس کا مرکز سمرقند ہے۔ پروفیسر ویمبری نے اسکے بولنے والون کی تعداد ۲۰ لاکھ لکھی ہے۔

(۱۰) ترکمنی ترکی۔ یہ ترکی قبیلہ ترکمن کی زبان ہے جو ترکمانون مین سے ایک قبیلہ ہے۔ اس کے بولنے والون کی تعداد کا اندازہ ۴ لاکھ کیا گیا ہے یہ لوگ چغتائی ترکی ہی بولتے ہین جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ اور بھی بہت سی زبانین یا لہجے ہین جو ترکی سے نکلتے ہین لیکن چونکہ وہ مشہور نہین اس لئے انکا تذکرہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲) ہندی زبانین

ہندی زبان آریہ ورت کی زبانون مین سے ہے جو ہندوستان کے تمام شہرون مین بولی جاتی ہے ان مین سب سے اہم اردو زبان ہے جسکے بولنے والون کی تعداد دس کروڑ سے زیادہ ہے اور اسکی حسب ذیل اقسام ہین:-

(۱) اُردو (ہندوستانی) جو تمام ملک ہندوستان مین عموماً اور شمالی

ہند میں خصوصاً رائج ہے۔ اردو میں عربی حروف تہجی پر سات حروف کا اضافہ کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:-
ٹ جسکی آواز حروف تا اور طا کے درمیان ہے۔ ڈ جو دال اور ضاد کے درمیان بولا جاتا ہے۔ ڑ را اور عین کی درمیانی آواز۔ چار حروف فارسی کے ہیں جنکا تذکرہ آگے آئے گا۔

(۲) دکنی زبان۔ دکن و مدراس میں بولی جاتی ہے حیدرآباد اسکا مرکز ہے۔

(۳) کشمیری زبان۔ کشمیر میں بولی جاتی ہے سری نگر اس کا مرکز ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد تیس لاکھ ہے۔

(۴) سندھی زبان۔ سندھ میں رائج ہے۔ اسکا مرکز کراچی ہے سندھی زبان میں بھی اردو وغیرہ کی طرح عربی ترکیب و کلمات بہت زیادہ داخل ہو گئے ہیں اس کے بولنے والوں کی تعداد بھی تیس لاکھ ہے۔

(۵) ملتانی زبان۔ ملتان اور بلوچستان میں بولی جاتی ہے۔

(۶) مالی زبان۔ یہ قسم پرتگیز مالیو کی شاخ ہے جو جزیرہ ملاک اور نعیل ملایو میں بولی جاتی ہے اس کے مختلف لہجے یا آوازیں ہیں مالی زبان میں بھی عربی حروف تہجی پر حسب ذیل حروف کا اضافہ کیا گیا ہے: چ اسکی آواز تشا کے مشابہ ہے۔ ڠ "نجا" کی آواز دیتا ہے۔ ڤ وی (V) کی آواز دیتا ہے۔ ک "جا" کی آواز ڽ "نیا" کی آواز۔

اس ملک میں مقامات مختلفہ کے سوا جہاں قدیم ہندی حروف میں کتابت ہوتی ہے تمام مقامات پر عربی رسم خط رائج ہے۔

(۳) فارسی یا ایرانی زبانیں

یہ بھی آرین زبانوں میں سے ہے جو فارس، افغانستان، کردستان اور بلوچستان وغیرہ میں بولی جاتی ہے اس کے بولنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سا ٹھ لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسکی وہ اصناف جو عربی رسم الخط رکھتی ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) فارسی (جدید) فارس اور افغانستان کی سرکاری زبان ہے جو ۱۸۳۵ء تک ہندوستان کی بھی سرکاری زبان رہی ہے اور اب اسکی جگہ اردو رائج ہے۔ فارس والوں نے عربی حروف تہجی پر چار حرف کا اضافہ کیا ہے جو درج ذیل ہیں:- پ فارسی با، جو انگریزی حرف "پی" کے مشابہ ہے۔ چ جیم فارسی۔ ژ انگریزی مرکب حروف zh کی آواز دیتا ہے۔ گ انگریزی حرف "جی" کی آواز۔ کاف فارسی جو مصری جیم کی طرح بولا جاتا ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد ایک کروڑ ہے۔

(۲) افغانی یا پشتو زبان۔ افغانستان اور پشاور میں بولی جاتی ہے افغانی زبان ایک سخت زبان ہے اور اس کے حروف فارسی سے زیادہ ہیں۔ اس کے عمدہ بولنے والے قندھار کے لوگ ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ۵۰۰ برس پہلے افغانستان میں ادب و تہذیب کا نام و نشان نہ تھا۔ افغانی زبان میں تصانیف نثر و نظم بہت کم ہے۔ بولنے والوں کی تعداد تقریباً ۵۰ لاکھ ہے۔ افغانی عربی رسم خط میں لکھی جاتی ہے لیکن اس کا لب و لہجہ یا صحیح آواز کا تلفظ کتابت میں ناممکن ہے۔

(۳) کردی زبان۔ یہ کردوں کی زبان ہے جو کردستان واقع شمال مغربی فارس آرمینیا وغیرہ میں بولی جاتی ہے۔ مرکز اس کا دیار بکر ہے۔ کردوں نے اپنی زبان کو عربی رسم الخط میں گذشتہ صدی سے لکھنا شروع کیا ہے۔ بولنے والوں کی تعداد ۱۰ لاکھ ہے۔ یوسف ضیا پاشا مصری نے اس زبان کے الفاظ کو معہ عربی ترجمہ کے ۱۳۱۰ھ میں ایک کتاب میں جمع کیا ہے جسکا نام "ہدیۃ الحمیدیہ" ہے۔

(۴) افریقی زبانیں

اس کی اقسام میں لیبیہ، مغرب اقصیٰ کی بربری، سوڈان مصری کی نوبیہ، مغربی افریقہ کی سوجیہ، وسط افریقہ کی زنگی، مغربی سوڈان کی فلانی کی زبان اور بالتو زبانیں داخل ہیں۔ ان میں سے جو مشہور زبانیں عربی رسم خط رکھتی ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) ریفی یا شلحی زبان۔ یہ بربرون کی زبان ہے جو مراکش کے اصلی باشندے ہین۔ یہ زبان اپنی ترکیب اور الفاظ کے اعتبار سے ایک مستقل زبان ہے جسمین عربی الفاظ زیادہ داخل ہین اور اسی طرح بربری الفاظ کی بھی کثرت ہے۔ اس ملک مین اسکی بولنے والی ایک تہائی آبادی ہے۔

(۲) بربری یا قبائل کی زبان۔ بلاد جزائر کے باشندون مین رائج ہے مغرب والے اس زبان مین قاف کو ق کی صورت مین لکھتے ہین اور دونون کے نقطے اوپر کے بجائے نیچے لگاتے ہین اسیطرح چھوٹے فا پر تین نقطے (ث) جیم پر تین نقطے (چ) اور شین پر بھی تین نقطے (ڜ) لگاتے ہین اور ان سب کا تلفظ کاف فارسی کی طرح ہوتا ہے۔

(۳) ساحلی یا جزرانی زبان۔ یہ زبان بانتو کی ایک قسم ہے جو زنجبار اور اس کے متصلہ مقامات مشرقی افریقہ مین بولی جاتی ہے۔ اس مین بہت سے عربی الفاظ داخل ہین۔

(۴) ہوسی زبان۔ زنگی زبان کی ایک قسم ہے جو مملکت ہوس یا ہوسہ واقع سوڈان مغربی مین بولی جاتی ہے۔ برطانیہ کے قبضہ سے پہلے اس مملکت کا دارالحکومت مشہور شہر سقطو تھا اور اسی وجہ سے اس زبان کو سقطوی کہتے ہین۔ ہوسی زبان تجارتی و دفتری خط و کتابت مین مستعمل ہے۔

(۵) ملگاسی زبان۔ جزیرۂ مدغاسکر مین سیاسی و تجارتی زبان بھی یہی ہے اور اس جزیرہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ مستعمل نہین اور مدغاسکر مین بھی چند قبائل ہی اسکو بولتے ہین۔ تقریباً بیس لاکھ آدمی اس کے بولنے والے ہین۔

ان زبانون کے علاوہ اور بھی کچھ زبانین ہین جو عربی رسم رکھتی ہین جیسے سوڈانی لیکن انکی تدوین نہین ہوئی اور اس وجہ سے وہ عربی خط ہی مین لکھی جاتی ہین۔

(۵) عربی زبان

عربی زبان بولنے والون کی تعداد چھ کروڑ ہے جو عرب، مصر، شام، عراق، طرابلس الغرب، ٹیونس، الجزائر، مراکش، سوڈان مصری، نوبہ، سوڈان غربی اور دیگر مختلف جہات مین بولی جاتی ہے۔ اسوقت عربی رسم خط جنوبی و شمالی امریکہ کے ان مقامات مین بھی عربی زبان کے ساتھ رائج ہے جہان شامی وغیرہ عرب لوگ آباد ہوگئے ہین اور جہان بہت سے عربی اخبارات و رسائل جاری ہین ولایات متحدہ امریکہ اور امریکہ کے دوسرے مقامات مثلاً میکسیکو، برازیل ارجنٹائن وغیرہ مین بھی عربی رائج ہے۔

(۶) خلاصۃ الکلام

اب ہم ذیل مین وہ تمام شمار و اعداد درج کرتے ہین جو اطراف عالم مین عربی رسم خط لکھنے والون کے ہین:۔

عربی زبان	چھ کروڑ سے زائد
فارسی زبان	۱ کروڑ ۹۰ لاکھ جس مین سے فارس مین ۹۵ لاکھ افغانستان مین ۵۰ لاکھ اور کردستان مین ۴۵ لاکھ ہین
ہندی زبان	۹ کروڑ ۹۰ لاکھ جسمین سے ہندوستان مین چھ کروڑ ۹۰ لاکھ اور ملایو مین ۳ کروڑ۔
ترکی زبان	۱۳ کروڑ جسمین سے چین و روس مین ۳ کروڑ اور دولت عثمانیہ مین ۱۰ کروڑ۔
افریقی زبان	۲-۴ کروڑ کے درمیان۔

مجموعی تعداد ۳۴ کروڑ ۲۰ لاکھ

مذکورہ بالا تمام تحریر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ عربی رسم خط دین اسلامی کی ترقی کے ساتھ پھیلتا گیا اور سامی تورانی آرین تینوں زبانون نے اسکو پسندیدگی کے ساتھ قبول کیا ہے پس سامی زبانون مین سب سے اہم و افضل عربی زبان ہے جسنے اپنی معاصر

ہیں سے تعلق رکھنے والی زبانون مین سے بعض کو مردہ اور بعض کو بیعت بنا دیا ہے۔ تورانی زبانون مین سے اہم ترکی زبان ہے عربی رسم خط مین لکھی جاتی ہے۔ آرین زبان کی دو قسمین ہین جنوبی شمالی۔ جنوبی ہندوستان اور فارس مین پائی جاتی ہے جو بجز سنسکرت اور بعض جزائر کی زبانون کے تمام عربی رسم خط رکھتی ہین اور شمالی مین سے ہندی اُردو عربی رسم خط اور انگریزی اور ایک قسم کی امریکن انگریزی رسم خط رکھتی ہین۔

آغا رفیق (بلند شہری)

البحر

ساحل کی بربادی

ساحل کو برباد کرنے مین سمندر کی لہرین دن رات اپنا کام کرتی ہین۔ تم نے سنا ہوگا کہ جن لوگون نے دریا کے کنارے بود و باش اختیار کی اُن کے مکانات اور گاؤن آخر دریا کی دھارون سے بہ گئے اور برباد اور تباہ ہوگئے، اور جہان پر اُن کے مکانات اور زراعت و سامان تھا وہ مقامات تہ آب ہوگئے جن کا کوئی نشان اب موجود نہین ہے۔ غرض جس طرح دریا اپنے کرارے کو کاٹتا جاتا ہے ٹھیک سمندر کی لہرین ساحل کو کاٹتی اور برباد کرتی جاتی ہین جیسا کہ سینکڑون ہزار دان برس قبل جہان ساحل تھا اُس مقام پر اسوقت سمندر بہ رہا ہے، اور جو مقامات سمندر کے وسط مین ہزارون برس پیشتر سمندر تھے وہ اس وقت آباد اور سرسبز ہین چنانچہ علم الارض کے ماہر بیان کرتے ہین کہ جہان پر ہمارا کوہ ہمالیہ اپنی سطوت و شان سے مناظر قدرت کی بہار دکھا رہا ہے، کسی زمانے مین وہان ایک بحر ذخار موجزن تھا۔ تم کو یہ بیان ایک کہانی معلوم ہوگا لیکن اگر ہم ذرا سوچو اور ہمالیہ کی چوٹیون پر جو مشاہدات نظر آتے ہین ان کو خیال کرو تو تم خود مان لوگے کہ یہ بیان ایک سچا واقعہ ہے اور اس وقت تم کو معلوم ہو جائے گا کہ سمندر کی لہرین روئے زمین پر حیرت خیز انقلاب پیدا کرسکتی ہین۔ ہمالیہ کی بڑی بڑی چٹانون کی چوٹیون پر بحری جانورون کی ہڈیان پائی جاتی ہین اور اُس کے اوپر ہزارون مقامات ایسے پائے گئے ہین جہان کوڑیان، سنکھ، سیپ، گھونگھے وغیرہ نظر آتے ہین جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کوہ ہمالیہ کسی زمانے مین تہ آب تھا اور اس کے اوپر سمندر کا دھارا چل رہا تھا۔ ایک زمانے تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ممکن ہے کہ کوہ ہمالیہ طوفان نوح مین غرق ہوگیا ہو اور اسکی وجہ سے اس پر یہ آثار دکھائی دیتے ہین لیکن بعد کو تجربات اور مشاہدات سے ثابت ہوا کہ اس جگہ پر نظر انداز کرتا ہوں یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ یونان کا حال اگرچہ ہم نہین کو سنا تو ضرور ہوگا کہ وہ تمام کا تمام ہوگیا اور سارا کا سارا ملک جو اپنی دانائی علم اور حکمت مین آپ اپنی نظیر تھا، سمندر کی لہرون سے کٹ کر برباد ہوگیا، اور جہان سابق یونان تھا اُس جگہ اب سمندر موجود ہے غرض اس طرح کی اور ہزارون نظیرین موجود ہین جنکو خیال کرو تو خواہ مخواہ یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ پانی کی لہرین جو ساحل سے آکر ٹکراتی ہین، وہ اس کو آئے دن کاٹ کر برباد کرتی جاتی ہین۔

جا بجا کھڑے ہوکر نگاہ کرو تو اُنکی ٹوٹی ہوئی دیوارین فرسودہ،

ملک سید راحت حسین صاحب بی اے، بی ال نے لڑکیون کے لیے ایک مفید کتاب "نیرنگ ارض" کے نام سے لکھی ہے مضمون ہذا اُسی کے ایک باب کا اقتباس ہے۔ (ایڈیٹر)

نظر آئین گی جن کو پانی کی لہرون نے کاٹ کر برباد کر دیا ہے۔ پانی کی لہرین ساحل کو اس طرح چھان ڈالتی ہین کہ اس مین خلق جان باقی نہین دہتی۔ اوپر کا کرارا تو کھڑا رہتا ہے لیکن جڑ کھوکھلی ہو کر خالی پڑی جاتی ہے جسکی وجہ سے خراب شدہ ساحل کی دیوارین فرسودہ اور بے جان ہو کر ٹوٹ ٹوٹ کر پانی مین گرتی جاتی ہین اور اس طرح سمندر پیچھے ہٹ کر آگے بڑھتا ہے۔ سال در سال ایک ذرا آگے کو بڑھتا جاتا ہے لیکن جو مقام پتھر کا بنا ہوا ہے ان کی جانب کو بڑھنے جانا ممکن نہین ہے جن مقامات پر پہاڑ یا چٹان واقع ہوتی ہے وہ سمندر کی برباد کرنے والی لہرون کا پورا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور سمندر کو زمین کی جانب اس قدر سرعت کے ساتھ بڑھنے کی قدرت نہین ہو سکتی جیسی وہ بڑھانے پا اور دوسرے مقامات پر برطانیہ کے ساحل مین جو پہاڑون کے قدرتی طاقت محکم ہین وہ سمندر کی لہرین ان کو کاٹ کر آسانی سے برباد نہین کر سکتی لیکن ان مقامات کو بھی دیکھو تو تم کو کنارے پر جا بجا پہاڑ کی ٹوٹی ہوئی اور فرسودہ دیوارین نظر آئین گی جو تنہا کھڑی ہوئی پانی کی لہرون کا اسوقت تک مقابلہ کر رہی ہین۔ ان کی بربادی زبان حال سے بیان کرتی ہے کہ وہ دیوارین کسی زمانہ مین ایک پہاڑ کا جزو تھین جو شدہ شدہ پانی کی لہرون سے کٹ کر منہدم و برباد ہو گیا اور یہ فرسودہ ٹوٹی ہوئی دیوارین اسوقت تک پانی کا مقابلہ کرنے کو باقی رہ گئی ہین۔ اس طرح کی پتھر کی اونچی دیوارین جن کے ہر طرف پانی ہوتا ہے لہرون کے ٹکرانے سے پاش پاش ہو جاتی ہین، اور ان مین جا بجا بڑے بڑے غار پڑ جاتے ہین۔ یہان سے گذر کر ساحل پر جو پہاڑیان ہین انکی حالت کو دیکھو تو بالکل ابتر و خراب نظر آتی ہے تم دیکھو گے کہ پانی کی لہرون نے بڑی بڑی پتھر کی چٹانون کو جن کا تیر لادہ نہایت مستحکم بندھا تھا ایک کو دوسرے سے جدا کر کے ساحل پر ڈال دیا ہے۔ اور بہ زیون کی جڑ کو اسطرح کھود ڈالا ہے کہ انکا ٹوٹا ہو بے جان ڈھانچ ہر لحظہ ٹوٹ کر گرنے کو تیار ہے۔

اب یہان تک تو تم نے واقعات کا ذکر سنا۔ اب اسکی وجہ کو سنو کہ پانی کی لہرین ساحل کو کس طرح کاٹ کر برباد کرتی ہین ان قدرتی بیلداروں کے آلات کیا ہین؟ جن سے پتھر تک فرسودہ اور برباد ہو جاتا ہے؟ تم کو حیرت ہوگی کہ پانی کی لہرین چھوٹے چھوٹے سنگریزے روڑے اور کنکرون کی مدد سے زمین کو کاٹتی ہین۔ لہرین جب ساحل سے ٹکرا کر واپس ہوتی ہین تو روڑے اور پتھر کے ٹکڑے ان کے ہمراہ سمندر کی جانب کو روانہ ہوتے ہین لیکن تھوڑی دور جانے جاتے ان روڑون اور پتھر کے ٹکڑون کی راہ مین یکایک دوسری ساحل کو آنے والی لہر سے نہ بھیڑ ہو جاتی ہے جو ان ٹکڑون کو واپس ساتھ واپس لے آتی ہے اور ساحل کی جانب اندر سے دبا کر اچھالتی ہے جسکی وجہ سے روڑے اور کنکر ساحل سے آ کر ٹکراتے ہین اور انکو فرسودہ اور برباد کرتے جاتے ہین لیکن یہ دوسری لہر جب پھر واپس چلتی ہے تو روڑے کنکر اور سنگریزے اس کے ساتھ ہو لیتے ہین لیکن ساحل کو آنے والی لہر پھر ان کو پکڑ لاتی ہے اور اس طرح سنگریزے ساحل سے ٹکر کر اسکو کاٹتے جاتے ہین جس سے بڑے بڑے غار پڑ جاتے ہین اور ساحل کی جڑ کھوکھلی ہوتی جاتی ہے۔

اب سنگریزون کا حال سنو کہ وہ آپس مین ٹکرا ٹکرا کر گھس جاتے ہین اور ان کے اس طرح گھس جانے سے ریت پیدا ہوتی ہے جو پانی مین تہ نشین ہو جاتی ہے۔ پانی کی لہرون کو ایک قدرتی چکی سمجھو جو سنگریزے اور کنکر کو چیرتی ہوئی تہ و بالا کرتی ہے اور ان کو پیسکر ریت بنا دیتی ہے۔ لاکھون من ریت جو تم دریا کے کنارے دیکھتے ہو وہ اسی چکی کا پیسا ہوا ہے۔

سید راحت حسین

مرزا اسد اللہ خان غالب

گرہم شرح ستم ہاے عزیزان غالب
رسم امید ہمانا زجہان برخیزد

افسوس زمانہ بڑا ہی ناقدردان ہے اس نیلی چھت کے سائے میں اہل کمال کو ہمیشہ مصیبت ہی کا سامنا رہا ہے شعرا ے مغرب کا حال اگرچہ بہت تفصیل کے ساتھ مختصر الفاظ میں کہا ہے تو ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ان شعرا کا حال یورپ کی زبانی تفصیل کے ساتھ لکھیں لیکن یہ ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ جو داد کمال کے جوہر انھیں حاصل تھا سب فاقے کرتے کرتے اور چکیاں پیستے پیستے مر گئے

انگلستان کا شاعر ڈرائڈن، اسپنسر، اٹالیہ کے ڈینٹو، پٹرارک، ٹاسو، کیمیوئنس، فرانس کا [illegible] اور یونان کے ہومر، ٹرنس، پلاٹس، ان سب کا حال دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بیچاروں پر کیا کیا مصیبتیں بیت گئیں اور زمانہ کے ہاتھوں انھیں کن کن ذلتوں سے سابقہ پڑا۔

ایران کے جادو نگار شعرا کچھ ان سے زیادہ بری حالت میں نظر آتے ہیں۔ فردوسی، سعدی، انوری، حافظ شیرازی بغور دیکھئے تو سب یکساں رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ فردوسی نے تو پردہ پردہ میں کہا ہے حافظ نے تو صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے

ہمہ تازی شدہ مجروح بزیر پالان الخ

اب ذرا اپنے ملک کے شعرا کا حال سرسری نظر سے دیکھا جائے میر جن کو خدا ے سخن کا سچا خطاب دیا گیا ہے کیا تھے اور انکی عمر کس طرح گزری؟ دلی سے لکھنؤ جاتے وقت جس قدر دماغ جوہر سخن سے بھرا ہوا تھا اس سے زیادہ انکی آستین افلاس اور تہیدستی سے بھری ہوئی تھی غریب کو پورا کرایہ بھی نہ جڑا۔ آخر ساجھے پر گاڑی کرایہ کی۔ انشاء اللہ خان سودا، اور سب سے زیادہ ذوق کو لیجئے جنکو بادشاہ کے استاد بننے کا بھی فخر حاصل تھا۔ جناب ذوق کی حالت ہم سے پوچھئے کہ کس طرح گزری اور کس قدر اپنی ضروریات سے فارغ اور مستغنی تھے۔ اگرچہ ہمیں ابراہیم ذوق کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی لیکن معتبر ذرائع سے جس قدر ہمیں معلوم ہوا وہ اسی قدر ہے کہ انکی عمر نہایت تنگدستی کی حالت میں گزری۔ ان سب سے قطع نظر کر کے ہمیں مرزا غالب کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ مرزا غالب کے حالات لکھنے کا ہمیں بوجہ ایک دور کے رشتہ کے سب سے زیادہ حق حاصل ہے۔ ہمیں مرزا غالب کی زیارت کا شرف تو حاصل نہیں ہوا لیکن اپنے بزرگان کی زبانی ایسے سچے واقعات ہمیں معلوم ہوئے ہیں جنکا مختصر بیان بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔

جس مسند پر امیر خسرو عرصہ تک بیٹھکر زمانہ کو اپنی نغمہ سنجیوں سے والہ و دیوانہ بنائے رہے اور پھر دنیا کو چھوڑتے وقت آیندہ کسی کو اسکے لائق نہ سمجھکر صندوق میں بند کر کے چھوڑ گئے تھے اپنے دور میں مرزا صاحب نے اُس صندوق کا قفل کھولا اور خندہ پیشانی کے ساتھ اُسی مسند پر اپنا مبارک قدم رکھا۔ اور سچ پوچھئے تو وجد میں آ کر اور جھوم جھوم کر کچھ ایسی دل میں پیوست ہونیوالی آواز اور موثر لہجے میں نغمہ سرائی کی کہ اہل دل کے دلوں ہی میں جا کر ٹھہری اور چاروں طرف سے آوازِ تحسین آنے لگی قصائد میں اپنے زمانہ کے مستند شاعر عرفی کے قصائد پر مرزا غالب نے غائر نظر ڈالی اور خود بھی اسی طرف جھک پڑے۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ عرفی سے انکا پلہ بھاری رہا۔ مگر یہ کہہ دینا بھی سراسر ناانصافی ہے کہ قصائد کی دنیا میں وہ عرفی سے بہت پیچھے ہیں۔

مرزا صاحب بہت ہی سیدھے سادے بزرگ تھے۔ مذاق اور ظرافت طبیعت میں

---

¹ شعر و سخن کی مسند سے حضرات صوفیہ کی مسند مراد نہیں۔

لنکے مزاج میں تھی۔ جناب نواب صاحب والئ لوہارو وہ وقت بہت
کم ملتے تھے۔ کبھی کبھی مرزا صاحب کی خدمت میں جاتے رہتے تھے اور مرزا
صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ فرمایا کرتے خوش بیان
نواب امین الدین خان صاحب تو سب داناؤں اور بینا ہمدردوں
مرزا صاحب کا مکان دہلی میں بلی ماران کے محلہ میں تھا۔ ایک شیخ
کے امیر زادہ سے جو کوچہ چیلان۱؎ میں رہتے تھے مرزا صاحب کو بہت محبت
تھی۔ یہ صاحب اعتدال سے زیادہ نازک مزاج اور ضعیف الاعضا
تھے۔ شام کے وقت گھر سے باہر نکلتے تھے۔ کبھی کبھی مرزا صاحب
کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ میرزا ان سے کہا کرتے "کیوں
صاحب! ہماری آنکھیں تمہارے دیکھنے کو ترستی ہیں اور تم ایک
وقت کے واقف نا آشنا۔ علی شاہ کے تکیے پر تشریف نہیں لاتے۔ گرمی
کے موسم میں تمازت اور حدت آفتاب کا خوف، سردی میں زکام
اور نزلہ کا اندیشہ نہیں آنے دیتا، برسات میں تو بجلی کے ڈر سے کبھی
آپ گھر سے باہر قدم بھی نکالتے۔ ڈرتے ہو کہ راستے میں آپ کی
نزاکت ہمارے لئے وبال جان ہوگئی۔ تم نہیں جانتے ہو میں گرچہ
کنشتان میں رہتا ہوں" وہ صاحب سن کے چپ ہو گئے۔ کیونکہ فی الواقع
وہ اپنے مزاج سے مجبور تھے۔ مرزا صاحب کے ہاں ایک بلی پلی ہوئی
تھی۔ اس سے انکو بہت محبت تھی بلکہ فارسی کے دیوان میں ایک قطعہ
بھی لکھا ہے۔ ایک دن گربہ موت نے اس بلی کا منہ واکر دیا۔ جاڑوں
کا موسم تھا رات کے گیارہ بجے تھے۔ مینہ برس رہا تھا۔ اندھیری چھائی

ہوئی تھی۔ سردی کے سبب سے دانت سے دانت بجتے تھے۔ اپنے
مکان کا چراغ گل کردیا۔ پلنگ پر رضائی کر لیٹ گئے اور خدمتگار
کو آواز دی وہ حاضر ہوا تو بھرائی ہوئی اور دبی ہوئی آواز سے کہنے
لگے "ارے کمبخت کچھ مجھے میری بھی خبر ہے؟" وہ نمک حلال ملازم اکثر
کے نمک خواروں کی طرح نمک حرام تھا۔ گھبرا گیا اور پوچھنے لگا "حضور
کیا بات ہے؟" آپ نے کہا "کوئی دم کا مہمان ہوں۔ لالٹین لیجا کوچہ
چیلان میں فلاں صاحب کو بلا لا۔ کہدیجیو کہ اگر مرزا غالب کو دیکھنا
ہے تو میرے ساتھ چلے چلو۔" یہ کہکر کراہتے ایسی سانس لی کہ نوکر ڈر
گیا۔ لالٹین لے کر بھاگا ہانپتا کانپتا ان صاحب کے مکان
پر پہنچا کنڈی کھٹکھٹائی دروازہ دھم دھمایا اور بے تحاشا چیخنے لگا کہ
کھولو! گھر والے ڈر گئے یا الٰہی کیا آفت آئی۔ ماما نے ڈیوڑھی پر آکر
پوچھا کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ خیریت تو ہے؟ نوکر نے کہا میاں
کو جلد بھیجدو میں غالب کا نوکر ہوں۔ باقی حال ان سے کہونگا۔ ماما
نے میاں سے کہا۔ وہ غریب بدحواس دوڑتے ہوئے دروازہ پر گئے
اور کہنے لگے "ارے خیر تو ہے مرزا غالب پر کیا گذری؟" نوکر رونے لگا
اور کہا آپ ہی چلکر دیکھ لیجئے کوئی دم اور ساعت کے مہمان ہیں۔ وہ باہر
اور بادنا لوگ تھے۔ یہ سنکر بیتاب ہوگئے۔ ایک دھسّا اپنے سر پر باندھا
اور ہائے غالب کہکر رونے لگے۔ مزاج کے ہاتھوں مجبور تھے۔ مگر ایسی
کشش بھی جو بیٹھے رہتے۔ دو چار گرم کپڑے اوپر تلے پہنے۔ پاجامہ کا
گھٹنا بنایا۔ چھتری لگا ننگے پاؤں بھیگتے ٹھوکریں کھاتے نوکر کے ساتھ
ہولئے۔ پاؤں زخمی ہوگئے۔ ناخنوں سے خون جاری ہوگیا۔ بدحواس
اور پریشان مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے۔ پلنگ کے قریب جاکر
آواز دی "غالب! غالب!" جواب ندارد۔ "میرزا غالب! ہائے کچھ تو بولو"
ایک لڑکھڑاتی اور مدہم آواز میں جواب ملا "کیا ہے؟" وہ صاحب پھر
کہنے لگے "آخر بتاؤ تو کیا ہوا؟" آواز آئی "روشنی قریب لاؤ۔ لحاف اٹھاکر

۱؎ کوچہ چیلان بلی ماران سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک محلہ ہے۔

۲؎ یہ ایک مزیدار لطیفہ ہے۔ ایک طہرانی نے اپنے وطن جاتے وقت میرزا سے
کہا پتا لکھ دیجئے۔ انہوں نے "ہندوستان، شہر دہلی، محلہ بلی ماران" لکھدیا
ان بزرگ نے وطن پہنچکر لفافہ پر لکھا "ہندوستان، شہر دہلی، محلہ گربہ کشان" پوشیدہ
نہ رہے کہ یہ لطیفہ ساختہ ہے۔ مگر مرزا غالب ایک مشہور آدمی تھے اس سے ...

دیکھو تو لال میں قریب آئی لحاف اٹھایا تو دیکھا کہ آپ چت پڑے ہیں۔ بلی مری ہوئی پڑی ہے۔ وہ صاحب نہ سمجھے۔ پھر پوچھا کیا حال ہے۔ کہا "دیکھو نا بلی مر گئی۔ ہائے غالب کو سخت صدمہ ہوا" یہ کہا اور آنکھ بند۔

مرزا غالب ایبکی ترک تھے۔ بڑے خاندانی اور شریف بزرگ تھے۔ چنانچہ ایک قطعہ میں آپ لکھتے ہیں ؎

ایبکیم از جماعۂ اتراک در تمامی ز ماہ دہ چندیم

بعض حضرات حیرت سے فرمایا کرتے ہیں کہ "میرزا صاحب نے تو اچھا زمانہ اور قدردان پبلک پائی تھی پھر وہ اس قدر تنگدست کیوں رہے؟" بیشک ایک ناواقف کو جس قدر حیرت ہو وہ حق بجانب اُس کے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات ہم خود حیرت میں آجاتے اور سوچتے ہیں کہ میرزا غالب تو بڑے ہردلعزیز بزرگ تھے وہ اس قدر پریشان حال کیوں رہے؟ ایک سرسری نظر مرزا صاحب کے تلامذہ کی طرف دوڑائیے۔ اس فہرست میں آپ والیان ملک اور سرداران قوم اور اکثر صاحبان اقتدار بزرگان کے نام نامی دیکھئے گا جنت آرامگاہ نواب یوسف علیخان صاحب والی ریاست رامپور سے میرزا صاحب کو جو تعلق تھا اس کا بیان کرنا طول امل ہے۔ وہ شعر سن لیجئے۔ آپ جان جائیں گے کہ جنت آرامگاہ سے میرزا کو کیا تعلق تھا۔ فرماتے ہیں ؎

نواب مہر نسب منوچہر چہر را حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد

ایک شعر چھوڑ کر لکھتے ہیں ؎

بر روم فرو مجلوت راز و بہ بزم انس روح الامین مصاحب غالب ندیم باد

جنت آرامگاہ کے سوا نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب نواب علاء الدین احمد خان صاحب بہادر مرحوم و مغفور نواب مصطفیٰ خان صاحب مرزا تفتہ وغیرہ وغیرہ کو جو مرزا صاحب سے عقیدت تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ہم اپنے اُن احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں جو متحیر ہو کر پوچھتے تھے کہ غالب نے تو اچھا زمانہ پایا پھر کیون اس افلاس کی مصیبت میں مبتلا رہے۔ جناب والا! اگر نظر کو آگے بڑھا کر اور خیال کو وسیع کرکے دنیا کی عام حالت پر غور فرمائیے گا تو آپکی حیرت رفع ہو جائے گی۔ مین عرض کرتا ہون کہ ہر دور اور ہر عصر مین بادشاہ امیر وزیر غریب سبھی ہوتے آئے ہین اور دنیا کی یہی رفتار ہے۔ فردوسی نے کیسا زمانہ پایا؟ اور اُس کے ساتھ عصائری نے۔ حافظ، انوری جس زمانہ مین اپنے جوہر کلام سے دنیا کی عام سوسائٹی کو بیخود کئے ہوئے تھے اُس زمانہ مین کیا دنیا بادشاہون اور دولتمندون سے خالی تھی؟ ہرگز نہین اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اچھا پھر؟ ہائے رونا تو اسی کا پڑا ہے کہ ہر زمانے مین ان صاحبان کمال کی دلجوئی ہو سکتی تھی مگر ہوئی نہین۔

اگرچہ مرزا صاحب کے معتقدون کی فہرست پر آپ کی نظر پہنچ چکی ہے مگر مرزا کی حالت آپ کو اب بھی نہایت سقیم اور قابل رحم ہی نظر آئے گی۔ کہین

خجلتے نیست اگر بے سروسامان رفتم

کانا کُجا نکاہ سنئے گا کہین ترک وطن پر آٹھ آٹھ آنسو روتے پائیے گا۔ کہین عزیزون اور دوستون کی بے مہری کی داستان دل سے پار ہو جانے والے الفاظ مین سنئے گا۔ حاصل کلام یہ کہ غریب کو ان ہی داستان ہائے غم کے دکھڑون مین مبتلا پائیے گا۔

عام طبائع کے خواص سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کو دہلی سے بوجہ وطن ہونے کے نہایت محبت تھی جس طرح مرزا رفیع السودا کے تیور دہلی چھوڑنے سے پہلے ترک وطن کے خیال سے بل کی لیتے تھے مرزا صاحب آخر تک اُسی خیال پر قائم رہے۔ آخر مجبوریون کے [illegible] دہلی چھوڑنا ہی پڑی۔

[illegible] کہ پہنچکر جو قصیدہ کہ اُس کے پڑھنے کے بعد آدمی

ہو غش میں نہیں رہ سکتا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

چہرہ اندودہ بگرد و خرہ آغشتہ بخون خود گرم جسم کز دہلی بچہ عنوان رفتم

اور ایک شعر لکھا ہے جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے۔ ع

نہ بدل رفتم از ان بقعہ بلی از جان رفتم

آگے چلکر لکھتے ہیں ؎

داغ حسرت بدل و شکوہ [illegible] بزبان [illegible] از [illegible] رفتم

میٹھی زبان فارسی سے جن احباب کو شوق ہے انہوں نے مرزا غالب کا فارسی دیوان [illegible] دیکھا ہوگا۔ مگر جس نظر غائر سے انکے کلام کے دیکھنے کی ضرورت ہے شاید اس نظر سے [illegible] احباب نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ یون تو [illegible] اس دیوان کا ایک ایک [illegible] ہے کہ نہیں [illegible] احباب معاف فرمائیں [illegible] یا نثر [illegible] مگر اس قصیدے کے ہمنا [illegible] جو [illegible] بیٹھ [illegible] کیفیت ہے اس کا اثر [illegible] ہمارا [illegible] دل ابھی تک [illegible]۔

میرے ایک [illegible] دوست نے اپنے [illegible] ب [illegible] تعلیم [illegible] کی زبانی [illegible] بیان کی [illegible] مرزا صاحب دہلی کو آخری [illegible] عادت [illegible] ان سے [illegible] اس [illegible] جو مجھے مرزا غالب [illegible] سے حاصل تھا کہ [illegible] آپ اس قدر پریشان کیون ہیں؟ [illegible] تو عادت کے موافق [illegible] ہون [illegible] لیتے رہتے اور جب میرا اصرار حد سے بڑھا تو کہا "اومیان [illegible] ابوالفرج بن ہندو طبیب کا [illegible] قطعہ بھی سنا ہے جسمیں اسنے ہدایت کی ہے کہ" جب آدمی کو اپنے وطن میں ذلت کا سامنا ہونے لگے تو اسے ترک وطن پر آمادہ ہو جانا چاہیئے [illegible] وہ صاحب [illegible] خاموش ہو [illegible]۔

اپنے دوست کی زبانی میں ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کرنا چاہتا ہون جو انہون نے اپنے عالی قدر بزرگ سے سنکر مجھسے بیان کیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مرزا غالب کی خدمت میں حاضر ہوا [illegible] روز دن مرزا صاحب کو مختلف افکار کا سامنا تھا میں نے دیکھا تو مرزا صاحب [illegible] جو ان کی عادت تھی ہنس بول رہے [illegible] حیرت جب [illegible] تو مرزا صاحب سے میں نے کہا [illegible] باوجود [illegible] معاملات کے [illegible] ہونے کے میں آپکو بے فکر دیکھتا ہون۔ مرزا صاحب نے فرمایا "ہان دوست یہ میری [illegible] واقعات گزر رہے ہیں جن کے خیال کرنے [illegible] دن [illegible] ہو جاتے ہیں" اور پھر فرمایا "میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک شریف زادے سے جو جوہر شرافت کے علاوہ [illegible] دنیا [illegible] تھا" ایک شخص نے مرزا [illegible] شروع کئے۔ [illegible] یہانتک نوبت پہنچی کہ اپنی بیوی کی [illegible] اسکا نکاح کرا دیا جو کچھ سمجھو کر دیا۔ اس غریب نا تو ان کو [illegible] خدا نے صورت دلفریب دی تھی اسی قدر دنیا کے منظرون کی زیارت سے اسے بے نصیب رکھا تھا۔ اس درمیان میں اس پاجی خصائل خودغرض دوست نے اپنا سوخ اسقدر بڑھا

؎ میرے [illegible] صاحب [illegible] ابوالفرج بن ہندو [illegible] بغداد میں پیدا ہوا اور [illegible] رشید تھا۔ جسنے ۴۶۱ھ میں ایک عارضہ [illegible] مبتلا ہوکر [illegible] دی۔ [illegible] بڑا ادیب تھا۔ شاعری میں [illegible] جس کے اکثر اشعار مشہور ہیں۔ اکثر اطبا نے اسکی تعریف کی ہے۔ ابن رضوان جوکہ اعلےٰ درجے کا طبیب تھا ابوالفرج کی ہمیشہ تعریف کرتا رہا۔ کتاب منافع میں ابوالفرج کے اقوال سے بہت کچھ دلائل پیش کئے ہیں۔ اس حکیم کے عروج کا زمانہ القائم بامر اللہ عباسی کے عہد میں تھا۔

[illegible] اشعار کے معنی [illegible] ساتھ مرزا غالب نے بیان کئے انکا ترجمہ یہ ہے:

جب تجھکو تیرے عزیزون سے آزار پہنچے تو تجھکو ترک وطن کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اپنے وطن میں عزت حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیا نہیں دیکھا کہ صندل ہندوستان میں ایک معمولی لکڑی کا نام ہے مگر دوسرے ممالک میں وہ کس درجہ قابل قدر ہوتی ہے۔"

[illegible]۔ ہمارے نوجوان شریف زادہ نے اپنے ذاتی اختیار میں بھی
[illegible] کو دخل دے دیا۔ قصہ تو بڑا ہے مگر مختصر یہ ہے کہ اس شخص
[illegible] انھوں جو کسی طرح پندرہ روپے سے زیادہ کا آدمی نہ تھا اُس
شریف زادہ کو وہ وہ مصیبتیں گوارہ کرنی پڑیں جن کا بیان نہیں
ہو سکتا۔

مرزا صاحب کے بزرگ عالم شاہ کے زمانے میں دلی آئے تھے
بادشاہ کے دربار میں بہت اعزاز کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خود
مرزا غالب کو دربار گورنر جنرل میں کرسی ملتی رہی خلعت ہمیشہ پایا۔
[illegible] میں مرزا صاحب پیدا ہوئے۔ ۷۳ برس کی عمر پا کر [illegible]
میں انتقال کیا۔

باوجود اس تنگ دستی کے مرزا صاحب نے اپنی وضع کو کبھی نہ چھوڑا
[illegible] میں گورنمنٹ انڈیا کو دہلی کالج کا انتظام فرمانا منظور ہوا۔ ٹامسن
صاحب جو اضلاع مغربی و شمالی کے لفٹننٹ گورنر بھی رہے اُس وقت
سکرٹری تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بطرح دہلی کے مدرس کو سو روپیے
تنخواہ ملتے ہیں اسی تنخواہ پر ایک فارسی کا مدرس مقرر ہو تو اچھا ہو۔ مرزا
غالب کا حال سنکر صاحب بہادر نے آپ کو بلایا۔ یہ کوٹھی پر گئے اطلاع
ہوئی۔ صاحب نے کہا آئے۔ مرزا صاحب نہ گئے دوسری دفعہ
تاکید ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے استقبال کو صاحب تشریف
لائیں تو میں حاضر ہوں۔ خدمتگار کی زبانی سنکر صاحب چق اُٹھا کر
باہر آئے اور تعظیم کے ساتھ اندر کوٹھی میں لے گئے۔ کرسی پر بٹھایا اور
کہا "جناب جس وقت آپ گورنری دربار میں تشریف لائیں تو استقبال
کے امیدوار رہیں۔ اب تو آپ ملازمت کی غرض سے آئے ہیں۔" مرزا
صاحب نے جواب دیا "میں تو سرکاری ملازمت کو باعث ازدیاد عزت
جانتا ہوں۔ اگر میری بچی کچھی عزت میں بھی فرق آتا ہے تو ایسی نوکری
کو [illegible]

مرزا صاحب نے یہ غزل جس کا مقطع ہمارے مضمون کا عنوان ہے لکھنؤ
میں لکھی تھی۔ جب کہ وہ دلی کی ناقدردانی احباب کی بے مہری اغیار
کی دل آزاری سے دلی چھوڑ کر لکھنؤ تشریف لے گئے تھے اور وہاں
کی قدرداں پارٹی نے اِن کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے سروں پر بٹھایا
تو مرزا کے حواس بجا ہوئے۔ کچھ دن وہاں رہے اور شعر و سخن لطف
[illegible] سے اپنے میزبان احباب کی دلجوئی کرتے رہے۔ ایک روز
چند زندہ دل اصحاب جمع تھے اور مرزا صاحب اپنی سحر نما تقریر سے
حاضرین جلسہ کو ہنسا رہے تھے کہ ایک صاحب نے اپنے کسی ہمراہی
دوست کی طرف کان میں جھک کر کہا "یہ شخص تو ایسا اہلِ خوش گوار
[illegible] شاعر ہے کہ اسے آنکھوں میں بٹھایا جائے تب بھی کم ہے۔
افسوس دلی میں اس قدر بھی صلاحیت نہیں رہی کہ ایسے اعجوبہ روزگار
کی قدر کرتی۔" وہ صاحب ابھی جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ مرزا صاحب
بول اُٹھے "کیوں جناب کیا ارشاد ہوتا ہے؟" سوال کرنے والے
صاحب سمجھے کہ مرزا صاحب نے سن لیا۔ ندامت سے کہا "حضرت خیریت
ہے" اور پھر اپنا خیال ظاہر کیا۔ مرزا غالب صاحب سنکر بیتاب ہو گئے۔
ایک ٹھنڈی سانس لی۔ دیر تک گردن جھکائے بیٹھے رہے جس سے
معلوم ہوتا تھا کہ کسی سخت اور نہ برداشت ہونے والے غم کو ضبط کر رہے
ہیں۔ آخر نہ رہا گیا۔ پھر بولے "مجھ ہیچمیرز کی مجھ سے زیادہ قدر کرنے
والے دوستو! میں جس وقت عالم وجود میں آیا ہوں تو میرے شفقت
کرنے والے والدین نے اسی شفقت اسی محبت سے ہدیہ رحمت سمجھکر
گود میں اٹھا لیا جس طرح ہر بچے کے والدین اُنکو قدرت سے پہلا پہل

[illegible] ہمیں ڈر ہے کہ اہل دلی خفا ہو جائیں۔ ہم کیا کریں واقعات کے لکھنے
میں ہم طرفداری کرنے سے بالکل مجبور ہیں نہیں ہم تو بغیر کسی خیال کے ہم
سچ لکھ دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اب اعتراض کرنے والے چاہے کچھ
[illegible]

ویسی نعمت غیر مترقبہ عطا ہوئی ہو اٹھا لیتے ہین۔ زمانہ کے موافق ہونے کے سبب سے میرے ماں باپ نے دولت کا کھیل، دولت کے ڈھیر مین مجھے کھلایا۔ ابھی مین پانچ برس کا تھا کہ میرے باپ عبد اللہ بیگ خان نے جو آصف الدولہ مرحوم کے عہد مین یہان (لکھنو) بھی آئے تھے تورکی لڑائی مین اس دنیا سے رحلت کی۔ اُس کے بعد سے اپنے چچا نصر اللہ بیگ کے دامن محبت مین مین پرورش پاتا رہا۔ چند روز بعد میرے چچا بھی مرگ ناگہانی مین مرگئے۔ جاگیرین ضبط ہوگئین۔ پھر بھی ہزار لاکھون روپیہ موجود تھا۔ اب بھی میری نظر نے بہت سے عزیزون کو اپنے حال پر شفقت کرتے دیکھا اور مین بے فکر رہا۔ اور اسی طرح مین بچپن کی بیخودی اور خود فراموشی کے زمانے سے نکلکر جوانی کے باغ کی ہوا کھانے لگا۔ میرے چند روز کے روشناس دوستو! میرے اُن عزیزون نے جو فی الحقیقت دولت کو عزیز رکھتے تھے جو برتاؤ میرے ساتھ کیا مین بیان نہین کر سکتا۔ وہ اکس زبان سے بیان کرون نہین مجھ سے بیان نہین کیا جائے گا۔ بس اسی قدر عرض کر دینا کافی ہے

گرد ہم شرح ستم ہائے عزیزان غالب ۔ رسم امید ہمانا زجہان برخیزد

ہمانا زسے لفظ پرستے والون کا یہ حال ہوا کہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگے روتے روتے ہچکیان بند نہین ہوتی تھیں اور بار بار ہر شخص اس مصرع کے الفاظ کو دہراتا تھا۔ ع

رسم امید ہمانا زجہان برخیزد

خود مرزا غالب کا یہ حال ہوا اُس کے کہنے کے واسطے دل پاتے تھے بھی تھمے کا نہین خون دل۔

اللہ اکبر! کیا پر تاثیر کلام تھا۔ اسوقت بھی اگر کہا جائے تو دل اثر سے خون ہوا جاتا ہے۔ ذرا آپ اپنے دلون کو دیکھئے۔ اُف اُف کس طرح دھڑک رہا ہے۔ کلیجہ منہ کو آیا جاتا ہے اچھل رہا ہے۔ بیشک سچے واقعات اور درد کے الفاظ مین موزون ہو جانے کے بعد بغیر رنگ دکھائے نہین رہتے۔

احمد شفیع فریدآبادی

رومیون اور انگریزون کی طرز حکومت

لارڈ کرامر چند سال ہوئے ہندوستان مین ایک ممتاز حاکم تھے آپ صوبہ بنگال کی انڈین کونسل کے کچھ عرصہ تک ممبر مال بھی رہے۔ اس ملک سے جاکر مصر مین برٹش کونسل جنرل مقرر ہوئے۔ اور کئی برس تک اس ملک کا تمام انتظام اور حکومتی کاروبار آپ کی زیر ہدایت ترتیب پاتا رہا۔ مصر کا کونسل جنرل حقیقت مین اس ملک کا گورنر اور ناظم اعلےٰ ترین ہوتا ہے۔ لارڈ کرامر موصوف مین چار سال ہوئے علیحدہ ہوکر اپنے وطن کو پلٹ گئے۔ اور اب طرح طرح کے قومی مسائل مین دلچسپی لیتے ہین۔ آپ ہوس آف لارڈز کے ایک ذی عزت ممبر ہین۔ جنوری ۱۹۱۰ع مین آپ نے کلاسیکل ایسوسی ایشن (انجمن السنہ) کے سامنے بحیثیت پریسیڈنٹ کنگس کالج لندن کے ہال مین ایک فاضلانہ لکچر دیا تھا جسکا عنوان "قدیم وجدید امپیریل ازم" تھا اور اس کے دوران مین رومی اور انگریزی طرز حکومت کا مقابلہ کیا۔ اس کا ماحصل ذیل مین دیا جاتا ہے۔

زمانۂ آیندہ مین برطانیہ کے مدبرون کے سامنے یہ ایک اہم ... مذہب وملت قومی ونسلی اطوار اور ادب وزبان مین ایک دوسرے سوال پیش ہو گا کہ سلطنت انگلیشیہ کی پینتیس کروڑ ... سے بالکل مختلف ہے کس درجہ تک اپنے معاملات کا خود انتظام

کرے گی اور کس حد تک انگریز اس پر حکومت کرین گے۔ سلطنت روما کو ایسے مسائل سے کبھی دوچار نہین ہونا پڑا تھا۔ جب اُس قدیم و تاریخی سلطنت کا ستارہ اوج نصف النہار پر تھا اور اس کے زیر نگین زیادہ سے زیادہ رقبہ تھا تو اُس وقت اس کی مجموعی آبادی دس کروڑ سے کچھ کم تھی، اور اُس کا کل رقبہ پچیس لاکھ مربع میل سے زائد نہ تھا۔ مگر سلطنت برطانیہ کی آبادی ۴۰ کروڑ اور رقبہ جو انگریزی علم کے زیر اثر ہے ایک کروڑ پندرہ لاکھ مربع میل ہے۔ جب رومی مدبر اور رومی جنرل اپنی اصلی حدود سے باہر قدم بڑھاتے تھے تو شک اور بے اطمینانی سے، جسے تامل اور تذبذب کہنا بجا ہوگا۔ انگریزون کا بھی یہی خاصہ رہا۔ جیسے روس، برطانیہ وغیرہ اس وقت اپنی حدود کو اس غرض سے توسیع دیتے ہین کہ سلطنت اور ممالک محروسہ غیر ملکی حملون اور مخالفون کے غصب سے محفوظ و مامون رہے۔ اسی طرح اہل روما بھی اپنے علاقہ سے آگے قدم مارنے پر مجبور ہوتے تھے۔ اس قسم کی پیشقدمی کی ضرورت اور مجبوری پر جیسے برطانیہ مین آجکل مضحکہ اُڑایا جاتا ہے، ویسے روما مین بھی ہوتا تھا۔ دوسری سلطنتین اور نیز فیاض دل اور آزاد منش رومی لوگ کہا کرتے تھے کہ ملک گیری کی ہوس مین مبتلا ہوکر ہمسایہ کا علاقہ غصب کیا جاتا ہے۔ یہ اعتراض آجکل بھی سننے مین آتا ہے جیسے مسٹر گلیڈسٹون و لارڈ گرینول نے ۱۸۸۲ء مین مصر کو خالی اور آزاد کرنے کے واسطے ایڑی ناخنون کا زور لگایا تھا۔ اسیطرح نیک دل اور آزادی و مساوات کے حامی رومی اشخاص بھی غیر قومون کو زیر کرنے کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے تھے مگر سلطنت کی توسیع اور استحکام کے حامی ان کی کب سنتے تھے۔ ایسے آدمیون کی مخالفت کی آجکل بھی کوئی پیش نہین جاتی۔ قدیم و جدید شہنشاہیت کے طرفدارون کا اصول اور طرز عمل یکسان ہے۔ رومیون اور انگریزون کی سب کارروائیان بے باکی اور دلاوری سے لئے ہوئے ہین۔ ہر دو قومون کے قومی کیرکٹر اور فطرت مین بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ نازک موقع پر جس تدبر و شجاعت پیش بینی اور دانشمندی کا انگریز اظہار کرتے ہین اس سے رومی بھی خوب واقف تھے۔ بلکہ اس کا عملی ثبوت دیتے تھے۔ جنوبی افریقہ کی جنگ بوئران کے زمانہ مین انگریزی سپاہ کو جو زکین اور ہزیمتین پے در پے برداشت کرنا پڑی تھین ان کا مصر مین عجب اثر ہوا۔

اہل مصر کا یہ خیال تھا کہ انگریز رومیون کی طرح صرف فتح حاصل کرنے کے بعد صلح کی طرف مائل ہوتے ہین۔ اس موقع پر جو ثابت قدمی اور دلیری اہل برطانیہ کی طرف سے ظاہر ہوئی تھی، اسکی مخالف تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے جب خطرہ گزر گیا اور انگریزی سپاہ نے بوئرون پر فتح پر فتح حاصل کرکے بدنامی اور رسوائی کو نیک نامی اور عزت مین تبدیل کردیا تو لوگون نے مجنونانہ خوشیون کا اظہار کیا اور انگریزون کی شجاعت اور خردمندی پر عش عش کرنے لگے۔

مطیع قومون کی موافقت

انگریز جس ڈھنگ سے ہندوستان اور مصر پر حکومت کر رہے ہین وہ بھی رومیون کی طرز حکومت سے بہت میل کھاتا ہے۔ رومی لوگ مفتوح اقوام سے بہت مدد لیا کرتے تھے۔ اس اصول پر انگریز بھی عمل پیرا ہوتے ہین۔ مطیع اقوام سے انتظام سلطنت مین فوجی اور دوسری قسم کی امداد لینے کا تجربہ بہت خطرناک قسم کا ہے جس سے حکمران قوم کی شجاعت اور دلیری بھی مترشح ہوتی ہے۔ اس تجربہ سے ایک نہ ایک اہم نتیجہ ضرور پیدا ہوگا۔ یا تو مفتوح قوم اخیر مین جاکر فاتح کے ہم پایہ ہوجائے گی، اور کوئی تعجب نہین کہ وہ اس سے بھی بڑھ جائے اور ایک بالاتر رتبہ حاصل کرلے۔ یا وہ اپنی درماندہ و مفتوح حالت پر رہ کر اپنے غیر ملکی فاتحون کے ساتھ دل وجان سے شریک

ہوکر اپنی ملکی و قومی ترقیون کی طرف مائل ہوجائے گی۔ رومیون کے حق مین اول قسم کا نتیجہ برآمد ہوا تھا، مگر انگریزون کے باب مین یہ انجام نہین ہوا، اور نہ اس کی امید لگائی جاسکتی ہے۔ شاید یہ کہنا درست ہوگا کہ مطیع اقوام نے اپنی تابعداری اور اطاعت صبر و خوشی سے قبول کرلی ہے اور جو سپاہ اس ملک کے [illegible] سے بھرتی ہوتی ہے وہ حکمران قوم کے ساتھ متفق ہوگئی ہے۔ [illegible] کے غدر سے ظاہر ہوگیا کہ ہندوستان فاتح کی اطاعت خوشی سے قبول کرنے [illegible] لیکن اس غدر کے اسباب مختلف قسم کے تھے: ایک حد تک ملکی اسباب بھی [illegible] تھے مگر لارڈ ڈلاوس [illegible] کا یہ خیال ہے کہ یہ سرکشی [illegible] کی تحریک سے حرکت پذیر ہوئی تھی۔ اس امر سے [illegible] سے کہ سپاہ کا ایک حصہ [illegible] بالکل الگ رہا۔ بلکہ اُسنے اس کے فرو کرنے مین حکمران قوم کا [illegible] جنگ [illegible] آئی جس مین مطیع رعایا کی سپاہ شریک ہوئی اور اُسنے [illegible] کا ثبوت اپنے خون سے بہم پہنچایا [illegible] یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ مفتوح قوم کے ساتھ ملکر خوشی سے کام کررہے ہین۔ اور انہون نے حکمران قوم کی اطاعت قبول و تسلیم کرلی ہے۔ کیا ماضی کے واقعات مستقبل مین پھر پیش آئین گے؟ کیا وہ وفاداری جس پر حاکم و محکوم جائز فخر کرسکتے ہین اتحاد و اجتماع کو بہم کرنے والی اُن قوتون کا مقابلہ کرے گی جو ہندوستان اور مصر مین ایسی بے پروائی سے پیدا کیجارہی ہین بلاشبہ یہ نہایت نازک اور سنجیدہ سوال ہے جسے لارڈ ممدوح زمانہ آیندہ کے طرفدار شاہین و مدبران سلطنت کی غور و فکر کے سپرد کرتے اور اُن سے اس کا جواب طلب کرنے کا مشورہ دیتے ہین۔

(ہ) زمیون کے طرز انتظام سے بہت مختلف ہے مگر اصول وہی ہے۔ کچھ عرصہ تک ہندوستان برطانیہ کو خراج دیتا رہا جن مقاصد سے ہندوستان کے تاجر حکمران اور ان کے کارندے محرک ہوئے تھے ان مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس پر برطانیہ والے فخر کرین ان کے طریقے [illegible] اور خود مطلب اور [illegible] رومی حکام سے کسی طرح بہتر نہ تھے۔ تیرہ سو سال کے وقفہ سے فطرت انسانی مین بالیدگی اور رفعت پیدا ہوگئی ہے مگر اہم انقلاب واقع نہین ہوا۔ جب حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر تاج برطانیہ کے قبضے مین منتقل ہوگئی اور برٹش پارلیمنٹ نے اس کا ذمہ لیا تو اس ملک کی حالت مین بہت ترقی ہوئی۔ ۱۸۵۷ء کے خوفناک غدر کے بعد [illegible] وہ اصول حکومت اختیار کرنے پر مجبور ہوئے جو سب قسم کے اچھے انتظام ملکی کی جڑ سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ تھا کہ انتظام حکومت اور تجارتی کاروبار ایک فرقہ کے لوگون کے ہاتھ مین نہین رہا حکام سے ممکن ہے انتظام مین کوئی فروگذاشت ہوجائے، مگر اس سے وہ اپنی کوئی ذاتی غرض حاصل نہین کرنا چاہتے۔ جو غرض ہوتی ہے وہ حسن انتظام سے وابستہ ہوتی ہے لیکن تاجری کارندے رعایا کی فلاح سے تغافل برتتے اور اپنے آقا کے مالی فواید کو سب باتون پر ترجیح دیتے ہین۔ گزشتہ پچاس سال کے عرصے مین حکام بیشک ملکی انتظام مین کئی غلطیون کے مرتکب ہوئے اور مغربی اصول حکومت سے ایک مشرقی قوم کی ملکی ضروریات پورا کرنے مین قاصر رہے ہونگے مگر انہین الزام نہین دیا جاسکتا کہ بدنظمی صرف اپنے مالی نفع کے خیال سے عمل مین آئی ہے۔

قومون کا اختلاط

زمانۂ حال کی یورپین قومون کی ایک یہ بڑی کمزوری ہے کہ وہ مطیع قومون کے ساتھ خلط ملط نہین ہوسکتین اور یہ امر برطانیہ پر بھی [illegible]

برطانی ملوکیت [illegible]

[illegible] نسق [illegible] اختیار کیا ہے

عاید ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ مین صرف یونانیون نے اپنی ایشیائی اور افریقی رعایا کے ساتھ شیر و شکر ہو جانے کا خاصہ ظاہر کیا تھا۔ اور جو قوت اس باب مین رومیون نے ظاہر کی تھی اسے زمانہ حال کی شہنشاہیت جہان تک ایشیا اور افریقہ کی اقوام کا تعلق ہے ناکام ثابت ہوئی ہے، لیکن اس معاملہ مین آج کل کی کوئی قوم بھی کامیاب نہین ہو سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ انگریز ایک مغربی قوم ہین اور کوئی مغربی قوم اپنی مطیع رعایا کے ساتھ مل جانے مین کامیاب نہین ہوئی ہے ہندوستان مین انگریزون کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے وہ اختلاط مین کامیاب نہین ہوئے۔ اور یہ مسئلہ آجکل کی مغربی قومون کے سامنے سلجھاؤ کے لئے پیش ہی نہین ہوتا بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ اگر حکمران قوم محکوم کے درمیان اپنی زبان کی اشاعت کرے، تو انکی پولٹیکل ہمدردی اپنے حکام کیطرف مائل ہو جائے گی۔ لیکن واقعات اس کے منافی ہین مطیع قومون کے افراد اپنے حاکم وقت کی زبان حاصل کرنے مین کمال کرتے ہین مگر اس سے انکی ہمدردی اپنے حکمرانون کی طرف متحرک نہین ہوئی۔

حکومت خود اختیاری کا مسئلہ

ہندوستان مین جو ترقی دیکھنے مین آتی ہے وہ اچھی حکومت کی بدولت ہوئی ہے۔ بدعملی مین یہ ممکن نہین ہوتی۔ حکام اہل ہند کو قحط پلیگ اور جنگ وجدل سے بچانے کے سچے دل سے خواہشمند رہے۔ مگر قدیم زمانہ کے رومیون کے دلون مین ایسے خیالات بہت ہی کم پیدا ہوتے تھے، اور نہ ایشیائی سلطنتون کے حکمران ایسے ارادون سے تحریک پذیر ہوتے تھے۔ ہندوستان کے انگریز حکام کے سامنے صرف دو بڑے منصوبے رہے ہین۔ ایک عمدہ حکومت کا خیال جو ان کی سطوت و غلبہ کے متعلق ہے، اور دوسرا حکومت خود اختیاری کا مسئلہ جس سے انکے اختیار کا ایک جزو محکوم کے ہاتھون مین منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ دونون منصوبے ایسے ہین کہ ایک دوسرے پر مضر اثر ڈالتے ہین۔ مصر کی بابت لارڈ کرامر نے کہا ہے اسے مصریون کے حوالے کرنے کو تیار تو ہون مگر اسوقت اسکی کوئی صورت نظر نہین آتی۔ ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔ ہندوستان کی تقریباً تیس کروڑ آبادی جس کی ۲۲ مختلف زبانین اور کئی مذاہب ہین اس کے لئے حکومت خود اختیاری کی تجویز اور اسکی وکالت کرنا گویا ایک سلطنت متحدہ کو سیلف گورنمنٹ عطا کرنے کا نازک سوال چھیڑنا ہے جو اصلاحات انتظام ملک مین نافذ کی گئی ہین اور ان سے جو نتائج پیدا ہون گے ان کی نسبت لارڈ ممدوح کسی قسم کی راے دینا خارج از مطلب اور غیر مفید سمجھتے ہین۔ بعض انگریز یہ کہتے ہین کہ انتظام کے ہر شعبہ مین حکومت خود اختیاری کے اصول کا اجرا کرنا ہمارا فرض اولین ہے چاہے اس کا کچھ ہی انجام ہو بعض کا خیال یہان تک ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ انگریزی حکومت ہند کا خاتمہ ہو جائے گا اور ملک کا سارا انتظام اہل ہند کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یہ ایک حد تک تسلیم ہو سکتا ہے، مگر اس قسم کے طریق حکومت سے لارڈ ممدوح کی راے مین سخت دقتین پیدا ہو جائین گی اور ملک کا انتظام مشکل ہو جائے گا لیکن اہل ہند کے حوالہ کرنے کا خیال کبھی عملی صورت اختیار نہین کرے گا۔ ہندوستان کے نظم و نسق مین جو رد و بدل کئے جائین ان مین سب سے پہلے یہ امر مد نظر رہے کہ سلطنت انگلشیہ کے استحکام اور قیام مین کسی قسم کی کمزوری پیدا ہونے نہ پائے۔

والیا

(۱)

شاہ شجاع نے جب اورنگ زیب کے خوف سے وطن کو خیرباد کہا اور والیِ اراکان کے مہمان ہوئے۔ تو ان کے ہمراہ انکی تین شہزادیاں بھی تھیں۔ والیِ اراکان کی یہ خواہش تھی کہ تینوں شہزادیوں کے ساتھ اُس کے بیٹے کی شادی ہو جائے۔ شاہ شجاع یہ بے منھ سے بُری بات سنکر بہت ناراض ہوئے۔ والیِ اراکان بھی یہ دیکھ کر کہ رسّی تو جل گئی ہے مگر بل نہیں گیا۔ دل ہی دل میں بہت کُڑھا۔ آخر یہ سزا تجویز کی کہ ان چاروں کو کسی بہانے سے ناؤ پر سوار کرا کے دریا میں ڈبو دے۔ شاہ شجاع کو جب اس آنے والی مصیبت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی چھوٹی شاہزادی، آمینہ، کو خود ہی دریا میں غرق کر دیا۔ بڑی شہزادی نے خودکشی کر لی۔ منجھلی شہزادی، زلیخا۔ دریا میں کود گئی، مگر رحمت خان شاہ شجاع کے ایک وفادار ملازم نے زلیخا کی جان بچالی اور اُسے ہمراہ لے کر کہیں چلتا ہوا۔ آمینہ ایک ماہی گیر کے جال میں پھنس گئی اور اُس کے گھر پرورش پلنے لگی۔ اس کے کچھ مدت بعد والیِ اراکان نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا تخت و تاج کا وارث ہوا۔

(۲)

ایک دن علی الصباح بڈھا ماہی گیر کہیں سے آکر بہت رنجیدہ پن کے ساتھ کہنے لگا "تنی! بچے آج کیا ہو گیا کہ ابھی تک گھر کے کام دھندے میں ہاتھ نہیں لگایا؟ اور نہ ناؤ ہی ——"

آمینہ پاس جا کر پیار سے کہنے لگی "آج میری بہن (ہمشیرہ صاحبہ) نہیں ہیں اس لئے آج میری چھٹی ہے۔"

ماہی گیر "تیری بہن کون ہے؟"

زلیخا فوراً سامنے آکر بول اُٹھی "میں ہوں۔"

پہلے تو بڈھا بہت حیران ہوا۔ بعد ازاں زلیخا کے پاس جا کر بغور اُسے دیکھا اور کہنے لگا "تو کچھ کام جانتی ہے؟"

آمینہ نے جواب دیا "ابا! میری بہن کچھ کام نہیں کریں گی۔ اُنکے حصّہ کا کام بھی میں ہی کر دوں گی۔"

ماہی گیر نے کچھ دیر تامل کے بعد زلیخا سے پوچھا "اور تم رہو گی کہاں؟"

زلیخا "آمینہ کے پاس اور کہاں؟"

بڈھے نے سوچا، یہ بلا کہاں سے نازل ہو گئی۔ اس نے پھر دریافت کیا "کھاؤ گی کیا؟"

زلیخا نے جواب دیا "اس کے لئے گھبرانے کی کون بات ہے۔ یہ لو!" اتنا کہکر اس نے بڈھے کے سامنے ایک اشرفی پھینک دی۔

آمینہ نے اشرفی اُٹھا کر بڈھے کو دی، اور کہا "دن بہت چڑھ گیا ہے۔ اب اپنے کام پر جاؤ۔"

زلیخا بھیس بدلکر بہت جگہ ماری ماری پھری۔ آخر میں آمینہ کا پتہ پا کر ماہی گیر کی جھونپڑی میں آئی ہے۔ اُدھر رحمت خان نے اپنی اصلیت چھپا کر والیِ اراکان کے دربار میں ملازمت اختیار کر لی۔

(۳)

موسم گرما کی ایک سہانی صبح کا ذکر ہے کہ دونوں بہنیں ندی کنارے درخت کے سایہ میں بیٹھی تھیں۔ زلیخا نے آمینہ سے کہا "خدا نے جو ہم دونوں کی جان بخشی کی ہے، یہ صرف اس لئے ہے کہ ہم اپنے والد صاحب کے خون کا قصاص لیں۔ اس کے سوا ہمارے بچ رہنے

---

* ماہی گیر نے آمینہ کا نام اپنی زبان میں "تنی" رکھا تھا۔

کی اور کوئی وجہ نظر نہین آتی۔

آمینہ "پیاری ہمشیر! گزشتہ کی یاد فضول ہے۔ مجھے تو ابھی اس دنیا مین رہنا منظور ہے۔ جسکو اپنی جان بھاری ہو، وہ جا کر لڑتا پھرے۔ خدا کے فضل سے مجھے یہان کسی بات کی تکلیف نہین!"

زلیخا "شرم! شرم! - امینہ! کیا تجھ مین بادشاہی خون نہین؟ کہان دہلی کا شاہی تخت، اور کہان یہ ایک ماہی گیر کی جھونپڑی!"

امینہ (ہنس کر) "میرے ایسی ایک ناچیز لڑکی کو اگر یہ جھونپڑی اور درخت کا سایہ ہی زیادہ پسند ہو تو اس رنج کے وقت دہلی کے تخت کے لئے آنسو بہانے کی کون ضرورت ہے؟"

زلیخا (کسی قدر کبیدہ ہو کر) اس کے لئے مین تجھے مجرم نہین ٹھہراتی مگر! امینہ کچھ تو خیال کر۔ حضرت قبلہ سب سے زیادہ تجھ کو پیار کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھون نے تجھے اپنے ہاتھ سے دریا مین پھینکا۔ انکی عنایت کردہ اس موت سے تو اس زندگی کو بہتر نہ سمجھ! اگر تو حضرت قبلہ کے خون کا کامل قصاص لے سکیگی تو تیری یہ چند روزہ زندگانی زیادہ شاندار ثابت ہوگی۔"

امینہ یہ باتین سنکر خاموش ہو رہی۔ یہ تو ظاہر ہی تھا کہ صبح کے اس سہانے سمان اور ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہواؤن نے اُسے کچھ خود فراموش سا کر دیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد امینہ بولی! "بہن! تم یہان بیٹھو مین ابھی آتی ہون۔ اگر کھانا تیار نہ ہوگا تو بڈھا بھوکون مرجائے گا۔"

(۴)

زلیخا امینہ کی اس دلی کمزوری اور بزدلی کو دیکھکر بہت رنجیدہ تھی کہ اسی اثنا مین کسی کی آہٹ معلوم ہوئی۔ آنے والے نے آتے ہی زلیخا کی آنکھین موند لین۔

زلیخا نے سٹ پٹا کر پوچھا کون ہے؟ آواز سنتے ہی اُس جوان نے زلیخا کی آنکھون پر سے فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ دیکھکر کہنے لگا "یہ کیا! تم تو تنی نہین ہو!"

زلیخا کپڑے سنبھال کر کھڑی ہوگئی، اور تیور بدل کر دریافت کیا "تم کون ہو؟"

اُس نے جواب دیا "تم ہمین نہین پہچانتی ہو! تنی پہچانتی ہے تنی کہان ہے؟"

امینہ دونون کا شور و غل سن کر باہر نکل آئی زلیخا کا غضبناک چہرہ اور جوان کی حیرت زدہ صورت دیکھکر اُسنے قہقہہ لگایا۔

"بہن! تم اس کی باتون سے خفا نہ ہونا۔ یہ انسان نہین ہے! تم اسے وحشی سمجھو۔ اگر اسنے تمہاری شان مین کچھ بے ادبی کی ہو تو مین اسکو ابھی مزا چکھائے دیتی ہون (جوان سے مخاطب ہو کر) دالیا تو نے کیا کیا؟ نامعقول، ناشائستہ کہین کا!"

دالیا "کچھ بھی تو نہین کیا؟ صرف آنکھین موندی تھین! مین نے سمجھا تھا کہ یہ تنی ہے!"

آمینہ "پھر وہی چھوٹا مُنہ اور بڑی بات! - اب تو بہت نڈر اور ڈھیٹ ہوتا جاتا ہے۔ کب تو نے تنی کی آنکھین موندی تھین؟"

دالیا "آنکھین موندنے کے لئے ہمت کی کچھ ضرورت نہین خصوصاً جبکہ پہلے سے اِس کی مشق ہو۔ لیکن آج تو مین سچ مچ ڈر سا گیا تھا!"

زلیخا دالیا کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے مسکرانے لگی۔

امینہ نے کہا "تم بڑے بیوقوف ہو! تم اِس قابل نہین کہ شاہزادیون کے پاس رہ سکو۔ اب تمھین کچھ ادب اور قاعدے کی تعلیم دی جائیگی دیکھو، اس طرح سلام کرو۔"

امینہ نے سر جھکا کر زلیخا کو کورنش کی۔ دالیا نے بہت مشکل سے نقل اتاری۔ امینہ نے کسی قدر پیچھے ہٹ کر پھر اُسے کورنش کرنے کو کہا۔ دالیا نے فوراً تعمیل حکم کی۔ پھر امینہ پکڑ کر اُسے جھونپڑی کی طرف لے چلی۔ [illegible] کے اندر داخل ہونے پر کہنے لگی [illegible]

"دوجاؤ، آگ جلاؤ۔ مین آتی ہون!" امینہ نے باہر سے دروازہ بند کردیا۔

زلیخا کے پاس بیٹھکر امینہ کہنے لگی "بہن! یہان کے آدمی سب ایسے ہی ناشائستہ ہین۔ تہذیب سے یہ لوگ کوسون دور ہین مین تو ان لوگون سے بہت تنگ آگئی ہون!"

امینہ کے طور و اطوار سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی تھی کہ وہ واقعی تنگ آگئی ہے۔ بلکہ اُلٹا یہ ثبوت ملتا تھا کہ وہ انکی جا و بیجا رعایت کرتی ہے۔ زلیخا سخت ناراض ہوکر کہنے لگی "امینہ! یقین جان، تیرا یہ [illegible] دیکھکر مین سخت حیران ہون۔ اُس وحشی کی یہ مجال کہ وہ تیرے جسم کو مَس کرے!" امینہ ہان مین ہان ملاکر کہنے لگی "ہان! دیکھو تو سہی! آج خدانخواستہ کوئی شہزادہ یا نواب زادہ ایسی بے ادبانہ حرکت کرتا تو اُسے جہنم رسید کردیتی!"

جواب سنکر زلیخا اپنی ہنسی ضبط نہ کرسکی۔ اُسنے کہا "امینہ سچ بتا تو جو یہ کہتی تھی کہ مجھے یہ دنیا پیاری معلوم ہوتی ہے، اس بات سے کہین اس وحشی کا تو کچھ تعلق نہین ہے؟"

امینہ "سچ کہتی ہون، بہن! مین اِس وحشی والیا کی بیحد احسانمند ہون۔ وہ میرے لئے پھول توڑ کر لاتا ہے، تازہ تازہ میوے لاتا ہے کبھی کبھی جھاڑو دیدیتا ہے؛ اور اگر مین کسی کام کے لئے بلاتی ہون تو کتے کی طرح دوڑ کر آتا ہے۔ مین بہت چاہتی ہون کہ اسکی گوشمالی کرون اور ڈانٹون ڈپٹون، مگر وہ ایسے موقع پر ہنس دیتا یا رونے لگتا ہے جب کبھی دو چار چپت رسید کردیتی ہون وہ مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے۔ کئی مرتبہ اس کا ثبوت مل چکا ہے۔ ابھی اُسے بند کر آئی ہون، جاکر دیکھو تو وہ خوشی سے چولہے مین آگ پھونکتا ہوا نظر آئیگا۔"

زلیخا "اچھا! تو اب مین اس کو جنگلی پن دور کرنے کا رستہ [illegible]ن گی!"

امینہ "نہ بہن! تم اُسے کچھ نہ کہنا!" امینہ نے یہ جملہ اس ڈھنگ سے کہا گویا والیا نوگرفتار جانور ہے، یعنی اندیشہ ہے کہ دوسرے آدمیون کو دیکھکر کہین جنگل کو نہ بھاگ جائے۔ اسی اثنا مین ماہی گیر آن پہنچا آتے ہی دریافت کیا "بیٹی آج والیا نہین آیا؟"

امینہ "آیا تو ہے!"

ماہی گیر "کہان ہے؟"

امینہ "بہت دق کر رہا تھا، اس لئے کوٹھری مین بند کر آئی ہون!"

ماہی گیر دکسیقدر سوچ کر) اگر اُسنے دق کیا ہے تو ناراض نہونا۔ کم عمری مین سبھی ایسے چلبلے ہوتے ہین۔ کبھی تو بھی اسی طرح دق کیا کرتی ہوگی۔ اس لئے مناسب نہین کہ اس پر سختی کی جائے۔ کل والیا نے ایک اشرفی دیکر تین آم خریدے تھے!"

امینہ "اِس کی کیا پروا ہے؟ مین یونہی اُس سے دو اشرفی دلا دونگی۔"

ماہی گیر نے اپنی بیٹی لک اور نوعمر لڑکی کی اس چالاکی اور عقلمندی پر بیحد مسرت ظاہر کی، اور پیار سے اُسکی پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

* * * * *

تعجب کی بات ہے کہ اب والیا کے آنے جانے مین زلیخا فی نہین نکالتی۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہ تھی والیا اعلیٰ خاندانی شخص تھا۔ شہزادیون کے پاس آنے جانے مین اُسے کسی قسم کے تردد و اندیشہ کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ والیا کی طبیعت نہایت خوش خلق، سادہ، اور ہر دلعزیز واقع ہوئی تھی۔ وہ ہر حالت مین نڈر رہتا تھا۔

ایک دن جب صبح کو والیا آیا تو زلیخا نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس سے کہا "والیا! کیا تم مجھے اس ملک کا فرمانروا دکھا سکتے ہو؟"

والیا "دکھا کیون نہین سکتا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم انھین دیکھکر کیا کروگی؟"



عالم خیال

شوہر پردیس میں ہے [illegible]

[illegible]

زلیخا: "میرے پاس زہر میں بجھا ہوا ایک خنجر ہے۔ اُسے میں راجہ کے سینہ میں بھونکنا چاہتی ہوں!"

زلیخا کی باتیں سنکر پہلے تو کسی قدر متعجب ہوا، مگر جب زلیخا کے چہرہ پر استقلال نظر آیا تو والیا مسکرانے لگا، گویا ایسی بامذاق گفتگو اُسنے کبھی سنی ہی نہ تھی۔ شہزادیوں کے لئے اسی قسم کا مذاق زیبا ہے اگر کہین راجہ صاحب کی بدقسمتی اُنہین زلیخا کے سامنے لے آئے اور [illegible] کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے تو اُس وقت راجہ صاحب بہت [illegible] ہون گے، اور اُس وقت انھین کیا سوجھے گی؟ یہ سوچکر والیا قہقہہ مارکر ہنسنے لگا۔

(۵)

رحمت خان نے پوشیدہ طور پر ایک خط زلیخا کے نام بھیجا۔

"..... ارکان کے نئے راجہ کو معلوم ہوگیا ہے کہ دونون بہنین فلان ماہی گیر کے یہان رہتی ہین۔ وہ پوشیدہ طور پر امینہ کو دیکھ بھی چکے ہین، اور بہت جلد اُسے اپنی مہارانی بناکر محل مین لائین گے۔ بدلہ لینے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور موقع نہین ملے گا....."

خط پڑھکر زلیخا نے امینہ سے مخاطب ہوکر کہا "خدا کی مرضی صاف طور پر ظاہر ہو رہی ہے۔ امینہ! اب نا والی نہ کر! اب اپنی زندگی کا فرض ادا کر! لڑکپن چھوڑ دے!"

والیا وہین موجود تھا۔ امینہ نے دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ اُسکی ہنسی سے متاثر ہوکر امینہ کہنے لگی "والیا تمہین معلوم ہے، آج مین مہارانی بنون گی!"

والیا نے ہنستے ہنستے "بہت دیر کے لئے تو نہین؟"

امینہ نہایت حیرت زدہ ہوکر غور کرنے لگی کہ ایسے وحشی کے ساتھ انسانون کا سا برتاؤ کرنا اگر میری بھول نہین تو اور کیا ہے؟ اس پر بھی امینہ سے خاموش نہ رہا گیا۔ اُس نے دریافت کیا "والیا [illegible] کو قتل کرنے کے بعد واپسی پر تجھ سے ملاقات ہوگی؟"

(۶)

نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شاہی محل سے دونون بہنون کے لئے دو پالکیان آئین۔

امینہ نے زلیخا کے ہاتھ سے وہ خنجر لے لیا، اور اُسے خوب اچھی طرح دیکھنے لگی۔ کچھ دیر اُسکی آب دیکھکر نیام مین رکھا اور پھر کپڑون مین چھپا لیا۔ امینہ کی دلی خواہش تھی کہ روانگی سے پیشتر اگر ایک دفعہ اور بھی والیا سے ملاقات ہوجائے تو بہتر ہے۔ مگر کل شام سے والیا کا کہین پتہ نہ تھا۔ والیا کی کل کی ہنسی کہین اپنے اندر کچھ معنی تو نہ رکھتی تھی؟

پالکی مین سوار ہونے سے پیشتر امینہ نے اپنے بچپن کے گہوارہ کو نہایت حسرت اور پُرنم آنکھون سے دیکھا۔ امینہ نے آنسو بہاتے ہوئے ماہی گیر کا ہاتھ پکڑا اور کہا "بابا! مین تو اب جاتی ہون۔ تیری کی عدم موجودگی مین تیرا گھربار کون دیکھے گا؟" ماہی گیر بچون کی طرح رونے لگا۔ امینہ بولی "بابا! اگر والیا آئے تو یہ انگوٹھی اُسے دیدینا اور کہنا تیتی جاتے وقت یہ نشانی دے گئی ہے!"

امینہ پالکی مین سوار ہوگئی۔ شاہی ملازمین خوشی خوشی چلتے ہوئے اب یہان بالکل سناٹا تھا۔

اپنے وقت پر پالکی شاہی محل مین داخل ہوئی۔ دونون بہنین پالکی سے اتاری گئین۔ امینہ کے چہرہ پر نہ تو ہنسی ہے نہ آنکھون مین آنسو۔ زلیخا کی صورت پھیکی پڑگئی ہے جب تک ادائے فرض مقام دور تھا، اُس وقت تک ہمت بلند تھی۔ زلیخا نے دلی گھبراہٹ اور کپکپی کے ساتھ امینہ کو گلے لگایا۔ وہ سوچنے لگی کہ آج اس [illegible] ہوئے گلاب کو کس خون کے دریا مین [illegible] ہون [illegible]

اب سوچنے کا وقت [illegible] گئی [illegible]

کے قریب جاکر آئینہ ٹھہر گئی اور بولی "بہن!" زلیخا نے فوراً اُسے گلے لگا لیا۔

آخر دونون بہنین کرہ کے اندر داخل ہوئین۔ راجہ صاحب شاہانہ ٹھاٹ کے ساتھ مسند پر فروکش تھے۔ آئینہ شرم کے مارے دروازے کے پاس ہی کھڑی رہی۔ لیکن زلیخا آگے بڑھ گئی، اور راجہ صاحب کے قریب جاتے ہی چلا اُٹھی "والیا!"

آئینہ یہ حیرت آمیز منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی۔

ہوش آنے پر آئینہ زلیخا کی طرف اور زلیخا والیا کی طرف دیکھنے لگی۔ والیا دونون کے دل کی بات سمجھ کر ہنسنے لگا اور کہا، مین وہی والیا ہون، جو تمہارے چولھے مین آگ جلایا کرتا تھا"

پلشم

عصریات

زمین کی خشکی بڑھ رہی ہے

پروفیسر گرگیوری نے حال مین لندن کی ایک علمی سوسائٹی مین ایک لکچر اس مضمون پر دیا تھا کہ کیا زمین دن بدن خشک ہو رہی ہے؟ پروفیسر گرگیوری نے اپنے لکچر مین اپنی اور نیز دوسرے سائنس دانون کی تحقیقات اور تجربہ کی بنا پر ظاہر کیا تھا کہ روئے زمین پر موسمی حالت مین ایک بڑا انقلاب ہو رہا ہے جو آہستہ آہستہ مگر نہ رُک سکنے والے طریقہ مین عمل مین آرہا ہے۔

سلطنت روم کے زوال کا ایک سبب

بقول پروفیسر کرپاٹکن دنیا مین موسمی حالت مین جو تغیرات ہوتے رہے ہین اُن کا لازمی نتیجہ ایک یہ ہوا کہ سلطنت روم کو زوال ہو گیا۔ موسمی تبدیلیون کی وجہ سے وسطی ایشیا مین خشکی نہایت بڑھ گئی۔ زرخیز میدان ریگستان کی شکل مین تبدیل ہو گئے۔ اہل ملک کو سخت تکالیف کا سامنا ہوا وہ اپنے ملک سے تلاش معاش مین باہر نکلے۔ انہون نے اول اپنے سر سے سلطنت روم کی حکومت کو اٹھایا۔ اس کے بعد دوسرے ملکون پر غارتگرانہ دست برد کی یہان تک کہ وہ سرزمین یورپ مین داخل ہو گئے اور ... لطنت روم کو اس قدر نقصان ... آخر کار زوال ہو گیا۔

فلسطین کی بارش مین غیر محسوس کمی

تاریخی حالات سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ فلسطین مین گذشتہ زمانہ کے مقابلہ مین بعد کے ہر ایک دور مین بارش مین غیر محسوس طریقہ مین کمی آتی گئی۔ گو اس وقت سالانہ اوسط بارش یروشلم مین ۲۶ انچ ہے لیکن کسی زمانہ مین اس سے بہت زیادہ تھی۔ قدیم زمانہ مین یروشلم اور فلسطین اور شام مین نمی کا زمانہ اب سے دو ہزار سال پیشتر ہی ختم ہو چکا تھا۔ اسکے بعد سے اس ملک مین خشکی دن بدن ترقی کرتی گئی۔

انجام کیسا ہوگا

پروفیسر گرگیوری لکھتے ہین کہ اگر روئے زمین پر خشکی بڑھتی گئی اور جیسا کہ ظاہر ہے بڑھتی ہی جائے گی تو امریکہ اور یورپ کی موسمی حالت پر بھی اس کا بڑا اثر پڑے گا۔ اور ایک زمانہ آئے گا جب کہ یہ دنیا نباتات سے خالی ہو جائے گی۔ وہ سنسان ہو جائے گی اور اس مین آبادی کا نام و نشان بھی نہین رہے گا۔ چارون طرف خاموشی مسلط ہو گی اور کسی قسم کے جانورون کا وجود نہ ہوگا۔

درختون کو بخار کی بیماری

فرانس کے سائنس دان لیلیرڈ و سالیین صاحب کہتے ہین کہ جس طرح انسان وحیوان کو بخار آتا ہے اُسیطرح درختون کو بھی آتا ہے جب کسی آدمی

کو بخار آتا ہے تو بخار کے زور سے اس کے جسم کا گوشت کم ہو جاتا ہے۔
اسی وجہ سے جسم لاغر ہوتا چلا جاتا ہے اور جسوقت پسینہ آتا ہے اُس
وقت تو اُس کے ساتھ فی صدی ۰۰ سے ۱۰۰ حصہ تک کاربونک ایسڈ
باہر نکلتا رہتا ہے۔ ٹھیک یہی حالت نباتات کی ہوتی ہے۔ ان کو اکثر
کسی زخم کی وجہ سے بخار ہوتا ہے۔ بخار ہوتے ہی اس کے تمام اجزا
خشک ہونے شروع ہو جاتے ہین جس سے درخت خشک ہو کر اخیر مین
مردہ ہو جاتے ہین۔ چنانچہ ماہران سائنس نے اس کا بخوبی تجربہ کیا
ہے۔ انہون نے آلو کو ذرا سا کاٹ کر رکھدیا تو تھوڑی دیر مین اسکی
اندرونی حرارت ایک ڈگری تک بڑھ گئی، اور آلو سے دیکھا کہ فی صدی
کئی سو حصہ کاربونک پسینہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اتنا پسینہ نکلنے پر بھی
اگر آلو بچ گیا تو اُس پر جھریان ضرور پڑ گئین۔

تاریخی زمانہ کے قبل کا آدمی

ڈاکٹر ہینس رگ متعلقہ جیالوجیکل انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی برلن نے
مقام اولڈوے واقع شمالی حصہ جرمن شرقی افریقہ مین ایک آدمی
کی لاش کی ٹھٹھری دریافت کی ہے جو ماہرین فن انواع الانسان کے
نزدیک اول درجہ کی دریافت ہے۔ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو انہون نے
اس بارے مین ایک لکچر دیا۔ وہ اس ٹھٹھری کو مزید حفاظت کے لحاظ
سے اپنے کپڑون مین لپیٹ کر لائے تھے اور باقیماندہ ٹھٹھری اور ہڈیان
جو اس کے قریب پائی گئی تھین روانہ ہو چکی ہین اور اثنائے راہ مین
ہین۔ اسوقت ڈاکٹر موصوف صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ اس آدمی
کی پیدائش کو ڈیڑھ لاکھ برس کا زمانہ ہوا ہے اور وہ اُس زمانہ کا آدمی
ہے جب ملک افریقہ سمندر کے نیچے ڈوبا ہوا تھا، اور یہ زمانہ شمالی یورپ
کے اس زمانہ کے مطابق پڑتا ہے جب وہان برفستانی حالت پائی جاتی تھی
یہ ایک عجیب قسم کی کھوپڑی ہے اور عجیب و غریب طریقہ سے
تک محفوظ رہی۔ وہ تیلی اور لمبی ہے اور اس کے جبڑے وحشی لوگ

سے ہین اور گدّی یعنی پس گردن ترقی یافتہ اور عمیق ثابت ہوتی ہے۔
پسلیون اور سینہ کی ہڈیان بندر کی ہڈیون کی مشابہ ہین لیکن کھوپڑی
بغیر کسی شک وشبہ انسان کی معلوم ہوتی ہے۔ اس بات کی علامتین
پائی جاتی ہین کہ گردن کے عضلات نہایت ہی قوی ہونگے۔ اور یہ آدمی
بالکل سیدھا نہ چلسکتا ہوگا۔ اس کے چھتیسون دانت کامل اور اچھی طرح
سے محفوظ رہے ہین۔ اور انپر ایسے نشانات پائے جاتے ہین جیسے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ رتیے گئے ہون گے۔ آنکھ ان کے پپوٹے اور ناک کی
ہڈی افریقہ کے جھاڑیون مین رہنے والے آدمیون کے مشابہ ہے۔
یہ آدمی اپنی پشت کے بل لیٹا ہوا پایا گیا ہے۔ اس کا سر داہنی جانب
مڑا ہوا تھا، اس کے ہاتھ منہ کی طرف یعنی سامنے کے رخ مڑے ہوئے
تھے اور اسکی ٹانگین اس طرح سے تھین جیسے پالتھی مار کر بیٹھنے مین رہتی
ہین۔ ڈاکٹر رگ کو قریب قریب اس کا یقین ہے کہ یہ حالت ویسی نہین ہے
جیسی قبرون مین مُردون کے رہنے کی ہوتی ہے جس جگہ یہ ہڈیان
پائی گئین وہان کسی زمانہ مین ایک جھیل تھی اور قیاس کیا جاتا ہے کہ
یہ آدمی ڈوب کر مرا ہوگا۔ رفتہ رفتہ لاش پر ملبہ پڑتا رہا اور بالو اور کھریا
مٹی نے اسکو توپ دیا اور وہ صدہا برس کے بعد والکینک ٹوفا کی تہ
مین بدل گئی جس کے اندر یہ لاش یعنی ہڈیان برآمد ہوئی تھین۔
ڈاکٹر رگ نے اپنے لکچر مین زمین کھودنے کے حالات بھی بیان کئے
ہین۔ زمین کے نیچے والی تہ کے اندر گینڈے کی ہڈیان اور دوسری
تہ مین اس آدمی اور ہاتھی کی ہڈیان اور ہپوپوٹیمس کی کھوپڑی اور
تیسری تہ مین ایک ہرن کی کھوپڑی اور چوتھی تہ مین کچھوے کی
پائی گئین اور پانچوین اور بالائی تہ مین زرخیز تھا۔ کر خشک ہوتا تھا
... تین پائی گئین
اس شخص کے
گئے۔

سمندر کی ایک عجیب مچھلی

"اخبار ریفننگ گزٹ" ناقل ہے کہ مال میں ایک ایسی مچھلی دستیاب ہوئی ہے جسکا حال بنی نوع انسان کو اس سے پہلے نہیں معلوم تھا یہ مچھلی شاہزادہ موناکو کے ہاتھ لگی ہے۔ تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہ مچھلی سمندر میں (۲۰۲۶۳) فیٹ نیچے سے ملی ہے۔ شاہزادہ نے اس مچھلی کا نام "گیریمالدی" اپنے خاندانی نام پر رکھا ہے۔ اس مچھلی کی پشت پر ایک تیز اور نکیلی ہڈی ہے اس کا سر گول اور بہت نرم اور صاف ہے، جیسا کہ اکثر آدمیون کا ہوتا ہے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہین جن پر ایک ایسا پردہ پڑا ہے جو بہت نازک اور آبدار ہے اسی سے آنکھون کی محافظت ہوتی ہے۔ اسکے چھوٹے چھوٹے کئی دانت ہوتے ہین۔ اس مچھلی کا رنگ زرد مگر سر اور اسکی پشت سرخی مائل اور بھوری ہے۔ پائنیر اس پر ایک طویل مضمون مین روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے کہ (۱) سنہ ۱۹۱۱ء تک علوم تجربیہ کے محقق اور شناور سمندر کے عمق کا انتہائی اندازہ صرف (۲۴۲۰۰) فیٹ تک کرتے تھے اب اس سے کہین زیادہ عمق کا پتہ چلا ہے جہان یہ مچھلی پائی گئی ہے (۲) آفتاب کی شعاعین سمندر مین نو سو فیٹ تک اپنی روشنی پہنچا سکتی ہین۔ نہین معلوم یہ مچھلی اتنی غیر معمولی عمیق سطح آب مین کیا کھاتی اور کیسے رہتی ہے۔ ممکن ہو یہ خود ماہی خور اور مچھلیون کی شکاری ہو جو اتنی دور اس طرح پڑی رہتی ہے یا صرف پانی سے پیدا ہونے والے کیڑون پر رہتی ہو اور سطح آب پر آنا اسکو گوارا نہو۔ غرض یورپ کی محقق جماعت نے اس عجیب اور نئی مچھلی پر اپنے قیاسات دوڑانا شروع کر دیئے ہین اسلئے کہ اس کی دستیابی سے سمندر کے متعلق اب تک جتنے طے شدہ معلومات تھے اب ان [illegible] یگا [illegible] ہمیشہ تو جب سمندر کے (۲۰۲۶۳) فیٹ [illegible] تاریکی، وہان کی ہولناک [illegible] حالت سے [illegible] ہوا پڑتا ہے کہ اور ہستی کے ہر ذرہ مین ایسے بے شمار اسرار ہین جنکا خواب مین بھی ہمارے فلسفہ اور سائنس کو وہم نہین گذرا ہے ؎

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ — دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادست

صوبہ متحدہ کی تعلیمی حالت اور اخبارات

صوبہ متحدہ کی انتظامی رپورٹ بابت سنہ ۱۹۱۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ سال زیر رپورٹ مین ابتدائی تعلیم کے مدارس کی تعداد ایک ہزار سترہ سے ستر ہزار پانچسو اسی ہوگئی ہے اور طلبا کی تعداد مین بہت بڑا اضافہ ہوگیا ہے یعنی ۶۷۲۹۸ سے ۰۰ ؛ ۸۸ پہنچگئی ہے۔ تعلیم پانیوالے لڑکون کا اوسط بھی اسکول جانے والی عمر کے لڑکون مین ۱۰ فی صدی سے گیارہ فیصدی سے زاید ہوگیا ہے تعلیمی مصارف کی تعداد ایک کروڑ اکیس لاکھ بیس ہزار ہے۔ گورنمنٹ ہند نے سوا سات لاکھ کا جو عطیہ توسیع تعلیم کے لئے عطا فرمایا وہ زیادہ تر ڈسٹرکٹ بورڈون کے مڈل اور پرائمری اسکولون کے زائد استادون کی تقرری مین صرف ہوا ہے۔ [illegible] براہ راست صرف ۲۶½ لاکھ سے ۲۷¾ لاکھ ہوگیا ہے۔

صوبہ کی آمدنی ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ کے فنڈ سے ۴½ [illegible] فیس کی آمدنی ۲۳½ لاکھ دیگر ذرائع ۱۹½ لاکھ آمدنی ہے۔

کالجون کے طلبا کی تعداد ۶۲۲۳ تھی اور انمین ۴۶۵۴ انگریزی پڑھتے تھے۔ اس کے مصارف آٹھ لاکھ ۵۶ ہزار سے بڑھکر ۹ لاکھ پندرہ ہزار ہوگئے ہین جسمین سے ۲۹ فیصدی فیس سے وصول ہوتا ہے۔

سکنڈری مدارس کی تعداد ۵۴۵ ہوگئی ہے اور طلبا کی تعداد ۸۷۹۸۹ سے بڑھکر ۹۰۳۵۰ ہے۔ اسکول ہائی سکشن مین ۱۶۷ طلبا کا اضافہ ہوا ہے۔ صوبہ مین ۹۷ انگریزی مڈل اسکول تھے اور انمین ۱۱۳۴۷ طلبا تعلیم پاتے تھے۔ اردو مڈل اسکولون کی تعداد ۳۸۷ ہے اور ان مین [illegible] طلبا پڑھتے ہین۔ اینگلو ورنیکلر مدارس کے مصارف سولہ لاکھ [illegible] لاکھ ہوگئے ہین، اور تعلیم کا صرف فی طالبعلم ۹ [illegible] پیسے

کچھ زاید ہے میٹرکولیشن کے طلبا کی تعداد دو ہزار تیس تھی اور ان مین سے ۲۰ فیصدی کامیاب ہوئے، اسکول لیونگ طلبار کی تعداد ۱۴۲۱ تھی سال ماسبق مین یہ تعداد ۲۲۵ تھے ان مین کامیاب طلبا کا اوسط ۴۳ فیصدی تھا ورنیکلر فائنل امتحان مین دس ہزار تین سو چودہ طلبا شریک ہوئے ورنیکلر اسکول کے کامیاب طلبار کا اوسط ۵۹ فیصدی رہا۔

ابتدائی تعلیم کے مدارس کی نوسوتے بڑھکر دس ہزار ایک سو اکیاون تعداد ہوگئی اور طلبا ۷۶ ہزار سے بڑھکر ۵ لاکھ پینتالیس ہزار پانچسو چونتیس ہوگئے اور مصارف کی تعداد اٹھارہ لاکھ ہے۔

تعلیم نسوان کے مدارس پہلے ۱۲۶۵ تھے مگر سال زیر رپورٹ مین ۱۳۴۴ ہین۔ ان مین ۴۲۰۵۱ لڑکیان تعلیم پارہی ہین۔ ان کے علاوہ لڑکون کے اسکولون مین بھی ۱۲۶۵ لڑکیان زیر تعلیم ہین۔ ساڑھے چار لاکھ سے زاید اس مد مین سرکار کا خرچ ہو رہا ہے۔

زنانہ اسکولون مین پانچ ہائی اسکول ہین اور اٹھارہ ورنیکلر مڈل اسکول ہین اور ان مین ۱۷۹۲ لڑکیان تعلیم پاتی ہین ۵۵ گورنمنٹ پرائمری اسکول ہین اور ۱۳۴۰ ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکول ہین۔

یورپین اور اینگلو انڈین لڑکون کی تعلیم کی حالت یہ ہے کہ انکے لئے ایک خاص اسکول اور کھولا گیا اور کل لڑکون کی تعداد ۴۷۰۰ ہے۔

تعلیم مین ہندو مسلمان دونون ترقی کی کوشش کر رہے ہین۔ ہندو طلبار کی تعداد مین ۱۲ فیصدی اضافہ ہوا اور مسلمانون مین ۵ فیصدی کا۔ کل ۸۲۵۱۳۳۶ ہندو طلبار ہین اور ۱۴۲۰۰۳ مسلمان۔

صوبہ کے اخبارات کی تعداد مین ۱۹۱۲ء مین اکیاون کا اضافہ ہوا۔ اور اب انکی تعداد ۲۸۰ ہے انمین پندرہ انگریزی مین شائع ہوتے ہین، اور ۱۹۷ اردو مین، ۵۶ ہندی مین، ۲ انگریزی و ہندی مین، ایک انگریزی و اردو، اور ایک انگریزی و بنگالی مین، اور ایک دو عربی مین۔ سال زیر رپورٹ مین ۹ نئے اخبارات جاری ہوئے اور اٹھارہ پرچے بند ہوگئے۔ سال زیر رپورٹ کے اندر گورنمنٹ کو اخبارات پر ۴۴

ریویو اکسیر سخن

نتیجۂ فکر ہز ایکسیلنسی سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای سابق مدار المہام سرکار عالی

پیارے شاد کر شاعر جادو بیان — شاد رکھے حق تعالےٰ جاودان
شعر گوئی مین بہت ہو پختہ کار — گرچہ ہو نام خدا تم نوجوان
شوق اسکا کس طرح پیدا ہوا — یہ کہان سے پائی ہے طبع روان
کیسی ہے اکسیر اکسیر سخن — کیمیا ہے درحقیقت بے گمان
ہے رتو سنگار کا یہ ترجمہ — ہے ہر اک موسم کا بہتر ارمغان
نکہت گل اس کا ہر اک شعر ہے — اس کا ہر مصرعہ ہے رشک گلستان
کس قدر ہے پاک پاکیزہ خیال — کسقدر ہے صاف اور پیاری زبان
کیسی شیرینی ہے ہر ہر بات مین — ہے نرالا سب سے یہ طرز بیان
ایسا ہر مضمون ہے شوخی سے بھرا — جسطرح معشوق ہو رنگین بیان
ہر مشبہ کی کہین تشبیہ تام — استعارون کی کہین رنگینیان
بزم مین ہو تم نظامی کے شریک — رزم مین فردوسی شیرین بیان
جسجگہ دکھلایا تم نے حال بزم — ہوگیا ساقی بھی تم پر مہربان
بزم مین کرتی صراحی سرکشی — گر نہوتا خون دل جرعہ فشان
خندۂ قلقل ہے یا ہے ذکر حق — ہوتا ہے عارف کے ہو حق کا گمان
مرحبا کیا ذہن پر ایجاد ہے — حبذا کیا پائی ہے طبع روان
ہے ہر اک مصرع مسجع سے سجا — جو ہر اک ہے مقفیٰ کا عیان
سچ کہ اکسیر سخن ہے لاجواب — قدردان ہے جسکا کل ہندوستان
واقعی محنت ٹھکانے لگ گئی — خوب محنت تم نے کی اے مہربان
سامنے نقاد سخن کے رکھے اسے — کہدیا بے عیب [illegible]
مین [illegible]

شوق ہی حاصل ہو ہر اک علم و فن　　اس ہوس کو جانتا ہون رائیگان
نصف منزل عمر کی طے ہو چکی　　تھک چلا ہے توسن عمر رواں
اک طرف اولاد کا غم جانگزا　　اک طرف افکار سے دل خونچکان
دل جگر دونون ہی زخمی ہین مرے　　کیا سناؤن اب تمھین یہ داستان
مندمل یہ زخم ہونگے کس طرح　　اب نہین کوئی مسیحائے زمان
رحم حق پر ہے فقط میری نظر　　دے مرا مقصد خدائے دو جہان
ہیچ دنیا کا ہے دنیا سب ہیچ ہے　　کچھ نہین ہے صرف دار امتحان

شاد کی ختم سخن پر ہے دعا
حق تمھین رکھے ہمیشہ شادمان

ایک چھوٹی سی تیتلی

او مست ناز تیتلی! ننھی سی اڑنے والی　　بوئے چمن سے مدہوش خوش پھرتی ڈالی ڈالی
تیری ہین دو آنکھین تارے ہین نسترن کی　　چھوٹا سا تیرے سر پر اک تاج ہے ہلالی
ہین چھٹیان بدن پر تیرے کئی طرح کی　　سرخ و سپید ہین کچھ اور کچھ ہین کالی کالی
تیرے ہین پر بھی دو نقرئی ورق ہین　　جنمین بنی ہوئی ہو گویا نہین جالی
نازک دماغ تیرا ہے اور ہی ہوا مین　　پھولون سے رس کو جس گل پہ دیکھو ڈالی
پھرتی ہے پتیون سے پھولون کی کیاریون مین　　پر سر گرانیون سے تو بھی نہین ہے خالی

ننھا سا تیرا دل ہے اس مین یہ حوصلہ ہے
گویا چمن تجھی کو قدرت نے دے رکھا ہے

تھی تو ابھی یہان اک گل پہ جلوہ آرا　　دیکھا تو اڑ کے اونچی وہ بن گئی ستارا
دیکھو تو پھر گلون پر تو جھلملا رہی ہے　　اے تیتلی! سکھا دے مجھکو بھی یہ خدارا
تیری طرح سے مین بھی ہو جاؤن محو قدرت　　بیخود بنا دے مجھکو ہر چیز کا نظارا
دل چاہتا ہے میرا اے تیتلی! کہ مین بھی　　تیری طرح سے اڑکر دیکھون چمن یہ سارا
[illegible] کرون جہان کی　　اک چیز کر رہی ہے مدت سے یہ اشارا

تا بر تو عرصہ گیرد احوال ملک دارا
(حافظ)

مسکراہے کسو

اے تیتلی! تمنا میری تری ہے یکسان
تو خوش ہے جسکی دھن مین مین بھی ہون اسکا جویا

او تیتلی! نہ جا اب تو کہین پہ چل کر　　آجا یہین پہ تو بھی ڈھونڈھین گے اسکو ملکر
اس باغ مین تو آکر جسکے لئے پھر رہی ہے　　مین بھی اسی گھڑی سے بیٹھا ہوا ہون مضطر
قدرت کی جلوہ گاہین دل چھینتی ہین میرا　　کیا جانے مضطرب ہے کیا چیز میرے اندر
کہسار کی بلندی جھیلون کی دلربائی　　کیا مین کہون کہ ہین یہ کس قسم کے مناظر

مین تو یہ جانتا ہون ان مین نہان ہے کوئی　　محبوب ہے اسی سے حسن نمود تجھپر
پرتو ہے سب یہ بیشک اس نور بے مثل کا　　جسکی تجلیون کی ہر ایک شے ہے مظہر
یزدان کہیں اسے یزدان رحمان کہیں رحمان　　اور رام نام جسکا مشہور ہے وہ ایشر
سب اسکے نام لیوا سب جان نثار اسکے　　لکھا ہوا ہے اسکے ہاتھ اپنا سب لبون پر
نفرت سے کسکو دیکھین بغض سے کسکو کھوین　　تہمت خصومتون کی رکھکر لگائین کس پر
سب گردنون مین پھندے سے ہیں انکے پڑے ہوئے　　لیجا رہا ہے سبکو کھینچے ہوئے وہ دل پر

اے تیتلی! تجھے بھی چکر دیے رہا ہے　　دم لیگی تو بھی اکدن آخر وہین پہ جا کر
یہ چھوٹنا ہمارا ہے دو گھڑی کا میلا　　بیٹھینگے سکون سے ہم سب کچھ دن وہین پہنچکر
لیکن یہان پہ تو اب جس کام مین لگی ہے　　ہے اشتراک میرا کچھ اس مین تجھسے بڑھکر

تو پھر بھی تیتلی ہے وارث مین اس چمن کا
ننھی سی جان تیری نایب مین ذوالمنن کا　　حمید (کوٹلوی)

رباعیات صمیم

چہ پیمانہ عمر بن کے کھلی ہین آنکھین　　پلہ پہ مآل کے تلی ہین آنکھین
بند آنکھ رہی شباب جب تک دیکھا　　پیری مین صمیم اب کھلی ہین آنکھین

رخ ضعف سے زندگی نے پھیرا دیکھو　　کہتی ہے قضا مآل میرا دیکھو
پیری مین کمال گھٹتا ہے تہ خاک　　ہے سر پہ تو آفتاب اندھیرا دیکھو

سب عیش کی فکر وہی راتون مین گئی　　گویا کہ حیات آکے باتون مین گئی

پیری کی ہو صبح اٹھ بس او غافل   وہ رات شباب کی تو باتوں میں گئی

پیری میں خمار نوجوانی اترا   حسرت نہ مگر بحر معانی اترا
اب فکر کی بازو پر چڑھی ہیں نظریں   جب آنکھ میں تلوار کا پانی اترا

دنیا میں قضا پر حرف گیری نہ چلی   کچھ فکر فقیری و امیری نہ چلی
طفلی کے قدم شباب آتے ہی گئے   پیری سے شباب کی بھی پیری نہ چلی

کیونکر نہ ہوں پابند اسیری آنکھیں   کرتی ہیں جہاں نہیں دستگیری آنکھیں
جب تک کہ شباب تھا زمانہ دیکھا   اب مجھکو دکھانے لگی پیری آنکھیں

صمیم (بلند شہری)

ہماری زبان

اے منبع روانی اردو اے جان جہاں اردو   ہندو کہ مسلماں ہے
اس ہند میں مشرق کی، مغرب کی، زباں اردو   سب پر ترا احساں ہے
کیا جوت لگائی ہے جو کچھ ترے ڈیوٹ نے   روشن ہے زمانے پر
اندھیر مچایا ہے آپس کی رکاوٹ نے   ایکا ہے مٹانے پر
کیا پھوٹ میں ایکا ہے ایسا کہیں دیکھا ہے   گر آپ بھی مٹ جائیں
سوچا ہوا اردو کا بے جا بھی تو بیجا ہے   مٹ جائیں تو باز آئیں
اردو جو نہیں سب کی ہندی ہے کب اس ڈھب کی   سوچیں تو ذرا اسکو
تمہید یہ مطلب کی اب کی ہے نہ گو جب کی   سمجھائیے کیا کس کو
کیتھی کے جھکنے سے دفتر میں بڑھی دقت   سچ ہے کہ نہیں کہیئے!
شاہد مرے لفظوں پر حرفوں کی ہے خود قلت   بس چپ ہی کہیں رہیئے
اردو ہی زباں وہ ہے سب جسمیں سما جائیں   پشتو ہو کہ انگریزی
تحریر و تلفظ میں، لہجے میں بھی آ جائیں   اف! اسکی دلآویزی
چلتی ہوئی گاڑی میں اٹکاتے ہو کیوں روڑے   آخر ہے زباں کس کا؟
اس عام شکایت سے نالاں ہیں ہمیں تھوڑے   شاکی ہے جہاں اسکا
اردو ہی زبان وہ ہے کہہ سکتے جسے ملکی   انصاف کہاں لیکن
تھم جائے صدا اس سے دل سوختہ بلبل کی   آزاد ہے یہ ناممکن

حضرت گورونانک

جام توحید سے سرشار گورونانک تھے   بزم عرفان کے قدح خوار گورونانک تھے
نور وحدت کے طلبگار گرونانک تھے   زاہد و عابد و دیندار گرونانک تھے
آپکے پیش نظر عالم ہو رہتا تھا
آپکے ورد زبان واہ گرو رہتا تھا

ایک تھے ہندو مسلمان نظر میں انکی   وید جھوٹا تھا نہ قرآن نظر میں انکی
ہیچ تھے عیش کے سامان نظر میں انکی   تھے پرستان بیابان نظر میں انکی
ایک اونکار کا رہتا تھا جلال آنکھوں میں
نور نرگن تھا حقیقت کا جمال آنکھوں میں

خواب دنیا ہے برا کام ہے جھوٹا اسکا   قول تھا آپکا آرام ہے جھوٹا اس کا
نیست ہر شکل ہے ہر نام ہے جھوٹا اسکا   کفر سچا ہے نہ اسلام ہے جھوٹا اس کا
عمر ہستی کے سمندر میں گذارے ایسے
آب کی سطح پہ ہو پھول کنول کا جیسے

برہما کا دھیان رہے ذات وہی ذات رہے   نام کا جاپ کرو گیان کی ہر بات رہے
اونچوں نیچوں میں کھلے دل سے ملاقات رہے   روز آپس میں تواضع ہو مدارات رہے
ایک ہی باپ کے بیٹوں میں لڑائی کیوں ہو
ایک ہی بحر کے قطروں میں جدائی کیوں ہو

ذات حق کچھ حرم و دیر میں محدود نہیں   کونسی جا ہے جہاں جلوہ معبود نہیں
کونسی شکل ہے جس شکل میں معبود نہیں   کونسا بحر ہے جس میں در مقصود نہیں
صاف دل دیکھتے ہیں حاضر و ناظر اسکو
واقف سر نہاں کرتے ہیں ظاہر اسکو

پنچ گرنتھی [illegible]

معرع معرع مین تصوف کا مزا آتا ہے
نظم وحدت کے تکلف کا مزا آتا ہے
نام مشہور ہوا آپکا یکتائی سے — مرشد و پیر بنے حق کی شناسائی سے
فقر و تسلیم و قناعت سے شکیبائی سے — لاکھ کو ایک کیا طاقت گویائی سے
ذات مین محو رہے زندہ جاوید ہوئے
خاک پا آپکے سب زندہ جاوید ہوئے
پاک بازون سے بھرا آپکا میخانہ تھا — حق تھی شیشے کی صدا ہو مین پیمانہ تھا

بالا کرتا تھا لچھو عشق کا مستانہ تھا — یا تدن حمد خدا گانے کو فرزانہ تھا
بے بہا آپکی تصویر ہے تصویر نہین
شمع توحید کی تنویر ہے تصویر نہین
معتقد آپکے تھے ہندو مسلمان اکثر — اے خلیق آئی دم مرگ کرامات نظر
جسم خاکی نہ رہا رہگئی خالی چادر — ایکنے دفن کیا ایک نے پھونکا جاکر
چادرہ بھائیون نے تقسیم کیا دونون نے
مرتبہ فقر کا ثابت کیا دونون نے ۔ خلیق دہلوی

بندرابن کی ایک صبح

۱ آثار عیان ہوئے سحر کے — سامان ہوئے لگے سفر کے
۲ ہل چل مین ہے کاروان انجم — مغرب کو چلا نشان انجم
۳ وہ شب کا سیاہ شامیانہ — اب سے کے قمر ہوا روانہ
تارے سب ایک ایک کرکے — آگے پیچھے چلے قمر کے
مشرق مین ہے نور ہلکا ہلکا — ظلمت کا ظہور ہلکا ہلکا
صبح بنکر عروس تازہ — آئی ملکر شفق کا غازہ
آئی اور کس ادا سے آئی — شانو پہ ہین کاکلین طلائی
چہرہ اسکا وہ یعنی خورشید — بے پردہ عدو حسن دید
ہر چیز کو پرتو سحر سے — قدرت نے رنگا ہے رنگ زر سے
جمنا ابھی خواب سے اٹھی ہے — پیدا اثر شب سے تازگی ہے
کرنین جمنا سے کھیلتی ہین — ظلمت کو پرے دھکیلتی ہین
ہے محو خرام ناز جمنا — عشاق کی دلنواز جمنا
ساحل پہ ہے دوب دوب پر اوس — محمل ترہے دوب اور گہر اوس
جز ابر ... — اور ... سے لدی ہوئی ہے
انکی خوشبو
کے ...

طائر سرمست نغمہ زن ہین — یہ مطرب محفل چمن ہین
رخصت ہو وہ اپنا ہے بہت — کب دلکو گوارا ہے
جو بات نہین ہے کام تکو — ہے ذوق لقائے شام تکو
ملتا ہے ہمین کہین نہ کنھیا — آرام دل حزین کنھیا

بانسری کی کوک

اہل مجبور نا سے بستی — اسے لو وہ شام نے لگادی
پیدا ہوا اک نفس سے اعجاز — اب اس سے زیادہ کونسا ساز
ہے ایک ترانہ دل ربا ہو — جنگل نغمون سے گونج اٹھا ہو
عالم طاری ہے بیخودی کا — نغمہ ساری ہے بانسری کا
طائر اشجار پہ ہین خاموش — محو لذات جنبت گوش
مرغ تصویر ہر پرندہ — پا بزنجیر ہر چرندہ
سکتے مین کھڑے ہوئے ہین آہو — گویا کوئی کر گیا ہے جادو
رم ناچنے کو ہوئی چھو ہے — ہر اپنے سے محو بے خبر ہے
اک جذبہ بیخودی ہین کے — لہراتے ہین سانپ پھن اٹھاکے
مسحور ہر ایک جانور ہے — چیتا یا شیر یا مگر ہے
سکتے مین ہے اپنا منہ اٹھائے

جب شیشہ دل کا ہو ہے یہ طور — حالت انسان کی کیون نہ ہو اور
کانون سا انگوالیون کا — ہے محو سکوت اب کنھیا
گویا زبان ہی نہین ہے — خالی انسان سے یہ زمین ہے
بیکار ہین جو ابھی تھے مشغول — کس شغل مین تھے یہ سب گئے بھول
کھیتون مین جو ہل چلا رہے تھے — اور ساتھ ہی گنگنا رہے تھے
چپ چاپ وہ اب کھڑے ہوئے ہین — گویا کہ وہین گڑے ہوئے ہین
بچے گلیون مین گھر کے اندر — ہین ناچتے بانسری کی لے پر
سب عورتین آمنا ہو آئی — خاموش ہین تھین جہان جہان سب
ڈالا ہے وہ زیر دام نے پھندا — چھوڑے بیٹھی ہین گھر کا دھندا
جو جو جمن پر شباب کا ہے — یہ نغمہ انھین تو فتنہ زا ہے
دلکو ہے یہ بیقرار کرتا — آنکھون کو ہے اشکبار کرتا
رہ رہ کے ہے دل مین درد اٹھاتا — دلکو ہاتھون سے ہے اڑاتا
تھامے ہوئے ہین جگر کو دلکو — سنتی ہین نوائے متصل کو
جو واقف راز معرفت ہین — شنوندہ ساز معرفت ہین
یہ نیبسی انھین بھی ہے رلاتی
پیغام ہے دوست کا سناتی

درخواست

عالی جناب نواب وائسرائے بہادر کی اجازت سے مین ممالک متحدہ کے ہر درجہ اور مذہب اور فرقہ کے رہنے والون سے یہ درخواست کرتا ہون کہ امپیریل انڈین ریلیف فنڈ (سلطنت کے متعلق ہند کا سرمایہ امداد) مین مدد دین جیسا کہ عالی جناب نواب وائسرائے بہادر کے پیغام مین بتایا گیا یہ سرمایہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ اُن کل لوگون کی مدد کی جائے جن کو خاص اُس لڑائی سے یا کسی طرح اُسکی وجہ سے نقصان پہونچے گا جس مین اسوقت ملک انگلستان شریک ہے اور خاصکر اُن سپاہیون کے بال بچون اور متعلقین کی تکلیف اور مصیبت دور کی جائے جو ملک ہند کے باہر سمندر پار سلطنت کی حفاظت کے لیے جا رہے ہین۔

اس سرمایہ مین مدد کے واسطے ہر طرح کا کام جو کوئی شخص اپنی خوشی سے کرے بہت پسند کیا جائے گا مجھ کو یہ دیکھکر خوشی ہوگی کہ اِن ممالک کے ہر حصہ اور ہر ضلع اور ہر شہر اور ہر قصبہ مین ایک ایک مقامی کمیٹی اِس غرض سے قائم کی جائے کہ وہ چندہ وصول کرے اور یہان کے لوگون کو جو سخی دل ہین یہ سمجھا دے کہ کن کامون کے لیے چندہ وصول کیا جا رہا ہے۔ اگر ہر کمیٹی کے چیرمین یا سکریٹری صاحب چندہ دینے والون کے نام اور اُس روپیہ کا حساب جو چندہ مین دیا جائے میرے پاس بھیجینگے تو مین اِس کا بندوبست کر دون گا کہ وہ مناسب طور پر مشتہر کر دیے جائین اور فوراً عالی جناب نواب وائسرائے بہادر کے روبرو پیش کر دیے جائین۔

اس غرض سے کہ حساب پیچیدہ نہونے پائے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ کُل چندہ بنگال بنک یا الائینس بنک شملہ کی کسی شاخ مین جنرل فنڈ (سرمایہ عام) کی مد مین جمع کر دیا جائے۔ خاص اِس صوبہ کے متعلق علیحدہ سرمایہ قائم نہین کیا جائے گا۔

اس بارے مین ممالک متحدہ کے رہنے والون کی وطنی محبت اور فیاضی پر جو ہمیشہ سے مشہور ہے مجھے پورا پورا بھروسا اور اعتماد ہے۔

مقام نینی تال، ۲

مرقع ادب

مری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ مین نے چنے ہین اُنکے دامن کیلئے

مرقع ادب ہندوستان مین غالباً اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوگی جس مین ملک کے مشاہیر انشاپردازون اور اہل قلم کے چیدہ چیدہ دلچسپ خطوط بڑی محنت سے تلاش کر کے جمع کر دیے گئے ہین جنمین سادگی۔ رنگینی۔ روزمرہ نفیس محاورے۔ شوخی۔ بے تکلف بول چال تحقیق، تدقیق، ہر قسم کے عنصر لطیف آپ ملاحظہ فرمائین گے۔

اس انشاے لطیف مین کن کن بزرگون اور احباب کے خطوط ہین۔ ان کے اسم گرامی ہی سے آپ کو اس کتاب کی وقعت اور رفعت کا اندازہ ہو جاے گا۔

حضرات۔ امیر مینائی رہ۔ شوق قدوائی۔ اکبر الہ آبادی۔ نظم لکھنوی۔ احسان شاہجہان پوری۔ وجاہت جھنجھانوی۔ دلگیر اکبرآبادی۔ محوی لکھنوی۔ مظہر مرادآبادی۔ عزیز لکھنوی۔ ارشد تھانوی قیصر بھوپالی۔ جلیل القدر بلبل جانشین امیر مینائی۔ حضور مرادآبادی۔ شہیر مچھلی شہری۔ ریاض خیرآبادی برہم ایڈیٹر مشرق۔ ان شعراے نامور کے علاوہ مولانا عبدالرزاق صاحب مولف البرامکہ و نظام الملک طوسی۔ مسٹر ایم مہدی حسین مولانا سجاد حیدر صاحب بی اے یلدرم۔ خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلاے عام۔

ان واجب التعظیم بزرگون اور احباب کے علاوہ اور بھی احباب ہین جنکے خطوط اس مرقع مین لیے گئے ہین جنکا ایک ایک فقرہ مستقل داد چاہتا ہے اس کتاب کو مین نے اپنے بساط کے موافق دلچسپ بنانے کی بے انتہا کوشش کی ہے۔ خدا کرے میری محنت ٹھکانے لگے شروع مین مختصر الفاظ مین جن بزرگون اور احباب کے خطوط ہین اُنکا تعارف کر دیا گیا ہے۔

اسکے بعد حضرت محوی لکھنوی کے قلم کا لکھا ہوا ایک دلچسپ مقدمہ ہے۔

اب اسکی اشاعت شروع ہو گئی ہے۔ ابھی سے شائقین علم ادب اور اسکولی طلباء کے سخت تقاضے ہین "مرقع ادب" خاص اہتمام سے شائع ہو رہی ہے کاغذ ولایتی نفیس تقطیع چھوٹی۔ لکھائی اعلیٰ درجہ کی ضخامت ۱۰ جز قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲؍

جو صاحب قبل اشاعت کے قیمت بھیجینگے اُنکے لیے محصول ڈاک معاف۔ درخواست جلد آنا چاہیئے۔

اس کتاب سے حضرت امیر مینائی رہ کے وہ خطوط خارج ہین جو جناب ثاقب نے مکتوبات امیر مینائی مین شائع کیے ہین

محمد رضا
وکلب محمود نگر۔ لکھنؤ

نیرنگ افغان

افغانستان کی نہایت مکمل ملکی قومی اور ملکی تاریخ مع تصاویر و نقشہ۔ مؤلفہ سید محمد حسین صاحب اغلب۔ حجم ساڑھے تین سو صفحات قیمت اصلی ۱۰؍ اب ۸؍ قیمت پیشگی مین روانہ ہوگی جلد طلب فرمایئے۔

محل خانہ شاہی

اعلیحضرت سلطان عالم محمد واجد علیشاہ آخری شاہ اودھ نے خود اپنے قلم جادو رقم سے اپنے محلات عظمیٰ کے واقعات اور بیگمات کے حالات، موسیقی کے طریق، اپنی خفیہ لائف، ہجر و وصل کے سوز و ساز نہایت اشرح طور سے دلچسپ و دلکش الفاظ مین دکھلائے ہین جو رنگین طبیعت والون کیلئے تیر و نشتر سے کم نہین ۱۲؍ ملنے کا پتہ حسب ذیل

اُردو مین ایک بیش قیمت اضافہ

عورتون کے لئے دو مفید اور ضروری کتابین

اردو زبان مین ایسی کتابین جنمین تندرستی اور حفظان صحت، بچون کی پرورش اور وہ ضروری معلومات جن کا عورتون کے لئے جاننا مثل ضروریات ستہ کے ہے نادر و نایاب ہین لیکن حال مین علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا و مدظلہا نے جن کو اپنے صنف کی ہر قسم کی بہبودی و ترقی کا خیال بدرجہ غایت مدنظر ہے اپنے اہم مشاغل حکومت مین سے وقت نکال کر ان مضامین پر دو نہایت مفید کتابین شائع فرمائی ہین جنکا نام تندرستی اور بچونکی پرورش ہے حضور ممدوحہ نے ان مضامین کو اس طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُردو پڑھی ہوئی عورتین اچھی طرح اُن پر عبور حاصل کر سکتی ہین

(۱) تندرستی ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے جو ۳ ابواب اور ۴۵ مضامین پر مشتمل ہے۔ اول باب مین نہایت مفصل و مشرح ہدایات حفظان صحت ہین۔ دوسرے باب مین امراض متعدی سے حفاظت کے طریقے بتائے گئے ہین تیسرے باب مین اصول تیمارداری و واقفیت کی ضرورت اور عدم واقفیت کے نقصانات کی چند مثالین دیکر تیمارداری کی ضروری باتون کو بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۳ ر

(۲) بچونکی پرورش ۱۵۳ صفحہ کی کتاب ہے جو ۹ ابواب اور ۱۰۰ مضامین پر مشتمل ہے۔ باب اول مین زچہ خانہ کی ضروریات اور اولاد کی احتیاطین۔ باب دوم مین قدرتی رضاعت اور باب سوم مین مصنوعی رضاعت اور بچہ کی غذا باب چہارم مین سونے کا طریقہ، بچے کا وزن، قد، سر، حواس خمسہ، دماغ، دانت کا نکلنا، بولنا ۔۔۔ باب پنجم و ششم مین دوا علاج بیماری کی ابتدائی علامات اور چند عام بیماریان ۔۔۔ ہین۔ باب ہفتم و ہشتم مین زمانہ طفولیت مین جو بیماریان ہوتی ہین اور ضرورتین واقع ہوتی ہین صراحت کیساتھ تحریر کیگئی ہین۔ باب نہم ۔۔۔ اور صحت کے ۔۔۔

فہرست عطریات و روغن

(ہر قسم کے عطر کی ضرورت ہو تو ہمسے طلب فرمایئے۔ ناپسند ہونے پر واپس ۔۔۔)

نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ	نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ
۱	عطر حنا	[illegible]	۱۸	عطر شمامۃ العنبر	[illegible]
۲	عطر موتیا	[illegible]	۱۹	عطر زعفران	[illegible]
۳	عطر چنبیلی	[illegible]	۲۰	عطر نازبو	[illegible]
۴	عطر کیوڑہ	[illegible]	۲۱	عطر ارگجا	[illegible]
۵	عطر فتنہ	[illegible]	۲۲	عطر گل	[illegible]
۶	عطر مولسری	[illegible]	۲۳	عطر ہار سنگار	[illegible]
۷	عطر پانڑی	[illegible]	۲۴	عطر کسم	[illegible]
۸	عطر خس	[illegible]	۲۵	عطر موگرا	[illegible]
۹	عطر گل حنا	[illegible]	۲۶	عطر مشک عنبر	[illegible]
۱۰	عطر جوہی	[illegible]	۲۷	عطر کیتکی	[illegible]
۱۱	عطر سیلوتی	[illegible]	۲۸	عطر بیلا	[illegible]
۱۲	عطر سہاگ	[illegible]	۲۹	عطر نرگس	[illegible]
۱۳	عطر مجموعہ	[illegible]	۳۰	عطر گل صنوبر	[illegible]
۱۴	عطر عروس	[illegible]	۳۱	عطر صدبرگ	[illegible]
۱۵	عطر شہناز	[illegible]	۳۲	روح خس اصلی	[illegible]
۱۶	عطر برگ حنا	[illegible]	۳۳	روح پانڑی اصلی	[illegible]
۱۷	عطر گلاب	[illegible]	۳۴	روح گلاب	[illegible]

نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر	نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر
۱	روغن بیلہ	[illegible]	۵	روغن مصالحہ	[illegible]
۲	روغن چنبیلی	[illegible]	۶	روغن موگرا	[illegible]
۳	روغن کیوڑہ	[illegible]	۷	روغن سنترہ	[illegible]
۴	روغن حنا	[illegible]	۸	روغن الائچی	[illegible]

(محصول ڈاک و پیکنگ خریداروں کے ذمہ ہوگا) نام اور پتہ صاف لکھنا چاہیئے

دست تقدیر

آپ ایک پوسٹ کارڈ پر اپنا نام معہ تاریخ پیدائش یا پوسٹ کارڈ لکھنے کی تاریخ اور وقت [illegible] بھیجئے ہم آپ کو آئندہ بارہ مہینے کے پیش آنے والے واقعات یعنی [illegible] و غم، کس ماہ مین کس تجارت سے نفع ہوگا! [illegible] بیماری ہوگی، ملازمت کیا اولاد ہوگی وغیرہ جملہ حالات [illegible] مین بذریعہ وی پی ارسال کر دین گے۔ نا مطابق ہونے پر قیمت [illegible] واپس ہوگی۔ اگر امتحان مدنظر ہو تو صرف ۲ر کے ڈاک کے ٹکٹ ارسال کر دیجئے ہم آپکو آپکی گذشتہ زندگی کے خاص خاص واقعات [illegible] جس سے ہمارے استخارہ کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی جنم پترا بھی تیار کیا جاتا ہے فیس صہ نہایت مختلف سوالات کا جواب بھی دیا جاتا ہے فیس فی سوال عہ

المشتہر پروفیسر لیف۔ ای میرل، وکٹوریا گنج لکھنؤ

کتاب مفت ندیہے

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی اور آرام کے ساتھ گذارنا چاہتا ہے۔ اگر تندرستی حاصل نہین تو ایسی زندگی سے مر جانا بہتر ہے بس اگر آپ تندرستی کے بھید سے واقف ہونا اور ہمیشہ طاقتور نوجوان بنے رہنا چاہتے ہین تو ہماری کتاب کام شاستر بلا قیمت منگا کر مطالعہ کیجئے جو گجراتی، ناگری، مرہٹی، بنگالی، انگریزی وغیرہ مختلف بازبین موجود ہے

عجیب ماونگ نگرہ گولیان مریض نیند دیدہ و دانستہ ہر طرح کا نہ جانیکا ہرگز ارادہ نہ کرے۔ اسکے مقصد مین کامیابی بخشنے والی ہماری آتنگ نگرہ گولیان اسکے حق مین غیبی امداد ہین۔ یہ گولیان ہر قسم کی کمزوری اور مادہ تولید کی خرابیون کو دور کر کے زندگی کو بار عام گذارنیوالی ہین۔ ایک مرتبہ منگوا کر امتحاناً استعمال کرنے سے اسکی صداقت کا تجربہ ہو سکتا ہے نباتاتی دوا سے مرکب ہین خوشنا اثر دکھاتی ہین قیمت ۳ گولیون کی ڈبیہ ایک روپیہ (صہ)

پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گووندجی شہر جامنگر کاٹھیاوار

اردو زبان کی بہترین کتابین

افسانۂ بنگال ۔ بابو رابندر ناتھ ٹیگور اور دیگر بنگالی مصنفین کی اعلے بہترین کہانیون کا با محاورہ اردو ترجمہ یہی وہ کہانیان ہین جنکی تقلید پر اردو افسانہ نگارون کو ناز ہے قیمت ۱۲ار

شعلہ ۔ مس میری کوری کا طرز لطف اور ہوشربا ناول سپاک محبت کیا چیز ہے اس کا مفصل بیان قیمت ۸ر

کفایت شعاری ۔ سیموئیل سمائلز کی مشہور کتاب تھرفٹ کا اردو ترجمہ قابل دید و قابل عمل کتاب ہے قیمت ۸ر

راجستان ۔ ٹاڈ صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف کا مفصل اور مکمل اردو ترجمہ راجپوتانہ کی بہترین تاریخ قیمت ۔ ے

نیرنگ زمانہ ۔ ٹیور گولڈ سمتھ کی کتاب وکر آف ویکفیلڈ کا اردو ترجمہ قابل دید چیز ہے قیمت ۸ر

اندیرا ۔ بابو بنکم چندر چٹرجی کے اسی نام کے مشہور بنگالی ناول کا اردو ترجمہ۔ ایک نیک خصلت خاتون کے حالات زندگی قیمت ۱ر

سیتا ۔ کپتان لیڈو ز ٹیلر کے اسی نام کے ایک دلچسپ ناول کا اردو ترجمہ بڑا ہی دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے قیمت ۱۲ر

شاد کام ۔ رینالڈس کے ناول "الفرڈ" کا اردو ترجمہ جسمین انقلاب فرانس کے خوفناک نظارے دکھلائے گئے ہین۔ قیمت رعایتی ۸ر

رہبر ہارمونیم ۔ ہارمونیم سیکھنے اور عام اصول موسیقی پر بہترین کتاب ہے۔ قیمت رعایتی ۱۲ر

نوٹ ۔ پانچ روپیہ یا اس سے زیادہ کے خریدارون کو محصول معاف

پتہ ۔ لال برادرس نمبر ۱ پارسنز روڈ ۔ ڈاکخانہ

نولکھا ۔ ۱۱ لاہور

ہزار ہزار (١٠٠٠) شکر

امرت دھارا ... جس کا جنم ... امرت دھارا ... شہرہ ... کی ...
... نام امرت دھارا بلڈنگ ... امرت دھارا ...
... امرت دھارا روڈ رکھا گیا ہے ... امرت دھارا ... ادویات ... کے
ملے۔ ادھر چہار طرف سے امرت دھارا امرت دھارا کی ہی ... آرہی ہے
کارخانہ امرت دھارا کی اپنی بڑھتی ہوئی ضرورت پورا کرنے کیواسطے ایک ... مکان کی ضرورت تھی
بفضل خدا کے فضل و کرم سے نہایت خوبصورت تیار ہوچکا ہے۔ اس

امرت دھارا بھون کی افتتاحی رسم

جناب ... ڈپٹی کمشنر لاہور کے ہاتھوں ... کو شہر لاہور
بلکہ پنجاب کے اکثر معززین کی موجودگی میں ادا ہوئی۔
جیسے آنریبل رائے بہادر ... سی۔ آئی۔ ای سابق جج چیف کورٹ پنجاب اور
خان بہادر آنریبل میاں محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لا ... کے متعلق ...

اس بے نظیر خوشی کے اظہار میں

اور اپنے ہزاروں گراہکوں کو شامل کرنے کے واسطے اعلان کیا جاتا ہے!

٢٧ اگست سے ٣٠ ستمبر ١٩١٤ء تک امرت دھارا اور کارخانہ کی دیگر کل ادویات و کتب ٣ قیمت میں ملیں گی

یعنی فی روپیہ چار آنے کی رعایت ہوگی

فہرستیں جن کو پاس ہوں جلد ... طلب فرما ویں ایک پیسہ کا کارڈ فہرست ... کے واسطے لکھئے ... بھیج دی جاویں گی۔
مشہور دوائی امرت دھارا کی بڑی شیشی ... کی بجائے ... اور چھوٹی شیشی آٹھ آنے کی بجائے چھ آنے
میں ... جن صاحبان کو ... ابھی تک ... کا موقع نہیں ہوا ان کے لئے ... رسالہ ...
قیمت یعنی پانچ روپیہ ... کی بجائے تین روپے ... میں ... کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔

امرت دھارا ... لاہور

... رسالہ ... حضرت مولانا شاہ ... لطیف ...
... نہایت عمدہ قیمت سالانہ ... ملنے کا پتہ ... منیجر ... پریس ...

جلد ۳ نمبر ۳ — ادب اُردو کا باتصویر ماہوار رسالہ — دسمبر ۱۹۱۴ء

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

تصاویر: (۱) سید انشاء اللہ خان انشا (۲) شیخ فیروز الدین مراد (۳) ڈاکٹر بوس

[illegible] میرٹھ

کیمیاگری

دراصل کامل صحت کا دوسرا نام ہے

چونکہ صحت ہی کی کامیابی۔ طاقت اور دولت کی بنیاد ہے۔ اور صحت کے
قیام کے لئے رسائن دوائیں سب سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔
بطرح اکسیر لوہے کو سونا بنا دیتی ہے ویسے ہی رسائن دوائیں جسم
انسانی کے تمام ظاہری اور باطنی نقائص کو دور کر کے جسم کو مضبوط
بنا کر عمر کو بڑھاتی دماغ کو طاقت بخشتی اور جملہ اعضائے بدن کی حفاظت
کرتی ہیں۔ ان میں سے بھی کو

منوہر رسائن

تمام رسائن دواؤں کی سرتاج تسلیم
کی گئی ہے۔

کیونکہ یہ ہاضمہ کی خرابی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جو تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔
کیونکہ یہ بگڑے ہوئے خون کو صاف کرتی اور صاف خون بکثرت پیدا کرتی ہے
کیونکہ یہ ضعف دل اختلاج القلب افسردہ دلی مردہ دلی اور پریشانی کو
دور کر کے حوصلہ اور ہمت بڑھاتی اور دل کو فرحت بخشتی ہے۔
کیونکہ اسکے استعمال سے ضعف دماغ۔ نسیان۔ کند ذہنی۔ درد سر دائمی
اور دوار سر کی شکایات بھی دور ہو جاتی ہیں اور قوت حافظہ و ذہانت بڑھ کر
مطالعہ کتب اور دماغی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے۔
کیونکہ سالوں کا بگڑا ہوا کام اسکے استعمال سے جلد ہی ہفتوں میں دور ہو جاتا ہے
کیونکہ اسکے استعمال سے رقت۔ سرعت۔ احتلام اور جریان کی شکایت بھی
رفع ہو جاتی ہیں جو نوجوانوں کے اجسام کو گھن کے کیڑے کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا
بنا دیتی ہیں۔
کیونکہ اسکے استعمال سے دودھ۔ گھی۔ اور مکھن وغیرہ اشیا بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں

قیمت فی پیکٹ (۲۰ گولی) صرف اڑھائی روپیہ (۲ ؍ ۸) ہے

منشی پیارے لال صاحب شاکر ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ فرماتے ہیں
منوہر رسائن نام کو میں نے استعمال کیا اس سے مجھے بے حد فائدہ ہوا اور اس
کام کو میں بہت مفید چیز سمجھتا ہوں

کیمیا گھر — بازار ۔ لاہور

کلکتہ کے نامی اکٹریس کے برمن کی تینتیس برس کی

آزمودہ دوائیوں کا اشتہار

فصلی بخار اور طحال کی دوا

اسکے دو تین ہی خوراک کے استعمال سے بخار
کا آنا بند ہو جاتا ہے

فصلی بخار و طحال کی دوا

یہ طحال کو فوراً گلا دیتی ہے۔

فصلی بخار و طحال کی دوا

یہ خون کو کالا کرتی ہے اور اسکی خرابی
کو مٹا دیتی ہے

فصلی بخار و طحال کی دوا کی قیمت

شیشی کلاں ۱ ؍ ۴ شیشی خورد ۱۲ ؍
محصولڈاک ۶ ؍ محصولڈاک ۵ ؍

کف اور کھانسی کی دوا

پیتے ہی کھانسی کو دبا دیتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا

دو تین خوراک پینے سے بلغم خارج کر کے
آرام کر دیتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا

یہ ضعیف سے بچے تک کو یکساں فائدہ
پہنچاتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا کی قیمت

شیشی کلاں ۱۲ ؍ شیشی خورد ۸ ؍
محصولڈاک ۶ ؍ محصولڈاک ۵ ؍

داد کا مرہم

ایک بار لگانے سے کھجلی کو مٹاتا ہے

داد کا مرہم

دو چار بار اسکے لگانے سے یکدم اچھا کر دیتا ہے

داد کا مرہم

لاکھوں آدمیوں نے آزمایا۔ آپ کیوں باقی رہتے ہیں

داد کے مرہم کی ڈبیہ کی قیمت

فی ڈبیہ ۴ ؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ ؍

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں کو کونین نہیں ہے

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

جب ہاتھ پیروں میں ورم آ جاتا ہے اور آرام
ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی تو ایسی حالت میں
بھی یہ گولیاں فائدہ پہنچاتی ہیں۔

پرانے ملیریا بخار

کے مفصل حالات کیلئے بڑی فہرست منگوا کر
ملاحظہ فرمائیے۔
پرانے ملیریا بخار کی گولیوں کی قیمت

فی ڈبیہ ۸ ؍ محصولڈاک ۵ ؍

ادویات ہر جگہ دکانداروں دوا فروشوں اور ہمارے ایجنٹوں سے ملتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

کے برمن نمبر ۵ دہرم تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

زبانِ اُردو کا نادر و نایاب ذخیرۂ کتب

علمی، ادبی، و تاریخی کتابین

علوم طبیعہ کی تاریخ (حصہ اول) علوم طبیعی کی اُن تمام دریافتون اور ایجادون کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح سے لے کر اٹھارھوین صدی تک وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہین۔ سیارون، ستارون، بجلی، کہربا، برق، ہوا کی وزن، حیوانون، تشریح نباتات، حیوانات، کیمیا، عنصرون، کیمیائی تجربہ، قطب نما، نظام شمسی، حیوانات و نباتات کی درجہ بندی، فوسٹان، سیجک لائیٹن، آفتاب کے [illegible] وغیرہ مسائل کی تحقیقات سے، علاوہ بتایا گیا ہے کہ مذکورہ بالا دریافتون مین قدیم و جدید حکما تالیس، فیثاغورث، بطلیموس، ارسطو، جابر، [illegible]، موسے، بیکن، کولمبس، واسکوڈیگاما، سر رابرٹ بوئل، جیمس واٹ، فرینکلن، کلاڈنی، لاپلیس [illegible] وغیرہ نے کیا کیا حصہ لیا تھا۔ مفید کتاب (با تصویر) قیمت [illegible]

علوم طبیعہ کی تاریخ (حصہ دوم): دریافت انیسوین صدی۔ اس مفید کتاب مین سیارون، اور ستارون کے حالات، تعرض و تموج، [illegible] النور، روشنی کا رنگ در رفتار، فوٹوگرافی [illegible] وقوت کے مسائل، بجلی، [illegible] حرارت کا تعلق و مسائل آفتاب [illegible] اور ان کی تحلیل، تجربہ [illegible] کی نسبت و اجزائے مرکبات [illegible] مسائل علم الارض و علم [illegible] نہایت تفصیل اور تشریح کے [illegible] تمام مسائل ذہن نشین [illegible]۔ علاوہ [illegible] انیسوین صدی کے [illegible] مثل سرجان، ہرشل، سر [illegible] سٹیپک، ہرٹسوابی، بلیری [illegible]

مسائل مذکورہ بہت صفائی کو شستون کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۲؍

عجیب و غریب صدی۔ [illegible] نل ہیجری [illegible] الاگزینڈر رسل والس کا اردو ترجمہ۔ اس کتاب کو عجائبات روزگار کا میوزیم (عجائب گھر) کہنا چاہیے۔ اس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق سے ظاہر کی ہین۔ حرارت، روشنی، اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا مین کئے ہین وہ عالمانہ طور پر اس مین مندرج ہین۔ علاوہ برین آتش فشان پہاڑون، اجرام فلکی، علم الارض، اور مسئلہ ارتقاء کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین۔ حجم ۲۰۰ صفحہ قیمت [illegible]

سورج چاند ستارے۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب جس مین چاند، سورج، ستارون، سیارون، دمدار تارون، ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری، انکی وسعت، جسامت، باہمی تعلقات، گردش، کیفیت، اثرات، روشنی، حرارت، برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین [illegible] جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین۔ زمین [illegible] آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائین۔ حجم ۲۰۰ صفحات قیمت صرف ۱۲؍

حیات شمع۔ جس مین شمع کی لو، روشنی، شمع کے [illegible] کی ضرورت، شمع کے جلنے سے کون کون [illegible] پیدا ہوتی ہین، شمع کے جلنے اور عمل تنفس [illegible] کوئلہ کی گیس، کاربونک ایسڈ [illegible] آکسیجن وغیرہ کے افعال [illegible] خواص اور [illegible] مفصل

حالات درج ہین۔ قیمت ۶؍

پھولون کی کہانی۔ جس مین پھولون کے اعضا، افعال، خواص، [illegible] نازک [illegible] تولید [illegible] وغیرہ کے مفصل اور دلچسپ حالات درج ہین۔ (با تصویر) قیمت ۸؍

[illegible] اس [illegible] بتایا گیا ہے [illegible] کیا ہو رہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے [illegible] کی خواہش اور شوق پیدا ہوگا۔ قیمت ۲؍

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ کتاب کیا ہے [illegible] کا دفتر ہے یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع، جس مین بیان کی [illegible] کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہے۔ نہایت قدیم اقوام مثلاً فینیکی، [illegible] بابلی، خالدی، اسوری، [illegible] ایرانی، مصری، یہودی وغیرہ کے وہ تمام [illegible] حالات قلمبند کئے گئے ہین جو [illegible] قیمت ۱؍

اصول پالیٹکس۔ [illegible] نام سے ظاہر ہوگا۔ جو لوگ پالیٹکس سے [illegible] دلچسپی رکھتے ہین، مناسب ہے کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین۔ قیمت ۸؍

گورنمنٹ [illegible] کے اصول و طریق حکومت۔ اس کتاب مین انگلستان کا طرز حکومت، نظم و نسق، حقوق و فرائض و اختیارات، ہوس آف لارڈز اور ہاوس آف کامنز، کابینہ [illegible] وزرا [illegible] کے اصول [illegible] مجلس

المشتہر: سکریٹری منروا ایجنسی، لکھنؤ

نہایت ضروری ہے۔ قیمت ... ۱ر

مرقع پارلیمنٹ انگلستان۔ یہ کتاب مفید اور جدید معلومات کا بے نظیر ذخیرہ ہے جسمین شاہ انگلستان کے اختیارات و بے اختیاری بادشاہ اور پارلیمنٹ کے حقوق و فرائض شاہی مہر پارلیمنٹ کی تاریخ و مباحث وغیرہ کے مفصل حالات درج ہین قیمت ... ۸ر

قدما کی حکمت۔ لارڈ بیکن کی مشہور و معروف کتاب "وزڈم آف دی انشینٹس" کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ۔ قیمت ... ۶ر

قدیم یونانیون کا علم الاصنام۔ تعریف نام سے ظاہر ہے (با تصویر) قیمت ... ۱۴ر

میرے رہنے کا گھر۔ جسم انسانی کا حال (با تصویر) قیمت ... ۲ر

صفائی کی ضرورت۔ تعریف نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ... ۱ر

الیڈ اور اوڈسے۔ یونان کے ملک الشعرا ہومر کی مشہور نظمون کا قصہ۔ الیڈ مین ترائے (واقع ایشیائے کوچک) کی مشہور جنگ اور اسکی بربادی کے حالات اور اکلیس رستم یونان کے کارنامون کا ذکر ہے۔ اوڈسے مین ایک یونانی بادشاہ یولیسس کے سفر و سیاحت اور مصائب کے حالات ہین جنکو ہمارے بہت سے مشرقی قصون کا رہنما سمجھنا چاہئے۔ شروع مین ہومر کی مختصر سوانح عمری بھی درج ہے قیمت ۱۴ر

[illegible] نظم [illegible] اس کتاب مین [illegible] نظیر [illegible] کا قصہ درج [illegible] ۸ر

رہنمائے تعلیم۔ یہ کتاب نوسن صاحب کی نہایت مفید و بکار آمد کتاب "سینچری [illegible]" کے فائدہ سے بنائی گئی ہے۔ اس مین تعلیم کے اصناف اور بہترین طریقون پر بڑی خوبی اور جدت سے بحث کی گئی ہے۔ معلمین و متعلمین دونون کے کام کی چیز ہے۔ قیمت ... ۱۴ر

تاریخ مذہب۔ یہ کتاب مختلف انگریزی کتابون سے تالیف کی گئی ہے۔ اس مین مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال مندرج ہے۔ بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی، اسوری، مصری، چینی اور دیگر ممالک واقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ بھی درج ہے قیمت ۸ر

تاریخ مصر قدیم۔ اس مین زمانہ قدیم کے مصریون کے عروج و زوال کے اسباب، معرکہ آرائیان فتوحات، علوم و فنون، رسم و رواج علم الاصنام اور دیگر مفید و دلچسپ اور عجیب و غریب حالات درج ہین۔ قیمت ... ۸ر

تاریخ یونان۔ اس مین یونانیون کے عروج و زوال کے اسباب، معرکہ آرائیان اور فتوحات کے مفصل حالات درج ہین۔ قیمت ... ۸ر

تاریخ روم۔ اس کتاب مین دولتہ الکبریٰ کے عروج و زوال اور طرز حکومت کا مفصل حال درج ہے۔ قیمت ... ۸ر

ایک چینی سیاح کا سفرنامہ۔ ساتوین صدی عیسوی مین ایک چینی سیاح ہندوستان [illegible] تھا۔ اپنے اس سفرنامہ مین اس نے دیگر [illegible] ۸ر

[illegible] عالم [illegible] مین [illegible] استعداد [illegible]

عام کے کامون کی تحریک و تشویق پیدا ہوگی قیمت ۱۴ر

مشاہیر بہی خواہان بنی آدم۔ یہ دو ہمدردان بنی نوع انسان کی مختصر سوانح عمریون کا نادر مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے ہر شخص محب انسانی سے بھر جاتا ہے۔ قیمت ... ۱۲ر

طالبان حق۔ اس کتاب مین روم کے تین مشہور و معروف فلاسفرون یعنی اپکٹیٹس، [illegible] مارکس اور [illegible] کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہین۔ نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے۔ قیمت ... ۹ر

ناول و افسانے

آنیوالی قوم۔ ایک دلچسپ اور علمی ناول جسمین زمین کے اندر دنیا کی ایک قوم کے نہایت دلچسپ مفید اور سبق آموز حالات درج ہین۔ قیمت ... ۶ر

ڈاکٹر جے کشن اور میان حمید۔ [illegible] آدمی) یہ ایک ریاکار شخص کی زندگی کا عجیب و غریب مرقع اور ایک سبق آموز قصہ ہے قیمت ۶ر

زرین ملک کی تلاش۔ چند نوجوانون کے انگلستان سے جنوبی امریکہ تک کے سفر و مصائب اور ممالک جنوبی امریکہ کے باشندون اور دیگر عجائبات کے حالات نہایت دلچسپ طور سے ناول کے پیرایہ مین بیان کئے گئے ہین۔ قیمت ... ۸ر

مونگے کا جزیرہ۔ دریائی سفر کا نہایت مفید اور دلچسپ بیان۔ قیمت ... ۸ر

جان ہیلفکس جنٹلمین۔ اس ناول مین [illegible] ادنیٰ حالت [illegible] ترک دولت [illegible] قیمت ... حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۱۴ر

[illegible] کی کشمکش۔ نہایت دلچسپ پر اثر ناول ہے۔ قیمت ... ۱۴ر

العصر

رسم سالگرہ کی تاریخ

(از ہز ایکسلنسی راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر، یمین السلطنت، جی سی آئی ای، بالقابہم)

یہ رسم قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی بنیاد آغاز مین مذہبی خیالات پر قائم ہوئی تھی اور اس کا اثر مذہبی حیثیت سے ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتا رہا۔

سب سے پہلے اس رسم کی ابتدا جم کے عہد مین معلوم ہوتی ہے۔ کہانیون مین اس کے متعلق تین باتین مشہور ہین:۔

(۱) اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز دنیا کو پیدا کیا، وہ دن اُن لوگون مین متبرک خیال کیا جاتا تھا، اور اُس روز وہ عید منایا کرتے تھے۔ شادیانے بجاتے اور طرح طرح کی خوشیان کرتے تھے۔

(۲) دوسری یہ کہ جس دن حضرت آدم مخلوق ہوئے، اُس دن کو بھی وہ لوگ متبرک جانتے اور عید منایا کرتے تھے۔

(۳) تیسری یہ بات مشہور ہے کہ جم دنیا کی سیر کر کے اپنے تخت گاہ سے [illegible] ان مین پہنچا، زرین تمغ سر پر رکھکر ایک میدان مین مرصع تخت پر بیٹھا۔ آفتاب قریب غروب تھا۔ اُسکی شعاعین اُسکے تاج پر پڑین، تو معلوم ہوا کہ ایک اور آفتاب نکل آیا۔ چونکہ زبانِ پہلوی مین کرن کو شید کہتے ہین، اس لئے یہ لفظ اُس کے نام پر بڑھا دیا گیا۔ اُسوقت سے جم "جمشید" ہو گیا، اور اسکی تعظیم ہونے لگی۔

اہلِ فنیشیا مین یہ رسم قدیم الایام سے چلی آتی معلوم ہوتی ہے کہتے ہین کہ ایتکال بادشاہ صور کے عہد مین یہ رسم جاری تھی۔ یہ بادشاہ ڈیڑھ ہزار برس قبل از حضرت مسیح گزرا ہے، اور حضرت داؤد کا ہمعصر تھا۔ ملکہ ڈائیڈو اپنے بھائی پگمیلین کے ہاتھون صور سے بھاگ کر افریقہ چلی گئی، اور اُس نے وہان سلطنت [illegible] کی بنیاد ڈالی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ رسم ملکہ موصوفہ منتقل [illegible] ہو گئی، اور چونکہ یونا[illegible] [illegible] بنیا تھا، اور

اس سے یقین ہے کہ یونانیون نے بھی رسم سالگرہ میں انھین کا اتباع کیا ہوگا۔
اہل فنیشیا بعض دیوتاؤن کی یاد مین سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے اور عید منایا کرتے تھے۔ یونانیون نے نئے دیوتاؤن کی پرستش شروع کی مگر سالانہ جلسے اور جشن کی ترتیب وہی رکھی جو فنیشیا مین تھی۔

ایرین قوم مین اس رسم نے ایسا پختہ مذہبی رنگ پکڑا تھا کہ رفتہ رفتہ ہرمنی و زرتشتی کی سالگرہ گویا مذہبی لوازم مین داخل ہوگئی۔ ممکن ہے کہ انھون نے اپنے ایرانی بھائیون سے اس رسم کو اخذ کیا ہو۔ گو اسکی کوئی صریح دلیل معلوم نہین ہوتی۔

رومانیون مین اس رسم کا یونان کی طرف سے آنا پایا جاتا ہے جولیس شہنشاہ روم کے عہد مین یہ رسم نہایت دھوم دھام سے ہوتی تھی۔ لوگ عمدہ پوشاک پہنتے، جلوس نکالتے، آپس مین ملتے، ایک دوسرے کو تحفے دیتے تھے۔ اور تمام ممالک محروسہ مین اس خوشی کی تعطیل ہوتی تھی۔

عیسائیون مین بھی یہ رسم مذہبی حیثیت سے شروع ہوئی ہے یعنی چونکہ ہر برس جو حضرت مسیح کی پیدائش کا دن ہے، خوشی مناتے ہین۔ اس رسم کو پوپ ٹیلس فورتس نے ۱۳۶ء مین جاری کیا تھا۔

عربون مین اس رسم کا اثر معلوم نہین ہوتا۔ بنی اُمیہ و بنی عباس کی دونون حکومتون مین، اس رسم کا پتہ نہین چلتا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ ہجرت کی ساتوین صدی مین جنگ صلیبی کے وقت ارض مقدس پر عیسائیون سے جو دو صدیون تک میل جول رہا ہے، اُس سے مسلمانون نے یہ رسم اختیار کی ہو تو کوئی تعجب نہین ہے۔ مگر مذہبی حیثیت سے جہان تک خیال کیا جاتا ہے مسلمانون مین یہ رسم زمانۂ ... مین میلاد شریف کے جلسے اور اولیاء ... ئی کی تعظیم اگلے وقت سے چلی

مغلون نے اس رسم کو تاتاری ترکون سے لیا، اور خاندان چغتائیہ پر ہندوؤن کا بہت اثر پڑا۔ اُس خاندان مین یہ رسم ادا کرنے کی اسقدر دھوم ہوتی تھی کہ غیر ممالک کے سیاح اور سفرا کی آنکھین خیرہ ہوجاتی تھین۔ امرائے دربار اپنی نشست کی جگہ کو نہایت اہتمام سے آراستہ کرتے اور خود بادشاہ سلامت دربار مین جلوہ افروز ہوتے تھے۔ ہر طرح کا سامان عیش فراہم کیا جاتا تھا۔ دور دور سے امرا اور صوبہ دار اس جلسے مین شریک ہونے کو حاضر دربار ہوتے تھے اور نذر گذران کر بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔ شاہی مکانات کی دیوارین اطلس سے منڈھی جاتی تھین۔ تجار مالا مال ہوجاتے تھے۔

اس جلسہ مین "تلادان" کی رسم بھی ادا کی جاتی تھی۔ بادشاہ اور بڑے بڑے امرار ترازو مین بیٹھتے، اور سونا چاندی جواہرات سے تولے جاتے، اور وہ سارا مال فقرا و مساکین پر صدقہ کیا جاتا۔

امرا کی عورتین محل مین دوکانین لگاتین اور شاہزادیان خریدنے کو آیا کرتی تھین۔ سب سے بڑی بات اس خرید و فروخت مین یہ ہوتی تھی کہ قیمت طے کرنے مین ایک ایک پیسہ کے لئے جھگڑا ہوتا تھا۔ آوازے کسے جاتے تھے۔ کوئی دوکان والی کہتی "کہین اور جاکر خرید لیجئے۔ آپ ان چیزون کی قدر کیا جانین! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ترکاری خریدنے مین صرف ہوئی ہے!" دوسری جواب دیتی ہے کہ "یہ بیگم تو بڑی گران فروش ہین، اور کسی دوکان پر چلو، جہان سستے دامون چیز مل سکے۔" مگر جب قیمت طے ہوجاتی تھی تو روپیون کی جگہ اشرفیان دی جاتی تھین۔

اس رسم کا اختتام ہاتھیون کی لڑائی پر ہوتا تھا۔ دو مست ہاتھی آپس مین لڑائے جاتے تھے، اور اس تماشے کے لئے بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اب وہ رسمین تو باقی رہ گئین جنمین مذہبی اثر تھا، مگر خوشی کے وہ

پانی کا اتلاف روٹی کے باسی ہونے اور اس زبردست انقلاب کے وقوع پذیر ہونے کے لئے (جو تازی سے باسی روٹی میں آجاتا ہے) کفایت نہیں کر سکتا۔

انشاء اللہ العزیز اسی جدول کے سلسلہ میں ہم اگلے مضمون میں مشاہدات مکمل کر کے مختلف قسم کی روٹیوں کے متعلق درج کرینگے جو احباب کو اس مضمون سے زیادہ دلچسپی ہو ان کو چاہئے کہ بجائے خود صرف ان مشاہدات کی عملی تصدیق کریں بلکہ اور کئی اقسام کی روٹیوں کے متعلق بھی مشاہدات جمع کریں اور ان سے معنی خیز نتائج نکالیں۔

فرانسیسی محقق کا جدول باسی روٹی کے متعلق

تاریخ	وقت	روٹی کا درجہ حرارت (سنٹی گریڈ پیمانہ پر)	کرہ کا درجہ حرارت (سنٹی گریڈ پیمانہ پر)	روٹی کا وزن (کلوگرام میں)
[illegible]	۸ بجے صبح	۹۷٫۰	۱۹٫۰	۳٫۷۶۰
	۱۱ —	۷۱٫۰	۱۹٫۱	
	۱ دوپہر	۵۰٫۲	۱۹٫۰	۳٫۷۳۵
	۵ سہ پہر	۳۱٫۶	۱۸٫۷	
	۱۰ رات	۲۳٫۰	۱۸٫۳	
۱۳ جون	۷ بجے صبح	۱۸٫۸	۱۸٫۱	۳٫۷۳۰
	۲ بجے دوپہر	۱۹٫۰	۱۸٫۰	
۱۴ جون	۹ بجے صبح	۱۷٫۰	۱۷٫۴	۳٫۷۲۷
۱۵	—	۱۶٫۱	۱۶٫۵	۳٫۷۱۲
۱۶	—	۱۵٫۸	۱۶٫۳	۳٫۷۰۰
۱۷	—	۱۵٫۸	۱۶٫۳	۳٫۶۹۷
۱۸	—	۱۵٫۸	۱۶٫۳	۳٫۶۹۰

ایک کیلوگرام تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے گویا روٹی کا وزن جس پر یہ تجربہ کیا گیا تھا تقریباً پونے چار سیر تھا۔ اتنی وزنی روٹی میں صرف ایک چھٹانک وزن کی کمی ایک ہفتہ کی تبخیر کے بعد واقع ہوئی (۱) سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہماری معمولی استعمال کی روٹی جو کہ پون چھٹانک سے ۴ چھٹانک تک وزنی ہوتی ہے اس میں کتنی کمی واقع ہوگی اور اس لئے کس قدر صحیح مشاہدات کی ضرورت ہے۔

فرانسیسی محقق کے مشاہدات کے بعد جب یہ بات قطعی طور پر تسلیم کر لی گئی کہ روٹی کا باسی ہونا نمی کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا تو اس امر کی جستجو پیدا ہوئی کہ حقیقی سبب دریافت ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ نمایاں تبدیلی روٹی کے طبعی یا کیمیائی ترکیب میں کسی نامعلوم تبدیلی کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے لیکن اس سے زیادہ اور کسی بات کا پتہ زمانہ حال تک نہ چل سکا۔ اب ایک جرمن سائنس داں ڈاکٹر جے این کاٹنر نے ایک جرمن رسالہ ”دی ام شاؤ“ میں اپنی علمی تحقیقات باسی روٹی کے متعلق شائع کی ہیں جس سے ایک حد تک حقیقت کے چہرہ سے نقاب اٹھائی گئی ہے۔

ڈاکٹر کاٹنر کی رہنمائی اسی مشاہدہ سے ہوئی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں یعنی اگر باسی روٹی کو کچھ دیر کے لئے ۷۰ سے ۸۰ درجہ سنٹی گریڈ کی حرارت پہنچائی جائے تو ٹھنڈا ہونے پر اس میں اسکی اصلی تازگی عود کر آتی ہے۔ اور اس میں اور تازہ روٹی میں صرف یہ فرق باقی رہ جاتا ہے کہ یہ جلدی سے دوبارہ باسی ہو جاتی ہے[2]

---

[1] ہم نے اپنے ایک دوسرے مضمون ”مسئلۃ الحیات والحرارت“ میں جو کہ عنقریب جبلپور کے نئے علمی رسالہ ”متین“ میں شائع ہوگا درجہ حرارت کے مختلف پیمانوں پر اور باسی روٹی کے تازہ کرنے کے مختلف وسائل پر ایک مفصل یادداشت لکھی ہے جو موجودہ مضمون ... کر ...

[2] اس بات کا بتا دینا بیان عزم ... کر ایک ... کر ... تو ...

ڈاکٹر کاٹنر کی علمی تشریح اس مشاہدہ کے متعلق یہ ہے کہ تازہ روٹی کا باسی ہونا اور باسی کا تازہ ہونا ایک قسم کی ایلوٹراپک تبدیلی ہے ایلوٹراپک تبدیلی ایک علمی اصطلاح ہے جس سے غالباً بہت سے لوگ واقف ہین گو اس کے نام سے آشنا نہین ہین۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ کوئلہ گریفائٹ اور ہیرا (ڈائمنڈ) ایک ہی چیز یعنی کاربن کی تین مختلف حالتون کا نام ہے۔ کاربن ایک مفرد چیز ہے۔ اسی طرح کوئلہ گریفائٹ اور لعل بھی مفرد ہین اور ان مین سوائے کاربن کے اور کوئی چیز نہین ہے۔ کیمیائی ترکیب سب کی ایک ہی ہے صرف طبعی خواص مین فرق ہے۔ اس تبدیلی کا نام جس کی رو سے ایک ہی مفرد یا مرکب چیز ایک سے زیادہ مختلف حالتون مین بغیر کسی دوسری چیز کی آمیزش کے رہ سکتی ہے، ایلوٹراپک تبدیلی ہے۔ پس ہم کہتے ہین کہ کوئلہ گریفائٹ اور ڈائمنڈ کاربن کی مختلف ایلوٹراپک حالتون کا نام ہے۔ اس قسم کی مثالین بے شمار ہین۔ مثلاً فاسفورس دو قسم کی سب کو معلوم ہے، ایک سرخ قسم اور ایک پیلی قسم۔ پیلی کو ہوا مین رکھنے سے خودبخود آگ لگجاتی ہے۔ سرخ فاسفورس اتنی آسانی سے نہین جلتی۔ ایک زہر قاتل ہے۔ دوسری بلور ٹانک (مقوی دوا) استعمال کی جاتی ہے اسی طرح گندھک کی کئی ایک ایلوٹراپک حالتین ہین۔

ڈاکٹر کاٹنر نے مرکری آیوڈائیڈ (پارہ اور آیوڈین کا مرکب) کی مثال لے کر روٹی کی بردو ایلوٹراپک حالتون کی تشریح کی ہے ۔ ۱۲۷ درجہ سنٹی گریڈ کی حرارت تک اس مرکب کا رنگ چمکدار سرخ ہوتا ہے لیکن اس درجۂ حرارت پر پہنچکر اس کا رنگ لیمون کی طرح پیلا ہوجاتا ہے۔ گویا ۱۲۷ درجہ سے نیچے سرخ قسم اور اس سے اوپر پیلی مرکری آیوڈائیڈ کی مستقل ایلوٹراپک حالت ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح روٹی کے لئے معمولی درجہ حرارت پر باسی حالت روٹی کی مستقل ایلوٹراپک حالت معلوم ہوتی ہے۔ گو یہ کہنا مشکل ہے کہ کس خاص درجہ حرارت پر ایک حالت دوسری حالت مین بدل جاتی ہے۔

ڈاکٹر کاٹنر کی یہ علمی تشریح عام آدمیون کے لئے چندان دلچسپ نہین معلوم ہوتی اور ہمین ڈر ہے کہ ہم بھی اس مختصر مضمون مین اسکی کماحقہ تسلی بخش علمی تشریح نہین کرسکتے۔ لیکن فزیکل کیمسٹری کے طلبہ کے لئے ڈاکٹر کاٹنر کی تشریح بہت زیادہ قابل قدر اور اہم ہے۔ ہم باسی روٹی کے ضمن مین بہت سی اور مفید باتون کا مثلاً گلوٹن اور نشاستہ کے طبعی اور کیمیائی خواص کا جن کا تعلق روٹی کے باسی ہونے سے ہے ذکر کرنا چاہتے تھے لیکن موجودہ مضمون اپنی مناسب حدود سے زیادہ لمبا ہوگیا ہے اور ابھی ہمارے اردو رسالجات کے پڑھنے والون مین علمی شغف کا وہ درجہ نہین آیا کہ ایک علمی مضمون کو متواتر کئی کئی گھنٹہ مطالعہ کرتے جائین ہمارے لئے فی الحال یہی غنیمت ہے کہ اردو دان اصحاب علمی مضامین سے دلچسپی لینی شروع کرین۔

فیروزالدین مراد

شیخ فیروزالدین مُراد - اس نمبر مین آپکی تصویر اس شکرگزاری کے ساتھ شائع کیجاتی ہے جو آپکی قلمی اعانت سے العصر پر فرض ہے اور جسمین آپ نے ابتدا ہی سے غیر معمولی دلچسپی ظاہر فرمائی ہے۔ ۱۸۹۵ء آپکا سال پیدائش ہے۔ اسوقت آپکی عمر تقریباً ۲۰ برس ہے۔ زمانۂ طالبعلمی ہی سے آپکو مطالعہ و کتب بینی کا بہت شوق ہے۔ ۱۹۱۰ء مین آپ پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مڈل مین اوّل رہے تھے، اور ۱۹۱۲ء مین انٹرنس کا امتحان دیا۔ اس مین بھی اول رہے اور اسقدر فیصدی نمبر حاصل کئے تھے کہ آپکے بعد [illegible] ۔ ایف اے کے امتحان مین آپ دوسرے تھے اور بی اے کے امتحان مین پانچوین یا چھٹے نمبر پر تھے حالانکہ کیمسٹری کے علمی امتحان [illegible] ۱۹ء مین آپ نے علی گڑھ کالج مین علوم طبعیات کی اسسٹنٹ پروفیسری منظور فرمائی۔ ۱۹۱۹ء مین آپ نے فزکس مین ایم [illegible] کی۔ اب آپ صیغۂ مذکور مین مزید تجربات حاصل کرنے کی غرض سے جرمن تشریف لے جانیوالے ہین (باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۰)

سب جلسے زوالِ دولت کے ساتھ ہی گویا ہندوستان سے مفقود ہوگئے۔ رسم سالگرہ اب پھر یورپ کی طرف سے یورپین لباس میں آئی ہے۔ یورپ میں اس رسم کا ایسا رواج ہے کہ سلاطین ہی پر منحصر نہیں، ہر نامور آدمی کی چاہے وہ کسی صیغہ کا ہو سالگرہ ہوا کرتی ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ ہر مبارک اور مفید کام کی سالگرہ ہونے کا دستور ہوگیا ہے۔ رفاہ عام کے جلسے اور بڑے بڑے فتوحات کی سالگرہ ہوتی اور خوشی منائی جاتی ہے۔

باسی روٹی اور سائنس

باسی روٹی اور سائنس کے مجموعۂ الفاظ پر بادی النظر میں تعجب کیا جاسکتا ہے لیکن جب اس امر پر غور کیا جائے کہ سائنس کا میدان انسانی تجربہ اور علم کے برابر وسیع ہے تو فوراً یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ باسی روٹی تو ایک طرف ادنےٰ سے ادنےٰ چیز بھی سائنس کی ما لا کلیہ وسعت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ ہمیں امید ہے کہ اس مضمون کا مطالعہ نہ صرف اس تعجب کو رفع کرے گا بلکہ ایک بڑی حد تک عوام الناس کے خیالات کی اصلاح کا باعث ہوگا۔

عام قیاس یہ ہے کہ روٹی کے باسی ہوجانے کا اصلی سبب رطوبت کی کمی ہے۔ معمولی طور پر روزمرہ کی گفتگو میں یہی کہا جاتا ہے کہ خشک روٹی باسی ہوجاتی ہے اور باسی روٹی خشک ہوتی ہے۔ غرضیکہ یہ خیال ہر چھوٹے بڑے کے دل میں جاگزیں ہے کہ باسی روٹی کی نمی بخارات بن کر اڑ گئی ہوتی ہے اور یہ بات اب غلط العام صحیح کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ مضمون کی علت غائی اس غلطی کا ازالہ کرنا اور اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ہر ایسے قیاس کی تصدیق حتی الامکان مشاہدات اور تجربات سے کرنی چاہئے۔ یعنی محض خیالی آرائے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔

اب یہاں ایک ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باسی روٹی کے متعلق جو قیاس ابھی بیان کیا گیا ہے وہ کن وجوہ پر مبنی ہے؟ کیا اس قیاس کی بنا تجربہ ہے یا یہ محض ایک رائے ہے جو سرسری اور سطحی مشاہدات کی بنا پر نسلاً بعد نسلاً ہمارے دلوں میں راسخ ہوگئی ہے حتیٰ کہ اب یہ قیاس ایک یقین کی شکل پکڑ گیا ہے۔ [illegible] شاید بہت سے آدمی اس تحریر سے پریشان ہوں کہ باسی روٹی کی رطوبت کی کمی میں کس طرح کوئی شک کرسکتا ہے حالانکہ ہمیشہ سے یہی بات مانی گئی ہے کہ پانی کی قلت روٹی کے باسی ہونے کا اصلی سبب ہے۔

جس سوال کا ذکر ہمنے ابھی کیا ہے فی الاصل اسی کے جواب پر شک کی حقیقت یا استعجاب کی معقولیت منحصر ہے۔ آج سے دو سو برس پہلے حرارت کو ایک مادی چیز سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ ایک جسم گرم ہونے کی حالت میں بہ نسبت سرد ہونے کی حالت کے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ ہوا کی نسبت یہ غلط خیال مشہور تھا کہ اس کا وزن نہیں ہوتا اور کوئی معقول وجہ ان خیالات کے لئے متقدمین کے پاس نہ تھی۔

یہ سب قیاسی باتیں تھیں۔ کسی نے کبھی انکی عملی تصدیق کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ [illegible] نزدیک یہ بالکل صاف سیدھی باتیں تھیں لیکن سبب تجربہ کی بنیاد مضبوطی کے ساتھ [illegible] ایسی [illegible] پر [illegible]

جسم مثلاً سرخ لوہے کے گولے کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ کر دوسرے پلڑے میں اس کے ہم وزن باٹ رکھے جائیں حتی کہ ترازو کی ڈنڈی سیدھی ہو جائے تو ٹھنڈا ہونے پر بھی ڈنڈی سیدھی رہیگی۔ کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ ایک ایسے نازک تجربہ کے لئے معمولی ترازو سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ تھوڑے سے وزن کے تغیر تبدل کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ اس کام کے لئے خاص ترازو جن کو کیمیائی ترازو (کیمیکل بیلنس) کہتے ہیں درکار ہوتے ہیں۔ ان میں رگڑ کو بالکل معدوم کیا ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ ڈنڈی کی کجی یا سیدھے پن کو مشاہدہ کیا جائے ڈنڈی سے عمودوار ایک پتلی نوکدار لمبی سوئی (جسے اصطلاح میں پوائنٹر کہتے ہیں) کی حرکت ایک پیمانہ کے سامنے دیکھی جاتی ہے جب یہ سوئی پیمانہ کے صفر درجہ پر کھڑی ہوتی ہے تو دونوں پلڑوں میں ایک سا وزن ہوتا ہے۔ نیز ایسی ترازو ہاتھ میں لیکر استعمال نہیں کی جاتی کیونکہ ہاتھ کبھی کامل طور پر ساکن نہیں رہ سکتا اور ہاتھ کی جنبش صحیح تولنے کی منافی ہے۔ بلکہ زیادہ صحیح تجربوں کے لئے ایسے نازک ترازو ایک خاص تولنے کے کمرہ میں موٹی پتھر کی سلوں پر جو دیوار میں نصب ہوتی ہیں رکھے جاتے ہیں اور ہر طرح کی ممکن احتیاط کی جاتی ہے کہ اس کمرہ کی سطح چھت یا دیواروں میں کسی طرح کی جنبش پیدا نہو۔ علاوہ ازیں بجائے اس کے کہ ترازو کو کھلی ہوا میں رکھا جائے جہاں ہوا کے جھونکے اسکی ڈنڈی اور سوئی کو ہر وقت ہلاتے ہیں، اس کو شیشہ کے صندوق میں بند کیا جاتا ہے جس کے سامنے کا ڈھکنا حسب ضرورت اوپر اٹھایا جا سکتا ہے مختصراً ایک صحیح اور نازک ترازو کی ضروریات یہ ہیں جو کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اور اگر ان ہدایات کے مطابق عمل کر کے کوئی چیز تولی جائے تو [illegible] کے ذریعہ سے رتی کے ہزارویں [illegible] ہمارے [illegible]

جوہری بھی جنھیں نہایت قیمتی چیزیں میزان کرنا پڑتی ہیں ان باریکیوں کا خیال نہیں رکھتے اور افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر ہمارے ملک کا یہ دستور ہے کہ کسی علمی چیز سے عام طور پر روزمرہ کی زندگی میں فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا۔

یہ ایک جملہ معترضہ ترازوؤں کی تشریح کے متعلق تھا۔ ایسے صحیح ترازو سے اگر ایک برتن کو تولا جائے تو وزن میں بین فرق نظر آئے گا۔ اسیطرح باسی روئی کے متعلق جو عام قیاس ہے اگر اسکی تصدیق ترازو کے ذریعہ سے کی جائے تو جو نتیجہ مرتب ہوگا وہ قابل سماعت ہوگا محض ظن سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں ایک اور معمولی غلطی کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں موم بتی جب جلائی جاتی ہے تو اس کے اجزا بل کر ہوا میں مل جاتے ہیں اور عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بتی کے بعض حصے جل جانے سے وزن میں کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن آج کل سائنس کی ابجد پڑھنے والا بچہ بھی اس امر کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہے کہ نہیں بتی جلنے سے وزن میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ برعکس اس کے اگر پانی اور کاربانک ایسڈ گیس کو جو جلنے سے پیدا ہوتے ہیں کھلی ہوا میں ضائع نہ ہونے دیا جائے تو وہ بتی کا باقی حصہ اور جلنے کا نتیجہ، پانی اور کاربانک ایسڈ کا مجموعی وزن اصلی بتی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کیونکہ جلنے کے عمل سے بتی کے اجزا کاربن اور ہائیڈروجن کے ساتھ ہوا کا ایک جزو آکسیجن مل گیا ہے۔

سائنس کا دستور العمل یہی ہے کہ اس کے مطالعہ کرنے والے کسی بات کو بغیر کافی شہادت کے محض قیاسی طور پر نہیں مانتے۔ وہ ہر بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے مشاہدات اور تجربہ کی تطبیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب بہت سے صحیح اور معتبر مشاہدات جمع ہو جاتے ہیں تو بجائے

اس کے کہ ان کو علیحدہ علیحدہ طور پر یاد رکھا جائے اُن سب مشاہدات کو ایک لڑی میں پرو دیا جاتا ہے اور مختصر مگر پُر معنی الفاظ میں ان سب کا احاطہ کر دیا جاتا ہے۔ اس مختصر بیان کا نام اصطلاح میں "سائنس کا قانون" یا "قانونِ قدرت" ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کے دریافت کردہ قوانین قدرت حقیقی قوانین قدرت سے بالکل مطابق ہوں۔ انسان جو کچھ کر سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ محدود تجربہ و مشاہدات کی بنا پر ایک کلیہ قایم کرتا ہے جسے اصطلاح میں نظریہ یا تھیوری کہا جاتا ہے۔ گویا ہم اپنے محدود مشاہدات و تجربہ کو غیر محدود بنانے کی کوشش اور اپنے علم کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ علم کی حدود سے باہر جانا ممکن ہے کہ ٹھیک سمت میں ہو لیکن یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا ہر کلیہ یا نظریہ صحیح ہوگا کیونکہ اسکی صحت اور عدم صحت اسی حد تک جانچی جا سکتی ہے جہاں تک ہمارے تجربات یا مشاہدات کام دیتے ہیں۔ ہر ایک استقرا میں یہ نقص ضرور رہتا ہے۔ مثلاً ہم ہمیشہ سے اور ہم سے پہلے ہمارے آبا و اجداد یہ دیکھتے آئے ہیں کہ لوہا اور لکڑی انسانی حواس کے لئے دو جداگانہ چیزیں ہیں اور ان میں خاص خاص خاصیتیں ہیں۔ اس جمع شدہ تجربہ کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ لوہے اور لکڑی کے یہ یہ خواص ہیں اور کبھی شبہ تک نہیں کرتے کہ ہمارے اس بیان میں کوئی نقص ہے یا نہیں لیکن کون ہے جو دعوے سے یہ کہہ سکے کہ آئندہ زمانہ میں بھی لوہے اور لکڑی کے خواص یہی رہیں گے جو آج یا آج سے پہلے رہے ہیں۔ سورج ہر روز مشرق سے طلوع کرتا ہے اور ہمارا ظن غالب یہ ہے کہ کل بھی اسی طرح مشرق سے طلوع کرے گا۔ لیکن دعوے کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ضرور ہی ایسا ہوگا۔ ہاں اگر کل بھی مادہ، فضا اور وقت کے قوانین وہی رہیں جو آج تک رہے ہیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ کل بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے۔

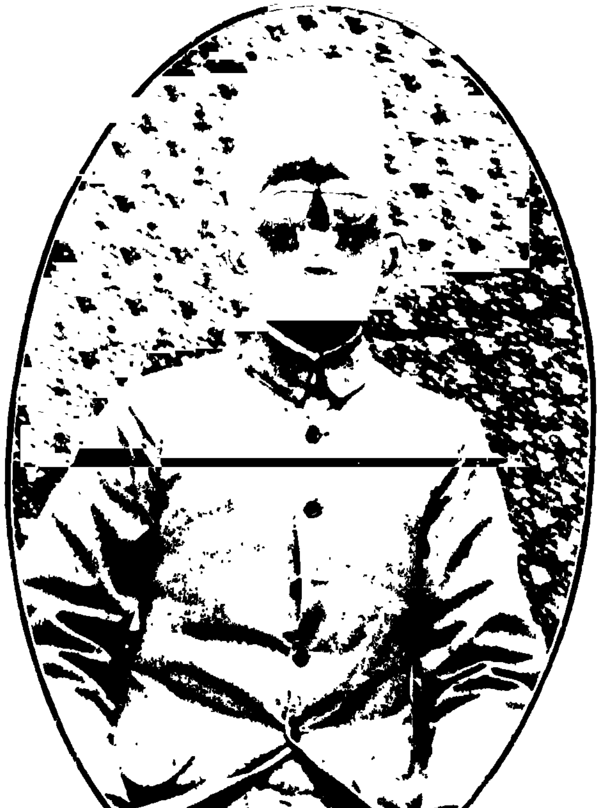
کسی نظریہ کے بنانے کے بعد اس کے کلیہ میں سے استدلال کیا جاتا ہے اور خاص خاص نتائج بطور پیشین گوئی کے بیان کئے جا سکتے ہیں ازاں بعد اگر تجربۃً ان استدلالات کی تصحیح ثابت ہو جائے تو ہمارا نظریہ اس حد تک اور زیادہ صحیح مانا جائے گا اور اگر استدلال اور تجربہ میں فرق نظر آئے تو پھر وہ نظریہ نظر ثانی کا محتاج ہوگا اور اس میں مناسب تبدیلی کی جائے گی۔ چیزوں کے زمین کی طرف گرنے چاند کے زمین کی کشش کے تابع ہونے اور اور ایسے ہی مشاہدات کی بنا پر نیوٹن اعظم نے تجاذب مادی کا ایک عالمگیر قانون بیان کیا۔ دو حساب دانوں نے پیرس اور کیمبرج میں اپنی آرام کرسیوں پر بیٹھے بیٹھے اس قانون کی بنا پر یہ اندازہ لگایا کہ نظام شمسی میں سورج سے سب سے زیادہ بعید سیارہ سے بھی پرے ایک اور سیارہ ہونا چاہئے جس کا حجم اتنا ہوگا وزن اتنا ہوگا اور جس کا بُعد اتنا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ تھوڑے عرصہ بعد عملی ہیئت دانوں نے اپنی زبردست دوربینوں کی مدد سے اس حیرت انگیز پیشین گوئی کی تصدیق کی اور حساب کی مدد سے انسانی آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ ایک ایسی چیز دیکھی جس کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو اُس وقت تک نہیں تھا۔ اس تصدیق سے نیوٹن کے قانون تجاذب مادی کو مزید تقویت حاصل ہوگئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ یہ قانون ایک بڑی حد تک اس حقیقی قانون کے مطابق ہے جو مادی چیزوں کی باہمی کشش پر حکمران ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کل ایسے تجربات یا مشاہدات سے ہمیں واسطہ پڑے جو اس قانون کے تابع نہ ہو سکتے ہوں تو اس حالت میں اس قانون میں تبدیلی کرنا پڑے گی۔ قصہ مختصر یہ کہ انسان کا علم کبھی آخری اور انتہائی منزل تک نہیں پہنچے
اسکی معلومات میں اضافہ کرتے رہو
[illegible] سب کچھ جانتا ہے

لیکن پھر بھی دنیا کے کاروبار اسی طرح چل سکتے ہیں کہ انسان اپنے حواس کی شہادت پر یقین کرے اور اپنے گردوپیش کے حالات کو اپنے سابقہ علم کی بنا پر تشریح کرنے کی کوشش کرے۔ یہ تشریح ہم پھر کہتے ہیں کہ انسان کو کبھی اصلی اور حقیقی معرفت نظام عالم کے متعلق نہیں پہنچا سکتی ہے۔ یہ قانون دریافت کرنے کے بعد کہ چیزیں کس رفتار سے زمین کی طرف گرتی ہیں اور اجرام سماوی کس طرح ایک عالمگیر نظام کے افراد ہیں ہم یہ ہرگز نہیں بتا سکتے کہ چیزیں کیوں زمین کی طرف گرتی ہیں؟ یا زمین میں کشش کیوں ہے؟ ایک دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ بھی ہے کہ چیزیں اس لئے زمین کی طرف نہیں گرتیں کہ نیوٹن اعظم نے ایک قانون بیان کر دیا ہے کیونکہ نیوٹن کے وقت سے بیشتر بھی جب کہ کسی کو اس قانون سے اطلاع نہ تھی چیزیں اسی طرح زمین کی طرف گرتی تھیں۔ وقس علی ہذا۔

یہ دوسرا جملہ معترضہ ارادۃً ہم نے علمی تشریح کے صحیح معانی سمجھانے کی خاطر باسی روٹی کے مضمون میں داخل کر دیا ہے، اور ہم امید کرتے ہیں کہ ناظرین اگر اس مضمون کو اخیر تک مطالعہ کریں گے تو یہ دونوں جملہائے معترضہ باسی روٹی کے نقطۂ خیال سے بھی لایعنی تضیع اوقات نہ سمجھے جائیں گے۔ ہم ذکر کر رہے تھے کہ عام قیاس باسی روٹی کے متعلق رطوبت کی کمی ہے لیکن چونکہ یہ کسی تجربہ کی بنا پر نہیں ہے اس لئے اسکی صحت یا عدم صحت کے متعلق اسوقت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہاں ہم یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ یقینی طور پر یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ روٹی رطوبت کی کمی کی وجہ سے باسی ہوجاتی ہے۔ اور اگر ایسا کہا جاتا ہے تو [illegible] کافی ہے۔ اگر باسی روٹی کو ایک [illegible] تنور میں رکھا جائے [illegible] جہاں [illegible] تو باسی روٹی [illegible]

طور پر پھر تازہ ہوجاتی ہے۔ گو یہ پھر بہت جلد باسی ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر روٹی کے باسی ہونے کا سبب محض رطوبت کی کمی ہو تو پھر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ گرم کرنے سے باسی روٹی پھر تازہ ہوجائے اس لئے گرم کرنے سے تو اور زیادہ رطوبت کا نقصان ہوگا جس سے بجائے تازہ ہونے کے روٹی کو اور زیادہ باسی ہوجانا چاہئے۔ جو لوگ اس مشکل کو محسوس کریں گے ان کو اچھی طور پر روٹی کا باسی ہونا اب ایک معمہ سا نظر آئے گا۔ اور فی الحقیقت باوجود اس علمی تشریح کے جو ہم ذیل میں روٹی کے باسی ہونے کے متعلق عام فہم بنانے کی کوشش کریں گے، نرم اور لچکدار خوش مزہ تازہ روٹی کا خشک سخت اور بے مزہ باسی روٹی بن جانا ابھی تک ایک دلچسپ معمہ لاینحل ہے۔ اگر تازہ روٹی کچھ دیر کے لئے ہوا میں رکھی جائے تو اسکی لچک [illegible] باقی رہتی ہے۔ حتی کہ پرانی روٹی کا سفوف بنا لینا چنداں مشکل نہیں ہے۔ برعکس اس کے تازہ روٹی کے ساتھ یہ عمل ناممکن ہے۔ یہی وہ مشاہدات ہیں جو معمولی آدمی کو یہ خیال دلاتے ہیں کہ باسی روٹی میں نمی کم ہوتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ۱۸۵۲ء میں ایک مشہور فرانسیسی ماہر کیمیا دان نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ باسی روٹی میں رطوبت کی مقدار تقریباً اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ تازہ روٹی میں۔ منسلکہ جدول میں اسی محقق کے چند ایک نتائج کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ گرم روٹی جو تنور میں سے ابھی ابھی نکالی گئی ہو ٹھنڈا ہونے پر صرف اپنے مجموعی وزن کا ایک فیصدی حصہ ضائع کرتی ہے اور اس کے بعد پانی کی تبخیر سے وزن میں زیادہ نقصان نہیں ہوتا ہے اور بالآخر ایک ہفتہ کے بعد جب روٹی ٹھیک طور پر باسی ہوجاتی ہے رطوبت میں سے صرف دو فیصدی حصہ ضائع ہوتا ہے۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ معمولی روٹی میں ۴۵ [illegible] فیصدی پانی ہوتا ہے اور اس میں سے صرف دو فیصدی



شیخ فیروز الدین مُراد صاحب ایم اے ۔ بی ٹی اے

اثبات واجب الوجود

خدا کی ہستی قدیم الایام سے ہر ملک، ہر صدی، اور ہر قوم مین مسلم چلی آتی ہے۔ مہذب اور غیر مہذب، جاہل اور شائستہ سب اقوام کم و بیش ایک ایسے وجود کی قائل چلی آتی ہین جو عالم و مافی العالم کا خالق، بانی، اور محرک کہا جاتا ہے۔ جن وحشی قومون کے درمیان ایک سے زائد معبود مانے جاتے ہین وہ بھی ایک دیوتا کو سب سے بڑا اور سب چیزون کا خالق مانتی ہین۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس مضمون مین واجب الوجود کی نسبت خیالات سے بحث کی جائے اور بتایا جائے کہ علمائے مغرب خدا کی ہستی کو کس طرح ثابت کرتے ہین اسکے ساتھ ہی اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ یہ غلط فہمی جو پیدا ہوگئی ہے کہ سائنس کی ترقی سے اہل یورپ اور امریکہ خدا سے منکر ہوگئے ہین اس مین کتنی حقیقت اور کتنا مبالغہ ہے۔ بعد ازان ہم یہ دکھائینگے کہ ہندو وہ یا تما، وداں اور مسلمان علما خدا کی ہستی کو کس طرح ثابت کرتے ہین۔ ضمناً بعض یونانی حکما کے خیالات اور استدلال کا بھی ذکر ہوگا۔

خدا کی ہستی کی نسبت علمائے مغرب کے دلائل

خدا کی ہستی کو سبھی مانتے ہین بلکہ یون کہنا بجا ہوگا کہ تمام مذاہب (بعض شاذ مستثنیات کے) عالم کے خالق اور موجودات کے مالک کے وجود کو مانتے ہین۔ ہر ایک آستک مذہب کا سب سے مقدم اصول خدا کی ہستی ہے۔ بودھ اور جین مت ہی تمام دنیا مین صرف دو ایسے مذہب ہین جو کھلم کھلا خدا کی ہستی کے منکر ہین۔ خدا کی ہستی کے قائل ہونے کے ساتھ ہی ہر ایک مذہب کے مقلدون نے اسکی ذات، صفات، حکمت، دانائی کو جو کائنات مین نمایان ہے دیکھکر چند اصول اور مسلمات وضع کئے ہین جو اس مذہب کے الہیات کی جان ہین۔ منکر تو ہر ملک اور قوم اور ہر زمانہ مین پیدا ہوتے رہے ہین جو بات بات مین شک لاتے اور مذہب کے مسلمات کو کچان کا کھیل قرار دیکر اس سے صاف انکار کرتے چلے آئے ہین۔ مگر ایسے آدمیون کا شمار بہت قلیل اور بالکل محدود ہوتا ہے۔ تاہم علمائے دین اور اہل مذہب انکی دلائل دربارہ انکار خدا کی تردید اور اپنے معبود اولی کے وجود کو معقول اور قابل تسلیم قرار دینے کے لئے دنیوی علوم سے کام لیتے اور انکی بنا پر استدلال کرتے ہین۔ اسی طرح مغرب کے عالمان دین نے بھی خدا کی ہستی کے ثبوت بہم پہنچائے ہین۔ یہ گذارش کردینا بھی مناسب ہے کہ مغرب کے عالمون مین بھی ایک سے زیادہ فریق ہین سب سے اول تو مسیحی مذہب کے عالم؛ دوسرے گروہ مین وہ لوگ شامل ہین جو مسیحی مذہب کو تمام و کمال تو قبول نہین کرتے مگر خدا اور مذہب کے قائل ہین؛ تیسرا گروہ ایسے عالمون کا ہے جو اول الذکر دو گروہون کے عقائد دربارہ خدا کو معقولیات کے پہلو سے ماننے کو تیار نہین ہے جو AGNOSTIC یعنی لا ادری کہلاتا ہے۔ اس گروہ کے لیڈرون مین سب سے اول ہربرٹ اسپنسر اور ہسلے دوسرے درجہ پر آتا ہے۔

خدا کی ہستی کے دلائل

سب سے پہلے ہم مغرب کے عالمان دین کی بڑی بڑی دلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہین جو وہ خدا کی ہستی کے ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ واضح ہو کہ اثبات واجب الوجود پر بڑے بڑے عالمون نے معرکہ آلارا کتابین تصنیف کی ہین جنکا ذکر اس مختصر مضمون مین قریب قریب ناممکن ہے۔ اس لئے مضمون کے ساتھ اختصار پر اکتفا کرنا پڑتی ہے۔ اگر اہل فکر اور علما کی اس بحث سے تشفی ہو تو وہ

از راہ نوازش راقم کو معاف فرمائیں کیونکہ ایسے رسالہ میں اس سے زیادہ بحث محال ہے۔

خدا کی ہستی کے ثبوت میں مذہبی عالم اور بانیان دین حسب ذیل دلائل پیش کرتے ہیں، جو مذہب فطری کے اصول وارکان ہیں (۱) تاریخی دلیل شاید اسے دلیل تواتر کہنا بجا ہوگا۔ روما کے مشہور فلاسفر سسرو اور سنیکا اسے ECONSENSU GENTIUM کے نام سے پکارتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس کا یہ مفہوم ہے کہ تمام بنی آدم خدا یا واجب الوجود کے قائل چلے آتے ہیں۔ یعنی بنی نوع انسان کے متفقہ ایمان کی دلیل (۲) علت العلل یا علت اولیٰ استدلال (۳) حسن نظام عالم (۴) علت غائی اور تجویز (۵) شعور اخلاقی (۶) حاسہ روحانی اور ذکاوت فطری۔

علاوہ ازیں اور بھی کئی دلائل پیش کی جاتی ہیں۔ مگر یہ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ قدیم اور جدید فلاسفر ان میں سے کئی کئی دلائل کو خدا کی ہستی ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں لیکن ہمارے موجودہ مطلب کے لئے یہی کافی ہیں۔ اب مناسب ہے کہ ان دلائل پر قدرے تفصیل سے بحث کی جائے اور ان کا مفہوم واضح کیا جائے۔

(۱) بنی آدم کا ایمان خدا

تمام بنی آدم جہاں تک معتبر تاریخ پتہ دیتی ہے، ایک مافوق العادت اور قادر مطلق ہستی کے قائل چلے آتے ہیں۔ کوئی زمانہ کوئی قوم اور کوئی ملک اس عام ایمان سے کبھی بیگانہ اور محروم نہیں رہا۔ اس کے متعلق دو باتیں ذہن نشین کر لینا مناسب ہے (۱) پرانے زمانہ کے مذاہب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک خدا کے قائل تھے، اور یہ کہ وہ اسے مادی دنیا سے اعلے وبالا سمجھتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اسے ماوراء الدہر اور محیط عالم بھی خیال کرتے تھے خدا کی ذات کا یہ تصور مذہب کا ایک اہم اور بنیادی اصول تھا۔ (۲) موجودہ عقاید اور وحشی اقوام کے دینی خیالات کی جتنی چھان بین کی جائے اتنا ہی یہ امر زیادہ واضح ہوتا ہے، بلکہ اسے بہت تقویت پہنچتی ہے کہ ایک وہ وجود ہے جس سے تمام موجودات کی خلقت اور صنعت منسوب کی جاتی ہے۔

ویدوں کا مذہب بہت پرانا سمجھا جاتا ہے، اور اس سے دوسرے درجہ پر زرتشتی مذہب ہے اور ان دونوں کے مطالعہ سے عالموں نے تسلیم کیا ہے کہ ان میں ایک وجود ازلی اور قادر مطلق کی صاف تعلیم دی گئی ہے جو موجودات کا صانع اور کائنات کا خالق ہے عالم و ما فی العالم ایک مافوق العادت الٰہی وجود کی قدرت اور حکمت سے وجود پذیر مانی جاتی ہیں نہ صرف یہی مانا جاتا ہے بلکہ یہ بھی کہ وہ موجودات کا مبداء حقیقی ہے۔ گو عالم کی آفرینش کا خیال ایسا واضح اور صاف نہیں ہے تاہم سارے بیان پر غور کرنے کے بعد سب چیزوں کو موجود ہستی میں لانیوالا اور مسبب الاسباب خدا ثابت ہوتا ہے۔

زرتشتی مذہب کی رو سے اہرمزد موجودات کا خالق بیان کیا گیا ہے وہ رب العالمین سمجھا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اہرمن ہے جو ہر وقت اس سے برسر پرخاش رہتا ہے، اور خدائے ظلمات کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن دونوں اصولوں کے پس پشت ایک قادر مطلق غیر محدود وجود ہے جس کے اشارہ سے اہرمزد اور اہرمن پیدا ہوئے تھے۔

اب ان دونوں مذہبوں کو چھوڑ کر اگر قدیم مصر، بابل، نینوا وغیرہ کے لوگوں کے عقاید اور علم الاصنام پر غور کیا جائے تو گو ہم وہاں پر ایک دو نہیں درجنوں مختلف دیوتاؤں سے دوچار ہوتے ہیں جنکی پرستش میں ایک قسم کی زبردست رقابت نظر آتی ہے مگر تو بھی دھندلا سا اشارہ اس مضمون کا ملتا ہے کہ وہ ایک ایسے دیوتا کے قائل تھے جسنے زمین و آسمان کو ہستی بخشی اور وہ کائنات کی پرورش

قرار دیا جا سکتا ہے۔

یونان کے لٹریچر سے ظاہر ہے کہ شاعروں نے بہت سے دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے۔ بعد کے زمانہ کے شعرا نے ایسے وجود فرض کئے جو دیوتاؤں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ مگر ان دیوتاؤں اور وجودوں کی نوعیت پر غور کرنے کے بعد یہ ظاہر ہے کہ وہ ایک وجود نادیدنی کے قائل تھے جو سب موجودات پر حاوی ہے۔ افلاطون کہتا ہے "آسمان اور زمین اسی کے وسیلہ سے معلق ہیں۔" گو رومیوں کے ہاں بہت سے دیوی دیوتا مانے جاتے تھے مگر جوپٹر سب سے بڑا، حاضر و ناظر و مقتدر مطلق دیوتا تھا۔ باقی دیوتا اس کے مظاہر اور نشان تھے۔ قدیم زمانہ کے ملک خالدیہ میں گو سینکڑوں دیوی دیوتا تھے مگر برآسن کہتا ہے کہ ان سب دیوتاؤں کا مصدر اور سرچشمہ خدائی تھا۔ چین کا بزرگ کنفوشس تھا۔ اس کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ اسنے خدا کی بابت کچھ نہیں کہا مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ موجودات اور مظاہر کے پس پشت ایک ناقابل فہم اور غیر مرئی قوت کا قائل تھا اور اسی سے دعا کرتا تھا۔ وہ اسے آسمان یا آکاش کے نام سے پکارا کرتا تھا۔ مگر اس وجود کی اصلیت کی بابت اس کا کوئی خاص خیال نہ تھا۔ یائی شی کنگ (مجموعہ کلمیات) میں وہ ایک صاحب شخصیت اور ذی ارادہ خدا کو مخاطب کرتا ہے۔ چین کا دوسرا گرو تاؤ بھی خدا کا قائل تھا۔ پرانے زمانہ کی کسی مہذب قوم کو لے لو۔ کم و بیش خدا کا خیال اس کے ہاں موجود تھا۔ بعض کے ہاں صاف خیال تھا، اور بعض کے ہاں صرف دھندلا سا۔ آریہ، اور تورانی، اور سامی اقوام کے عقائد خدائے واحد، قادر علی الاطلاق، خالق ارض و سما مالک ہر دو جہان کی ہستی پر شاہد ہیں۔

موجودہ جاہل اقوام جو امر پرانے زمانہ کی مہذب اقوام کے عقیدہ پر صادق آتا ہے وہ موجودہ زمانہ کی جاہل اور وحشی قوموں پر بھی عاید ہوتا ہے۔ افریقہ، امریکہ، اوشنیا وغیرہ میں جو وحشی اور ابتدائی قومیں آباد ہیں وہ کم و بیش ایک وجود مطلق کو مانتی ہیں۔ گو ان کا یہ عقیدہ بہت واضح نہیں ہے اس لئے کہ عقلی طاقتیں ابتدائی مرحلۂ نمو میں ہیں علاوہ ازیں وہ بہت سے دیوتاؤں کو بھی پوجتی ہیں۔ باوجود اس کے وہ ایک سب سے بڑے دیوتا کو مانتی ہیں۔ گو سر جان لبک (لارڈ اوبری مرحوم) اور سان ہلیئر فرنچ محقق کا یہ خیال ہے کہ کئی جاہل قبائل خدا کے اعتقاد سے بیگانہ ہیں مگر فرانس کا ایک اور بہت ہی مشہور محقق مونسیور کاترفاژ بیان کرتا ہے کہ "میری تحقیقات اور تجسس کا نتیجہ سر جان لبک اور سان ہلیئر کے نتائج کی نقیض ہے۔ تمام بنی آدم کے حالات دریافت کئے اور ایمان خدا کا عدم وجود ادنی ترین اور اعلے ترین قوموں کے درمیان تلاش کیا مگر سوائے بعض افراد یا فرقہ کے کہیں نہ ملا" یہ شخص خود اگناسٹک یعنی لاادری فرقہ کا ہے۔

(۲) علت العلل

دلیل تواتر پر قدرے طوالت کے ساتھ بحث کرنے کے بعد اب ہم دوسری دلیل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو علت العلل کہلاتی ہے۔ انگریزی اصطلاح میں اس کا نام AETIOLOGICAL ARGUMENT ہے۔ یعنی اسباب و نتائج کے سلسلہ پر غور اور اسکی ابتدا کا کھوج کرتے ہوئے ہم ایک علت آخری سے دوچار ہوتے ہیں جو تمام مظاہر و موجودات عالم کا سبب آخری اور مبدا ثابت ہوتی ہے۔ اسباب و نتائج کے سلسلہ کی تمام کڑیاں اس پر ختم ہو جاتی ہیں یا سمجھنا چاہئے کہ اس سلسلہ کی اول کڑی وہی ہے باقی کڑیاں اسکی شاخیں ہیں۔

تواتر سے غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر زمانہ ہر قوم، ہر ملک کے مہذب اور غیر مہذب [illegible] ہر عالم کا ایک

ایک ہستی اولی پر زمانہ متقدم التاریخ سے چلا آتا ہے جو عالم مافی العالم کا خالق اور معمار اولی ہے۔ تمام چیزیں اپنی ہستی کے لئے اسکی قدرت وحکمت کی محتاج ہیں وہ اس عالم کا حاکم اور مالک ہے۔

اب اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ موجودات کو دیکھنے اور عالم کی کیفیت مشاہدہ کرنے سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟ اسکے متعلق حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

عالم کے اندر مادیات کی یکسانیت ویکرنگی زمانہ حال کے سائنسی انکشافات اور تحقیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالم مادیات میں فطری اور جبلی یکسانیت اور یکرنگی پائی جاتی ہے۔ جتنی قوتیں عالم کے اندر کام کرتی معلوم ہوتی ہیں وہ سب کی سب ایک قوت اولی (PRIMAL FORCE) کی مختلف شکلیں ہیں۔ جتنی اشیاء کائنات میں ہیں وہ سب کی سب ایک اصل اور ایک مبداء عالم کی گوناگون صورتیں ہیں۔ مادیات میں اصول تثنیہ (DUALITY) نہیں، اور نہ مبدا کی کثرت (PLURALITY) ہے۔ بلکہ وحدت (MONISM) ظاہر ہے۔ گو عالم کے اندر خامیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، مگر وہ بھی ابتدائی علت غائی کے اجزا ہیں۔ اور ایک نامعلوم مقصد پورا کرنے کو روا رکھی گئی ہیں۔ مفردات مادہ کو لو، یا حاضر و ناظر قوا کی تبدیل ہیئت کو لو یکسانیت اور وحدت ہر جگہ موجود ہے۔

کرۂ ارض کی ابتدا حقایق الاشیاء اور موجودات سے قطع نظر کرۂ ارض کی ابتدا پر غور کرو۔ سائنس والوں کو اسکی ابتدا کا اب بہت معقول علم حاصل ہو گیا ہے۔ اسکی عمر کا تخمینہ بھی ہو گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے کس نے بنایا؟ کون اسے نیستی سے ہستی میں لایا؟ اسباب و واقعات پر غور کرکے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ضرور کسی ذی عقل اور صاحب قدرت ہستی نے تحریک دی۔ آپ سے آپ پیدا ہونیوالی قوت عالم میں نہیں پائی جاتی۔ پروفیسر جو نکر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "پرنسپلز آف سائنس" میں لکھتے ہیں: "مسئلہ حرارت سے ہم ایک معمہ سے دوچار ہوتے ہیں۔ یا تو آفرینش عالم ایک زمانۂ مقررہ کے اندر واقع ہوئی یا یہ ماننا پڑے گا کہ ابتدا میں قوانین کے عمل میں کوئی ناقابل تشریح انقلاب واقع ہوا" (صفحہ ۴۲۹)۔ اور بہت سے سائنس دان بھی اس امر پر متفق ہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی علت فاعلی کیا تھی؟ اگر فلکی نظریۂ سحاب کو مان لیا جائے اور یہ بھی باور کر لیا جائے کہ سحاب آسمانی میں فعل و انفعال پیدا ہونے سے عالم وجود میں آئے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس نے اسے ابتدا میں حرکت دی؟ زیادہ ادق مسائل کو چھیڑے بغیر ہم یہ مان لیتے ہیں کہ کوئی ذی ادراک ہستی تھی جسے قائم بالذات انقلابات سے بالاتر موجودات کا مبداء اولے مانا جاتا ہے۔

زندگی کی ابتدا عالم کا کوئی حصہ زندگی سے خالی نہیں عالم نباتات اور اقلیم حیوانات اس سے لبریز ہیں۔ مگر زندگی کیا ہے؟ یہ سوال بڑا مشکل ہے۔ زندگی کی مختصر تشریح یہ ہے "اندرونی تعلقات کا خارجی تعلقات سے متواتر ربط ضبط اور موافقت و اتحاد رکھنے کے مسلسل عمل کا نام ہے" (فرسٹ پرنسپلز صفحہ ۷۲ و ۹۳) یہ معمہ اب تک حل نہیں ہوا کہ بے جان مادہ کا جان سے کیا تعلق ہے، اور دونوں کے درمیان جو مغائرت ہے اسے کس طرح رفع کیا جائے اور اسکی تشریح کس اصول سے ممکن العمل ہے؟ عالمان افعال الاعضاء (PHYSIOLOGY) پروٹوپلازم (PROTOPLASM) کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو زندگی کا اصول مادی قرار دیا جاتا ہے پروفیسر آلمین نے کچھ عرصہ ہوا برٹش ایسوسی ایشن میں ایڈریس دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "ہر جاندار کی ذی جان ساختوں کا جزو لاینفک پروٹوپلازم ہے"

ہکسلے نے انسائکلو پیڈیا برٹانکہ مین "بیالوجی" کے عنوان پر مضمون لکھتے ہوئے کہا تھا "جاندار مادہ کی ابتدا کن اسباب سے ہوئی ہم کچھ نہین جانتے"

ڈاکٹر سر ایڈورڈ شیفر نے ۱۹۱۲ء مین ابرڈین کی برٹش ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ مین زندگی کی ابتدا سے بحث کی اور اسے کیمیائی طریقہ سے پیدا کرنے کی توقع ظاہر کی تھی۔ مگر یہ انکی شخصی راے ہے۔ اس کے متعلق یورپ اور امریکہ کے اخبارات مین بڑی لے دے ہوئی عالمون نے اتفاق سے بیان کیا کہ زندگی پیدا کرنا سائنس کے امکان سے بعید ہے۔ مسئلہ ارتقا والے کہین گے کہ بے جان مادہ سے عمل ارتقا کے وسیلہ سے جاندار عنصر پیدا ہوا مگر یہ صرف گمان ہی گمان ہے۔

(۲) من کی ابتدا زندگی کی ابتدا کی طرح عقل وذہانت کی ابتدا کا معمہ بھی لاینحل اور ادق ہے۔ من اور شعور کیسے وجود مین آیا؟ اسکی علت فاعلی کیا ہے؟ اگر ہیکل کی طرح اسے مادہ کی لطیف صورت اور اسکی غیر مرئی حرکات کا نتیجہ پر تخیل مان لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ تمام فلسفہ اور بالخصوص فلسفۂ ذہنی کے جملہ اصول الٹ پلٹ ہوجائین گے اور فلاسفرون کے صدیون کے غور وفکر کے نتائج دریا برد کرنے پڑین گے۔ یہ قرین قیاس نہین ہے کہ محض خیال کے لئے ایک ہستی نے دنیا کو بنا دیا جو خود تخیل کی قوت سے بے بہرہ تھی۔ بقول لوٹس جائشہ عقلی کی یکسانیت اور اتحاد جس کے بغیر ہم اپنی ذہنی اور معنوی کیفیتون سے واقف نہین ہوسکتے اور نہ شعور ذاتی ذات کے مشاہدہ کا حصہ بن سکتی ہے ہمین مجبور کرتا ہے کہ ایک مافوق الحواس ہستی کے وجود پر ایمان لائین جو مشہودات کا موضوع فطری بنتا ہے۔

قصہ کوتاہ عالم نہ صرف قائم ہے بلکہ قائم رکھا اور سنبھالا جاتا ہے۔ اس کے اجزا کے بے حد پیچیدہ اور الجھے ہوئے تعلقات ایک دوسرے سے اس طور پر متعلق ہین کہ نظام عالم مستقل اور غیر مبدل صورت مین قایم چلا آتا ہے۔ موجودات عالم قانون ومساوات آخری کی طرف مائل رہتی ہین۔ اب اگر کوئی قوت اولی اسکی ترمیم وہدایت نہ کرے تو چارون طرف حرکت کی جگہ سکون نظر آئے اور یہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔

مل اور دیگر حکما کہتے ہین کہ علل فاعلی کا پورا علم ہماری عقل وفہم کی بساط سے باہر ہے۔ انکی ماہیت کا صحیح اندازہ ہم اپنے موجودہ علم سے نہین کر سکتے بلکہ ہماری عقل کی پرواز طبعی اسباب ہی تک محدود رہتی ہے۔ فاعلیت (EFFICIENCY) سے قطع نظر ہمین سبب اسی تک محدود رہنا پڑتا ہے۔

ان مسائل پر غور کرنے کے بعد ہمین ایک فاعل حقیقی عالم کے خالق اور موجودات کے مالک کی ہستی کی طرف رجوع ہو کر پروفیسر آل مین کے ساتھ ہمنوا ہونا پڑتا ہے کہ "تخیل اور مادہ کی مظاہر فطری کے درمیان نہ صرف کوئی مشابہت ہی نہین ہے بلکہ دونون کے درمیان کسی قسم کی بھی نسبت اور مشابہت نہین پائی جاتی"

(۳) حسن نظام عالم

یہ مضمون بڑا ادق اور طویل ہے۔ ہمنے گو پچھلی دو دلیلون پر بہت اختصار سے بحث کی تاہم بہت سی جگہ پر ہوئی۔ اس لئے اب ہم اسے بھی اختصار سے کام لینے کی کوشش کرین گے۔

موجودات قدرت پر نظر غائر ڈالنے کے بعد جو امر ہمارے ذہن پر گہرا اثر ڈالتا ہے وہ نظام عالم کی ترتیب اور قرینہ ہے۔ اصطلاح مین یہ دلیل (COSMOLOGICAL ARGUMENT) کہلاتی ہے۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھو تو ہر جگہ شان اور قاعدہ دکھلائی دیتا ہے۔ اگر نیچے زمین کے تختے پر نظر دوڑاؤ تو بھی حسن وخوبی ہر جگہ عیان ہے کہ دل اسے دیکھکر عش عش کرتا ہے۔ پھر دنیا کی چیزون کو لو۔ ایک ایک شے کی ساخت پر غور کرو کیسی باقاعدہ اور قرینہ [illegible]

کو دیکھو۔ سب اشیا ان کے تابع ہین اور نیک فرمانبردار لڑکون کی طرح ان نامعلوم غیر ویدنی اصولون کے مطابق عمل کرتی ہین۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی دیکھنے مین آتی ہے کہ موجودات مین باہم کرتنازع اور جھگڑا نہین پایا جاتا۔ قانون اسلئے سے اتر کر درجہ دوم کے قوانین ہین جو ہر جگہ اپنے کام مین مصروف رہتے ہین۔

جو اتحاد و موافقت عالم مادیات مین پائی جاتی ہے اس کے مرادف علت غائی (ADOPTATION) عالم حیات مین نظر آتی ہے۔ عالم نباتات اور اقلیم حیوانات دونون اس سے بہرہ یاب ہین۔ اس سے یہ مفہوم ہے کہ عضو ایک خاص کام انجام دینے کو بنایا گیا ہے۔ کسی جانور کے جسم کو لو، یا اور کسی پودہ کی ترکیب پر غور کرو اس سے یہ صاف عیان ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص غرض کے لئے بنا ہے۔ اسکی تشریح کی چندان ضرورت نہین۔

مگر جب عالم حیات مین ترتیب، قانون، موافقت، ترقی، مقصد آخری اور علت غائی پاتے ہین تو فوراً اس سوال سے دوچار ہوتے ہین کہ کیا یہ سب آپ سے آپ معرض ہستی مین آئے؟ کیا ان کا منبع اصلی کوئی نہین ہے؟ بئے کی دوکان پر ہر چیز قرینہ اور ترتیب سے موجود رہتی ہے مگر بندر کے گھر مین یہ ترتیب اور سلیقہ عنقا ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ ترتیب عقل کا خاصہ فطری ہے۔ عقل شخصیت پر دال ہے۔ اور شخصیت کے لئے ارادت لازمی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نظام عالم ایک ذی عقل صاحب ارادت وجود مطلق کی ہستی کی طرف اشارہ کرتا ہے جسنے ایسے طور پر قاعدے وضع کئے کہ موجودات انکے مطابق اپنی حیات مستعار کے ایام مقررہ بسر کرتی ہین۔

(۴) علت غائی اور تجویز

چوتھی دلیل علت غائی اور تجویز سے ہے جسے اصطلاح مین (TELEOLOGICAL ARG...) کہتے ہین۔ ڈاکٹر پیلے اسے ڈیزائن (DESIGN) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ عالم اسباب کی تمام موجودات اور قدرت کے تمام ظہورات وغیرہ بلاوجہ واقع نہین ہوتے۔ انکا ایک خاص مقصد ہے اور اسے پورا کرنے کو وہ معرض ہستی مین آتے ہین۔ یہ علت غائی تمام عالم مین پائی جاتی ہے۔ کوئی حادثہ بلاوجہ نہین ہوتا۔ اسکی تہ مین ایک غایت پنہان ہے جو ذرہ ذرہ مین پائی جاتی ہے اور اس سے خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ فرض کرو ایک سیاح ہمالیہ کے جنگلون مین ہفتون تک کسی آدم زاد یا انسانی بستی سے دوچار نہوا اور پھر یکایک کسی پہاڑی کے دامن مین اسے کوئی غار یا چٹان مین کاٹا ہوا مکان نظر آئے اور وہ اسے اندر باہر سے خوب دیکھے تو فوراً اسے گمان گزریگا کہ یہ انسان کی صنعت ہے۔ اگر آگ وغیرہ اور گھر کا مختصر سامان بھی ہو تو اسے وہان پر انسان کی ہستی کا فوراً یقین ہوجائے گا وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انسان کی حکمت اور قدرت کے تمام نشانات وہان پر موجود ہین۔ پھر وہ کیون اس کے وجود سے منکر ہوسکتا ہے۔ یا اگر کسی تباہ جہاز کے پسماندہ تختے پر بہتے بہتے کسی ویران اور غیر آباد جزیرہ مین جا نکلین اور وہان پر انسانی بستی کا کھوج لگاتے ہوئے وہ کسی مکان کو دیکھین تو فوراً کہین گے یہ انسان کی کاریگری ہے۔ اسی طرح عالم موجودات کی ساخت اور ماہیت پر نگاہ ڈالنے سے وہ اس کے بنانے والے صاحب قدرت و حکمت خالق کا ثبوت ملتا ہے۔ تقریباً ایک صدی ہوئی کہ ڈاکٹر ولیم پیلے نے انسان اور حیوان کے اعضا کی ساخت اور ترکیب بغور دیکھکر یہ استدلال قایم کیا تھا کہ یہ اپنی ساخت مین کامل اور اپنے مقررہ فرائض کی انجام دہی مین وفادار اور ایک خاص اعلےٰ مقصد سے بنے ہین۔ یہ محض اتفاق سے نہین بلکہ انسان اور حیوان کے پیدا کرنے والے کی علت غائی ہے۔ قدرت کے اندر وسائل اور مقاصد

[illegible] ین جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہین اور یہ سب خدا کی ہستی پر شاہد ہین۔

(۵) شعور اخلاقی

پہلی چار دلیلون کا تعلق عالم اسباب سے ہے اسکی حالت اور اہمیت پر غور کرکے یہ نتائج اخذ کئے جاتے ہین اور وہ سب خدا کی ہستی پر دال ہین۔ اب انسان کی حالت ملاحظہ ہو یہ دلیل MORAL ARGUMENT اخلاقی ہے۔ ہماری اخلاقی فطرت خدا کی ہستی پر گواہی دیتی ہے ہم جب کوئی کام کرتے ہین تو اندر ایک قسم کی کشاکش ہونے لگتی ہے۔ ہم اپنے جنون کے افعال کی کبھی تعریف کرتے ہین، اور کبھی انھین قابل الزام ٹھہراتے ہین۔ یہ نیک و بد کی تمیز، نور ایمان، ضمیر ہے، جو ہمارے فعل کے حسن و خوبی قباحت و مذمت کی نسبت فیصلہ صادر کرتا ہے۔ علاوہ ازین ایک فطری احساس اسبات کا ہے کہ نیک اور مستحسن کام کرنا ہی انسانی دین اور ملت ہے نیکی و بدی کا ایک معیار ہے، جسے مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔ بلکہ قدرتاً ہم اپنے اعمال کا اس سے اندازہ کرتے ہین۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حاسہ اخلاقی کہان سے پیدا ہوا؟ اس کے ساتھ مجھ پر حق اعلیٰ کا سوال وابستہ ہے۔ مجھے اسکی فرمانبرداری کرنا واجب ہے جو راستی و نیکی کا مصدر ہے۔ میری اخلاقی فطرت بھی اپنے اصلی مبداء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سلسلہ لازم و ملزوم سے نیکی کا احساس ہمین ایک منبع ابدی سے منسوب کرنا پڑتا ہے

(۶) حاسہ روحانی و ذکاوت طبعی

سب سے اخیر مین سب سے زبردست دلیل دی جاتی ہے جو وہبی یا ذکاوت طبعی یا حاسۂ روحانی کے نام سے مشہور ہے۔ ذکاوت فطری یا وہبی وہ خداداد قوت ہے، جس کے بغیر ہم کسی شے کی حقیقت کو نہین پہچان سکتے جب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خدا کی ہستی کا علم ہماری فطرت مین ودیعت ہوا ہے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اکتسابی علم نہین جو مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ فطرتاً ہماری روحانی فطرت مین موجود و مرکوز ہے ہم بلا استدلال اس سے آگاہ ہین۔ کئی عالم اس باطنی شہادت کو کافی سے زیادہ قاطع و ساطع سمجھتے ہین۔ باقی دلائل اس کے سامنے ہیچ ہین۔ ہر انسان کا دل خدا کی ہستی کا قائل اور اسکی موجودگی پر شہادت دیتا ہے اگر یہ باطنی گواہی نہو تو باقی تمام استدلال اور فلسفہ محض بیکار ہے۔ اس خداداد اعلے طاقت کے بغیر ہمارا اکتسابی علم بھی زائل ہے۔ ہمین اسکی معقولیت اور صحت کا یقین بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ طاقت ذکاوت طبعی یا ہدایت کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ قوت ہر قسم کے علم کی صحت اور ثبوت کی اصل اور بنیاد مانی جاتی ہے۔ اس کے بغیر عقلی اور اخلاقی زندگی محال ہے۔ اس قوت کی شہادت یہ ہے کہ خدا کا عقیدہ ہر انسان کے دل مین جبلی اور فطری ہے۔ دل مین اس کا احساس ہے

آیندہ ہم ہندو مسلمانون کا طریقہ استدلال دربارہ اثبات واجب الوجود پیش کرین گے اور پھر جدید سائنس کی روشنی مین خدا کی ہستی پر بحث کرکے بہت سی غلط فہمیون کو دور کرین گے جو اکثر لوگون کے دلون مین پیدا ہو رہی ہین کہ سائنس دان خدا کے منکر ہین۔

جے - آر - بدامے (جرنلسٹ لاہور)

(بقیہ صفحہ ۹۶) ہماری دلی دعائین آپ کے ساتھ ہین۔ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ وہان سے بھی العصر کے لئے مضامین تحریر فرماتے رہین گے آپ کا زمانہ پروفیسری نہایت عمدگی سے گزر رہا ہے۔ اور ہر شخص آپ کے حسن اخلاق اور تبحر علمی کا مداح ہے۔ "مقدمہ سائنس" اور "مبادی طبیعیات" دو علمی [illegible] تصنیف ہین۔
(اب بوجہ جنگ آپنے جرمنی جانیکا ارادہ ملتوی کر دیا ہے)

سیّد انشاء اللہ خان انشاؔ

سیدانشاؔ کا شمار شعراء اُردو کے اُس باعظمت اور لایق تعظیم طبقہ میں کیا جاتا ہے جنکی مساعی جمیلہ نے اُردو فن شعر کو پروان چڑھایا اور جن کی فکر کے گہرہائے آبدار آج بھی عروس سخن کے سہاگ کا لازمی جزو بنے ہوئے ہین۔ اس مین شک نہین کہ اکثر علمی علقون مین انہین [illegible] نہین کیا جاتا جو میر و سودا ایسے نقادانِ فن نے اپنی قابلیت اور سلامتی طبع کی بدولت حاصل کیا، تاہم اس کا ہر کس و ناکس کو اعتراف ہے کہ وہ بڑے پایہ کے شاعر تھے اور اساتذۂ اُردو مین وہ اگر دو چار سے کم تو بیسیون اور سیکڑون سے افضل و اعلےٰ تھے۔

ان کا نام سید انشاء اللہ خان تھا اور حکیم میر ماشاء اللہ خان کے سرمایۂ ناز سپوت تھے۔ بقول مولینا محمد حسین آزاد " ان کے بزرگ نجف اشرف سے آئے تھے" ایک صاحب روایت کرتے ہین کہ "انکے آبا و اجداد تیمور کے ساتھ سمرقند سے آکر خطۂ کشمیر مین آباد ہوئے تھے" بہرحال اس مین کسی کو اختلاف نہین کہ ان کے مورث بھی اُسی فتوحات اسلامی کے سیلاب مین ہندوستان آئے تھے جس نے اور بہت سے عربی اور عجمی شریف خاندانون کو یہان پہنچایا ہے جن کے نام لیوا اسوقت بھی کثیر تعداد کے ساتھ ہندوستان کے ہر حصہ مین موجود ہین۔

ان کے والد بڑے نامی حکیم تھے۔ دلّی مین آنے کے بعد اُنکی بہت عزت کی گئی اور شاہی طبیب بنا دیئے گئے۔ حکومت مین ضعف آجانے سے اور نیز بعض خانگی وجوہ سے اُنھین مرشدآباد جانا پڑا اور معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر تک وہین رہے۔ سید انشاؔ انھین کے بیٹے تھے لیکن شہرت مین اُنسے کہین بڑھکر نکلے۔

سید انشاؔ کی تعلیم باپ کے ہاتھون ہوئی یعنی قابل باپ نے بیٹے کو خود [illegible] آراستہ کیا۔ گویا سید انشاؔ کی علمیت و ہمہ دانی ایک طرح سے فاضل باپ کی محنت و شفقت کا خوشگوار نتیجہ کہی جاسکتی ہے۔

مولوی شیخ عبدالقادر صاحب بی اے، ایڈیٹر مخزن کا خیال بہت درست ہے کہ ہمارے یہان مشاہیر کے مفصل اور ابتدائی سوانح اُسوقت تک غیر ممکن الحصول ہوتے ہین تاوقتیکہ وہ خود اپنے حالات حوالۂ قلم نکرین۔ واقعی یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ خواہ کسی وجہ سے ہو ہم اپنے اسلاف کے صحیح اور مستند حالات سے بالکل بے خبر رہتے ہین۔ اسکی وجہ کچھ تو خود اُن اسلاف کی لاپرواہی اور کسرِ نفسی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے واقعات زندگی کو پبلک کے لئے قلمبند اور محفوظ کرنا ضروری نہین سمجھتے اور کچھ علمی دلچسپی کا وہ فقدان ہے جو ہمین ان باعظمت نفوس کے سوانحی حالات سے واقفیت پیدا کرنے کا موقع نہین دیتا۔ بہرکیف اسباب کچھ ہون لیکن یہ امر مسلّمہ ہے کہ جسطرح اور بہت سے نامورون کی ابتدائی زندگی کے حالات سے عموماً بے خبری طاری ہے اسی طرح سید انشاؔ کے بچپن اور تعلیم کے زمانے کے واقعات بھی لاعلمی کے پردے مین چھپے ہوئے ہین اور روایت در روایت کسی طریقے سے بھی اس باب مین کوئی نتیجہ مترتب نہین ہوسکتا۔ آبحیات ایسی مستند کتاب بھی اس یگانۂ وقت سخنگو کے شرح حالات بتلانے سے ساکت ہے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سن تمیز کو پہنچکر سید انشاؔ جو اپنے والد کے ہمراہ مرشدآباد مین تھے دلّی کی کشش نے انھین اپنے یہان پھر کھینچ بلایا۔[1]

دلی مین شاہ عالم بادشاہ فرمانروا تھے۔ اس وقت حکومت اور

---

[1] صحت کے ساتھ یہ بتانا دشوار ہے کہ سید انشاؔ کی پیدائش کہان ہوئی مگر وہ مرشدآباد مین پیدا ہوئے تو دلّی کا یہ آنا پہلا آنا تھا۔ اور اگر دہلی ہی ان کا مولد کہا جائے تو غالباً یہ دوسری دفعہ یہان آئے ہین۔

سلطنت سب برائے نام تھی لیکن بادشاہ رحمدل تھے۔ گئی گذری حالت میں بھی عالموں فاضلوں اور شاعروں کی کچھ نہ کچھ قدردانی ہوتی تھی۔ سید انشاء بھی دربار شاہی تک پہنچے۔ بذلہ سنج، ظریف، حاضر جواب، شوخ بیان اعلیٰ درجے کے تھے اور یہی اوصاف ہیں جن سے کوئی شخص عشرت پسند بادشاہوں کے مزاج میں دخل پاسکتا ہے۔ سید انشاء بھی بزم شاہی میں بڑے اعزاز و اکرام سے لئے گئے۔ مزاج شناسی کا بھی انھیں خاص ملکہ تھا۔ بادشاہ کو ان سے ایک طرح کی انسیت پیدا ہو گئی تھی جو بالآخر اس درجہ کو پہنچی کہ "شاہ عالم کو ایک دم کی جدائی ان کی ناگوار ہو گئی"۔

ان الطاف و عنایات کے باوجود جو سید انشاء کے حال پر ہمیشہ مبذول رہا کرتیں انھیں دلی کا رہنا وبالِ جان تھا۔ بادشاہ سلامت تو حتی الوسع انھیں انعام و اکرام سے مالا مال کرنے میں کبھی دریغ نکرتے تھے لیکن جب بیت المال میں آپ ہی خاک اڑ رہی ہو اور مہات سلطنت کے لئے بھی روپیہ نہ ملتا ہو تو سید انشاء کی ضروریات زندگی کی کفالت بوجہ احسن کہاں سے ہوتی۔ دلی مٹ رہی تھی سلطنت کی جڑ میں گھن لگ گیا تھا۔ لیکن دلی کی دلچسپیاں کم و بیش قائم تھیں اور انھیں چھوڑ کر یک قلم ترک وطن کی ٹھان لینا ایسا ہی مجبوری کا کام خیال کرنا چاہئے۔ ذوق کے وقت میں دلی نزع کے عالم میں تھی۔ لیکن پھر بھی اسکی اداؤں میں کچھ ایسی ہی دلفریب تھیں کہ انھیں دکن کے سفر سے باز رکھا۔ انشاء کے زمانے میں تو اسکی حالت کچھ بہتر ہی رہی ہوگی۔ غیر ممکن تھا کہ وہ اسکی مفارقت خوشی سے گوارا کرتے۔ لیکن انسان کی ذاتی ضروریات اسے اکثر غیر خوش آیند فعل پر بھی مجبور کر دیتی ہیں جو اسے کرنا ہی پڑتا ہے۔

غرض کہ دلی سے جب سفر کا عزم کیا تو سوائے لکھنؤ کے اور کہاں آسرا تھا۔ علم دوستی اور معارف پروری عجیب بابرکت چیز ہے۔ قرطبہ اور بغداد کی عظمت انھیں باتوں سے وابستہ ہے۔ بکرماجیت کا تذکرہ انھیں سے آجتک قائم ہے اور انھیں کی بدولت آصف الدولہ اور سعادت علی خان کے نام نے بقاء دوام حاصل کی ہے۔ لکھنؤ کی سلطنت کب کی مٹ چکی مگر اُس کے اکثر فرماں رواؤں کی نیکیاں اُسی شان سے زندہ ہیں۔ اللہ اللہ لکھنؤ اُس وقت کیا رہا ہوگا جب وہاں کے چمنستان میں سودا، میر اور انشاء وغیرہ ایسے بلبلان سخن نغمہ سنج رہے ہوں گے۔ کیا ہی خوش نصیب وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سین دیکھے اور کانوں سے انکی باتیں سنیں۔

قاعدہ ہے کہ حاکم وقت کے مذاق کی تقلید عوام بھی کرتے ہیں۔ آصف الدولہ و سعادت علی خان کی قابل قدر صفات کی پیروی انکی رعایا میں بھی تھی۔ عام و خاص مشاہیر کو قدردانی کے ہاتھوں لیتے تھے اور امکانی خدمت کرتے تھے۔

مرزا سلیمان شکوہ جو شاہ عالم کے بیٹے تھے ان کا گھر غریب الوطن لوگوں کے لئے ایک ایسی سرائے تھی جہاں غربت میں وطن کا لطف مل جاتا تھا۔ قدردانی کے متلاشی اس سرا میں اکثر شب باش رہ چکے تھے۔ اب انشاء اللہ خان لکھنؤ آئے تو یہیں اُترے۔ مرزا سلیمان شکوہ کو بھی اہل کمال کی تواضع و مدارات سے خاص دلبستگی تھی۔ انشاء کی خاطر بھی بہت کی گئی۔ ان میں دوسروں کے خوش کر لینے کا مادہ یوں ہی بہت تھا اور پھر ذاتی جوہر بھی کوئی چیز ہوتے ہیں رفتہ رفتہ ان سے روابط اس درجہ بڑھے کہ آخرکار یہی مرزا سلیمان شکوہ کے استاد ہو گئے۔

مرزا سلیمان شکوہ بجائے خود بہت اچھے سخنگو تھے۔ پہلے مصحفی کو شعر و سخن کی خدمت سپرد [illegible] لیکن سید انشاء کی قابلیت نے آخر اس عزت کو اپنا حصہ [illegible] کے پختہ کلام [illegible] انشاء

ہونے سے تو کسی کو انکار نہیں۔ اور ہم مجموعی حیثیت سے اُنھیں انشاء سے کبھی کم نہیں سمجھتے تاہم انشاء کے کلام کی شیرینی، و ظرافت کے چٹخارے ایسے نہ تھے جو سلیمان شکوہ ایسے سخن فہم کو آپ بہ ہیں کر دیتے۔

سید انشاء اپنی شاعری کا سکہ دلّی میں جما چکے تھے اور اُن کے لکھنؤ آنے سے پہلے ہی یہاں انکا نام شہرت پذیر ہو چکا تھا۔ یہاں آنے کے بعد انہوں نے کئی ایک نامی گرامی کے سر کئے اور انکا طوطی لکھنؤ ایسے شہر میں جہاں ہر قسم کے اہل کمال کا مجمع تھا بولنے لگا۔

علامہ تفضل حسین خان لکھنؤ کے ایک فاضل اجل تھے۔ ملکی معاملات میں بھی اُنھیں بہت کچھ دخل تھا بلکہ کہتے ہیں کہ انھیں کی حسن تدبیر سے سعادت علی خان کو مسند نشینی کا موقع ملا۔ ذاتی طور پر علامہ موصوف بہت قابل تھے۔ بعض بعض السنہ مغربی مثلاً انگریزی، لاطینی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ سید انشا بھی اُن سے ملنے کبھی کبھی جایا کرتے تھے وہ بھی بھانپ گئے تھے کہ یہ کس بلا کا آدمی ہے۔ انھیں علامہ کے ذریعہ سے آخر انشاء نواب سعادت علی خان کے دربار میں پہنچے اور وہاں جو اعزاز و اکرام اپنے کمال کے زور سے حاصل کیا وہ اُنھیں کا حصہ تھا۔

سید انشاء طبعاً بڑے مزاج شناس واقع ہوئے تھے اور اُنکے لطائف و ظرایف سامعین کے دلوں کو متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ تھے۔ سعادت علی خان کی مجلس بھی انکی بذلہ سنجیوں سے گلزار رہا کرتی۔ شعراء اُردو کی فہرست پر ایک غائر نظر ڈالئے لیکن داغ کے سوا کوئی ایسا نظر نہ آئے گا جسے سلف سے لیکر اسوقت تک انشاء کا سا اعزاز و انعام ملا ہو۔ سید انشاء محض درباری شاعر نہ تھے بلکہ سعادت علی خان کے مصاحب اور مقرب یا نفس ناطقہ تھے۔ باہمی تعلقات و مراسم میں جو بے تکلفی برتی جاتی تھی وہ پہلا اتنی تھی کہ اُن کا حال کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی اس کا یقین نہیں آتا۔ آب حیات کے کئی صفحے ایسے واقعات سے مملو ہیں جنھیں آقا اور ملازم کا ادنے سا فرق بھی معلوم نہیں ہوتا۔

مسٹر جان بیلی برٹش گورنمنٹ کی جانب سے آودھ کے دربار میں رزیڈنٹ تھے۔ صاحب موصوف کو فارسی وغیرہ شاعری میں معقول دخل تھا اور انکی علمیت محققانہ پایہ کی تھی جب وہ سعادت علی خان سے ملاقات کرنے آتے تو سید انشاء بھی ہوتے اور علمی مباحث خوب خوب ہوتے۔ ایسی ملاقات کے موقع پر ہجر بالکسر و بالفتح کی بحث کا موقع آگیا تھا۔ نواب سعادت علی خان ہجر کو بالفتح صحیح سمجھتے تھے اور جان بیلی صاحب کے خیال میں یہ خلاف محاورہ تھا۔ اتفاقاً سید انشا بھی آ پہنچے۔ اُن سے فیصلہ کن رائے طلب کی گئی۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے جان بیلی صاحب سے اتفاق کیا۔ لیکن پھر سعادت علی خان کا چہرہ دیکھکر سمجھ گئے کہ یہ ان کے خلاف ہوا ہے۔ فوراً بات بنادی کہ ہجر بالکسر صحیح ہے جبھی تو مولنا جامیؒ فرماتے ہیں ؎

شب وصل است وطے شد نامہ ہجر
سلامٌ ہی حتے مطلع الفجر

سعادت علی خان یہ سنکر خوش ہوگئے۔ اس ایک مثال سے انکے قوت انتقال ذہنی کا بھی کافی اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہی نکتہ سنجی اور فکر آرائی تھی جس نے سعادت علی خان کو موہ لیا تھا، اور اُنھیں انشاء کے بغیر چین نہ ملتا تھا۔

سعادت علی خان نے سید انشاء کے ساتھ جو کچھ نیکیاں کیں اُن کے تذکرے ابھی باقی ہیں اور انکی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہوجاتی اگر انھیں کے ہاتھوں انکا بُرا انجام نہوا ہوتا۔

سید انشاء کے آخری ایام کی دلخراش داستان پروفیسر آزاد نے نہایت موثر طریقے سے قلمبند کی ہے اور حق یہ ہے کہ اُسکے

مطالعہ شے کا ہے پنہان اور گاہے نہین" کی سبق آموز فلاسفی نہایت آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے۔

خدا کی قدرت ہے کہ جس سعادت علی خان کے حُسنِ سلوک سے انشاء کے دروازے ہاتھی کھڑے جھومتے ہون اسی کی بدسلوکی سے وہان خاک اُڑنے لگے۔ اللہ اللہ وہ سید انشاء جو کسی وقت بادشاہ کے علے مقرب اور سلطنت بھر مین نہایت بااثر شخص تھے انکی آخر یہ حالت ہو جائے کہ کوئی نام کو بھی نہ پوچھے۔ عزت اور امارت کے سامان سب مین مل جائین۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ جائے اور بالآخر انھین گمنامی اور کس مپرسی کے ایسے عالم مین موت آجائے کہ کسی کو کانون کان خبر نہو۔

سعادت علی خان کے دامن پر یہ ایک ایسا بدنما دھبہ ہے جو ایک طرف ذاتی خوبیون کو خاک مین ملاتا ہے اور دوسری طرف مشرقی بادشاہون کی تلون مزاجی کی عبرتناک مثال پیش کرتا ہے۔

مولانا آزاد جنھون نے آب حیات کے صفحون پر تحقیق و تدقیق کے موتی بکھیر دیے ہین انکی نسبت نہین کہا جاسکتا کہ انہون نے ان واقعات کو خواہ مخواہ اہمیت دی اور سچ سمجھ لیا لیکن اس مین شک نہین کہ اگر یہ باتین صحیح ہین تو انشاء کی قسمت پر نہین بلکہ سعادت علی خان کی عقل پر افسوس کرنا چاہیے۔

یہ امر البتہ کسی قدر حیرت خیز ہے کہ بعض طبقون مین پروفیسر آزاد کے ان بیانات کو صداقت سے بعید خیال کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر بی۔ اے۔ اپنے ایک انگریزی مضمون مین جو آزاد پر ہے لکھتے ہین کہ "لکھنؤ کے ایک معزز آدمی جو میر انشاء اللہ کے رشتہ دار ہونے کے بھی مدعی تھے آزاد مرحوم کے خیال کی تردید کرتے تھے۔" افسوس کہ شیخ صاحب نے اُن سے اس معاملہ مین مزید گفتگو پسند نہ کی ورنہ یہ عقدہ بہ آسانی حل ہو جاتا کہ انکا بیان کس درجہ تک قابل قبول ہے ورنہ بغیر مستند تردیدی ثبوت کے آب حیات کے واقعات کیونکر غلط قرار دیئے جاسکتے ہین۔

سنہ ۱۲۳۳ھ مین سید انشاء کا انتقال ہوا اور بمقام حسین گنج لکھنؤ آئینہ بی بی کے باغ مین مدفون ہین۔

ظاہری اولاد معلوم ہوتا ہے کہ انکی شہرت کو قائم نہین رکھ سکی ورنہ اساتذہ کی طرح ان کے نام لیوا بھی آج موجود ہوتے۔ ہان اولاد معنوی سے اُن کا نام اسوقت تک قائم رہے گا جب تک اُردو زبان باقی ہے اور ادبیات مین شاعری شامل ہے سچ ہے ؎

نوشتہ ماند سیہ بر سفید

نویسندہ را نیست فردا امید

سید انشاء کی شاعری

سید انشاء کا مرتبہ اُردو شاعرون مین جو کچھ ہے وہ باخبر اصحاب سے پوشیدہ نہین۔ ان کا کلام بھی قبولیت عامہ کے لحاظ سے معرفی سے ایک حد تک مستغنی ہے۔ سچ یہ ہے کہ ایسا جامع خصوصیات شاعر اُردو مین آجتک نہین گذرا۔ ہان انکی مفرط ظرافت پسندی و بے اعتدالی نے اُن کے کلام کے بہت بڑے حصّہ کو ناقابل قدر ضرور بنا دیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ اُن کا اس قسم کا کلام فی الحقیقت خارجی اسباب سے تھا۔ وہ طبعاً ظریف تھے عام ملکی مذاق سے قطع نظر مجلس شاہی کا بھی یہی رنگ تھا کہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہنسی اور ٹھول کے دلدادہ تھے۔ انشاء نے ممکن ہے انھین وجوہ سے شاید پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہو کہ ان محفلون مین ہر دلعزیزی پیدا کرنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے جسکی معنی خیز تشریح فارسی کے اس شعر مین کی گئی ہے ؎

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز تا بیم و زر از مہتر و کہتر بستانی

اس اصول پر کاربند ہونے سے گو ان کا مطلب ضرور حاصل ہو گیا لیکن اس کے بُرے نتائج کا خمیازہ جو انھین [illegible] آخر عمر تک اٹھانا

پڑما دہ بیحد عبرت خیز و سبق آموز ہے۔ کاش یہی زود طبیعت صلاحیت و شائستگی کے ساتھ صرف ہوتا تو نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کو گلشن بیخار میں یہ فقرہ چست کرنے کا موقع نہ ملتا کہ "اینچ صنف را بطریقۂ راسخہ نگفتہ" نواب شیفتہ کی یہ زبردستی ہے کہ سالہا سال کی دماغ سوزی کی داد ان الفاظ میں دی لیکن پروفیسر آزاد کے دل پر بھی ان سے "کٹار کا زخم" نہیں لگنا چاہیئے۔ انصاف یہ ہے کہ انشاء کی کلیات میں وہ خصوصیات بہر صفت موجود ہیں جو کسی شاعر کو اُستادی کا رتبہ دلانے کا ذریعہ خیال کی جاتی ہیں لیکن اس میں غیر معتدل خیالات کی بہتات بھی ہے اور بعض اوقات یہی ایک عیب ساری خوبیوں کو چھپا دیتا ہے، اور تصویر کے روشن پہلو پر سطحی نظریں اکثر مشکل پہنچتی ہیں۔ اسی قابل اعتراض حصہ کلام کی وجہ سے اکثر نقادانِ فن کہتے ہیں کہ سید انشاء کا کلام ہر موقع پر قابل سند نہیں۔

اس بحث سے ہمارا منشا یہ نہیں کہ ہم انکے کمالات کے منکر ہیں ہم انشاء کے ایک نازک خیال اور مشاق شاعر ہونے کے ہر طرح قایل ہیں۔ اور جو لوگ اُن کو مستند سخنگو نہیں سمجھتے وہ بھی کم و بیش اُن کے کلام کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ سید انشاء شاعر تھے اور سچے شاعر، اور اُن میں وہ تمام اوصاف مبدء فیاض نے ودیعت کئے تھے جو "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" کے خطاب کے ضروری اجزاء ہیں۔

اُنھیں ابتدائے سن سے شعرگوئی کا شوق تھا۔ شروع شروع میں اپنے والد سے مشورہ لیا کرتے تھے لیکن پھر خود ہی اُستاد تھے خود ہی شاگرد۔ اسی ایک بات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شعر و سخن سے اُنھیں فطری مناسبت کس قدر تھی۔ لیکن ساتھ ہی ماننا پڑتا ہے کہ انکی بے اعتدالی اسی مطلق العنانی کا نتیجہ ہے۔ مولانا آزاد کا ارشاد صحیح ہے کہ جس قدر بتدی زیادہ وہ تیز طباع ہو اتنا ہی زیادہ شائستہ تر ہے، جیسے ہونہار بچھڑا کہ اچھے چابک سوار کے تلے نکلتا ہے جب ہی جوہر نکالتا ہے۔ نہیں تو بے ڈھنگے ہاتھ پانوں مارتا ہے کہ بد ہو جاتا ہے۔

اُن کے طباع و ذہین ہونے میں شک کسکو ہو سکتا ہے کہ باوجود کسی قابل و مستند اُستاد کے فیض تربیت سے متمتع ہونے کے شروع ہی سے اُنھوں نے اپنا سکہ جما لیا تھا۔ مرشد آباد سے جب دہلی واپس آئے تو یہاں میر، سودا، اور درد کے شاگردوں کی گرم بازاری تھی لیکن انہوں نے آخر کار اپنا لوہا سب سے منوا لیا۔ مرزا عظیم بیگ عظیم سے ایک ایسا معرکہ سر کیا کہ ہر کہ و مہ ان سے واقف اور ان کی لیاقت کا قایل ہو گیا۔ مرزا عظیم سودا کے شاگرد تھے اور خود ستائی کا مادہ اُنمیں اس قدر تھا کہ اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ انشاء سے بھی خشمگین ہو گئے۔ ایک مرتبہ انھوں نے کسی مشاعرہ میں غزل پڑھی جو بحر رجز میں تھی لیکن چند اشعار بحر رمل میں موزون ہو گئے تھے۔ انشاء کو اس کا علم پہلے سے تھا۔ مشاعرہ میں ناظرین کے سامنے مرزا عظیم سے تقطیع کی فرمایش کی۔ اسی واقعہ سے ان کا یہ مخمس تعلق رکھتا ہے ؎

گر تو مشاعرہ میں صبا آجکل چلے کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
بحر رجز کو چھوڑ کے بحر رمل چلے

مرزا عظیم کو اپنی غلطی کا اقرار کرنے کے سوا کیا چارہ تھا لیکن انشاء کے مخمس کے جواب میں انہوں نے بھی ایک مخمس کہا۔ ایک بند ہدیۂ ناظرین ہے ؎

موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

اس لوک جھونک نے بالآخر بہت خطرناک شکل اختیار کرلی تھی لیکن تھے سب صاف دل اور شریف طبیعت آگے چلکر مصالحت ہوگئی۔

لکھنؤ مین کسی شخص کے لئے اُس حالت مین اپنا رنگ جمانا بہت مشکل تھا جب وہان جرأت و مصحفی و قتیل ایسے نکتہ سنج سخنگو شاعرون کی زینت بنے ہوئے ہون۔ انشا کے لئے پہلے پہل ضرور مشکل تھی لیکن آخر کار وہان والون نے بھی مان لیا کہ انشا نے فخریہ لہجے مین اپنے لئے جو کچھ کہا ہے یہ سب سچ ہے ؎

اک طفل دبستان ہے فلاطون مرے آگے   کیا منہ ہے ارسطو جو کرے چون مرے آگے
کیا مال بھلا قصر فریدون مرے آگے   کانپے ہے پڑا گنبد گردون مرے آگے
ہون وہ جبروتی کہ گروہ حکما سب   چڑیون کی طرح کرتے ہین چون چون مرے آگے

انکی مفصلہ ذیل غزل بہت مشہور اور مقبول ہے۔ یہ لکھنؤ کے ایک مشاعرہ کی طرح پر لکھی گئی تھی۔ مشاعرہ مین جرأت و مصحفی موجود تھے لیکن "سب نے غزلین ہاتھ سے رکھدین کہ انشا کے بعد رنگ نہین جمیگا۔ واقعی یہ غزل مختصر ہونے کے باوجود اتنی مرصع اور دلپسند واقع ہوئی ہے کہ اصحاب ذوق سلیم خوب اندازہ کرسکتے ہین ؎

لگا کے برف مین ساقی صراحی مے لا   جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اٹھ کہین گھر چل   خدا کے واسطے اتنا تو پاؤن مت پھیلا
نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ اے مجنون   کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ   درون کوہ سے نکلی صدائے واویلا
نزاکت اُس گل رعنا کی دیکھیو انشا
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

لکھنؤ مین سب سے بڑا اور تاریخی مقابلہ مصحفی سے کرنا پڑا۔ اسکی مفصل روداد آب حیات مین درج ہے مصحفی لکھنؤ کے اُستاد تھے۔ اُن کے شاگرد کثرت سے تھے۔ وہ سید انشا کو ٹھنڈے دل سے کب دیکھ سکتے تھے۔ دونون کے دل غبار آلود ہوگئے اور طرفین سے وار چلنے لگے۔ پہلے غزلون مین طرز تشنیع سے کام لیا گیا، پھر عملی طور سے دل کا بخار نکالنے کی راہین پیدا کی گئین، اور معاصرانہ چشمک قلبی عداوت بن گئی۔ انشا کی یہ غزل اُسی زمانے کی اور مصحفی کی غزل کے جواب مین ہے۔ اس کے بعض شعرون مین مصحفی پر طعن ہے۔

توڑون گا خم بادۂ انگور کی گردن   رکھدون گا وہان کاٹکے اک حور کی گردن
کیون ساقیٔ خورشید جبین کیا ہی نشے ہون   سب یون ہی چڑھا جاؤن مۂ نور کی گردن
تب عالم ہستی کا مزا ہے کہ پڑی ہو   گردن پہ مری اُس بت مخمور کی گردن
آئینے کی گر سیر کرے شیخ تو دیکھے   سر خرس کا، منہ خوک کا، لنگور کی گردن
حاسد تو ہے کیا چیز کرے قصد جو انشار
تو توڑ دے جھٹ بلعم باعور کی گردن

آخری دونون شعرون مین مصحفی کی طرف اشارہ ہے۔

مختصر یہ ہے کہ انشا نے لکھنؤ مین بھی اپنا نام چمکایا اور اسی شاعری کی بدولت سعادت علیخان کے دربار مین پہنچے۔ اسی کی بدولت سارے عروج حاصل کئے۔ اور اسی کی بدولت آخر کار۔ وہ ذلت و عسرت برداشت کی جس سے ہر مقرب شاہی کو اپنے آقا کی تلون مزاجی کے ہاتھون ایک نہ ایک دن دوچار ہونا پڑتا ہے۔

سید انشا کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ دیوان ریختہ۔
۲۔ دیوان ریختی۔
۳۔ دیوان غزلیات فارسی۔
۴۔ دیوان بے نقط۔
۵۔ مثنویان۔
شرح مائتہ عامل۔
۷۔ دریائے لطافت
۸۔ داستان شتر اُردو۔

به استثناء آخری دو کتابوں کے باقی تمام کلیاتِ انشاء میں شامل ہیں جس میں ان کے ... حکایات منظومہ، قصائد، چیستان، رباعیات، اور تواریخ کو بھی کافی جگہ دی ہے۔

دریائے لطافت قواعد اردو و منطق وغیرہ میں ایک مفید اور کارآمد رسالہ ہے اور شاید یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ طالبانِ فن کے لئے ازبس ضروری ہے۔

داستان نثر میں اس بات کا التزام ملحوظ رکھا گیا ہے کہ خالص ہندی یا اردو الفاظ کے سوا اس میں فارسی و عربی الفاظ کا استعمال مطلق نہیں کیا۔ اصل کتاب کے دیکھنے سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں بھی اردو کس قدر رنگدار تھی اور باوجودیکہ اس وقت اتنے وہ سامان ترقی زبان نہ تھے جو اس پچاس سال کی مدت میں ہوئے ہیں لیکن سید انشاء اپنے مقصد میں بخوبی کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر انشاء کے زمانے میں ایک قصہ یا کہانی کا ٹھیٹھ اردو میں ترتیب دینا ممکن تھا تو کیا اس وقت جبکہ اردو الفاظ و محاورات و اصطلاحات کا مجموعہ بہت کچھ ترقی پذیر ہے اس میں تاریخ و فلسفے پر مستقل تصنیف کا ہونا امکان سے باہر ہے۔

کلیات انشاء جس میں ان کا ہر صنف کا کلام بقدر کافی موجود ہے انکی وسعتِ نگاہ اور بلند نظری کا بہترین ثبوت ہے۔ غزلیات جو واقعی اپنے حقیقی معنوں میں کہی گئی ہیں قابلِ تعریف و لائق دید ہیں۔ جو غزلیں دوست احباب یا سعادت علی خان کی فرمائش سے بطور تفنن طبع لکھی ہیں وہ ظرافت پسند طبیعتوں کے لئے سرمایۂ دلچسپی ہیں لیکن اس راستے میں وہ جادۂ مذاق صحیح سے اکثر کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ ان کے مضامین بھی کچھ زیادہ شگفتہ نہیں۔ ہاں ان کے مطالعہ سے یہ ضرور منکشف ہوتا ہے کہ طبیعت پر انھیں پورا قابو تھا اور سنگلاخ زمینوں میں بھی ان کا توسنِ فکر یکسان تیزی سے چلتا تھا۔ اور پھر پُرگوئی کا یہ عالم ہے کہ بعض قافیہ ایک ہی ردیف میں تیس تیس کے صفحے بھر دیئے ہیں۔ ان کی ایک غزل ہے موباف کا جوڑا، کاف کا جوڑا۔ اس زمین میں بہ تبدیل قافیہ کم و بیش ۱۰ غزلیں ہیں۔ اسی طرح پتھر کی ردیف میں خوب خوب طبع آزمائی کی ہے اور نہایت مشکل قافیوں کو موزون کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان طرحوں پر خواہ مخواہ مضامین ٹھونسنے کے سوا اور کیا چارہ ہے۔ مثلاً کہتے ہیں ؎

نہ ہاتھ آیا جو تاتا طاٹ بانی اور جکی کا | تو پہنا ایک صاحب نے فرنگی ٹاٹ کا جوڑا
مرہٹی فوج انگریزی نے دی اک ... | کرستی کشتی کتنی بلکہ کی ڈٹاجات کا جوڑا
غرض کہ حرف کی تکرار کی جنس تو دہ کر | یہاں آئے ہو تم تو اطلس اغراض کا جوڑا
تمہارے سب بلکے اور بلبل کے نعل کہ نیکو سن لیو | نہ دیکھا جن نے ہو ملیں تنے کے بھونٹ کا جوڑا

لیکن انھیں سخت زمینوں میں خال خال مضامین نہایت لطیف بندھ گئے ہیں۔ سنئے ؎

کیا بھلا شیخ جی تھے دیر میں بھنوڑے پتھر | کہ چلے کعبے کے تم دیکھنے روڑے پتھر
کوہ میں بیٹھے ہیں فرہادِ دل کو تو ابھی | ان کے ہاتھی ہوں پہاڑ اور ہوں گھوڑے پتھر
رحمت آئی نہ تجھے حال پہ میرے سچ ہے | ہو جو پتھر اُسے کیا کوئی نچوڑے پتھر
کہ نظرِ لعل و زمرد کی طرف پہنے ہیں | سرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر

قافیہ پیمائی کے انشاء بادشاہ ہیں اور اسکی مثالیں اُن کے کلام میں کثرت سے موجود ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ؎

ہے زور حسن سے وہ نہایت گھمنڈ پر | نام خدا نگاہ پڑے کیوں نہ ڈنڈ پر
گلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ | بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر
یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر | اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر
اے موسم خزاں لگے آنے کو تیرے آگ | بلبل اُداس بیٹھی ہے اک سوکھے ڈنڈ پر

ان زمینوں میں جب وہ سلامت روی کے ساتھ کامیاب نہ ہوئے تو اعتدال ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور پھر جو خیال سامنے

* کلیات انشاء بقیمت ... دفتر العصر لکھنؤ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

آیا وہ موزون ہوا۔ اکثر اوقات طرز کلام کے ساتھ لہجہ بھی بدل جاتا تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار آناوون کے لہجہ مین ہین ؎

جو چاہے تو مجھسے ہنسوڑے کی خبر تو یون دیکھ اس گھوڑے جوڑ کی خیر
دکھائی مجھے سیر باغ ارم الٰہی ہو اس سبزہ گھوڑے کی خیر
لگا بیٹھ انشا کو ٹھوکر تو ایک
ارے اپنے سونے کے توڑے کی خیر

انشا کا عشق عاجزی و نیازمندی کو کہین کہین بالکل نظرانداز کر دیتا ہے اور زبردستی کی محبت اور آزادانہ لگاؤ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کہتے ہین ؎

دیوار پھاندنے مین دیکھو گے کام میرا جب دھم سے آ کہونگا صاحب سلام میرا
اچھا مجھے ستاؤ جتنا کہ چاہو مین بھی سمجھونگا گر ہے انشا اللہ نام میرا

چلتے چلتے جب زیادہ بے راہ ہو جاتے ہین تو ایسی باتین کہہ جاتے ہین جو تہذیب و شائستگی پر چشمک زن ہوتی ہین مثلاً۔

بولے وہ جب لپٹ کر کہا مین نے انکی ران پر خیر ہے تمکو ابھی لعنت کرو شیطان پر
جاڑے مین کیا مزا ہو وہ تو سمٹے ہے جہان اودھو کر رضائی ہم بھی لپٹ رہے ہون
کیونکر نگہ گراہٹ ہاتھون مین آ سکے ان کے وہ گوری گوری رانین جسنے دبائیان ہون

انھین بازاری جذبات نے انشائی شاعری کو بدنام کیا ہے لیکن جب ناسخ ایسے متین شاعر نے کھلے الفاظ مین یہ کہنے سے دریغ نہ کیا ہو کہ۔

رکھون مین ساق ساقی گلفام دوش پر
تو انشا کو کس منھ سے الزام دین۔

زبان کے لحاظ سے یون تو کلیات انشا مجموعی حیثیت سے ایک حد تک سقم سے خالی ہے لیکن بعض اوقات غیر مانوس وحشیانہ استعمال الفاظ شعر کی خوبیون کو غارت کر دیتے ہین۔ فارسی عربی کے علاوہ انھین ہندوستان کی قریب قریب تمام زبانون مین دسترس تھی یا کم از کم ان زبانون کے الفاظ انکی زبان پر چڑھے ہوئے تھے اور وہ موقع بے موقع انھین باندھ جاتے تھے۔ لیکن اردو کی نفاست اسوقت اس دخل درمعقولات کی اسدرجہ متحمل نہین تھی اور اس لئے اس قبیل کے اشعار چندان لطیف واقع نہین ہوئے۔ انشا کہتے ہین ؎

کسکی یہ چھاتی تانکسکی ہاس سماہی ہریان دل نے جوش کو انکے تازہ دار داغش کیا
ہون کشتہ انکے کچھے اشارونکی چوٹ کا تھا جنکے سرد دپٹہ تمامی کے گوٹ کا
لونا چاری کی قسم اور کلوا بیر کی کالے بلا کے غول بیابان کی قسم
بھینسا شہر اپنے حکم مین ایک ایسے برہن جو جٹ سے توڑ ڈالتے ہین کرگدنکی شاخ
جو روپ تھا وہ کنداری کا بن گیا سارنگ کہ چاندنی نے لگا دی ہے آگ پانی پر
محمل نشین نے سنکے صدی تیری غش کیا کیا تو نے اشتلا یہ دیا ساربان چھوڑ

اس قسم کی مثالون سے قطع نظر کیجئے تو آپ کو بیشمار ایسے اشعار ملین گے جنمین باوجود انھین معلق و اجنبی الفاظ کے استعمال کے معنوی خوبیان موجود ہین، اور جہان کہین میانہ روی کو مد نظر رکھکر انھون نے ہندی خصوصیات کا پیوند لگایا ہے، وہ اور بھی پُرلطف چیز ہے ؎

ہنوز کہتی ہے جمنا سہاگ دکھلا کر کہ خوب کھیلے مہاراج پھاگ پانی پر
نہ اڑیئے آپ جوگی جی ابھی ہم بھی جو چاہین تو بچھا کر مرگ چھالا بیٹھ لین بے لاگ پانی پر
مانگا جو مین نے بوسہ انسے چمن کے اندر بولے کریان نہین، چل مچھی بھون کے اندر

پشتو اور ترکی زبانون پر بھی عبور تھا اور دو ایک چیزین ان زبانون مین بھی درج کلیات ہین۔

ماہر السنہ مختلفہ ہو کر غیر ممکن تھا کہ وہ ان اصول سے بے خبر ہوتے جو فصاحت و بلاغت کا معیار خیال کئے جاتے ہین۔ جنس نہایت خفیف نقایص کے سوا انکی زبان نہایت صاف اور شستہ ہے، اور محاورات و اصطلاحات کے [illegible] اُس کا

لطف دونا ہوجاتا ہے۔ جو غزل انہون نے اس رنگ مین کہی ہین وہی انکی کلیات کی جان ہین، اور سچ یہ ہے کہ انہین کے بل پر انہون نے دہلی اور لکھنو والون کے دلون پر اپنی عظمت کا نقش بٹھایا تھا۔

انشا رکا ایک مطلع بہت مشہور ہے ؎

جھڑکی سہی ادا سہی چین جبین سہی　　سب کچھ سہی پر ایک نہین کی نہین سہی

اس غزل کا یہ شعر کتنا با مزہ ہے ؎

عز، اذین کہے سے برا مانتے ہین آپ　　میری طرف تو دیکھیے مین نازنین سہی

اسی طرح یہ شعر کتنا بیساختہ ہے ؎

لے چلا دامان صحرا کو گریبان پھاڑکر　　آخر آ مجکو جنون چمٹا ہے پنجے جھاڑکر

اس غزل مین جسکا یہ مطلع ہے ؎

دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہین　　کہ ابھی عرش کو چاہین تو ہلا سکتے ہین

دو چار اشعار بہت برجستہ کہے ہین ؎

مجھے اغیار کوئی آنکھ ملا سکتے ہین　　منھ تو دیکھو وہ مرے سامنے آسکتے ہین

حضرت دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن　　اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین

ہے محبت جو تری دل مین وہ اک طور پہ ہے　　نہ گھٹا سکتے ہین اسکو نہ بڑھا سکتے ہین

آفتاب اُلٹا، قدح شراب اُلٹا، یہ بڑے معرکے کی زمین ہے جرأت نے بھی اس پر خوب طبع آزمائی کی ہے۔ اُن کا یہ مطلع بہت اچھا ہے ؎

نہ جواب لے کے قاصد جو پھرا شتاب اُلٹا　　مین زمین پہ ہاتھ مارا بصد اضطراب اُلٹا

اُن کے یہ اشعار بھی خوب ہین ؎

تھے وہ دین ہوکش کوئی کیا فلک کہ تیری　　وہ ہنسی کہ جون دہرا ہو قدح شراب اُلٹا

مرے تئین سوال سنکر وہ رہا خموش بیٹھا　　نہین یہ بھی کہنے کی جا کہ ملا جواب اُلٹا

کسی تذکرے مین پڑھنے مرے شرح نالہ　　تو ہوئے وہین ہی جرأت ورق کتاب اُلٹا

اب سید انشا کو دیکھیے اپنے رنگ مین کیا گلفشانی کرتے ہین ؎

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا　　کہ پڑا ہے آج خم مین قدح شراب اُلٹا

عجب اُلٹے ملک کے ہین اجی آپ بھی کہ تمسے　　کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب اُلٹا

یہ شب گذشتہ دیکھا وہ خفا سے کچھ ہین گویا　　کہین حق کرے کہ ہووے یہ ہمارا خواب اُلٹا

اس غزل کا یہ شعر مضمون کے اعتبار سے کتنا اچھوتا ہے ؎

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان　　وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

اس مطلع مین سوز دل کی کیفیت کا اظہار ہے ؎

فائدہ دلسے تڑپ جو شب کچھ حاصل نہو　　کاش ساتون دوزخین پہلو مین ہون پر دل نہو

یہ شعر کس مایوسانہ انداز مین کہا گیا ہے ؎

کہہ تو اے چرخ بھلا تجھسے کسیطرح کبھی　　دل کے ارمان ہمارے بھی نکل سکتے ہین

اسی غزل کا یہ شعر کتنا پر لطف ہے ؎

گرم رو گرچہ رہ کعبہ مین ہم ہین اے شیخ　　لیکن اسپر بھی جو چلین تو چل سکتے ہین

انشا رکی بعض تشبیہین خانہ ساز ہوتی ہین مثلاً ؎

ہوا جب اشک دل بافراغ کا بیٹا　　تو کیون نہ کٹئے پھپھولے کو داغ کا ٹیکا

دل ستم زدہ بیتابیون نے لوٹ لیا　　ہمارے قبلہ کو وہّابیون نے لوٹ لیا

دل مین سما رہا ہے یون داغ عشق اپنے　　جسطرح کوئی بھونرا ہووے کنول مین بیٹھا

آخری شعر بہت بلند پایہ ہے اور داغ دل کو اُس بھونرے سے مشابہت دینا جو کنول مین بیٹھا ہے، نہایت نازک خیال ہے۔

معنی آفرینی کے اور نمونے بھی ملاحظہ ہون ؎

پئے تعظیم اشک اسطرح آہ سرد اُٹھتی ہے　　کہ جیسے قطرہ افشانی سے بسرے گرد اُٹھتی ہے

سیہ بختون کو ساتھ اپنے اٹھایا داغ غم نے یون　　پلٹ کر مہرے کاغذ کی جیسے فرد اُٹھتی ہے

مسیحا کا مگر اعجاز ہے پانسے مین جو پڑکے　　کہ مرجاتی ہے، ہو پھر زندہ ہر اک نرد اُٹھتی ہے

انھین کے ساتھ کے یہ شعر کتنے پر درد ہین ؎

گرہ حسرت کی ہر تار نفس مین پڑگئی جس سے　　یہ کیسی ہوک ہر دم اے دل پر درد اُٹھتی ہے

ہوئی امید حاصل نہ کر جائے گریہ ہو لیکن　　کہ رخصت کے لئے اب پاس غم پر درد اُٹھتی ہے

انشا کی مفصلہ ذیل غزل تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اُس زمانہ مین

کہی گئی تھی جب دربار شاہی سے قطع تعلق ہوگیا تھا اور ان پر عسرت و مفلسی چھا رہی تھی۔ سچ ہے جو بات دل سے نکلتی ہے وہ تیر ہو کر لگتی ہے۔ اس غزل میں درد و سوز کا مرقع کھنچا ہوا ہے اور نا ممکن ہے کہ کوئی شخص اسے پڑھے اور اس کا دل اس کے حسرت خیز مضامین سے متاثر نہ ہو۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں   بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی   تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
بسان نقش پائے رہروان کوئے تمنا میں   نہیں چلنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں
یہ اپنی چال ہے افتادگی سے ان دنوں پہروں   نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو   جسے پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں

کہاں گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

یہ غزل پڑھنے کے بعد ممکن نہیں کہ آنکھوں کے سامنے انقلاب عالم کی ہو بہو تصویر نہ کھنچ جائے۔

اب ہم کلام انشا سے خاص خاص اشعار منتخب کرکے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ ناظرین ان کی لفظی و معنوی خوبیوں کا اندازہ خود کرلینگے۔

کیسی ہی کیوں نہ ہم میں تم میں لڑائیاں ہوں   جب کھل کھلا کے ہنس دو باہم صفائیاں ہوں
اے پاک ذات صدقے تیری خدائی کے میں   اتنو میرے اُسکی بکر ہدائیاں ہوں
حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں   ہر گھڑی دن کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں
کام فرمائیے کس طرح سے دانائی کو   لگ گئی آگ ہے یاں صبر و شکیبائی کو
وعدہ کرتا ہے غزالان حرم سے آنے   کہنے یہ بات سکھائی ترے سودائی کو

جو شش قلزم احسان دیکھو انکھ دیکھو نہ جز رو مد دیکھو
جلوہ اشیا کے ساتھ [illegible] دیکھو

تاقتل نہ ہم پہنچیں شعر دو قاتل نہ ہو   دل کے بدلے کاش اک انگارہ پیکر دل نہو
چھتی تیرہ بر تو جا زسی ہے   کم بخت یہ شب پہاڑ سی ہے

شاید کہ ہوئی سرایت عشق   کچھ سینہ میں چھیڑ چھاڑ سی ہے
ہر چند کہ بولتے نہیں وہ   باہم پہ چھیڑ چھاڑ سی ہے
مجھسے زمانے لگے اب قدر جانی آپکی   بندہ کس قابل ہے صاحب مہربانی آپکی
ہوگئی ہنسنے توجی سے اپنے ٹھانی آپ کی   بارہ وپر درخیر آگے قدر دانی آپکی
گالیاں سن کے جی میں آتا ہے   لیجئے تیری زبان میں چسکی
ل خون جگر سے ہاتھوں سے حنا تجھے   میں اور تو کیا کوسوں پر تمسے خدا سمجھے
ہنگامہ محشر بھی گر سامنے آیا تو   اسکو بھی تماشا ہی اک سا نکلے [illegible]
انتک مژگاں ترکی بوجھی ہے   یہ ثمر اس شجر کی پکی ہے
آہ کو مت سمجھ جان ہی   دو دہان اثر کی پونجی ہے
جلوہ یار سے عزیز بہت   یہی اہل نظر کی پونجی ہے
ملنے پر حجاب باقی ہے   فکر ناز و عتاب باقی ہے
بات سب ٹھیک ٹھاک ہے ابھی   کچھ سوال و جواب باقی ہے

اسی سلسلے میں ہمیں ان غزلیات کا بھی ذکر کر دینا چاہئے جو بے نقط ہیں داخل ہیں۔ ذی فہم حضرات منصفی فرمائیں کہ کسی خاص التزام سے دو چار سطریں لکھنا مشکل ہوتی ہیں نہ کہ دیوان کا دیوان انشا نے بے نقط قصیدہ بھی لکھا ہے اور غزلیں بھی غزلوں کا تو وہ دیوان کہلانے کا مستحق نہیں۔ ہاں باعتبار حجم کے رسالہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کیا کیا جوہر قابلیت موجود تھے۔ دنیائے ادب میں کچھ یہ نئی نظیر نہیں ہے۔ تاہم انشا کا بے نقط کلام فیضی کے سواطع الالہام کے رتبہ کا نہ بھی سمجھا جائے تو انکی ذکاوت ذہن اور وقت پسندی کا ثبوت کامل ہے۔ یہ چیزیں چونکہ غور و خوض کا نتیجہ ہوتی ہیں اور طبیعت پر زور ڈالنے سے حاصل ہوتی ہیں اس لئے [illegible] خشکی عام کو [illegible] نے اس خارزار خشک میں بھی بعض جگہ پھولوں کی سی دلفریبی پیدا کردی ہے۔ خواہ مخواہ کے [illegible] فارسی [illegible]

کام نہیں نکالا، بلکہ دوسری زبانوں کے حتی الوسع قریب الفہم، فصیح اور رواجی الفاظ استعمال کئے ہین۔ مثلاً چند منتخب اشعار درج کئے جاتے ہین سے ۔

ملا نگاکر سرکو ہسار لال ہوا — وصل لاد کرطا ب ور رحال ہوا
را، عشا مد اس طور جدگرکہ مدام — ادہر کو وعدہ ہوا ادر ادہر حلال ہوا
آہ وہ محل سلا وہ ورا وہ صحرا — کہ صدا حوصلہ اس مرحلہ کا گرد ہا
ہم کو آرام ہو دلا کس طرح — اور وہ کام ہو دلا کس طرح
حور حروس مدعا حاصل علے محمد — عطر سہاگ کا لگا حاصل علے محمد
سلسلہ گر کلام کا دا ہو — سامع درد دل کو سودا ہو

بے نقط زبانی بھی دیکھئے سے

ہو عطر سہاگ کا لگا کر مسرور — آرام محل رکھ اسم دل کا اوجود
وہ طور دکھا کہ ہمکو کل ہو علوم — موسےٰ کا عالم اور وہ لمعۂ طور

ریختی مین بھی انشا کا کلام موجود ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم اس طرز سخن کو صد درجہ معیوب خیال کرتے ہین۔ سوسائٹی کا مذاق مختلف ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ جو چیز آج ناپسند کی جاتی ہے وہ کسی زمانہ مین مقبول عام رہی ہو۔ لیکن اس زمانہ مین جبکہ معیار تہذیب بہت بلند ہوگیا ہے ہمین اس قسم کی مزخرافات سے سید انشا کا تعلق تک شرمناک معلوم ہوتا ہے۔ ریختی کی ایجاد سعادت یارخان رنگین کی رنگینی طبع کا نتیجہ ہے۔ رنگین انشا کے گہرے دوست تھے۔ انہون نے بھی ان کا ساتھ دیکر گویا دوستی کا حق ادا کیا ہے؛ لیکن سچ یہ ہے کہ شائستگی و متانت کا خون کیا ہے۔ سعادت یارخان کی طبیعت ندرت پسند رہی ہو یا نہین لیکن انشا مین یہ صفت ضرور تھی۔ انھین اس ایجاد مین ضرور مزہ ملا ہوگا۔ چہل اور ظرافت انمین بھری ہوئی تھی۔ کچھ دنون اسی ذریعہ سے سعادت علی خان اور انکے اہل دربار کی نوازی کی ہوگی۔ ہمارے ایک دوست کا یہ خیال صحیح ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے اُن کے کلام کا یہ حصہ فرمائشی ہو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص جان بیلی صاحب رزیڈنٹ سے تعارف کا ذریعہ ایک اوڑھنی سر پر ڈالکر اور صاحب بہادر کی طرف رمز آمیز اشارے کرکے خود پیدا کرلے اُسے از خود یہ کہنے مین کیا تامل ہوسکتا ہے سے

مین ترے صدقے نہ رکھ اے مری پیاری روزہ — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

یا سے

بلا سے اگر آئی ہولی کہاں رد — نہ مجھسے کرو بولی ٹھولی کہاں رد

بہرکیف اسکی شان نزول کچھ ہو لیکن ہم اس کے محاسن پر نگاہ ڈالنے سے قاصر ہین خواہ اس لئے ہی کیون نہ ہو کہ ہم اسقدر بلند نظر نہین۔

سید انشا کو فن قصیدہ نگاری سے جو تعلق ہے وہ اس قسم کا ہے جو عام حالتون مین کسی واقعتِ ہنر کو اپنے مخصوص ہنر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اردو شاعری کی تاریخ مین انشا سودا کے بعد دوسرے شخص ہین جنھون نے اس میدان کو سر کیا ہے۔ متعدد قصیدے کہے ہین اور خوب کہے ہین نقادان فن انمین اصولاً کوئی نقص نہین پاتے۔ مضامین کی بلندی، الفاظ کی شکوہ، خیالات کی نفاست، معانی کی جدت، غرض ہر پہلو سے وہ قابل تعریف ہین۔

سید انشا کے کلام کی مابہ الامتیاز ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ انہون نے میانہ روی اور اعتدال کو مدنظر رکھکر جو کچھ لکھا ہے وہ بہت خوب لکھا ہے۔ محققین فن سخن کی رائے ہے کہ حقیقی معنون مین شعر اُسی کو کہہ سکتے ہین جسمین سادگی، صداقت، اور جوش تینون چیزین موجود ہون۔ انشا کے کلام کا بیشتر حصہ اسی قسم کا ہے۔ قصیدون کا بھی یہی عالم ہے کہ جو کچھ لکھا ہے خواہ مبالغہ سے کیون نہ ہو سامع کو حقیقت کا شبہ دلاتا ہے۔ تشبیب بجائے خود نہایت دقت گذار راستہ ہے۔ لیکن انشا نے اسے بھی بہت کامیابی کے ساتھ طے کیا ہے۔

ایک قصیدے کے تمہیدی اشعار قابل ملاحظہ ہین ؎

اسے خدا وندِ مہ و مہر و ثریا و شفق   لمعہ نور سے ہے تیرے جہان کو رونق
جبکہ کتب ابداع مین تونے کھولے   دفعتاً نسخۂ افلاک کے دیکھے سات ورق
تذکرہ پھر تو ہوا اسمائے وحدت کا   عقل اول نے پڑھا جیسے ہو اب ہر سبق
روح کو حکم تعلق بہ جسد فرمایا   تاکہ اشکال ہیولے ہو صور سے مشتق
واسطے فائدے کے سب یہ ہمارے ہین   عاقل و کثیف و بید و ساعد و رسغ و مرفق
سمع و ذوق و بصر و لمس و شم و وہم و خیال   جن کیے تونے دیے ہمکو کریم مطلق

صدقہ اس بندہ نوازی کے ترے ہم جاؤن
باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و اشفق

ایک قصیدہ بے نقط منقبت حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) مین بہت طول طویل لکھا ہے، اور اسی رعایت سے نام بھی "طور الکلام" رکھا ہے۔ شاہزادہ سلیمان شکوہ، نواب سعادت علی خان، وغیرہ کے نام سے متعدد قصیدے کلیات مین موجود ہین اور مضامین و معانی کی خوبیون کے اعتبار سے ہر ایک بے نظیر ہے۔

شاہزادہ موصوف کی مدح مین ایک قصیدہ کہا ہے جسکا یہ مطلع ہے ؎

صبحدم مین نے جو لی بستر گل پر کروٹ   جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

یہ قصیدہ طول ہے اور سخت اور ناموس قافیون کو بھی نہایت حسن کے ساتھ نباہا ہے۔ اسی طرز کا ایک اور قصیدہ "دولہن جان" کی تعریف مین ہے جسکی بحر بدلی ہوئی ہے لیکن قافئے یہی ہین۔ ایسی سنگلاخ زمینون مین قصیدہ لکھنا ہر شخص کا کام نہین۔ مصحفی نے بھی اسی طرح مین لکھا ہے۔ لیکن وہ انشا کو نہین پہنچ سکے۔ متاخرین مین امیر مینائی مرحوم نے بھی اسی طرز کا ایک شاندار قصیدہ لکھا ہے اُس مین کہتے ہین ؎

دو قصیدے جو ہین مصحفی و انشا کے   ماتمی سکۂ رائج ہین و لیکن بہت

غنیمت ہے آسیر نے انھین سکۂ رائج تو تسلیم کیا ورنہ آج بہت سے ناقدر شناس انھین کوڑی کام کا بھی نہین سمجھتے حالانکہ ایسا سمجھنے کی کوئی وجہ اُن کے پاس نہین ہے۔

مولنا فضل رب عرشی، حیدرآباد دکن مین دربار آصفی کے ایک ممتاز شاعر گذرے ہین۔ فارسی قصیدے اور مثنویان لاجواب کہتے تھے۔ افسوس کہ ان کا کلام شائع نہ ہوا ورنہ لوگون کو ان کی بلند پائیگی کا حال معلوم ہوتا۔ بزمانۂ قیام دکن ایک عرصہ تک مجھے انکی خدمت مین حاضری کا موقع ملتا رہا۔ فارسی کی کچھ کتابین بھی ان سے پڑھین۔ حضرت سرشار ان کے پاس اکثر آتے تھے، اور یون بھی ان کی صحبت نہایت دلچسپ رہتی تھی۔ اُردو شاذ و نادر کہتے تھے۔ ایک قصیدہ ان کا بھی اس زمین مین موجود ہے۔ چونکہ تفریحاً لکھا گیا اور دربار مین پیش کرنے کا خیال نہ تھا اس لئے یہ اُن کے فارسی قصیدون کی برابری نہ کرسکتا تھا تاہم بعض جگہ قافیون کی لطافت اور خیالات کی ندرت قابل دید تھی۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ "جو کچھ انشا لکھ گئے وہ انھین کا حق تھا۔ اب لکھنے والے خواہ کتنا ہی لکھین لیکن الفضل للمتقدم"

ہمارا خیال ہے کہ محض "الفضل للمتقدم" انشا کی فوقیت کا کفیل نہین بلکہ اچھوتے اور دلپسند خیالات بھی ہین۔ اسی دولہن جان والے قصیدہ مین جس کا شعر اولین یہ ہے ؎

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ   کہ صاف چاند سے گردون کے کھل گئے گمسد

یہ دو شعر کیا خوب کہے ہین اور تشبیہ کی جدت اور تازگی کس درجہ قابل ستائش ہے ؎

ہوا دماغ مین باد بہار کے یہ بھری   کہ گھوڑیان عربی جلو مین اپرٹ
کبھی جو انگلیون کی خندق اسکی دیکھے تو   ہما، پر ہولی کی طرح جا سمٹ

ایک قصیدے کے یہ اشعار کیسے چستہ ہین ؎

کیا چیز دیو۔ مرد سخندان کے سامنے   پر جلتے فرشتوں کے ہیں انساں کے سامنے

باری مری زبان سے ہوتی ہو نظم و نثر   گویا گہر ہوں لعل صفاہان کے سامنے

[illegible] کا ہاتھ کھینچے جو [illegible] ہو نمود   گر [illegible] ہوں خانہ [illegible] کے سامنے

[illegible] میں بیٹھے ہیں وہ ذات عدن میں   [illegible] کے سامنے

[illegible] میں مست وحش و طیور و سباع [illegible]   [illegible] جو دشت بیابان کے سامنے

تقریباً دو سو اشعار کا قصیدہ [illegible] سالگرہ بادشاہ و [illegible] انگریز بہادر [illegible] تعریف گورنر صاحب کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ اس میں [illegible] سے انگریزی الفاظ استعمال کئے ہیں، ورنہ نہایت [illegible] محل۔ اسی کو دیکھکر مولانا آزاد کو یہ شبہ ہوا کہ انشا کو [illegible] سال بعد پیدا ہونا چاہئے تھا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انشا کے وقت میں بھی بہت سے انگریزی الفاظ اُردو میں گھل مل گئے تھے ورنہ ان کا نظم میں اس روانی کے ساتھ کھپانا کرنا مشکل تھا۔ اسکا مطلع کس شان کا کہا ہے ؎

کلیاں نور کی تیار کرا [illegible] بوئے سمن   کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانان چمن

خیالات کی جدت، مضامین کی برجستگی، الفاظ اور بندش، غرض ہر لحاظ سے یہ ان کے قصیدوں میں فرد ہے۔ اس میں حتی الوسع زبان کی سلاست کا بھی بہت خیال رکھا ہے۔ دو چار شعر نمونتاً درج کئے جاتے ہیں ان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اُردو نظم میں انگریزی الفاظ کا پیوند کس خوبصورتی سے لگایا ہے ؎

پتے بل بل کے بجا [illegible] فرنگی [illegible]   لالہ لا دیگا سلامی کو بنا کر پلٹن

کھینچ کر تار رگ ابر بہاری سے کئی   خود نسیم سحر [illegible] کی بنائی [illegible]

اردلی کے جو گرانڈیل ہیں ہونگے سب جمع   تو نیا ہوئیگا [illegible]

آج ہے جون مہینے کی یہ چوتھی تاریخ   کیوں نہ اس روز مبارک کی ہو [illegible]

[illegible] اس آفت کا سیک میں کہ [illegible] اسکا   حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن میں ٹفن

یہ تو یقینی [illegible] ہے کہ اسوقت تک تحصیل زبان انگریزی کا کوئی چرچا نہ تھا اور یہ قیاس بھی نہیں ہوسکتا کہ انشا نے بطور مستثنیات کے اسے سیکھا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انھیں مرزا جان طپش سے بے تکلفانہ تعارف تھا۔ مرزا جان خود ایک مستشرق عالم تھے۔ ممکن ہے کہ انھیں سے [illegible] ہوئی ہو۔ سید انشا ایران [illegible] ناطقی مناسبت رکھتے تھے اور اسکا ثبوت ان کے کلیات سے بھی ملتا ہے جسمیں عربی فارسی، ترکی، بھاشا، پشتو، پوربی کے نمونے موجود ہیں۔

[illegible] اور قصیدے [illegible] رباعیات بھی قدر کی چیز ہیں۔ ہم اس جگہ ان میں سے چند ہدیہ ناظرین کرتے ہیں امید کہ دلچسپ ثابت ہونگی ؎

ہے [illegible] مجھے تو [illegible] ہے کس [illegible]   کعبہ میں بہت رہا ہے اب [illegible] دیر

اے زاہد [illegible] نہیں ہے کچھ فرق   یہ بھی اک سیر ہوگی۔ وہ بھی اک سیر

زاہد جو ہیں انھیں ہے قناعت پہ گھمنڈ   اہل دنیا رکھتے ہیں دولت پہ گھمنڈ

واقف ہوں نہ طاعت سے نہ دولت ہی میں   ہے مجکو اگر تو تیری رحمت پہ گھمنڈ

عالم کے بھی طور ہمنے کیا کیا دیکھے   خوباں کے بھی لطف و جور کیا کیا دیکھے

شادی و غم و وصل و ہجر اسے انشا   کیا کیا دیکھیں گے اور کیا کیا دیکھے

گذری دنیا میں خیر جیسی گذری   ہر طرح یہ غم میں ایسی تیسی گذری

پر وہاں کی خبر ملی نہ کچھ آج تلک   یا رب مسافروں پہ کیسی گذری

متعدد مثنویاں ہجویں اور قطعات وغیرہ بھی انشا سے یادگار ہیں اور ہر ایک چیز میں انشا کا طبعی رنگ موجود ہے۔ ہجویں سودا کے پایہ کو نہیں پہنچتیں۔ میر کی ہجوؤں سے البتہ اچھی ہیں۔ تاریخی مادے بعض بہت موزوں واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً شاہزادہ

سلیمان شکوہ کے عقد کی تاریخ لکھی ہے :-

"عقد بلقیس با سلیمان است"

پہیلیان چیستانین بھی خوب کہی ہین - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت اتنی رسا رکھتے تھے کہ فی البدیہ شعر کہتے تھے - ان صنعتون کے ساتھ کہہ دین جو کئی زبانون مین پڑھے جاسکتے ہین - غرضکہ سید انشا کمالات گوناگون کے جامع تھے اور وہ اس لحاظ سے اردو کے "خسرو" کہے جانے کے ہر طرح مستحق ہین -

اردو زبان کو سید انشا ایسے زبردست شعراء کی ذات پر ناز ہونا چاہیئے - لیکن جب کسی قوم کی اخلاقی حالت گری ہوئی ہوتی ہے تو ان سے اسلاف پرستی کا مادہ سلب ہوجاتا ہے - ایک یورپ ہے کہ اپنے قدیم شعرا کے کلام کے ساتھ اعتنا کرکے انھین بقائے دوام کی خلعت دے رہا ہے اور ایک ہم ہین کہ اپنے بزرگون کے کارنامون پر پانی پھرتا دیکھتے ہین لیکن ہوش نہین آتا - یورپ مین مشہور لوگون کی تصانیف کی قدر کرنے کا ایک معمولی طریقہ یہ ہے کہ ان کو عمدہ طور پر چھپوا دیتے ہین - اگر ہم بھی اس پر کاربند ہون تو شاید ہماری موجودہ قدردانی کا یہی اثر مہیا ثابت ہوگا - اگر کلیات انشا مکمل نہین تو منتخب اچھی صورت مین چھاپدیا جائے تو اردو ادب پر بڑا احسان ہوگا بلکہ ہمارے خیال مین تو انتخاب ہی مناسب ہے تاکہ جو حصہ قابل اعتراض نظر آئے وہ انتخاب مین نہ لیا جائے -

سید محمد فاروق (شاہپوری)

حُسنِ انتخاب

(۱)

جب ریاست دیوگڈھ کے دیوان سردار سجان سنگھ بوڑھے ہوئے تو دیوان نے جاکر مہاراج سے عرض کی کہ غلام نے حضور کی خدمت چالیس سال تک کی، اب کچھ دن پرماتما کی خدمت کرنے کی اجازت چاہتا ہون - علاوہ اس کے اب میرے قوا کمزور ہوگئے، ریاست کا کام انجام نہین دے سکتا - کہین بھول چوک ہوجائے تو بڑھاپے مین داغ لگے - نیکنامی مدتون مین ملتی ہے؛ بدنامی لمحون مین ملجاتی ہے - راجہ صاحب اپنے بیدار مغز دیوان کی بڑی قدر کرتے تھے بہت افسوس کے ساتھ انکی درخواست منظور کی لیکن اس شرط پر کہ آپ جانشین کا انتخاب بھی خود ہی کرین -

دوسرے دن ملک کے تمام سربرآوردہ اخبارون مین اعلان ہوا کہ ریاست دیوگڈھ کے لئے ایک لایق دیوان کی ضرورت ہے جو شخص اپنے تئین اس منصب کے قابل سمجھے وہ موجودہ دیوان صاحب کی خدمت مین حاضر ہو - یہ لازمی نہین کہ وہ گریجویٹ ہو لیکن توانا اور تندرست ہونا لازمی ہے - سوء ہضم کے مریض کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہین - یہان ایک مہینہ تک امیدوارون کے طور و طریق اور کسب و کمال کی آزمایش کی جائے گی - علم کا بہت کم لیکن عمل کا بہت زیادہ خیال کیا جائے گا - اس آزمایش مین جو شخص پورا اترے گا وہ اس منصب پر مامور کیا جائے گا - آمد و رفت ... عارف ریاست ... دیا جائیگا

(۲)

اس اعلان نے ملک مین تہلکا مچادی ایسا منجملہ عہدہ اور کسی ...

سندکی قید نہیں! صرف تقدیر کا کھیل ہے۔ سیکڑوں آدمی اپنا اپنا نصیب آزمانے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ دیوگڈھ میں نئے نئے اور رنگ برنگ کے انسان نظر آنے لگے۔ ہر ایک ریل سے ترن سے امیدواروں کا ایک قافلہ اترتا۔ کوئی پنجاب سے چلا آتا تھا، کوئی مدراس سے کوئی نئی وضع کا پابند کوئی سادگی کا دلدادہ پنڈتوں مولویوں، اور پنشن یافتہ عہدہ داروں کو بھی اپنی تقدیر کے امتحان کا نادر موقع ہاتھ آیا۔ بیچارے سرٹیفکٹ کے نام کو روتے تھے۔ اس قید سے نجات ہوئی۔ رنگین عمامے، ورقبا، رنگ برنگ کے انگرکھے اور کنٹوپ دیوگڈھ میں اپنے جلوے دکھانے لگے۔

لیکن سب سے زیادہ تعداد گریجوایٹوں کی تھی۔ کیونکہ سند گو لازمی نہو پر وہ پوش ضرور ہے۔

سردار سجان سنگھ نے ان حضرات کے قیام اور مہمانداری کا پورا انتظام کر دیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے کمروں میں بیٹھے ہوئے روزینہ کے دن گننے لگے۔ علم کے مقابلہ میں عمل پر زیادہ دھیان دئے جانے کا اعلان تھا اس لئے ہر فرد اپنے معیار کے مطابق اپنے خصائل کو بہترین صورت میں دکھانے کی کوشش کرتا تھا۔ مسٹر الف نو بجے دن تک سونے کے عادی تھے۔ آج کل وہ تڑکے تڑکے باغیچہ میں ٹہلتے اور چائیاں لیتے نظر آتے۔ مسٹر ب کو حقہ پینے کی عادت تھی۔ آج کل بہت رات گئے کواڑ بند کر کے سگرٹ پیا کرتے تھے۔ مسٹر ج سے ان کے گھر کے سب نوکر بیزار تھے۔ انھیں آج کل سب نوکر کھلے دل سے دعائیں دیتے تھے مسٹر د فلسفی تھے اور خدا کے وجود سے منکر۔ آج کل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوجاری کو اپنے عہدہ سے مستعفی ہونا پڑے گا۔ مسٹر س کو کتابوں سے نفرت تھی۔ لیکن آج کل وہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں سامنے رکھے دیوانی کے خواب دیکھنے میں محو رہتے۔ شرماجی گو پہلی رات ہی سے وید منتر پڑھنے لگتے تھے۔ اور مولنا صاحبوں کو وظیفہ اور نماز اور تلاوت کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ غرض جس شخص سے ملئے وہ اخلاق اور انکسار اور شرافت کا دیوتا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مینہ کا سوتر ہے یہ کسی طرح کٹ جائے گوہر مراد ہاتھ آگیا تو پھر کون پوچھتا ہے! ہر ایک دل میں یہ خیال بسا ہوا تھا۔

لیکن انسانوں کا وہ بوڑھا جوہری آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا کہ ان بگلوں میں ہنس کہاں چھپا ہوا ہے

ایک روز نئی وضع والوں کو سوجھی کہ آج آپس میں ہاکی کا مقابلہ ہو جائے۔ یہ تجویز چند ہاکی کے شائق کھلاڑیوں نے کی۔ یہ بھی تو آخر ایک کمال ہے۔ اسے کیوں چھپا رکھیں۔ ممکن ہے کچھ ہاتھ بکے ہی کچھ کام کر جائے۔ شام ہو گیا۔ دو کو کون کیسے دس پانچ نہیں بن سکتی تھیں فریقین نے اپنے کھلاڑی چھانٹ لئے اور میدان میں ہاکی کا گیند کسی دفتر کے اپرنٹس کی طرح ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے لگا۔

ریاست دیوگڈھ میں یہ کھیل بالکل نرالی بات تھی۔ ایسے دو دو عہدہ کے کھیل کوانوں کے لئے مخصوص تھے۔ تعلیمیافتہ لوگ شطرنج اور تاش جیسے تیز کھیل کھیلا کرتے تھے۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ لیکن یہ دوست دور دور۔ گیند کیا ہے پتھر ہو۔ کہیں سر پر پڑ جائے تو کام ہی تمام کر دے۔ ایسے کھیل سے دور ہی رہنا اچھا۔

کھیل بڑی سرگرمی سے ہو رہا تھا۔ دھاوے کے لوگ جب گیند کو لیکر تیزی اور جوش سے بڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا ایک پرشور لہر بڑھتی چلی آتی ہے۔ لیکن دوسرے فریق کے محافظ گیند کو آگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔ اس آہنی دیوار سے ٹکر کھا کر یہ لہر پھر لوٹ آتی۔

شام تک یہی جوش و خروش رہا۔ لوگ پسینہ میں شرابور تھے۔ خون کی حرارت آنکھ اور چہرہ سے جھلک رہی تھی۔ لیکن ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ لوگ اپنے اپنے قیامگاہ کو لوٹے۔

اندھیرا ہو گیا تھا۔ اس میدان کے پچھم کی طرف ایک نالا تھا۔ اس پر

کوئی گذرگاہ نہ تھی۔ راستہ [illegible] ے مین ہوکر جاتا تھا۔ ایک کسان اناج بھری ہوئی گاڑی لئے [illegible] اسی تنگ راستہ سے آیا۔ لیکن کچھ تو نالے مین کیچڑ تھا، اور کچھ اسکی چڑھائی اتنی [illegible] ی کہ گاڑی اوپر نہ چڑھ سکی۔ کسان حیران تھا۔ وہ کبھی بیلون کو للکارتا، کبھی پہیے کو ہاتھون سے ڈھکیلتا لیکن بوجھ زیادہ تھا اور بیل کمزور۔ گاڑی اوپر نہ چڑھتی۔ اگر بہت [illegible] مارنے پر کچھ ابھرتی بھی تو پھر تیزی سے نیچے کی طرف ڈھل جاتی۔ پھر وہی کشمکش شروع ہوجاتی۔ کسان بار بار بیلون کو ارتا چیختا، لیکن گاڑی ابھرنے کا نام نہ لیتی۔ بیچارہ ادھر اُدھر مایوس نگاہون سے تاکتا، لیکن کسی نجات دہندہ کی صورت نہ دکھائی دیتی۔ گاڑی کو اکیلا چھوڑ کر کہین جا بھی نہ سکتا تھا۔ غریب سخت عذاب مین مبتلا تھا۔ اسی اثنا مین کھلاڑی لوگ ہاتھون مین ڈنڈے لئے جھومتے جھامتے اُدھر سے نکلے۔ کسان نے انکی طرف مرعوب نگاہون سے دیکھا۔ کسی سے مدد مانگنے کی جرات نہوئی۔ سیکڑون آدمیون کی جمعیت تھی۔ کوئی اس غریب کی طرف مخاطب نہوا۔

اس جماعت سے بہت پیچھے ایک نوجوان لنگڑاتا ہوا چلا آتا تھا۔ آج ہاکی کھیلتے ہوے اُس کے پیرون مین چوٹ آگئی تھی۔ لمبا جوان تھا سڈول جسم۔ اسکی نگاہ بھی گاڑی پر پڑی۔ ٹھٹک گیا۔ صورت حال سمجھ مین آگئی۔ ڈنڈا ایک کنارے رکھدیا۔ کوٹ اتار ڈالا اور کسان کے پاس جاکر بولا "مین تمہاری گاڑی نکالدون؟"

کسان ڈرتے ڈرتے بولا "ہجور مین آپ سے کیسے کہون؟"

نوجوان بولا "معلوم ہوتا ہے تم یہان بہت دیر سے پھنسے ہوئے ہو۔ اچھا تم گاڑی پر جاکر بیلون کو سادھو۔ مین پہیون کو ڈھکیلتا ہون ابھی گاڑی اوپر جاتی ہے"

اسنے پہیون کو ڈھکیلنا شروع کیا۔ دلدل زیادہ تھی۔ وہ گھٹنون تک زمین مین گڑ گیا۔ لیکن ہمت نہ ہارا۔ پھر زور کیا۔ اُدھر کسان نے بیلون کو چمکار کر للکارا۔ بیلون کو کچھ سہارا ملا۔ ہمت بندھ گئی۔ انہون نے کندھے جھکاکر جو ایک زور کیا تو گاڑی اوپر تھی

کسان ہاتھ جوڑکر بولا "مہراج آج تمنے مجھے اُبار دیا نہین تو ساری رات یہین بیٹھنا پڑتا!"

نوجوان نے ہنسکر کہا "اب مجھے کیا انعام دیتے ہو؟"

کسان نے صدق دل سے جواب دیا "مین ہجور کو کیا دیسکتا ہون نارائن کرے تم ہمارے دیوان ہوجاؤ"

(۴)

مولویون اور پنڈتون نے دیکھا کہ نئی روشنی والے نئی چال چل رہے ہین، اور آج کل ذرا اپستی اور پھرتی کی قدر ہوتی ہے تو انہون نے بھی کچھ کرتب دکھانا چاہا۔ ایک پنڈت جی نے فرمایا "بھئی ہمکو تو کبڈی خوب آتا ہے جسے پکڑون پھر نہین چھوڑنا چاہے وہ مجھے پالی تک گھسیٹتا چلا جاے" دوسرے پنڈت جی نے گلی ڈنڈے پر زور دیا۔ لیکن مولوی صاحبون کو ان تجویزون مین کچھ بےادبی معلوم ہوا۔ انھون نے پٹے اور بنوٹ کی صلاح دی۔ پنڈتون نے کہا یہ ہمسے نہ ہوگا۔ یہان دیوانی لینے آئے ہین ہاتھ پیر تڑوانے نہین آئے۔

آخر بہت رد وکد کے بعد شاعری کی ٹھیری۔ مولویون نے راجہ صاحب کی شان مین مدحیہ قصائد کہے۔ پنڈتون نے کبت اور شلوک بنائے۔ کسی نے تشبیب مین علم نجوم کا خاتمہ کردیا۔ کسی نے گریز مین نزاکت پیدا کی کسی نے دعائیہ کلام مین جدت دکھائی۔ راجہ صاحب کو زیادہ فرصت تو نہ تھی لیکن سمجھے آؤسن لین ہرج ہی کیا ہے۔ ذرا دل لگی رہے گی۔ ہفتہ تک قصیدون اور شلوکون کی بارش ہوتی رہی۔ درباریون کی تحسین ناشناس نے کچھ حوصلہ افزائی نہ کی۔ لیکن یہان تو اپنے کام سے کام تھا۔ شعر وشاعری سے کیا غرض تھی۔ شاعر کو خدا مل جاتا ہے مل جائے تو کیا تعجب ہے!

ادھر تو یہ شاعرانہ گرم [illegible] ی۔ اُدھر شہر [illegible] ہر ایک

کے دامن میں جہاں اکثر مسافر لوگ شب باش ہوتے تھے ڈاکہ پڑ رہا تھا۔ ڈاکو مسلح تھے۔ پہلے شور و غل سنائی دیا پھر کبھی بندوقوں کی آوازیں آئیں۔ دیوانی کے امیدوار حضرات نے یہ شور و شر سنا تو چونکے۔ سامنے تھوڑی دور پر مشعل کی روشنی دکھائی دی۔ ہوش و حواس جاتے رہے۔ دس پانچ نازک بدن حضرات تو وہیں غش کھا کر گر پڑے۔ کمرے کے دروازے کھٹا کھٹ بند ہونے لگے۔ دلوں میں دھڑکن شروع ہوئی۔ لوگ ایک سناٹے کے عالم میں کان لگائے سن رہے تھے کہ کہیں کمبخت ادھر تو نہیں آ رہے ہیں۔ کیا آفت میں جان مبتلا ہوئی۔ باز آئے اس دیوانی سے۔ یہاں سے جان سلامت جائے تو یہی غنیمت ہے۔

دم کی دم میں یہ خبر ساری بستی میں پھیل گئی لیکن تھانہ میں جانے میں اُسے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ ریل گاڑی اسٹیشن کے قریب پہنچ کر دھیمی ہو جاتی ہے۔ جب کوتوال اور دارو غہ اور سپاہی ہتھیار بند ہو کر ایک جم غفیر ساتھ لئے موقع واردات کی طرف چلے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آفت جو اس کو جا رہے ہیں۔ کوتوال صاحب کی طبیعت تو راستہ ہی میں ناساز ہو گئی، اور کئی کانسٹبل ٹھوکر کھا کھا کر اس زور سے گرے کہ کسی طرح اٹھ ہی نہ سکتے تھے۔ بچارے تھانہ دار صاحب آگ میں جھونکے گئے لیکن جب یہ جماعت منزل مقصود پر پہنچی تو وہاں ڈاکوؤں کی بو بھی نہ تھی۔ دو تین عورتیں بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں، اور کچھ لوگ زخم کھائے ہوئے پڑے سسک رہے تھے۔

دارو غہ جی کی جان میں جان آئی۔ اب وہ شیروں کی طرح گرجنے لگے۔ چہرہ سے ہیبت برسنے لگی۔ … ڈاکوؤں کی تلاش میں گئی تھی واپس … تحقیقات کرنے لگے۔ … کتنے تھے؟ کون کون سے ہتھیار ان کے پاس تھے؟ کدھر سے آئے؟ کدھر گئے؟ کون سی بولی بولتے تھے؟ ہندو تھے یا مسلمان؟ … تھے اور … بوڑھے تھے؟ … کس کس کا مال لے گئے؟ کتنا لٹ گئے؟

تب ایک بڑھیا بولی: "اگر اس میرے لال نے نہ مدد کی ہوتی تو ایک دمڑی بھی نہ بچتا۔"

دارو غہ نے تڑپ کر پوچھا "وہ کون آدمی تھا؟"

بڑھیا نے کہا "کوئی دیوانہ تھا اور کون تھا۔ ہتھیار بند ڈاکو ہمارے ہاتھ پیر باندھ کر لوٹ رہے تھے۔ جو ذرا چون بھی کرتا تو اُسے ڈنڈے سے مار بیٹھتے۔ ایک جوان سا آدمی جانے کدھر سے آیا۔ مارے اُسے یہاں کا دیوان بنا ہے۔ آتے ہی للکارا اور دو تین ڈاکوؤں کو مار گرایا۔ وہ ہتھیار لئے بیٹھے سسک رہے ہیں۔ پھر تو ہمارے آدمیوں کی ہمت بندھ گئی۔ لوگ سنبھل گئے۔ اس جوان کو بھی ضرور چوٹ آئی ہے۔ جہاں آئی ہے اس کے کپڑے لہو میں بھیگے ہوئے تھے۔"

دارو غہ جی ساری رات تحقیقات کرتے رہے۔ اور صبح ہوئی تو زخمی ڈاکو تھانہ کے سامنے زنجیروں میں جکڑے بیٹھے تھے۔ ساری بستی میں دارو غہ جی کی کارگذاری کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ یہ انھیں کا کام تھا کہ جنگل میں ڈاکوؤں کو گرفتار کیا۔

(۵)

آخر مہینہ ختم ہوا۔ روز حساب آ پہنچا۔ امیدوار حضرات صبح ہی سے اپنی قسمتوں کا فیصلہ سننے کے لئے بیقرار ہونے لگے۔ دن بڑی مشکل سے کٹا۔ روز کا دن بھی شاید ایسا پہاڑ نہ ہوتا ہو۔ ہر ایک چہرہ پر امید و بیم کی تصویر کھنچی … آج کس کے اقبال کا ستارہ چمکے گا۔ شام … دربار آراستہ ہوا۔ شہر کے رؤسا اور ریاست کے اہلکار … دیوانی کے امیدوار … تڑپ جھڑپ رکھتا ہوا جلوہ افروز ہوا۔

تب سردار سجان سنگھ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے میرے ولولانی کے امیدوار صاحبو. مین نے آپ لوگون کو جو تکلیف دی ہو اس کے لیے مجھے معاف کیجئے. مجھے اس خدمت کے لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جس کے پہلو مین دردرس دل اور دل مین مردانہ ہمت ہو۔ اور ریاست کے لئے عین خوش قسمتی کا باعث ہے کہ مینے اس آدمی کو ڈھونڈھ نکالا۔ ان اوصاف کے آدمی بہت ہین۔ اور جو ہین وہ عزت، اور ثروت، اور نیکنامی کی چوٹیون بیٹھے ہوئے ہین. جہان تک ہماری پہنچ نہین ہین ریاست کو پنڈت جانکی ناتھ سا دیوان ملنے پر مبارکباد دیتا ہون

ریاست کے اہلکارون اور رئیسون اور امیدوارون نے جانکی ناتھ کی طرف دیکھا۔ اُنہون نے تعظیم سے انہون نے رشک سے،

سردار صاحب نے پھر کہا :۔

"آپ لوگون کو یہ تسلیم کرنے مین ذرا بھی تامل نہوگا کہ جو جوان خود زخمی ہونے پر بھی ایک غریب کسان کی بھری ہوئی گاڑی کو دلدل سے نکال کر نالے کے اوپر چڑھا دے اُس کے پہلو مین وہ دردرس دل ہے۔ صرف دردرس دل نہین بلکہ اس مین ہمت اور حوصلہ ہے جوش اور ایثار ہے۔ وہ غریبون سے ملسکتا ہے۔ اُن کے دکھ اور اُنکی خوشی مین شریک ہوسکتا ہے۔ اُس خوفناک ڈاکہ کی خبر بھی آپ نے سنی ہے مجھے تھانہ دار صاحب معاف فرمائین۔ وہ نوجوان جسنے اپنی جان خطرہ مین ڈالکر کتنے ہی غریب مسافرون کی جان بچائی۔ کیا اس کی ہمت اور دلیری مین کوئی شک ہوسکتا ہے۔ ایسا انسان غلطی کرجائے، دھوکا کھاجائے لیکن وہ دیدہ و دانستہ کبھی سچائی کے راستے سے نہین ہٹیگا کیونکہ اسکے پہلو مین دردرس دل اور دل مین مردانہ ہمت ہے!۔

نظم ہاشمی

(ملاحظہ ہو رسالہ الناظر لکھنؤ بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء)

لکھنؤ کا مشہور رسالہ الناظر جو موقت الشیوع ہونے کے لحاظ سے ملک کا ایک ہی پرچہ ہے، ہماری نظر سے ہمیشہ گزرتا رہا ہے اور اب بھی ہم اُسے شوق سے دیکھتے ہین مگر افسوس ہے کہ جسقدر وہ اپنی پابندی وقت کے لحاظ سے قابل قدر ہے اُسی قدر اپنی گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی پالیسی کے اعتبار سے مضحکہ خیز بھی ہے۔ اُسنے اس پانچ سال کے عرصہ مین یعنی آغاز اجراء سے ابتک سیکڑون پلٹے کھائے اور پچاسون معنوی و ظاہری رنگ بدلے۔ شروع مین وہ چالیس صفحہ پر شائع ہوتا تھا۔ بڑھتے بڑھتے اُسی صفحون پر پہنچ گیا اور جو پھر رجعت قہقری اختیار کی تو ۴۸ صفحون پر آرہا! یعنی کبھی وہ ایک فقیر کا بھرا پُرا کشکول تھا جسمین فلسفیانہ علمی تاریخی ادبی معاشرتی و تعلیم نسوان سے متعلق غرض ایک ایک مضمون ہر قسم کا ہوتا تھا۔ اور نظمین بھی بکثرت غزلین بھی معقول تعداد مین۔ مگر ابؔ اس کشکول مین چند مختلف سوکھے ٹکڑون کے سوا کچھ نہین ہوتا۔ نہ نظم کا کوئی شمار ہے اور نہ مضامین کا جو کچھ جس صورت سے پایا بھر دیا۔ اور ایک دفتر بے معنی کی صورت بنادی گئی۔ کبھی اُس کے آخر مین سیع عجیب جیسا علمی رسالہ ناتمام ضمیمہ کی طور پر شائع ہوکر رہ گیا، کبھی محاربات عالمی جیسی تاریخی قابل قدر کتاب شائع ہوئی۔ کبھی علمی و تاریخی ضمیمہ سے گزر کر شکسپیر کے ڈرامے کا ترجمہ چھپا۔ اور اب یہ دُم چھلا بھی اڑا دیا گیا۔ پہلے ترتیب مضامین اور تھی اب کچھ اور ہے۔ جین

ا فقیر کا کشکول مین نے اس وجہ سے کہا کہ اسی جون نمبر مین ایک مضمون چھپا ہے جسمین قابل مضمون نگار نے ظرافت کے رنگ مین ایڈیٹر الناظر اور دیگر رسائل کے ایڈیٹرون پر خوب پھبتیان اڑائی ہین اور ... فقیر بنایا ہے، اور حق یہ ہے کہ بجا طور پر بنایا ہے۔

اعتراف ہے کہ الناظر کے صفحات پر کسی زمانہ مین نثر مضامین اچھے اچھے نکل گئے ہین اور بعض نظمین بھی مگر جب سے حضرت شوق نے کنارہ اختیار کیا، اور ایڈیٹر صاحب کی وہ قدر افزائی (جسکا اظہار حضرت شوق کی ایک نظم نیرنگ خیال پر بصورت تنقید کیا گیا تھا) دیکھکر دیگر قلمی معاونین نے بھی رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کی اور یہین سے الناظر کے تنزل کی تاریخ کا پہلا باب شروع ہوتا ہے۔ اب اس مین دو چار مضمون اور ایک آدھ نظم نظر آجاتی ہے۔ مگر جب اصول فن اور صحت زبان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونون حصے قابل اصلاح نظر آتے ہین جس طرح کہ آج سے چند سال پیشتر تھے۔ بالخصوص حصہ نظم۔ اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ الناظر کے عالی خیال ایڈیٹر نظم سے محض نابلد ہین مگر کیا ایسی حالت مین کہ اس کا سب ایڈیٹر خود خوشگو شاعر اور زبان و اصول سے واقف ہے، الناظر مین ایسی مہمل نظمون کا شائع ہونا افسوس ناک نہین ہے؟ ملک مین یون تو اکثر ادبی رسالے ناقدری کے ہاتھون مٹ گئے۔ اب چند ماہ سے الناظر بھی گر رہا ہے اکثر مضامین نگار ٹوٹ گئے۔ مضامین کی تعداد گھٹ گئی ہے۔ صرف دو چار رطب و یابس مضمون چھپ جاتے ہین۔ مگر سید ہاشمی صاحب فرید آبادی کی توجہ آجکل الناظر کے حال پر خاص طور پر مبذول معلوم ہوتی ہے۔ سید صاحب کا نام اخباری دنیا مین نیا نہین ہے۔ علی گڈھ کالج سے وہ اپنی خودسری اور شوریدہ خیالی کی بدولت نکالے جانے پر ملک مین کافی شہرت پا چکے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ کالج سے اخراج کے بعد ان کے ذمہ کوئی کام نہین رہا ہے۔ اور غریب ایڈیٹر نے بھی اپنی ضرورتون کو ملحوظ رکھکر اسکو غنیمت جانا۔ ہمارے سید صاحب صرف نثار ہی نہین بلکہ شاعر بھی ہین لیکن لکھنؤ سے انھین خاص پرخاش ہے۔ چنانچہ اسی جون کے الناظر مین سب سے پہلا مضمون جو اردو تحریر اور ترجمے کے عنوان سے ، مضمون پر شائع ہوا ہے اس کا اصل موضوع یہی ہے کہ لکھنؤ کے ارباب کمال اور مشاہیر کی تذلیل و تحقیر کی جائے۔

ہم ذیل مین سید صاحب کے چند فقرے درج کرتے ہین۔ جو ہمارے دعوے کا ثبوت ہین۔ صفحہ ۲ پر مولانا حالی پانی پتی کی مدح سرائی کے ضمن مین جن کی شاعرانہ قابلیت و واقفیت کی داد مرحوم اودھ پنچ صحیح معنی مین بارہا دے چکا ہے تحریر فرماتے ہین :-

" اسے خدا کی دین کہتے ہین اور ہم اسکی مہربانی سمجھتے ہین کہ جب دلی کے لوگ او نگھ رہے تھے اور لکھنؤ والے ہذیان بک رہے تھے، شاعری کے دیوتا نے پانی پت مین جنم لیا۔

اب نثر کے سلسلہ مین ارشاد ہوتا ہے ، ملاحظہ ہو صفحہ ۸ -

" حقیقت یہی چیز جس مین میر حسن کی مثنوی اور نثر مین امیر امن کی چار درویش کی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔ اور اسی توازن کا فقدان ہے جسکی وجہ سے فسانۂ عجائب نہ زیادہ مقبول ہوئی اور نہ قابلیت رکھتی ہے کہ آئندہ مقبول ہو "

مگر ہم کہتے ہین کہ سید صاحب کی یہ خود رائی اور چیز ہے اور زمانہ کا شاہد اور شے۔ آفتاب پر خاک ڈالنے سے کچھ نہین ہوتا۔ فسانۂ عجائب جس قدر مقبول و مشہور ہوئی دنیا جانتی ہے سرور اپنے رنگ کا آج تک بے مثل انشا پرداز مانا جاتا ہے۔ سید صاحب کی اور گلفشانی دیکھئے۔

" ہماری مراد یہ نہین ہے کہ اس مین فارسی عربی کا میل کم ہو۔ الفاظ پر ہم نہین روتے ہم فارسیت و عربیت پر نکتہ چین ہین۔ فسانۂ عجائب پہلے نقص کی بہترین نظیر ہے۔ اور دوسرا عیب عربیت کا پرانے مولویون کے ہان جابجا ملتا ہے "

صفحہ ۱۳ سطر ۲-۳ " غرض حقیقت مین یہ کافی ہے نہ ممکن العمل ہے کہ ہندوستان کے مقامات دور دراز سے لوگ اپنا مذاق سدھارنے دلی آیا کرین، رہا لکھنؤ سو اُس سے ہم پہلے ہی سے بے عقیدہ ہین "

لکھنؤ سے سید صاحب کی مخالفت کا راز کھل گیا۔ سچ یہ ہے کہ عقیدت ہی ایک ایسی شے ہے جو بسا اوقات انسان کو بھلے اور برے مین

تبرک کرنے ، موقع نہین دیتی ۔ مدنیچ یہ ہے کہ آجکل دلّی مین سوا تجارت کے کچھ نہین رہا ہے ۔

زبان مٹ چکی ۔ شاعری برباد ہوگئی مگر کوئی اہل سخن باقی نہین رہا اخلاق کی ہر شخص مین کمی ہے ۔ پنجابیت ساری دہلی پر چھاگئی ہے زبان مین سختی و کرختگی آگئی ۔ تشدید کا استعمال تمام الفاظ مین بہت بڑھ گیا ہے ۔ ہم بھی دہلی مین رہے ہین اور یہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے غیر اس سے قطع نظر کرکے ہمنے مانا کہ لکھنؤ بُرا ہے ۔ یہان والے بیچارے کیا جانین نہ چاندنی چوک کی ٹھوکرین کھائین اور نہ جامع مسجد کی سیڑھیون پر گھوڑے اور نہ قطبے سے مینار کی زیارت کی ۔ مگر سید صاحب جنکو دہلی سے خاصی عقیدت ہے جنکو دہلی والون کی ہر ادا مین حُسن نظر آتا ہے " اور جو خود بھی اطراف دہلی کے رہنے والے ہین " انہون نے جو کچھ پایا ہے دہلی سے اور اس سبب سے انکی ہر بات گویا اہل دہلی کی بات اور ہر کلام ان کا گویا دہلی کا ٹکسالی کلام ہو ۔ اب ذرا انکی خوبیان بھی ملاحظہ کیجئے ۔

اسی جون نمبر مین نالۂ یاس کے عنوان سے جو نظم آپ کی دو مضمون پر ترکیب بند کی صورت مین شائع ہوئی ہے اور جسپر مئی کے الناظر مین فاضل ایڈیٹر کا یہ تعریفی نوٹ ایک ماہ پیشتر چھپ چکا ہے ۔

" ہمارے دوست عزیزی سید ہاشمی بھی اس جلسہ مین شریک تھے اور جلدی کی وجہ خالی ہاتھ نہین آئے تھے ، بلکہ ایک لطیف و پر درد نظم اس موقع کے لئے لکھکر لائے تھے جنکو ان کے خاص لہجہ و انداز مین سنکر بہت حظ حاصل ہوا ۔ اگر الناظر کی تنگ دامنی مانع نہ آتی تو ہم اسی وقت ناظرین کرام کو اُس سے لذت آشنا بناتے ۔ اب جون کے پرچہ کا انتظار کرنا پڑیگا "

یہ نالۂ یاس وہی نظم ہے جس سے لذت آشنا ہونے کا انتظار ایک ماہ پہلے سے ایڈیٹر صاحب الناظر کی سفارش پر ناظرین کر رہے تھے ، اور جو برار کانفرنس کے جلسۂ ہیج پورہ مین پڑھی گئی تھی ۔

لکھنؤ والون کا زبان بکنا سید صاحب کے قلم سے آپ دیکھ چکے اب خود بدولت کی خوشگوئی و لطافت بھی دیدنی ہے ۔ اوّل بند کا پہلا شعر

حسرتین اس ملک پر اور عبرتین اس قوم پر جسکے جی کے حوصلے ارمان لوسب جائین مر

دوسرے مصرعہ مین " سب جائین مر " کی تعقید سے قطع نظر کرکے جو دراصل اس جگہ زبان پر نہایت ناگوار و ثقیل ہے " ملک پر حسرتین اور قوم پر عبرتین " محاورۂ اہل زبان سے منافی ہے ۔ اہل زبان اس موقع پر اظہار افسوس و رنج کرتے ہین اور یہی قاعدہ ہے ۔ مصرعہ یون ہونا چاہئے " حیف ہے اُس ملک پر افسوس ہے اُس قوم پر " دوسرا شعر

ہو چلے معدوم جس کے جوہر انسانیت جسکی جریت گران ہے عالم تہذیب پر

جریت بسکون جیم تحتانی بالکل غلط ہے ۔ سید صاحب کو ضرورت شعری یا شاعرانہ کمزوری نے اتنا مجبور کردیا کہ مفتوح حرف کو ساکن نظم کر گئے ۔

چھٹا شعر

جسکا جینا بار ہے دنیا کو اور مخلوق کو جسکے افسانے پہ شرماتی ہے تاریخ بشر

پہلے مصرعہ مین دنیا کو کے ہوتے مخلوق کو بالکل حشو و برائے بیت ہے جس سے شاعر کی کمزوری کا پورا ثبوت ملتا ہے ۔ ساتوان شعر

جسکے گھٹنے کی مناہی ہو رہی ہو ملک مین پھیل جائے وان مبادا اسکا زہریلا اثر

یہ ثقات لکھنؤ کی زبان نہین اور گھٹنے کی فصاحت سے تو ناظرین الناظر خود محظوظ ہوگئے ہونگے ۔ لکھنؤ کے سوقی آدمی بھی ایسی لفظون سے پرہیز کرتے ہین ۔ بیت کا شعر

کاش یہ ہوتا کہ ایسی قوم ناہنجار کو برق خاطف گر کے لیجاتی فنا کے غار کو

پہلے مصرعہ مین یہ ہوتا کہ بالکل برائے بیت اور حشو ناجائز ہے ۔ لکھنؤ والون پر سخت ہذیان اور خود سید صاحب کی یہ حشو سرائی انصاف طلب ہے ۔ چھوٹا منہ بڑی بات ۔ یا خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت ، اسی کا نام ہے افسوس صد افسوس اے فنائے فائز کو اسکی اصلیت کی بھی کوئی خبر

لہ غالباً سید صاحب گاکر پڑھتے ہون کیونکہ ٹھیرے طرح کہ دہلی کے اور بعض لکھنؤ والون کا شیوہ ہے ، اور شاید اسی کو ایڈیٹر صاحب خاص لہجہ و انداز سے تعبیر کرتے ہین ۔

دوسرے بند کا پہلا شعر ؎

اے میرے دل کا انداز تلاطم ہاشمی ۔ کوئی دیکھے میری مایوسی پہ اسکی برہمی

لفظ ہاشم بکسر شین ہے اور برہم بفتح ہائے ہملہ۔ دونوں کا قافیہ ہرگز نہیں آسکتا۔ تنگ بندی اور چیز ہے اور اصول فن اور شے۔ علاوہ ازین برہمی کا وجود غصہ کے وقت ہونا چاہئے نہ مایوسی مین۔ اس سے بڑھکر سید صاحب کی وسعت معلومات کا گواہ عادل مندرجہ ذیل شعر کا قافیہ ہے ؎

ہے ابھی تک اس جبین تابان جلوہ حسن بعید یعنی آتش زیردامن ہے ابھی رنگ زمین

برہمی کا قافیہ زمین سراسر ناجائز ہے۔ البتہ ہاشمی صاحب کے "دیوتا" نے اس قسم کی تنگ بندی کی ہے اور تناذ کو ناز کا قافیہ باندھا ہے۔ غالباً اپنے ممدوح دیوتا کی اندھی تقلید مین ہاشمی صاحب نے یہ جرأت کی ہے۔ سچ ہے حب الشئے یعمی ویصم۔ ساتوین شعر کا دوسرا مصرع ؎

"پر دماغون مین ابھی ہے بوئے عطر مستی" اس مصرعہ مین "ابھی" کے بعد "تک" کی ضرورت اسی طرح ہے جس طرح کہ پہلے مصرعہ مین خود ہاشمی صاحب لائے ہین۔ میرے نزدیک مناسب تھا کہ آپ ان خیالات کو نثر مین ادا فرماتے۔ نظم کرنے کی زحمت بیکار گوارا فرمائی۔ تیسرے بند کا پہلا مصرعہ "ہوشیار اے بےخرد تاکے یہی بدمستیان" غریب ہاشمی کو ضرورت وزن نے پھر محل استعمال سے بےخبر کردیا۔ یہ "بدمستیان کا محل اور "یہی" دبتی وزن کیلئے کہہ جانا کسی صورت سے درست نہین۔ پانچوان شعر یعنی کرانسان نہ بناہی نہ تھا کچھ سہل پہ حق ادا اسلام کا کرنا ہے ایسے بھی گران

شعر کی تقطیع نیچی گرگئی۔ اول مصرعہ کا آخری ٹکڑا سید صاحب کی اُس فصاحت و لطافت کی مثال ہے جسکی داد قابل ایڈیٹر ایک ماہ پیشتر اپنے ایڈیٹوریل مین دے چکے ہین۔ آٹھوین شعر کا دوسرا مصرعہ "رتب مین بنتا ہے جاکر ایک وسعت بیکران" یہ جاکر کس ضرورت سے [illegible] ہے خدا سید صاحب ہی بتائین! "وسعت بیکران ہونا چاہئے۔ اگرچہ منافرابی نہین مگر ترکیب مین اجنبیت ضرور ہے۔ چوتھے بند کا پہلا شعر

اوکر تو اپنی ترقی پر بہت مغرور ہے ۔ دور ہے منزل سے اور ساحل کو سول دور ہے

"اوکر تو" کی فصاحت سید صاحب کے حصہ کی ہے۔ فارسی کی اندھی تقلید اسی کا نام ہے۔

پالے بے زنجیر آزادی کا ہو کیونکر نشان ۔ دل طلسم عبدیت مین جب ترا مسحور ہے

اس شعر کا مطلب ہاشمی صاحب خود سمجھین یا ان کے مداح و ممدوح ورنہ ہمارے نزدیک المعنی فی بطن الشاعر کا مصداق ہے۔ چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ ؎ "تیرا قصر آرزو یک حجرۂ بے نور ہے" سید صاحب یہ وہی نقص فارسیت ہے "جسکی بہترین نظیر آپ فسانہ عجائب کو کہتے ہین اور جس نے آپ کے خیال مین اس نادر کتاب کو نہ مقبول ہونے دیا اور نہ قابل مقبوبت رکھا۔ ساتوان شعر ؎

وہ محمد مصطفےٰ وہ صاحب ناز جلال ۔ ظلمتون مین اسم مطہر جس کا شمع نور ہے

حضرت پیغمبر علیہ السلام کو صاحب ناز کہنا خلاف شان ممدوح ہے اور نام پاک کی جگہ اسم مطہر لانا ایسی جدت ہے جو کسی صحیح گو شاعر کے کلام مین نہین ملسکتی۔ مطہر کے معنی پاک کرنے والا۔ نہ پاک۔ اس سے سید صاحب کی عربی دانی کا ثبوت ملتا ہے۔ کیون نہ ہو آخر ہاشمی ہین۔ آپکی شاعرانہ لغویت کا ہم پہلے ہی اعتراف کرچکے ہین ورنہ مصرعہ یون ہوسکتا تھا "ظلمتون مین جسکا نام پاک شمع نور ہے" مگر ظلمتون مین نام پاک کا شمع نور ہونا بھی عجیب بے تکی منطق ہے ؎

پیشتر خطرے بہت کچھ تجھ سے تھے اشرار کو ۔ کیونکہ وارث مصلح عالم کا تو مشہور ہے

نہین معلوم ہوا کہ وارث مصلح عالم کا سید ہاشمی نے کسے قرار دیا ہے۔ عالم تو بیشک نبی کا وارث ہوسکتا ہے بفحواے حدیث نبوی "العلماء ورثۃ الانبیاء" اور اگر یہان محض مسلم کی جانب خطاب ہے تو وارث کا لفظ ٹھیک نہین بلکہ لفظ پیرو یا کوئی اسی کا ہم معنی لفظ لانا چاہئے تھا۔ حضرت صلعم کی شان مین ارشاد ہوتا ہے ؎

جسنے بھکایا کہ امت مثل اک کنبہ کے ہے ۔ یعنی کل کے جسم پہ ذاتی خوشی محسوس ہے

بھکایا غالباً کاتب کی غلطی ہے۔ بتلایا یا اور کوئی لفظ اس کا ہم معنی

---

* انہوں نے سرح ترو کھی ہے کہ بھکایا سے "جھلکایا" ہونا چاہئے۔ مگر جھلکایا بھی دکھلایا اور تبلایا کے معنی مین استعمال کرنا بالکل غلط ہے!

ہوگا۔ ورنہ بھکانا حضرت کی شان میں ناقابل معافی گستاخی ہے ؎

تجھ سے ہے بیہات صدتذلیل دینِ پاک کی خندہ زن آج اس پہ اک اک شعلۂ سرد ہے

اول مصرعہ میں صدتذلیل ہاشمی صاحب کی مخصوص فصاحت ہے جسکو ہم باتفاق فن غرابت کہتے ہیں۔ جسنے مصرعہ کو ستیاناس کر دیا ہے۔ گر ہمے تو اکا دبدبہ اگرچہ گندہ۔ آخری بند کا پہلا شعر ؎

تھے بھی دو بول اب لے صاحبانِ انجمن یعنی پھر بھر نانئے پیالون میں صہبا کہن

سید صاحب کے دو بول صاحبانِ انجمن سے کیا خوب ہیں سبحان اللہ دو بول و تمام حاضرین انجمن سے ؟ یہ توبانو رونکی بولی ہے۔ دوسرے مصرعہ مین "پیالون مین" سے آگے "تھے" لانا ضروری ہے ورنہ مصرعہ مہمل رہے گا دیکھئے ندی" پھر گرگئی۔ پیالہ مین اظہار یا ضروری ہے پیالہ غلط ہے۔ دوسرا شعر ؎

وہ مبارک دن نشین ہوتی ہیں ! او دینر در جنکی ہون تائید پر اخلاص اور سچی لگن

اس مصرعہ کی فصاحت نظم کی جان ہے اور اس قسم کی فصاحتین سید صاحب کا مخصوص جوہر ہیں اس نظم مین کئی جگہ پایئے گا سچی لگن اگر لگاؤ اور دلی تعلق کے معنی مین کہا گیا ہے تو متروک اور مہمل ہے ؎

حوصلہ افزا ہے خود مشکلون کی نیا وقتی رک کے جو دریا بڑھے ہوتا ہے دونا موجزن

حوصلہ افزا کی جگہ حوصلہ افزا مولانا سید صاحب کی فارسی دانی کو بھی مشتبہ کئے دیتا ہے۔ اور پھر "نیا وتی" کی "یا ی" اول کا تقطیع سے گر جانا تو ہاشمی صاحب کی شاعرانہ قدرت و واقفیت کا ایسا ثبوت ہے جس پر مبتدی بھی بغیر مضحکہ اڑائے نہیں رہ سکتا۔ مگر نہیں سید صاحب کو اپنے "دیوتا" کی تقلید میں سب کچھ جائز ہو گیا ہے۔ اس شاعری پر لکھنؤ والون کی شاعری پر تہمت ہذیان، ایک غیرت دار آدمی ہی کر سکتا ہے۔ شاباش ہے آپ کی جرات اور دیدہ دلیری کو ؎

اور پھر یہ کام یعنی علم اور فن کا رواج جنکی یہ سب جوت ہے دنیا میں لئے اہلِ وطن

علم و فن کے رواج کی جوت آج سید صاحب ہی کے کلام سے دریافت ہوئی چراغ کی جوت ہوتی ہے۔ مگر علم و فن کی یا اسکے رواج کی جوت بھی کیا خوب! جو غالباً روشنی کے معنی مین نظم کیا گیا ہے جو غلط در غلط ہے۔ اسی قابلیت کے بھروسہ پر سید صاحب لکھنؤ والون کے منہ آتے ہیں "سبحان تیری قدرت!" ؎

خالصاً للہ وللمخلوق ہو گر یہ سعی اس سے بڑھکر نے عبادت نے کوئی کارِ حسن

"خالصاً للہ وللمخلوق" کی عربیت جسکو مصرعہ کا لنگر بھی نہین سنبھال سکتا بڑی وزنی ہے حضرت! یہ وہی عیب ہے جسکی نسبت آپ فرما چکے ہین "اور دوسرا عیب عربیت کا پرانے مولویون کے ہان جابجا ملتا ہے" مگر اس بیسوین صدی مین اور علیگڑھ کے تعلیم یافتہ، دہلی کے تربیت یافتہ ناظم و ناشر کے کلام مین اس عیب کا ہونا کسقدر شرم کی بات ہے۔ ایسی حالت مین کہ وہ خود اسے برا سمجھتا ہے۔ میرے نزدیک اردو شاعری پر یہ تھپڑ برسانا ہے۔ اور سعی بسکون "ع" چاہئے۔ لہذا آپ کمزوری سے اسکو متحرک نظم کرنا ناجائز اور غلط ہے۔ سید صاحب خدا کے لئے شاعری کو چوپٹ نہ کیجئے۔ دوسرے مصرعہ مین فارسی حرف نفی "نے" نے جو حسن پیدا کر دیا ہے وہ صاحبان مذاق سلیم پر پوشیدہ نہین ہے ؎

کچھ کرو اخلاق بجا مین کہ تم کچھ کر گئے ورنہ یون تو بیل بھی تک ہے بہت اور مر گئے!!!

دوسرے مصرعہ کے آگے تین علامات تعجب ہین اور اس مصرعہ پر خط بھی ہے۔ نہ معلوم وہ کیا خصوصیت ظاہر کر رہا ہے۔ یہ نہ کوئی مثل ہے اور نہ ایسا مصرعہ جسکی خاص طور پر داد دیجائے اب چند وہ مصرعے ملاحظہ ہون جنکو فارسی عربی کے کثیر الفاظ نے غرابت کا جامہ پہنا دیا ہے: "جسکی حجریت گران ہے عالمِ تہذیب پر"

یعنی استحصال حق اور انتقام ظلم و شر یعنی آتش زیر دامن ہو ابھی سنگ زمین

گر نج یا عشرت کے طوفان فرو ماندہ کی ہے سطح مین یا سوت سوکھے پڑے کچھ کچھ نمی

الغرض گرداب گمان خواب سرشب کا نہین تیرا قصر آرزو یک حجرۂ بے در ہے

دین فطرت کے ترفع کے لئے مامور ہے۔ ترفع کی غرابت شکوہ سنج فصاحت ہے "تجھ سے ہے بیہات صدتذلیل دینِ پاک کی" ان الجھے ہوئے مصرعونکے علاوہ عبدیت۔ حجریت۔ انسانیت۔ فارسیت عربیت ایسے مصدر ونکی بھرمار بھی منافی فصاحت ہے۔ المختصر یہ نظم ۱۹۱۲ء کی ایک زندہ ادبی یادگار ہے۔ ہاشمی صاحب کا نام انجمن ترقی اردو کے ارکانِ شوریٰ کی فہرست مین بھی شامل ہے اور جب ایسے قابل افراد اس مین شامل ہین تو ترقی معلوم! آخر مین حسن کا یہ شعر پڑھتے ہوئے ہم ناظرین سے تضیع اوقات کی معافی مانگتے ہین ؎

یہ غدرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا مین الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

خادم حسن

عصریات

سائنس کی مجبوری

سائنس نے دنیا مین اجرام و اجسام اشیاء کی حقیقت کھول دی لیکن باوجود اس کے بہت سی باتین ایسی ہیں جنھین سائنس آجتک حل نکر سکا۔ ان سب کی فہرست ایک انگریزی اخبار پیش کرتا ہے۔ (۱) کیا باعث ہے کہ بعض جراثیم پانی مین اُبالے جائین تو بھی زندہ رہتے ہین۔ (۲) دھوپ اور سورج کی روشنی انگور کے عرق کو شکر کی طرح شیرینی مین کیون تبدیل کر دیتی ہے۔ (۳) کیا باعث ہے کہ درختون کا رس جاڑے مین منجمد نہین ہوتا (۴) چمگادڑ مین وہ کیا طاقت ہے کہ وہ اندھیرے مین چڑیون کو پکڑ لیتا ہے (۵) یہ کیا سبب ہے کہ انگلی کٹ جانے سے دماغ پر اسکا اثر پڑتا ہے۔ (۶) کبوتر مین وہ کونسی حس ہے جسکی مدد سے وہ دور دراز سفر مین بھی راستہ نہین بھولتا۔ (۷) موسم خزان مین جو تخم بوئے جاتے ہین وہ سردیون کا بار برداشت کر کے موسم بہار مین کیون اُگتے ہین۔ انڈے مین سے نکلنے کے بعد فوراً ہی چوزہ کیون دانہ تلاش کرنے لگتا ہے۔ اُسکو کونسی طاقت یہ فعل بتلاتی ہے۔ (۹) اگر زمین اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ دعوےٰ کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ریڈیم کی طاقت اسوقت تک اس مین سے زائل نہین ہوتی۔

دنیا مین سب سے پرانی تاریخ

(۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ مین پروفیسر پیٹری صاحب کے لکھے ہوئے مضمون کا خلاصہ)

اٹلی کے ایک عجائب گھر مین سیاہ پتھر کا ایک صاف اور چمکدار ٹکڑا رکھا ہے۔ یہ پتھر جس مین بہت ہی چھوٹے حروف کھدے ہوئے ہین، حال مین ہی مصر سے ملا تھا۔ چونکہ اس پتھر پر مصر کے نہایت قدیم زمانہ کی جو مصوری تحریر ہے اُس مین وہ تاریخ لکھی ہے جو دنیا مین سب سے پرانی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ لکھائی تقریباً ۵ ہزار برس تک جاری رہی تھی۔ مگر باوجود یہ تاریخ اُس زمانے کے بھی بہت پہلے سے شروع ہوئی تھی جبکہ مصر کے مشہور مینار بنے تھے، اور حضرت موسیٰ کے وقت سے اتنے پہلے ختم ہو گئی تھی جتنا زمانہ کہ اب حضرت موسےٰ کو گذر چکا ہے۔

اس تاریخ کی خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ اس مین سب سے پہلے اُن بادشاہون کے نام لکھے ہین جو مصر کی ایک قوم ہونے سے پہلے شمالی مصر مین حکومت کرتے تھے۔ لیکن جب سے تمام مصر ایک بادشاہ کے تحت مین آگیا تھا۔ اس وقت سے اس مین ہر سال کے بڑے بڑے واقعات بھی لکھ دیے ہین۔ پھر اُن لڑائیون کا ذکر ہے جو حبشیون اور ان لوگون مین ہوتی رہتی تھین جو دریاے نیل کی دلدل مین رہتے تھے۔ پھر ایک قسم کے دریائی گھوڑون کے شکار کا۔ مندرون کی عمارتون کے بننے کے۔ اور ان تہوارون کا ذکر ہے جو مصری دیوتاؤن کے لئے منائے جاتے تھے۔ اس تاریخ مین شروع ہی سے دریاے نیل کے چڑھاؤ کا ٹھیک ٹھیک حساب بھی ہر سال کا لکھا ہوا ہے پہلے پہل تو یہ حساب انگلیون سے ہی لگایا گیا تھا۔ لیکن بعد مین اسقدر باریک کر دیا گیا کہ ایک انگل کے ۱/۴ حصہ تک کا بھی حساب رکھا گیا۔ اس تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خراج جمع کرنے کی غرض سے ہر تیسرے سال مصر کے تمام مویشی کا باقاعدہ شمار ہوتا تھا اور اس تاریخ کے آخری زمانہ مین زمینین اور قیمتی چیزین بھی شمار مین آنے لگی تھین۔

مصر مین جہازون کے بننے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک سال ۱۰۰ فیٹ یا اس سے کچھ زیادہ لمبے ۴۰ جہاز بنائے گئے تھے اور ان جہازون مین سب سے بڑا جہاز ۱۷۰ فیٹ لمبا تھا اور ۴۰ جہاز ملک شام سے مصر کو لائے گئے تھے جنکے ذریعہ سے سوڈان مین ایک مہم بھیجی گئی تھی۔

جو واپسی پر وہان سے ۶ ہزار قیدی اور ۳ لاکھ مویشی لائی تھی مویشی کو پانی پلانے کے لیے صحرا مین ۱۲۰ تالاب اور دور دور تک چراگاہون مین مویشی کی حفاظت کے لئے ۲۰۰ چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے گئے تھے جن مین محافظ مقرر کئے جاتے تھے۔ سمندر کے راستہ سے سینائی اور جنوبی عرب مین مہم بھیجنے اور بحر قلزم مین جہازون کے بیڑے کے رکھنے کا بھی ذکر ہے۔

اسی تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۶ ہزار برس گزرے جبکہ اس ملک (مصر) کو ضلعون مین تقسیم کر دیا گیا تھا، اور ہر ایک ضلع کا ایک علیحدہ گورنر ہوتا تھا، اور پھر بڑے بڑے شہرون کا بھی ایک ایک گورنر ہوتا تھا یہ گورنر بالکل خود مختار ہوتے تھے، اور سب اپنا اپنا خراج لیا کرتے تھے جس مین سے ہر سال بادشاہ کو کچھ دیا کرتے تھے۔ بادشاہ کو اگر گورنرون سے کچھ زیادہ اختیار رہتا تو صرف یہی تھا کہ لڑائی کے وقت وہ اپنے اختیار سے جوان اور رسد جمع کر لیتا، اور امن قائم رکھنے کے لئے کچھ لوگ نگران یعنی انسپکٹر ہوا کرتے تھے جو "چشم شاہ" یعنی بادشاہ کی آنکھ کہلاتے تھے۔

بادشاہ اور اس کے محل کا خرچ شاہی جاگیر سے چلتا تھا۔ مثلاً شاہی انگوری باغ بھی تھے جنمین مختلف قسم کے انگور لگا کرتے تھے۔ مصر مین قیمتی انگور حکام بھی بہت سے تھے جن مین سے ہر ایک کے پاس مختلف قسم کی مہر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ بادشاہون کے مقبرے سے بڑے بڑے حکام کی دو سو سے زیادہ مختلف قسم کی مہرین ملی ہین۔ اُس زمانہ مین یہ دستور تھا کہ بادشاہون کو دفن کرتے وقت ان کا کھانا بھی انھین کے مقبرون مین رکھدیا کرتے تھے اور اُس کھانے پر اُن خاص خاص حکام کی مہر لگا کرتی تھی جو اس کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ مثلاً اس خاص حاکم کے پاس ایک علیحدہ مہر ہوتی تھی۔ اور جو کنول کے بیجون کے جمع کرنے کی نگرانی کرتا تھا۔ اور بیجون سے روٹیان پکائی جاتی تھین اسطرح اُس افسر کی بھی ایک خاص قسم کی علیحدہ مہر ہوتی تھی جو بادشاہ کے منہ دھونے کے لئے پانی وغیرہ کی قسم سے کوئی زینت چیز بہم پہنچایا کرتا تھا۔

پھر ان بڑے بڑے حکام کے پاس بھی جو ہر سال سلطنت کے اعلےٰ عہدون پر تعینات کئے جاتے تھے خاص قسم کی مہرین ہوا کرتی تھین۔ ان حکام مین ایک تو وزیر اعظم ہی تھا یعنی وہ حاکم جس کے پاس خود بادشاہ کی مہر رہتی تھی۔ ساتھ ہی بادشاہ کے ذاتی نوکرون کا سردار یعنی خانساماں اور میر عمارت بھی تھے جن کے پاس اپنی اپنی مہرین رہتی تھین۔ ان حکام مین سب سے پرانا اور سب سے بڑا وہ حاکم ہوا کرتا تھا جو دریائے نیل کے سیلاب کو درست رکھتا تھا اور جس کا فرض تھا کہ پشتون کی حفاظت کرے اور جب کبھی ضرورت ہو تو مزدور اور کاریگران کی مرمت کروا دے۔ چنانچہ اب بھی اس بات کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو بھی فوراً بند کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس کا پانی یہ کر سوراخ کے بند ہو سکنے سے پہلے کئی ایک گاؤن کو تباہ کر ڈالے۔ اس لئے سیلاب کو درست رکھنے والا افسر ملک کی حفاظت اور سرسبزی دونون باتون کا بہت بڑا ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ مین ذخیرون کے حساب کتاب رکھنے والے اہلکار بھی ہوا کرتے تھے جن کے پاس شاہی مہر رہتی تھی۔ اور جو رتبہ مین ایسے ہی ہوتے تھے جیسے کہ اب کلکٹرون کے پیشکار اور خزانہ کے منشی یا بابو ہوتے ہین۔ کیونکہ وہ رسیدون اقرار نامون اور جنس ادا کرنے کے حکمون وغیرہ پر مہر کر دیا کرتے تھے اس لئے کہ اُس زمانہ مین روپے پیسے کا رواج تو تھا نہین اور تمام قسم کا لین دین جنس مین ہی ہوا کرتا تھا۔ ان کے علاوہ کچھ درباری اہلکار بھی ہوتے تھے جیسے کہ بادشاہ کے ذاتی ہمراہی تہوارون کا منتظم اور شاہی مقبرون کا محافظ۔

مصر جیسے بارش نہونے والے ملک مین معمولی عمارتون کے لئے پتھرون کی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ اینٹ اور لکڑی سے ہی کام چلا کر وہان کے لوگون کے سینکڑون برس نکل جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ ۶ ہزار برس گزرے کہ مصر مین شہتیر کثرت سے تھا اور اینٹون کا

استعمال بھی وہان کے لوگ بہت عرصہ سے جانتے تھے چنانچہ مصر کے بہت ہی قدیم زمانے کے کچھ بادشاہون نے اینٹون کے بڑے بڑے قلعے بنائے تھے جن مین سے دو اب تک موجود ہین - اور بہت سے مقبرے لکڑی کے بنے ہوئے تھے - ان عمارتون مین سخت پتھر، ہاتھی دانت اور سونے کے پتھرون پر کندائی کا کام تجربہ کار کاریگرون نے نہایت ہنرمندی سے کیا ہے اور خاصکر مصری مقبرون مین جو نقاشی کا کام ابھی تک دیکھنے مین آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل کا ہوشیار سے ہوشیار کاریگر بھی اس سے اچھا نہین بنا سکتا -

ان حیرت انگیز (تعجب بڑھانے والی) تحریرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۶ ہزار برس کے اندر بنی آدم نے حکومت، عمارت اور دستکاری مین کس قدر کم تبدیلیان کی ہین -

انگلستان کے تعلیمی اخراجات

برطانیہ اپنے اسکولون اور یونیورسٹیون پر سالانہ کس قدر خرچ اٹھاتا ہے یا یون کہو کہ برٹش گورنمنٹ اپنے افراد کی تعلیم و تربیت پر کیا خرچ کرتی ہے ذیل کے مختصر مضمون اور اعداد سے ظاہر ہے -

کیمبرج - آکسفورڈ (مع ہیڈ انجنیرون کے ماسوا) گلاسکو اور ایڈنبرا کی یونیورسٹیون کو چھوڑکر باقی کو ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء مین پچھتر لاکھ روپیہ عطیات اور وصیت کی صورت مین ملا - ویلز اور انگلستان کی یونیورسٹیون کو ۱۹۱۲-۱۹۱۱ء مین ٹکنیکل اور فنی تعلیم کے لئے ۱۵۴ ہزار پونڈ اور دیے گئے - جزمنی تعلیم کا خرچ دو سال مین سہ گنا ہو گیا ہے کیونکہ ۱۹۱۰-۱۹۰۹ء مین صرف ۵۴ ہزار پونڈ دیے گئے تھے - سرکاری خزانہ سے جو امداد یونیورسٹی کو دی جاتی ہے بیس سال کے عرصہ مین ساڑھے اٹھائیس ہزار پونڈ سے دو لاکھ پونڈ تک جا پہونچی ہے یونیورسٹیون اور یونیورسٹی کالجون کی آمدنیون کی کیفیت حسب ذیل ہے - واضح ہو کہ یہ صرف انگلستان کی کیفیت ہے : -

(۱) فیس	۱۸۰۳۰۱	پونڈ
(۲) عطیات	۸۵۴۲۵	پونڈ
(۳) خاص رقوم چندہ	۲۲۴۳۷	″
(۴) مقامی حکام کی طرف سے گرانٹ	۹۵۸۷۵	″
(۵) پارلیمنٹری گرانٹ	۲۱۵۰۰۳	″
(۶) اسپتالون وغیرہ کی دی ہوئی رقمین	۶۶۹	″
(۷) دیگر وسائل سے	۲۲۶۹۴	″
میزان کل	۶۲۲۴۷۷	پونڈ

کل خرچ تعلیمی انگلستان کی تعلیم گاہون کا چھ لاکھ دو ہزار پونڈ - اور ویلز کا (۶۳۸۷۵) پونڈ تھا - ہر دو ملکون کے یونیورسٹی طلبہ کا شمار (۲۰۰۲۶) تھا - انمین سے (۶۱۱۷) ڈگری حاصل کرنے والے طلبہ تھے - لندن مڈیکل اسکولون کو کل آمدنی (۵۹۵۰۰) پونڈ ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء مین ہوئی - کل خرچ ساڑھے باون ہزار پونڈ ہوا - فیس سے ۷۵ فیصدی آمدنی ہوئی - کل ۱۱۰۴ طلبہ سارے وقت کے اور ۷۶۶ نصف وقت کے طلبہ تھے - انیس سال سے اوپر عمر کے طلبہ کا شمار ۵۵ فیصدی ہے اور سترہ سال کی عمر والون کا ۴ فیصدی تھا -

ابتدائی مدارس انگلینڈ اور ویلز مین ۱۸۷۱-۱۸۷۰ء مین ابتدائی اسکولون کے لڑکون کا شمار (۱۶۰۹۴۰۲۵) تھا - مگر ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء مین ۵۳ لاکھ ۶۴ ہزار ہو گیا - اور ہر درجہ کے استادون کا شمار ۱۴۷۰۹۸ سے بڑھکر ایک لاکھ ۶۰ ہزار ہو گیا - سارٹیفکٹ یافتہ استاد ساڑھے اٹھتر ہزار سے ایک لاکھ ۴ ہزار ہو گئے استادون کے مشاہرون کی رقم بڑھگئی ہے الغرض رپورٹ کو دیکھنے سے ہر طرف ترقی نظر آتی ہے - آئرلینڈ کے ابتدائی مدارس مین ۷ لاکھ طلبہ ہین اور انکی تعلیم پر ۱۷ لاکھ پونڈ خرچ ہوتے ہین - ۴۰۰ ہزار طلبہ استانیون کے سپرد ہین -

اُردو ٹائپ کی ضرورت

ریاست حیدرآباد نے اُردو زبان کی یہ بہت بڑی خدمت کی کہ اصطلا



ڈاکٹر جگدیش چندر بوس

ایم اے ڈی ایس سی - سی ایس آئی - سی آئی ای

توجہ کی ہے کہ نستعلیق اُردو ٹائپ کے نمونون سے کوئی نمونہ ایسا پسند کیا جائے جو سرکاری چھاپہ خانہ کے کامون مین آسکین چنانچہ ایک کمیٹی اس غرض سے قایم کی گئی ہے جس کے سکرٹری صیغہ تعلیمات کے سکرٹری ہین۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ ہندوستان اور ولایت سے مختلف نمونے ٹائپ کے طلب کرے اور ان مین سے جو قابل پسند ہون انکو سرکاری چھاپہ خانہ مین مروج کیا جائے نستعلیق ٹائپ کے شوشے کیونکر محفوظ رکھے جائین مشین مین جبکہ وہ دخانی قوت سے چلائی جاتی ہے اُردو نستعلیق جلد خراب ہوجاتا ہے باوجودیکہ بمقابلہ نسخ اُردو ٹائپ کی چھپائی مین بہت بڑی کفایت متصور ہے مگر اس پر بھی اسقدر کم رواج اردو ٹائپ کا ہے کہ اسکی چھپائی مقبول عام نہین ہوتی ہے ایک طریقہ اس کے مقبول بنانے کا ہے اور وہ یہ ہے کہ حیدرآباد کی سی اہم ریاست اس بارہ مین خاص دلچسپی لے۔

خوراک اور ہوا کے بغیر زندہ رہنے والے جانور۔

اسکاٹ لینڈ کے ایک ماہر علم حیوانات مسٹر میکڈانلڈ کا بیان ہے کہ دنیا بھر کے جاندارون مین کچھوا عجیب و دلچسپ جانور ہے۔ یہ جانور خشکی اور تری دونون مین غیر محدود وقت تک رہ سکتا ہے۔ اور لاتعداد وقت تک نہ صرف بے آب و دانہ بلکہ سانس لئے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اگرچہ اسکی وضع قطع یا ساخت مچھلی یا چوپائے یا جانورون کی ایسی نہین تاہم اس مین ان تینون اقسام کے جاندارون کی خاصیتین موجود ہین۔ اسکی خوراک تو شاید کچھ ہے ہی نہین۔ کیونکہ اگر اسے کسی پیپے مین کئی ہفتون تک بند رکھا جائے تو جب کبھی نکالئے گا ویسا ہی ہنستا کھیلتا ہوگا جیسا کہ بند کرنے سے پیشتر تھا یعنی فاقون سے اسپر کوئی نمایان اثر ظاہر نہوگا۔ اور تو اور کچھوے کے بچون کا بھی یہی حال ہے۔ ادھر بچہ انڈے سے نکلا اور ادھر یہ سمندر کی طرف روانہ ہوا۔ اسے نہ تو کسی راہ نما کی ضرورت ہے نہ کسی سدھانے والے کی۔ صانع حقیقی نے اس کے مغز ہی مین یہ بات پیدا کردی ہے کہ یہ پیدایش ہی سے اس بات کو سمجھ جاتا ہے کہ جب تک اسکی پیٹھ سخت نہ ہوجائے گی یہ مچھلیون سے بچ نہ سکے گا اس لئے عموماً یہ چھوٹے چھوٹے پودون اور جھاڑیون مین چھپا رہتا ہے اور جو کچھ میسر آجائے اُسپر بسر اوقات کرتا ہے حتے کہ اسکی ڈھال یعنی پیٹھ کافی سخت ہوجائے۔

سال بھر مین اس کا وزن ۱۲½ سیر ہوجاتا ہے اسوقت یہ باہر نکلتا ہے کیونکہ اب اسکی قدرتی ڈھال بے حد زبردست ہوتی ہے کہ خواہ کوئی مچھلی کتنی ہی بڑی اور کیسے ہی تیز دانتون والی کیون نہ ہو اسے کچھ نقصان نہین پہنچا سکتی۔ جہان خطرہ ہوا اور کچھوے نے اپنی گردن اندر کی طرف کھینچ لی۔ اب حملہ آور خواہ کچھ کرے اُسے چشم زخم نہین پہنچا سکتا۔

انجمن ترقی سائنٹفک و صنعتی تعلیم۔

اس انجمن کی مرکزی کونسل کا دسوان سالانہ جلسہ حال مین بمقام کلکتہ بصدارت آنریبل راے سیتا ناتھ راے صاحب بہادر منعقد ہوا۔ اس انجمن کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی نوجوان بغرض ترقی سائنٹفک و صنعتی تعلیم غیر ممالک کو بھیجے جائین۔ چنانچہ اسکی کارگزاریون کی کیفیت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشک ہندوستانیون کی صنعتی تعلیم کی ترقی کے لئے انجمن مذکور بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ گزشتہ دس سال کے اندر انجمن مذکور نے تین سو ہندوستانی طلبہ کو سائنٹفک اور صنعتی تعلیم کے لئے غیر ممالک کو بھیجا جن مین سے ۲۱۱ تعلیم سے فارغ ہوکر ہندوستان کو واپس آگئے۔ اور اُن مین سے ایک سو نوجوانون کو پیسے ۲ کارخانون مین اچھی اسامیان مل گئین ہین جنکا سرمایہ ۱۰ لاکھ سے زاید ہے اس انجمن کے بھیجے ہوئے طلبہ غیر ممالک سے جب فارغ التحصیل ہوکر واپس آتے ہین تو انکو ریلوے صنعتی کالجون میونسپلٹیون۔ بیمہ کی کمپنیون تجارتی انجمنون محکمجات بندوبست [illegible] مال مین جگہ ملجاتی ہے۔ کالجون مین پروفیسری [illegible] ریاستون مین کمتی فوت [illegible]

اور گورنمنٹ کے محکموں میں اسامیاں مل جاتی ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ صنعتی تعلیم و تربیت یافتہ نوجوانوں کو روزگار ملنے کی اسقدر دقت نہیں ہے جیسا کہ بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے۔ بعض اطراف سے انجمن کی ان کارگذاریوں پر مخالفانہ نکتہ چینی ہوتی ہے لیکن صدر نشین صاحب نے ان تمام اعتراضات کی کماحقہ تردید کردی۔ جاپان میں حال میں جو صنعتی ترقی نمودار ہوئی ہے اسکی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمکو اپنے نوجوانوں کو صنعتی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے غیر ممالک کو بھیجنا نہایت ضروری ہے۔ کیا ہمارے صوبجات کے محب اس جانب توجہ فرماینگے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمارے صوبجات میں بھی ایک ایسی ہی انجمن قایم کیجائے اور بہت سے ہونہار نوجوان جو مجبوراً قلیل تنخواہ پر سرکاری ملازمت پر اپنے سلسلۂ زندگی کو ہمیشہ کے واسطے غارت کردیتے ہیں معقول وظائف سے انکی مدد کیجائے اور وہ غیر ممالک سے تعلیم پاکر یہاں آئیں اور خود بھی آرام و اطمینان سے زندگی بسر کریں اور اپنے ملک کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

لڑکی کے پھیپھڑے سے لوہے کی کیل

مقام الذرج میں ایک لڑکی اوڈلیسہ نامی رہتی تھی جسکی عمر بمشکل چار سال ہوگی۔ اس لڑکی کی زندگی ایک ڈاکٹر نے حیرت ناک عمل جراحی کرکے بچائی ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے:-

اس لڑکی کے پھیپھڑے میں کسی طرح سے لوہے کی ایک کیل چلی گئی۔ اور اسے چند ہفتے گذر گئے تھے۔ چونکہ موضع مذکور میں کوئی شفاخانہ نہ تھا اس لئے لڑکی کے والدین اسے بسرعت تمام بوموٹ شہر کو لے گئے جو الذرج سے اکاسی میل جانب جنوب واقع ہے۔ کئی جراحوں نے ملکر دو دفعہ لڑکی پر عمل جراحی کیا۔ مگر بے سود۔ آخر سب نے ملکر اسے لاعلاج ٹھرایا لڑکی کا والد گوارا نہ کرسکا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھا رہے۔ یہ فوراً اپنی بچی کو نیویارک لے گیا۔ پہلی دفعہ جو عمل [illegible] کیا گیا اسمیں ناکامی ہوئی۔ دوسری دفعہ ڈاکٹر یونس نے عمل [illegible] کیا۔ اس کے بعد ایک نالی لڑکی کے گلے کی راہ سے پھیپھڑے تک پہنچائی۔ ڈاکٹر مذکور ایکس رے یعنی برقی شعاع کے ذریعہ سے دیکھتا رہا جب ربڑ کی نالی آہنی کیل پر جا لگی تو اس نے باہر کے سرے پر ایک بہت بڑا سنگ مقناطیس رکھا جس نے کیل کو کھینچ لیا، اور اس طرح سے لڑکی کی جاں بخشی ہوئی

عجیب وغریب اخبار

دارالحکومت ہنگری (بوداپست) کے مقام "ہرسندر" میں ایک اولوالعزم ٹیلیفون کمپنی نے عجیب طرح کا اخبار نکالا ہے کہ نہ اس کے لئے کاغذ کی حاجت ہے نہ چھاپنے کی ضرورت ہے نہ پریس قایم کرکے ضمانت دینے اور پھر ضبط ہوجانے کا خوف ہے۔ اخبار کے سات ہزار خریدار ہیں جو چھ سو میل کے دائرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کمپنی انکے لئے صبح کے آٹھ بجے سے رات کے گیارہ بجے تک کے وقفہ میں ٹیلیفون کے ذریعہ سے ایک ہی اخبار نہیں بلکہ اخبار کے مختلف ایڈیشن غیر کاغذی صورت میں شائع کرتی ہے جنمیں لیڈنگ آرٹیکل بھی ہوتے ہیں۔ نوٹ بھی ہوتے ہیں۔ خبریں بھی ہوتی ہیں مختلف معاملات پر آزادانہ رائے زنی بھی ہوتی ہے اور یہ سارا مجموعہ ٹیلیفون کی وساطت سے خریداروں کے پاس بھیج جایا کرتا ہے اس اخبار میں اشتہارات بھی ہوتے ہیں جنکا معاوضہ ۱۲ سکنڈ کے لئے دو شلنگ (دوروپیہ) مقرر ہے۔ جرمنی و انگلستان میں بھی آجکل یہ طریقہ زیر بحث ہے اور عام میلان اسکو رواج دینے کا [illegible]

مصنوعی اون

مانچسٹر (برطانیہ) کا ایک جولاہا مدت سے روئی کے تجربات میں مصروف تھا۔ اسے بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور بارہا تجربوں میں ناکامی ہوئی۔ تاہم وہ استقلال سے کام لیتا رہا۔ آخرکار وہ روئی کو اون کی صورت میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ گویا یہ مصنوعی اون ہے جسمیں بھیڑ کی اون کے بہت سے خواص موجود ہیں۔ اس مصنوعی اون کی ایک قسم کا کپڑا بھی تیار کیا گیا ہے۔

کلام اکبر

...م ہے کہ ہم میں خودکشی جائز نہیں ہاں یہ کہنا ہے کہ اب اس پر خوشی جائز نہیں

...دیوان ہوا تو شور تحسین بزم میں اٹھا مگر سب ہو گئے خاموش جب بجٹ کا بل آیا

...ین ابھی دوڑ میں نصیب بھی جو نوکری ہو تو سمجھی چھوڑ یہ سعی حق پرستی اور [illegible]

...ہ اس باجماعت تاثیر ملت جا نہیں سکتی بلبلے اُس جا کہ آواز اذاں بھی آ نہیں سکتی
...ن کو نماز مولوی نوجوانوں ایسے ہیں مری امید نغمۂ خوشی کا گا نہیں سکتی

...ا تو پسند سادگی کا مالک ہو دل میں پیکر ناسن سے پلک تک ہو

...بہ سے جو دنیا کی تو مجھکو کیوں تکلف ہو مگر اتنی نہ بدلے سانس لینے میں تکلف ہو

...کہاں دست جنون تار گریبان اب کہاں پانیر اور دست مجنون اور خبر ہے تار کی
...لیا خبریں نے کسریٹ میں ٹھیکہ دو کا ریل خوانے لگے زیادہ اب کوہسار کی

...نے میں کیا دھرا ہے مگر ہاں دنیا اندنی ہی کا سر قہ لے آ آرٹ یا سائنس سیکھ
...ن ہونا مسیح پہچان لے نادان دوست صرف لفاظی سے ان روز مان [illegible] بیٹھنے کی سیکھ

...رنے کے جو ہر ہے تو بستی میں پڑے خر بسے سبق لیا تو مستی میں پڑے
...ابھی سننے کا شوق اطفال بیان آخر یہ کون بلائے ہستی میں پڑے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

حاصل دنیا

آج ہے تاریخ عالم پر مری گہری نظر صفحہ صفحہ میں ہے جسکے جلوۂ گیتی فروز
ڈبڈبائے آتے ہیں آنکھوں میں آنسو بھی مگر ہے سر اک نام اُس میں سوزش شمع فروز

حشر کے دامن سے طولانی ہوا دامانِ خیال سامنے فہرست آثار صنادید زمان
ہے دماغ اسوقت میرا مشرستانِ خیال دیدۂ عبرت نگہ سے دیکھتا ہوں یہ سماں

ایک بھی ان میں سے اب باقی نہیں ہے روزگار دیکھ کر یہ ہو کا عالم سخت حیرت ہو گئی
کیا تری رفتار ہے اے گردش لیل و نہار سوچ کر انجام دنیا مجھکو عبرت ہو گئی

خاک کے پردے میں جو تھے چھپ گئے وہ سب کے سب حسرت دیدار کچھ تسکین ہماری ہو گئی
طبقۂ گور غریباں کے گنے ذرات جب عالم رفتہ کی سب مردم شماری ہو گئی

وہ مقدس حضرت آدم کا ہابیل کیا ہوا نسل سے جسکے ہے سب آباد ہستی کا نظام
خامۂ ابداع کا وہ نقش اول کیا ہوا جس کے گل بوٹے نظر آتے ہیں دنیا میں تمام

حسن یوسف ہی نہ اب وہ گرمی بازار ہے عشق بیہودہ اور نہ طوفان خیزی جذبات ہے
وہ سلاطین زمانہ ہیں نہ وہ دربار ہے حاصل دنیا ہے کیا یہ سوچنے کی بات ہے

پیاری دنیا اگر جلوہ تیرا ہے طاقت ربا تیری رعنائی پہ دلدادہ ہیں ارباب ہوس
کشتۂ طرز تغافل ہیں ترے اہل وفا زندگی میں چھٹ نہیں سکتے اسیران قفس

رازِ الفت

راستہ چلنے میں آنکھیں بند یہ غفلت تھی ہوش میں آ یہ تری رفتار میں ہو جائیگی
دیکھ آنکھیں کھول کر اے جادہ پیمائے فنا [illegible] لے جا رہی ہے تجھکو زندگی
راہ پر جا [illegible] سیدھی جا [illegible] [illegible] لے گی تجھکو منزل موت کی

یہ وہ منزل ہے جہاں سے عود ممکن ہی نہیں　　پاؤں اٹھتے ہی نہیں یاں آکے بعد ازاں یہ
ایسی وحشت خیز منزل ہے یہ اے غافل جگا　　مونس و ہمدم نہیں کوئی سوائے بیکسی
ہے یہ عہد آخر اک فنا یا یوں سمجھ　　راہ اقلیم بقا کی پہلی منزل ہے یہی
ہے اسی منزل کی جانب رخ ہر اک انسان کا　　وہ فرشتہ ہو کہ جن ہو جانور یا آدمی
اک نہ اک دن ہے ہوا دھجا سبھو کا گذر یہ　　آج تک کوئی نہیں پہنچا یہاں تو کل سہی
شادیا نہ شادی کو جان سے پیاری تھی　　نقد عمر بے بہا ہے رونمائی موت کی
نذر کردی مایۂ ہستی کل بہر رونمائی　　وہ سمجھا آج ہو نوشہ عروس جاودان

ہجر سے کل رنج سے جان بیکس انجام آگئی
آج شادی مرگ ہو کر وصل کے کام آگئی

منظر دنیائے فانی ہے تماشائے سراب　　اہل بینش جانتے ہیں اسکے نظارہ کو خواب
دو رہے ایسے ہیں کتنے ہی جہاز زندگی　　تہ نشین آیا ادھر لوٹی ادھر ان کی فنا
موجۂ باد فنا نے کر دیا برباد اسے　　سر اٹھایا جس نے تنک مانند حباب
کیا ہوا گر شاگرد ارسطو ہے جو کوئی تو کیا　　کیا ہوا گر فلسفہ میں ہے افلاطون کا جواب
کیا نتیجہ ہے اگر کوئی ہے یوسف سا حسین　　نفع کیا ہے کسی کو گنج قارون سے میاب
چاہے کوئی فن میں یکتا ہو یا دولت میں بڑا　　عقل میں بے مثل ہو یا نسخہ میں انتخاب
آخرکار ایک دن ہونا ہے ان سب کو فنا　　ذرہ ذرہ جسم کا ہو جائے گا جزو تراب
حسن و دولت عقل و حکمت کام آنے کی نہیں　　ہاں اگر کام آئے گی عاقل تو کل حسن ثواب
یہ متاع مستقل ہے ساتھ اعمال خیر　　کیوں حصول جنس فانی میں ہے یہ سعی دوام
کب تلک آنکھیں بند کئے کارزار ہشیار رہو　　دیکھ چشم وا سے دنیائے دنی کے انقلاب

پردہ داری می کند بر طاق کسریٰ عنکبوت
چغد نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

آئے دن تغیر عالم کے مناظر دیکھ کے　　سارے ارمان مٹ گئے ہستی کے سب جوش مٹے
ہو گیا دنیائے فانی سے یکایک جی اچاٹ　　شاق ہے رہنا یہاں کا ہم کو دم بھر کے لئے
اب طبیعت بجھ گئی احساس ... ہو گیا　　جی نہ ویرانہ سے گھبرائے نہ بستی میں لگے
رنج دنیا کا کوئی موذی اثر دل　　لگ ہو آتے نہیں دل لگی کے مشغلے

ہاں ہنسی بھی آتی ہوگی لیکن ایسے شخص کو　　جسکی آنکھوں پر کہ ہونگے پردۂ غفلت پڑے
رنج دنیا بھی ستاتا ہوگا لیکن صرف انہیں　　جن کو کم صدمے زمانہ کے حوادث نے دیئے
ہوش والے کیا ہنسیں گے جن کو ہے فکر مآل　　اور انہیں کیا غم جو غم سہنے کے عادی ہو گئے
خوب دیکھا ہے دنیا کا یہی دستور ہے　　مٹ گئے ہیں رنگ جو چرخ کی رفتار سے
اسکے دست ظلم سے ممکن نہیں ہرگز اماں　　سچ نہیں بچنے کو مانی اسقدر صدمے سے
رنج بھی کھو جاتے ہیں اب مفاد زندگی　　قلب بے حس ہو گیا ہے خشک آنسو ہو گئے

چھٹتے ہیں کب دست کی قید تم سے دیکھئے
ہو رہائی کب تمکو اس زندان غم سے دیکھئے

رباعیات کوثر

خلاق بہار باغ دنیا تو ہے　　جو ہوں بیتوں کا جلوہ ہیرا تو ہے
خار صحرا ہوں یا کہ برگ گل تر　　کہتے ہیں کہ اسے تو ہر یکتا تو ہے

خالق رزاق علیم و دانا تو ہے　　سلطان محسن فریدہ و یکتا تو ہے
دنیا کو وہ گراں کا بار اٹھائے نکلا　　یارب میں ضعیف ہوں توانا تو ہے

شایان غرور و ناز تو ہے یارب　　عاجز بے کس نواز تو ہے یارب
سب کی بگڑی کو جو بنا دیتا ہے　　بے شک وہ کریم کارساز تو ہے یارب

چاند سورج نجوم سے مصباح　　اسکی قدرت کا کہتے ہیں افصاح
ظلمت و نور کی ہے یہ تسبیح　　خالق اللیل فالق الاصباح

ہو مالک ملک و تخت یا صاحب تاج　　ہو باج گزار یا ستانندۂ باج
سلطان و وزیر ہوں کہ درویش و فقیر　　یارب تیرے انعام کے سب ہیں محتاج

ای خالق ارض و گنبد نیلی کاخ　　وحدت تری شرک و کفر کی بیخ

موتی ترے افضال کے سب طالب ہیں   زاہد عابد ہوں یا کہ رند گستاخ

خالق رازق قدیر و جبار ہے تو   معطی محسن غفور غفار ہے تو
بندے عیبوں کو اپنی رحمت سے چھپا   رحمٰن و رحیم عفو ستار ہے تو

بےکس عاجز کا والی و چارہ ساز   یا رب تری ذات پاک ہے ذرہ نواز
اپنی رحمت سے عاصیوں کو بخشا   کام آئے قیامت میں نہ روزہ نہ نماز

دن رات خیال شاہدان طناز   عارض پہ کبھی نظر کبھی زلف دراز
سب عمر کٹی حیف سیہ کاری میں   روزہ رکھا پڑھی نہ اک دن نماز

صد حیف گناہوں میں کٹی عمر دراز   ہم نفس کے تابع رہے یا بندۂ آز
مدہوش جوانی سے رہے مست سدا   سوچے نہ زمانے کا نشیب اور فراز

حال عمل زشت کروں کیونکر عرض   ہوتے رہے ترک تا بہ دن سنت و فرض
آ رحمت سے داغ عصیاں دھو دے   اے خالق اطباق سماوات و ارض

گھڑی

([illegible] زمانے کی ایک غیر مطبوعہ نظم)

غضب کا وہ جوبن وہ صورت پہ ہے وہ   وہ پرزوں کی شوخی وہ [illegible] ہے وہ
تری کوک میں ہے وہ جادو بیانی   دلاویز ہے وہ تری تیز خوانی
ہیں حیران تیری صدا سننے والے   کہ کہتے ہیں صل علیٰ سننے والے
تجھے بارہا زینت کوٹ دیکھا   جوانوں کو تجھ پہ بہت لوٹ دیکھا
ترے جسم میں تیرے جوش حسن کی ہے   کہ پرزوں میں تیرے کشش حسن کی ہے
قیامت ہے ضو تیری نورانگنی کی   مگر تو دلہن ہے نئی روشنی کی
ترے حسن پہ ہر بشر شیفتہ ہے   تری ہر ادا پر نظر شیفتہ ہے
انیدہ تو پردہ سازین میں ہے   عجب دلکشی تیری آواز میں ہے
ترے کیل پرزوں میں شوخی بھری ہے   تری چال میں اے گھڑی دلبری ہے
جوانان لندن کی دولہن تو ہی ہے   مگر آج کل جان فیشن تو ہی ہے
قیامت کا تیرا قد نازنین ہے   کہ پاکٹ میں ایسے پردہ نشین ہے
نہ ہوگی کبھی ختم رفتار تیری   رکے گی نہ تا حشر تلوار تیری
ہر اک زمین تیرے وعدہ میں یکتا ہے   کہ اوقات کی جانچ کی تو محک ہے
ہر موسم میں تیرے قدم میں کجی ہے   کہ شیوہ ترا اے گھڑی راستی ہے
علیک ور صدق سے تیری چابی   ترے حسن کا ہے تری آفتابی
جگاتی ہے تو خفتگان سحر کو
اٹھاتی ہے بستر سے اک اک بشر کو

قحط علم

خشک ان روزوں ہے کشت زار علم   اب نہیں پہلی سی پیداوار علم
عقل و دانش کا نہ کیونکر قحط ہو   جب نہ برسے ابر دریا بار علم
جہل کی ہے دھوپ پھیلی ہر طرف   ہیں کہاں اشجار سایہ دار علم
بحر عالم سے کنارا کر گئے   قدر دان گوہر شاہوار علم
بڑھ رہی ہیں جہل کی تاریکیاں   گھٹ رہے ہیں دمبدم انوار علم
اس سے اچھا شغل کوئی نہیں   بہترین شغل کاروبار علم
کم نصیبی ہے نتیجہ جہل کا   نیک بختی ہے مآل کار علم
لو عسر مقصود قیصر کو ملا
ہے عجب دربار دریا بار علم

حسین عباس قیصر

قطعہ شاکر

اجل کرے گی نہ ہنگام نزع پاس ترا   بقا نہیں ہے تجھے، ہے غلط قیاس ترا
چمن کے عالم ہستی ہے ننگ ترا نا   کہ مستعار ہے بوسیدہ یہ لباس ترا

وہ ہم نشین اب اٹھے سے انجمن میں تنہا   کیف نشہ وحدت [illegible] کس میں نہیں
اب ایک یکہ [illegible]   وطن وہی ہے وہ انکا مگر وطن میں نہیں

فطرت

جب نظر تری صنعت کا لے نقاش قدرت کی — کہ جسکا نام دنیا مین تماشا گاہ فطرت ہے
مجھے تو پیکر نقش و نگار خلق حیرت ہے — کہ [illegible] ہیولی [illegible]
یہین تو نے بنائی آفرینش کی [illegible] — اور [illegible] کمالی [illegible]
[illegible] رنگا رنگ تماشا — عیان فرمائی جتنی [illegible] پردے مین حکمت ہے
بنا یا خاک کے پتلے کو مخلوقات مین اشرف — کیا [illegible] کو عطا علم و [illegible] فہم و فراست ہے
تماشا ہے نظارہ وحدت کثرت مین [illegible] — اسی کا جلوہ [illegible] دیکھتا اہل بصیرت ہے
[illegible] اپنی خدائی کا [illegible] مین [illegible] — [illegible] زمانہ [illegible] خلوت ہے
[illegible] — [illegible] مسافت ہے
[illegible] — تجلی [illegible] تیرا [illegible] شان شوکت ہے
جو قدرت پیکر خاکی کو [illegible] — [illegible]
[illegible] عطار کو عزت [illegible] — [illegible] شہرت کی [illegible]
بشر کو غیظ [illegible] — [illegible] آسمان کو [illegible]
روانی آب کو آتش [illegible] — [illegible] حرارت اور برودت ہے
[illegible] زمین سے [illegible] — ہوئی کا [illegible] اسکی تو [illegible] رحمت ہے
کرشمہ تیری قدرت کا [illegible] — سمندر کی بھی لہرون مین بپا شور قیامت ہے
تجھی سے طلق انسان کو [illegible] طائر کو — صلابت سنگ کو آہو کو رم وحشی کو وحشت ہے
دیا اندوہ و حرمان عاشق ناشاد کو تو نے — حسینون کو بنایا تو نے با ناز و نزاکت ہے
[illegible] تونگر کے لئے سامان [illegible] عشرت کا — گدا کو گوشۂ خلوت ہے اور گنج قناعت ہے
ستارہ ذرہ کے اقبال کا گیتی پہ چمکایا — صف انجم سے گردون کی [illegible] زینت ہے
نظام دو جہان مین ہے مجال دم زدن کسکو — وہی ہوتا ہے [illegible] جو تیری مشیت ہے
عطا کی خاک کے پتلے کو تو نے عقل و دانائی — نہ ہو گر عقل و دانش تو بدن مٹی کی مورت ہے
شب و روز و [illegible] صبح و شام سب پیدا کئے تو نے — تجھی سے روشنی ہے دن کے لئے اور شب کو ظلمت ہے
جواہر کے خزانے بحر [illegible] مین کو ہسار [illegible] — صدف کے پیٹ مین رکھا گہر کیا [illegible] قیمت ہے
رکھا چارون عناصر مختلف کو ایک قالب مین — [illegible] کی [illegible] دوسرے سے گو طبیعت ہے
[illegible] مین [illegible] — [illegible] صراحت ہے
صفت ہے فرق اور [illegible] — [illegible] صورت ہے
[illegible] — [illegible] فرق [illegible] غرض جتنی کہ خلقت ہے
[illegible] — نہین دیکھی [illegible] حالت ہے
[illegible] — نہان ہم [illegible] کفران نعمت ہے
[illegible] — [illegible] دلکو فرحت ہے
[illegible] — [illegible] کلفت [illegible] کدورت کی [illegible] آفت ہے
[illegible] عالم ہستی کے [illegible] سامان — فنا [illegible] مین ہو جاتے ہین [illegible] عبرت ہے
مرقع دہر کا [illegible] نظر مین [illegible] — بھلا [illegible] کہان [illegible] فرصت ہے

[illegible] لکھتا [illegible]
[illegible] وقت ہے

تازہ غزلین

از سید نظیر حسین صاحب نظیر

زمانے مین جسے [illegible] — وہ قاتل [illegible] جب [illegible] قاتل سمجھتے ہین
فلک کی بد خلافی سے کبھی اپنا مدعا نکلا — وہ کام آسان ہوتا ہے جسے مشکل سمجھتے ہین
نتیجہ عشق کا یہ ہے دونی باقی نہین [illegible] — انہین دیکھو ہمارے دلکو اپنا دل سمجھتے ہین
حسینونکی محبت بھی ہے کیا انصاف کی دشمن — اسی کو ذبح کرتے ہین جسے مائل سمجھتے ہین
بنی ہے ناتوانی اسقدر [illegible] الفت مین — کہ ایک ایک گام کو ہم سیکڑون منزل سمجھتے ہین
نہ کیونکر آشنا ہے بحر الفت [illegible] — وہی دھارا نکلتا ہے جسے ساحل سمجھتے ہین
وہ کہتے ہین کہ ہم [illegible] خبر رکھتے ہین [illegible] — ہمارے چاہنے والے ہمین غافل سمجھتے ہین
خیال یار داغ عشق لاکھون حسرت و ارمان — مزے لیتے ہین تنہائی کو ہم محفل سمجھتے ہین
ہر اک دل جلوہ گاہ یار ہو یہ ہو نہین سکتا — وہین رہتے ہین وہ جسکو [illegible] سمجھتے ہین

نظیر اہل ہنر سے کام ہے اور [illegible] کیا مطلب
جو خود کامل ہین وہ بیشک ہمین کامل سمجھتے ہین

۲ - سید الشعرا حضرت صمیم (بلندشہری)

آگ داغ عشق کی یارب نہاں پردے میں ہو
خاک ہو جاؤں مگر دل کا دھواں پردے میں ہو

عشق میں تو صبر کا بھی امتحاں پردے میں ہو
ضبط الفت چاہیے آہ و فغاں پردے میں ہو

[illegible] خاک
خاکساری سے ہماری آسماں پردے میں ہو

[illegible] دل کی اوجھل
چشم بد دور ایسی آنکھوں کا سماں پردے میں ہو

[illegible] تو دل پر رشک آئے خضر کو
آب حیواں جیسے عمر جاوداں پردے میں ہو

کھل گئے آ کر سامنے میرے جو آئے ہیں
کوئی کیا سمجھے کسی کو کیا گماں پردے میں ہو

جان سے کھنچنے لگی اب تو دکھا صورت مجھے
پھر کہاں میں تو خدا جانے کہاں پردے میں ہو

[illegible] دیوانہ ہے
منہ [illegible] کا جو مجھ سے وہ جواں پردے میں ہو

اب زباں کھلنے کو ہے [illegible] مہر ضبط
اب [illegible] کیوں بیاں پردے میں ہو

[illegible] آنکھ نے اندیشہ حشر کا
حشر کے بادل میں بھی دل کا دھواں پردے میں ہو

چاند کا ٹکڑا ہے [illegible] تارا آنکھ کا
بے نقاب آؤ تو کیوں جلوہ نہاں پردے میں ہو

[illegible] کھل کھیلے [illegible] لیکر تو تماشا ہو حجاب
دخت رز پہلو میں ہو پیر مغاں پردے میں ہو

[illegible] کا آخر بے زبانی [illegible]
دل نہ قابو میں تو کیونکر بیاں پردے میں ہو

ضبط [illegible] تلوار ان سے
کوئی پیالا ہو تو کانٹے کی زباں پردے میں ہو

یہ رنگیلی ہے اسے ساقی نہ چھپانا چاہیے
یہ پری ایسی نہیں جس کی دکاں پردے میں ہو

ناوک دلدوز تو پی ہی گیا آخر لہو
خون کا پیاسا ایسا پہلو پردے میں ہو

ظاہری توبہ نہ توڑے چپکے کھل کھیلو صمیم
یہ دور [illegible] اب جو کچھ ہو [illegible] پردے میں ہو

[illegible] صورت [illegible] پردے میں ہو
[illegible] کوئی کیوں دیکھے جب اپنا [illegible] پردے میں ہو

دیکھنے والا ہو تجھکو تو میں دیکھوں تجھے
دل اپنا میرے تو ہو دل کا مدعا پردے میں ہو

اب نہ تم چھپنا تمہیں اٹھتی جوانی کی قسم
کوئی کیا کہہ دے تمہیں کیا جانے کیا پردے میں ہو

[illegible] کیا کہیں
[illegible] ظاہر نہ ہو کیا [illegible] پردے میں ہو

[illegible] میں گیا
ہاتھ کیونکر [illegible] پردے میں ہو

[illegible]
[illegible] پردے میں ہو

سامنے آتے ہوئے جھکتی ہیں آنکھیں آپ کی
دل ہی میں آؤ کہ جلوہ چاند کا پردے میں ہو

ہم سے چھپنا بھی کسی کا ہے قیامت سے نہ کم
دیکھئے فتنے اٹھیں کیا حشر کیا پردے میں ہو

چھپکے سو سو بار توبہ کی ہے دو دو گھونٹ پر
یہ بھی اب چسکا ہے اتنا تو مزا پردے میں ہو

کھل کے ملنا ہم سے غیروں سے چھپانا ہے ترا
کیا عجب ہے یہ بھی کوئی شعبدا پردے میں ہو

ڈھل چکا جب حسن تو پھر یہ نرالی ہے نقاب
اب کہاں صورت وہ اب جسکی ہوا پردے میں ہو

مار ڈالا انکی شرمیلی نگاہوں نے مجھے
یا الٰہی حشر کے دن خونبہا پردے میں ہو

دخت رز آخر نکل ہی کر رہے گی ایک دن
یہ رنگیلی وہ نہیں جو پارسا پردے میں ہو

رک نہ جائے چوٹ گھونگھٹ میں نگاہ ناز کی
جو کلیجہ توڑ دے ایسی ادا پردے میں ہو

دیکھئے [illegible] میں اس آواز پر
اور بھی اکبار ایسی ہی صدا پردے میں ہو

اب ہے پیری چاہیے اب شرم دنیا کی صمیم
عیب اب جو کچھ ہو اسے مرد خدا پردے میں ہو

۳ - منشی احسان اللہ خان صاحب احسان مدیر العلم بہادرگڈھ

[illegible] میری دوا پردے میں ہو
موت کا بھی سامنا اب یا خدا پردے میں ہو

راز الفت ہو نہ افشا [illegible] پردے میں ہو
[illegible] کہتا ہے محبت کا مزا پردے میں ہو

جور بیجا ہو کہ ظلم [illegible] پردے میں ہو
جو ستم مجھ پر ہو میرے دلربا پردے میں ہو

عشق [illegible] والوں کی نہ ہو پردہ دری
بیوفائی کا بھی انکی تذکرا پردے میں ہو

شکوہ جور و جفا سنتے ہیں چپ بیٹھے ہو
[illegible] ان کا اشارہ [illegible] گلا پردے میں ہو

روشنی [illegible] شمع کی فانوس میں
[illegible] کب [illegible] حسن بے نقاب پردے میں ہو

[illegible] تمنا کا ہو [illegible] یہ نہیں رنگ حنا
دست رنگیں کی جھلک [illegible] کیا پردے میں ہو

کوئی نالہ کش ہے پس دیوار ادھر [illegible]
[illegible] پابند جفا پردے میں ہو

[illegible] خیال [illegible]
کس کا ہے تقاضا اب حیا پردے میں ہو

ہاتھ سے چھوٹے [illegible] دامن [illegible] صبر کا
[illegible] احسان کس پر [illegible] پردے میں ہو

[illegible] رضا صاحب [illegible] ([illegible])

[illegible] پیش غم کو سکون [illegible]
[illegible] درد کو [illegible] عشق کا درماں ہوا

بیت ابرو کو جو سرنامہ دیوان سمجھا | زلف کو عشق کا ایک سلسلہ جنبان سمجھا
قطرہ اشک کو سرچشمہ طوفان سمجھا | لکہ ابر کو اک گوشہ دامان سمجھا
انکی باتون سے سر بزم جو کچھ دل ٹھہرا | سب جان بخش کو مین عیسی دوران سمجھا
گلشن دہر سے سب دور باغ جو کام | تیرے گھر مین کوئی حرمت احسان سمجھا
تیرے بہلانے سے کیا کیا دل مضطر بہلا | انکے سمجھانے سے کیا کیا دل نادان سمجھا
بستہ مرتے بھی نہ آئی مرے ابر تپاک | دہن زخم کو اس کا لب خندان سمجھا
آہ سنکر کسی مظلوم کی دل تھام لیا | صحبت عیش کو مین خواب پریشان سمجھا
فصل گل آئی ہے پھر چاک نظر آنے لگے | جنبش دست کو کیا خوب گریبان سمجھا
دل نے ناکامی پہ اپنی لعت افزا پایا | لب خاموش کی جنبش جو نہ درمان سمجھا
ناوک ناز سے چھدکر جو مرا دل نکلا | حسرتون نے اسے اک وصل کا سامان سمجھا
حسرت دید کے اظہار پہ زبان بھی نہ ہلا | بڑھ کے دامن جو لیا سنگ کا تاوان سمجھا
ضبط نے مرے لاکھی شب فرقت اب پر | دل عشق کا گنجینہ پنہان سمجھا
وصل کی شب مین جو دل فارغ ارمان نکلا | ... نے پر درد و احسان سمجھا

دلکے داغون نے عجب باغ لگایا ماہر
گوشہ قبر کو مین رشک گلستان سمجھا

ہ حاجی حکیم محمد عاشق حسین خان صاحب ابوالعلائی ہاتف

عرش خدا ہے جلوہ جل ہے خطاب دل | ہے اس لئے فلک سے دماغ جناب دل
تار نفس سے گوہر جان کی ہے آبرو | ٹوٹے کہین نہ سلسلہ پیچ و تاب دل
پہونچے کا داغ سینہ کا کونین تک فروغ | ہوگا محیط کون و مکان آفتاب دل
دود زبان شمع سے پیدا ہے پیچ زلف | سوز درون سے آتی ہے بوئے کباب دل
پتھر سے ساخت اسکی یہ تعمیر نور کی | دل کعبہ کا جواب، کعبہ جواب دل
روز ازل سے اس پہ خوبی کا عشق پر | ہے بند جبکے شوق مین چشم حباب دل

ہاتف تمام راز ہین اس مین چھپے ہوے
مطلب سے خالی ... نہ ہرگز کتاب دل

۔ سید محمد سلطان صاحب سلطان شاہدولی

اپنی نظرون سے گرا از نہ کرو گم مجھکو | کھو لیا مین تو نہ پاؤگے کہین تم مجھکو
جانتا ہون مین تمھین جان کا اپنی مالک | کہہ دیجئے لا ... سمجھئے جو کچھ تم مجھکو
لیکے آغوش مین بھی ہاے ستایا تڑپایا | آگیا ان کی نزاکت پہ ترس تم مجھکو
کشتہ ناز خموشی ہون اُٹھون تو کیسے | آکے سو بار مسیحا جو کہین قم مجھکو
آرزو دل کی ہے وہ روز دکھائے اللہ | جھکو اٹھا جو اور پیار کرو تم مجھکو
مرا ب انصاف ہے جو چاہیں کہے جائیں حضور | مین ستم جان نہین حکم تکلم مجھکو
دیکھے چڑھ جاتے ہو خلوت مین تو آجائے مزہ | چھیڑتے رہتے ہو محفل مین بہت تم مجھکو
رونے والا بھی نہین نعش پہ غربت مین کوئی | بیکسی پر مری آتا ہے تبسم مجھکو

ہے بڑی شان مری نام ہے سلطان مرا
تم ہو معشوق تو جو چاہو کہو تم مجھکو

۔ منشی عبد الرحمن محمد حسن صاحب خوشتر بنگرولی

لطف سے میری طرف ایک نظر تو دیکھو | چاہنے والا تمہارا ہون ادھر تو دیکھو
جب کہا مین نے ترے لب مین مسیحائی ہے | ہنسکے فرمایا ستمگر نے کہ مر تو دیکھو
سر فدا کرنے کو تیار ہے کس ہمت سے | اپنے جانباز کا اے جان جگر تو دیکھو
محفل غیر سے تم آہی گئے تھام کے دل | بیقراری کا ہماری یہ اثر تو دیکھو
صورت برق ٹھہرتی ہی نہین ایک جگہ | کیسی بیتاب ہے قاتل کی نظر تو دیکھو
چھپ سکے گی نہ چھپانے سے یہ چوری ہرگز | دلکو لیکر مرے اک بار مگر تو دیکھو

وہ ملتی ہے تمہین کچھ کہ نہین۔ اے خوشتر
جان نثاری کا ذرا حوصلہ کر تو دیکھو

رباعی انیس

چھٹتا ہے مقام کوچ کرتا ہون مین | فرقت اے زندگی کہ مرتا ہون مین
اللہ سے لو لگی ہے میری | اور بس کے دم اسواسطے بھرتا ہون مین

اُردو مین ایک بیش قیمت اضافہ

عورتون کے لئے دو مفید اور ضروری کتابین

اردو زبان مین ایسی کتابین جنمین تندرستی اور حفظان صحت، بچون کی پرورش اور وہ ضروری معلومات جن کا عورتون کے لئے جاننا شامل ضروریات ہے کے سبب نادر و نایاب ہین لیکن حال مین علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا و مد ظلہا نے جن کو اپنے صنف کی ہر قسم کی بہبودی و ترقی کا خیال بدرجہ غایت مدنظر ہے اپنے اہم مشاغل حکومت مین سے وقت نکالکر ان مضامین پر دو نہایت مفید کتابین شائع فرمائی ہین جنکا نام "تندرستی" اور "بچونکی پرورش" ہے حضور ممدوحہ نے ان مضامین کو اس طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُردو پڑھی ہوئی عورتین اچھی طرح اُن پر عبور حاصل کرسکتی ہین۔

(۱) تندرستی۔ ۱۰۰ صفحہ کی کتاب ہے جو ۳ ابواب اور ۴۵ مضامین پر مشتمل ہے۔ اول باب مین نہایت مفصل و مشرح ہدایات حفظان صحت ہین۔ دوسرے باب مین امراض تعدی سے حفاظت کے طریقے بتلائے گئے ہین تیسرے باب مین اصول تیمار داری و واقفیت کی ضرورت اور عدم واقفیت کے نقصانات کی چند مثالین دیکر تیمارداری کی ضروری باتونکا بیان کیا ہے قیمت ۱۲؎

(۲) بچونکی پرورش ۱۴۵ صفحہ کی کتاب ہے جو ۹ ابواب اور ۱۰۰ مضامین پر مشتمل ہے۔ باب اول مین زچہ خانہ کی ضروریات اور اولاد کی احتیاطین۔ باب دوم مین قدرتی رضاعت۔ اور باب سوم مین مصنوعی رضاعت اور بچہ کی غذا باب چہارم مین سونے کا طریقہ بچے کا وزن، قد، سر، حواس خمسہ، دماغ، دانت کا نکلنا، بولنا وغیرہ باب پنجم و ششم مین دوا علاج بیماری کی ابتدائی علامات اور چند عام بیماریان درج کی گئی ہین۔ باب ہفتم و ہشتم مین زمانہ طفولیت مین جو بیماریان ہوتی ہین اور [illegible]

[illegible]

ضروری اعلان

ہمارا کارخانہ کانچ سازی جو موجودہ ترقیات کا مکمل نمونہ ہے اب کام کرنے کے لئے بالکل تیار ہے

پینیل (اندر کو دبی ہوئی) طرز کی تولین سر مین لگنے کے تیلون کے لئے، چوکور تولین، گول کنارے کی تولین، دوائیون کے لئے چھوٹی گول تولین، ہر قسم کی چمنیان اور لالٹینون کے گلوب وغیرہ کے لئے اسوقت آرڈر درج رجسٹر ہو رہے ہین

ہمارے کارخانہ کانچ سازی مین

شیشہ کو نہایت بہترین صورت مین صاف کیا جاتا ہے

کام کی صفائی قابل داد ہے!

پیکنگ کا طریقہ ایسا اچھا ہے کہ راستہ مین بہت کم نقصان ہوتا ہے!

جملہ دریافت طلب امور کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجئے۔

[illegible] الہ آباد گلاس ورکس [illegible]

مرقّع ادب

میری تحریک کی ابین ہینگ قبول پھول بیکھرین نسخے ہیں کہ دامن کیلئے مرقع ادب ہندوستان میں غالباً اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوگی جسمین ملک کے مشاہیر انشاپردازوں اور اہل قلم کے چیدہ چیدہ دلچسپ خطوط بڑی محنت سے تلاش کر کے جمع کر دیئے گئے ہیں جنمیں سادگی، رنگینی، ہوا زردہ نفیس محاسے، شوخی، بے تکلف بول چال، تحقیق، و تدقیق ہر قسم کے عنصر لطیف آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس انشاے لطیف میں امیر مینائی م۔ شوق قدوائی۔ اکبر الہ آبادی نظم لکھنوی۔ احسان شاہجہان پوری۔ وجاہت جھنجھانوی۔ دلگیر اکبر آبادی مہدی لکھنوی۔ مظہر مراد آبادی۔ عزیز لکھنوی۔ ارشد تھانوی قیصر میم پالی۔ جلیل القدر جلیل۔ حضور مراد آبادی۔ شہیر مچھلی شہری۔ ریاض خیر آبادی۔ حکیم برہم۔ مولانا عبد الرزاق مولف البرامکہ وغیرہ مسٹر ایم مہدی حسین۔ مولانا سجاد حیدر صاحب بی اے۔ خان بہادر میر ناصر علی وغیرہ بزرگوں اور احباب کے خطوط ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر احباب کے خطوط بھی اس مرقع میں لئے گئے ہیں جنکا ایک ایک فقرہ مستقل داد چاہتا ہے۔ اس کتاب کو میں نے اپنے بساط کے موافق دلچسپ بنانے کی بے انتہا کوشش کی ہے خدا کرے میری محنت ٹھکانے لگے "مرقع ادب" خاص اہتمام سے شائع ہو رہی ہے۔ کاغذ ولائتی نفیس۔ تقطیع جھوٹی۔ لکھائی اعلی درجہ کی۔ ضخامت ۱۶ جزء قیمت علاوہ محصولڈاک عمہ۔ جو صاحب قبل اشاعت قیمت بھیجینگے اُنکے لئے محصولڈاک معاف درخواست جلد آنا چاہئے۔

نوٹ!۔ میری کتاب سے حضرت امیر مینائی کے وہ خطوط خارج ہیں جو جناب ثاقب نے مکتوبات امیر مینائی میں شائع کئے ہیں۔

المشتہر۔ سید محمد مرزا پوری ، کلب محمود نگر لکھنو

جدید الطبع کتابیں

(۱) حدیقۃ الاخلاق آکانومی آف ہیومن لائف کا اردو ترجمہ اس کتاب کی نصیحتیں موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ تقریباً تمام مہذب زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوا ہے۔ صرف انگریزی زبان ہی میں اسکے صد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی اسکا اردو ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم کیا ہے سب سے بڑی سفارش اس کتاب کی یہ ہے کہ قابل مترجم نے اس ترجمہ کو اپنے بچوں کے نام پر منسوب کیا ہے۔ قیمت ۱۲

(۲) عالم خیال مولوی احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی کی ایک بے اضافت ادب بدل اردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہے۔ چاروں رنگوں کے ساتھ چار عالمانہ ریویو بھی شامل ہیں۔ نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع میں ایک موخیال عورت کی نادر تصویر چھاپ دی گئی ہے جو انھیں نظموں کے لئے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲

(۳) اکسیر سخن مہاکوی کالیداس کی موسمی نظموں (رتوسنگار) کا اردو ترجمہ نظم۔ شروع میں ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مہاراجہ بہادر سر راجہ کشن پرشاد صاحب شاد بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپکی تصویر بھی شامل ہے۔ نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے۔ غرض یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ خریدی جائے۔ قیمت ۱۲

روزنامچہ سیاحت آنریبل خواجہ غلام الثقلین حسب صاحب بی اے ال ال بی کا سفرنامہ جسمیں عراق، حجاز، عجم وغیرہ کے مختلف اقطاع کی سیاحت کا حال درج ہے نہایت دلچسپ و کارآمد کتاب ہے حجم تقریباً ۵۰۰ صفحات قیمت عیعہ (ترجمہ روانگی خریدنے والے کے ذمہ ہوگا)

المشتہر۔ سکریٹری ہمدرد اپبلشنگ کمپنی ہمدرد پریس۔ لکھنو

تذکرۃ الشعرا از حسرت موہانی

یعنی شعرائے اردو کے تمام اساتذہ اور صاحب دیوان شعرا کا ایک جامع تذکرہ مع تذکرۂ شعرائے حال یعنی انتخاب دواوین اساتذہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ نایاب باہتمام اہل مطبوعات منتخب کلام ثاقب و دیگر شاگردان داغ و ضمیمہ انتخاب کلام امیر شہیدی و دیگر شاگردان مصحفی شائع ہو چکا ہے

دیوان حسرت موہانی	۴ر	دیوان میر حسن	۵ر
دیوان غالب مع شرح حسرت موہانی	۸ر	دیوان جرأت	۵ر
مکتوبات امیر مینائی مع شرح [illegible]	۱۲ر	دیوان مصحفی	۴ر
		دیوان میر سوز	۳ر
		دیوان قائم چاندپوری	۴ر
حیات تسلیم استاد حسرت موہانی	۵ر	انتخاب [illegible]	۶ر
دیوان حسرت استاد جرأت	۴ر	دیوان شیفتہ	۸ر
دیوان اشرف شاگرد مرزا نسیم	۵ر	دیوان مرزا مائل دہلوی	۲ر

المشتہر سید فضل الحسن حسرت موہانی سابق ایڈیٹر اردوئے معلی علیگڑھ

نوشتۂ تقدیر

آپ ایک پوسٹ کارڈ پر اپنا نام اور تاریخ پیدائش اور اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو تخمینہ عمر اور اپنے پوسٹ کارڈ لکھنے کی تاریخ اور وقت لکھ کر بھیج دیجئے۔ ہم آپکو آئندہ بارہ مہینے کے پیش آنے والے حالات و واقعات یعنی خوشی و غم کس ماہ میں کس تجارت سے نفع ہوگا اور ملازمت کے متعلق ترقی، تبدیلی، موقوفی، اولاد کیا اولاد ہوگی، وغیرہ جملہ باتوں کا خلاصہ صحت کے ساتھ بذریعہ ویلیو پی ایبل ارسال کر دینگے اگر مطابق نہ ہونے پر قیمت بلا عذر واپس ہوگی اگر امتحان منظور ہو تو ۲ پیسے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر دیجئے ہم آپ کو آپکی گذشتہ زندگی کے خاص تین واقعات لکھ کر بھیج دینگے جس سے ہمارے علم کی اصلیت ظاہر ہو جائیگی جنم پتری وغیرہ بھی تیار کیا جاتا ہے

درازی گیسو بالوں کی چمک اچھی ہوتی تو سما جاتے ہیں کیونکہ گیسوئے خمدار آنکھوں میں

کیشولین نہایت خوشبو رنگ و خوشبودار تیل ہے جسکے چند روزہ استعمال سے بال نرم و چمکدار ہو جاتے ہیں۔ بالوں کی سیاہی قائم رکھنا اور بالوں کو دراز کرنا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ بالوں کے امراض دور کرنے میں بے مثل ہے سر کی گرمی خشکی کا دافع ہے آزمائش شرط ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر محصول ڈاک و خرچ پیکنگ ۵ر

ایجنٹوں کی ضرورت ہے

المشتہر۔ کیشولین کمپنی۔ مینوفیکچرنگ پرفیومرس لکھنؤ

"العصر" جلد اول و دوم

جلد اول جسمیں ساٹھ سے زائد نامور اہل قلم کے تقریباً پچاسی مضامین نظم و نثر درج ہیں تصاویر کی تعداد ۳۰ ہے۔ حجم پونے تین سو صفحہ۔ قیمت مع محصول دو روپیہ۔

جلد دوم جسمیں ۵۰ سے زائد نامور اہل قلم کے تقریباً اسی مضامین نظم و نثر درج ہیں۔ تصاویر کی تعداد ۵۰ ہے حجم ڈھائی سو صفحہ قیمت مع محصول دو روپیہ۔

مکمل جلدوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جلد طلب فرمائیے۔ ورنہ پھر کسی قیمت پر دستیاب نہ ہو سکیگا۔ دونوں جلدیں یکجائی لینے کی صورت میں [illegible] قیمت لیجائیگی۔

عطریات و روغن

عطریات کی خوشبو ہو تو ہم سے طلب فرمائیے۔ ناپسند ہو تو واپس

نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ	نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ
۱	عطر حنا	[illegible]	۱۸	عطر شمامۃ العنبر	[illegible]
۲	عطر موتیا	[illegible]	۱۹	عطر زعفران	[illegible]
۳	عطر چنبیلی	[illegible]	۲۰	عطر نازبو	[illegible]
۴	عطر کیوڑہ	[illegible]	۲۱	عطر ارگجا	[illegible]
۵	عطر دونہ	[illegible]	۲۲	عطر گل	[illegible]
۶	عطر بیسری	[illegible]	۲۳	عطر ہنتار	[illegible]
۷	عطر پانڑی	[illegible]	۲۴	عطر نسیم	[illegible]
۸	عطر خس	[illegible]	۲۵	عطر موگرا	[illegible]
۹	عطر گل حنا	[illegible]	۲۶	عطر مشک عنبر	[illegible]
۱۰	عطر جوہی	[illegible]	۲۷	عطر کیتکی	[illegible]
۱۱	عطر سیوتی	[illegible]	۲۸	عطر بیلا	[illegible]
۱۲	عطر سہاگ	[illegible]	۲۹	عطر نرگس	[illegible]
۱۳	عطر شب بو	[illegible]	۳۰	عطر گل صنوبر	[illegible]
۱۴	عطر عروس	[illegible]	۳۱	عطر صد برگ	[illegible]
۱۵	عطر شہناز	[illegible]	۳۲	روح خس اصلی	[illegible]
۱۶	عطر برگ حنا	[illegible]	۳۳	روح پانڑی اصلی	[illegible]
۱۷	عطر گلاب	[illegible]	۳۴	روح گلاب	[illegible]

نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر	نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر
۱	روغن بیلہ	[illegible]	۵	روغن [illegible]	[illegible]
۲	روغن چنبیلی	[illegible]	۶	روغن موگرا	[illegible]
۳	روغن کیوڑہ	[illegible]	۷	روغن سنترا	[illegible]
۴	روغن حنا	[illegible]	۸	روغن الائچی	[illegible]

محصول و خرچہ پیکنگ خریدارون کے ذمہ ہوگا۔ نام اور پتہ صاف لکھنا چاہیے۔

المشتہر ــ منیجر کمپنی ... پرفیومرس لکھنؤ

نئی کتابین

(۱) **سری مد بھاگوت** | ایک بے نظیر ناول جسمین مسئلہ اوتار کی تشریح سائنس کے دقیق مسائل، حسن و عشق کے جذبات، جنگ کے کارنامے، عہد و پیمان، راستبازی کے خاکے، روحانیات کے موثر سبق، سوسائٹی کے حالات، جگتون کا چرتر، دھرم کے لکشن، سری کرشن کی مکمل سوانحعمری لکھنؤ کی پاک اور شستہ زبان مین درج ہین۔ اگر زندگی کا مزہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اسکو ضرور دیکھو۔ حجم ۱۷۲ صفحہ۔ قیمت صرف ... ۸ر

سیر عالم ملکوت | مصنفہ مسٹر لیڈ بیٹر۔ اس مین یہ دکھایا گیا ہے کہ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور روح مین کیا کیا تبدیلیان ہوتی ہین اور وہ کس مقام پر رہتی ہے۔ نہایت دلچسپ و قابل دید کتاب ہے۔ حجم ۹۸ صفحہ۔ قیمت صرف ... ۶ر

تسخیر القمر | یہ نہایت عجیب و غریب اور دلچسپ ناول ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ طرز استدلال بالکل علمی۔ حجم ۱۴۴ صفحہ۔ قیمت ۸ر

بزم خیال | شاعرانہ لطائف کا نادر مجموعہ۔ فارسی و اردو کے قصہ طلب اشعار کا بہترین حل۔ اردو مین اپنے طرز کی پہلی کتاب۔ مولفہ منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری۔ طبع دوم۔ حجم ۱۱۶ صفحہ۔ قیمت ... ۸ر

پرستان کی پری | جسمین قصہ کے پیرایہ مین یہ بتایا گیا ہے کہ کیونکر ایک عقل کی پتلی نے عاقلانہ مفید اور کارآمد نصیحتون کے پیرایہ مین ایک عاقبت اندیش شہزادے کے خیالات کی کایا پلٹ کر دی۔ لڑکون اور لڑکیون کے پڑھنے کے قابل۔ حجم ۱۳۶ صفحات۔ قیمت صرف ... [illegible]

رباعیات انیس و دبیر | جسمین ہندوستان کے ان دونون مشہور قادر الکلام و معجز بیان سخنورون کی عزائیہ و اخلاقی رباعیات کا قابل قدر انتخاب درج ہے۔ حجم سو صفحہ۔ قیمت صرف ... [illegible]

خرچہ روانگی ذمہ خریداران ہوگا۔

المشتہر: سکریٹری ہنزوا پبلشنگ کمپنی۔ ہنزوا پریس۔ لکھنؤ

پھر ایسا نادر موقع ہاتھ نہیں آئے گا!

مندرجہ ذیل نادر کتب دو فرمی [illegible] نصف قیمت پر ملیگی

(۱) سرگذشت [illegible] با تصویر قیمت حصہ اول [illegible] حصہ اول و دوم [illegible] (۲) سرگذشت [illegible] با تصویر قیمت حصہ اول [illegible] جلد دوم حصہ اول و دوم [illegible] (۳) سرگذشت بادشاہ [illegible] با تصویر قیمت [illegible] سرگذشت اور مہربان [illegible] تصویرات [illegible] سرگذشت شہزادہ [illegible] با تصویر قیمت [illegible] ہند کے بہادر سپاہی قیمت [illegible] سرگذشت [illegible] با تصویر قیمت [illegible] (۸) [illegible] قیمت [illegible] شہزادہ [illegible] مندرجہ بالا کتب [illegible] نے [illegible] کی [illegible] کی غرض سے کافی تعداد میں خرید کرائی ہیں

[illegible] کتابیں (۱) [illegible] قیمت [illegible] (۲) [illegible] قیمت [illegible] (۳) انگریزی کی پانچ [illegible] (۴) انگریزی [illegible] قیمت [illegible] (۵) [illegible] قیمت [illegible] (۶) گلدستہ شادی [illegible] ہند۔ اس میں [illegible] کے علاوہ [illegible] گیت [illegible] بھی [illegible]

[illegible] قیمت ۸/

رعایت (۱) شرط اول) جو اصحاب مندرجہ بالا تمام کتب [illegible] قیمت [illegible] ہے [illegible] یکمشت خرید فرمائیں گے [illegible] صرف چار روپیہ میں دی جائینگی بشرطیکہ نصف قیمت پیشگی ارسال [illegible] (شرط دوم) جو اصحاب مندرجہ بالا کتب میں سے کم از کم [illegible] کتب [illegible] ان کو [illegible] قیمت میں لینگی بشرطیکہ [illegible] قیمت پیشگی وصول کر دی جائے (شرط سوم) جو اصحاب کوئی کتاب نمونہ طلب فرمائیں گے [illegible] محصول ڈاک معاف ہوگا۔

ان کتب کے علاوہ ہر قسم کی [illegible] وغیرہ بکفایت روانہ ہو سکتی ہیں [illegible] آر بی و ڈاکٹری [illegible] وغیرہ [illegible] ہو جائے گا۔

المشتہر اے۔ فور [illegible] [illegible] لکھنؤ

بادشاہی نسخہ یعنی سرمۂ سوزاک

یہ ایک مجرب کاجل ہے جو شاہ اودھ کے محل [illegible] عیب [illegible] مدت [illegible] مگر انہوں نے حفاظت کے صندوق میں [illegible] کے قفل سے قفل کر رکھا تھا۔ اس نسخہ کو انہوں نے اپنے چند نادر نسخوں کے ساتھ اپنا خاندانی نسخہ بنا لیا اور ایک کے بعد دوسرے کو [illegible] خاندان میں سینہ بسینہ سونپے گئے۔ [illegible] خاندان میں بزرگوں کو سینہ بسینہ سونپے پایا ہاں یہ چند نسخے ہم کو [illegible] پہونچے۔ اب ہم نے یہ بہتر سمجھا کہ خلق خدا کو انکے فائدہ سے [illegible] کریں اس سے پہلے تو ہم اس کاجل کو پبلک کی نذر کر [illegible] ہو گیا ہو نسخے [illegible] کے ہم پبلک کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں [illegible] مفید اور زود اثر ہونگے۔ اس کاجل کو رات [illegible] وقت [illegible] آنکھوں میں لگایئے اور صبح کو دھو ڈالیے چند دن [illegible] سے سوزاک غائب ہو جاتا ہے۔ یہ کاجل آنکھوں کو نقصان [illegible] طراوت تازگی اور بینائی بخشتا ہے۔ اس کے استعمال [illegible] کا جلنا۔ پانی بہنا۔ سرخی کیچڑ بند ہو جاتا ہے۔ اگر تندرست آدمی استعمال کرے تو یہ آنکھوں کی بہت سی بیماریوں کو دفع کر [illegible] کو راحت اور تازگی بخشتا ہے پیشاب کا گرم آتا ہو یا سوزش ہو اسکو صاف کر دیتا ہے۔ سوزاک کا [illegible] دشمن ہے۔ [illegible] اور [illegible] کی قیمت [illegible] صرف رفاہ عام کی غرض سے ایک روپیہ چار آنہ رکھی ہے خرچ ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار۔ مکمل فہرست ایک خط [illegible] آنے پر بھیجی جاتی ہے۔ خریدار [illegible] صاف اور خوشخط [illegible] پڑھنے میں دقت اور غلطی نہ ہو

[illegible] کا پتہ ذیل [illegible]

مینیجر کارخانہ [illegible] لکھنؤ

جلد ۱۰ نمبر ۲ و ۳ — ادبیات اردو کا ماہوار با تصویر رسالہ — جنوری فروری ۱۹۱۵ء

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

تصاویر: (۱) عبادت گزار پرنگین (۲) شیخ ولی محمد نظیر اکبرآبادی (۳) اسیر الفت

صفحہ

شاکر میرٹھی نے منروا پریس لکھنؤ میں چھاپکر شائع کیا

قیمت سالانہ للعہ — قیمت فی پرچہ

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی



۱۹۱۵ء کی کا ... نہایت خوبصورت ... چھپنے کا فقرہ چھپی ہوا ... بلاقیمت وصول ... جو آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ لینا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر صاف صاف ... اپنا نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجئے ... آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائیگا۔

تندرستی کی گفتگو

... بہت ... ہیں ... کیونکہ ... اور ... وغیرہ کھانے ... ہیں اور ... کرتے ہیں ... اس ... کے ... اپنے قویٰ ... نہایت ... اس موسم میں ... ہوتی ہے ... اور ... نہایت ہی آسان ... زیادہ پریشانی ... اور ... ہے یہ دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں

ہیں۔ آپ بھی آزمایش کر کے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کو جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکایتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

اگر آپ آزمایش کرنا چاہیں تو

ایک لفافہ ... پیسے کا ٹکٹ اور ... لکھ بھیجئے ... نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیج دیجئے

... قیمت ... ایک روپیہ ... محصول ...

ڈاکٹر ایس کے ... کلکتہ

ایک بے نظیر رعایت

نہ صرف کتب فروش بلکہ عام شائقین بھی ... فائدہ اٹھا سکتے ہیں

... کتب ... تعداد ... اسپیرل ... طبع ... کی گئی ہیں ... سرکار نے منظور فرما کر مصنف کو تحریر کیا ہے ... کو فروخت کر کے وصول شدہ قیمت خزانہ سرکاری میں داخل ... کہ جلد ... فروخت ہو جائیں ان کی قیمتوں میں خاص رعایت ... فہرست ... کتب کو خرید فرمائیں ... موقع ...

فہرست کتب حسب ذیل ہے

(۱) سرگزشت ملک معظم با تصویر قیمت حصہ اول فی جلد ... حصہ اول و دوم

(۲) سرگزشت ملکہ میری با تصویر قیمت حصہ اول فی جلد ... حصہ اول و دوم

(۳) سرگزشت بادشاہ ایڈورڈ ہفتم مع تصاویر قیمت ... جلد

(۴) سرگزشت مادر مہربان ملکہ الگزنڈرا مع تصاویر قیمت فی جلد

(۵) سرگزشت شہزادہ جارج پرنس آف ویلس مع تصاویر قیمت فی جلد

(۶) ہند کے بہادر سپاہی قیمت فی جلد ...

(۷) لیڈی ڈفرن صاحبہ کی سرگزشت مع تصاویر قیمت فی جلد

(۸) ... لوگوں کیلئے ... حالات ... بادشاہ ایڈورڈ ہفتم ... ملکہ الگزنڈرا ...

نوٹ: ... کتب سرکاری ... ہند کے حکام سررشتہ تعلیم نے ... لائبریریوں اور طلبا ... کافی تعداد میں خرید فرمائی ہیں۔

رعایت شرط اول۔ اگر تمام کتابیں یکجائی طور پر خریدی جائیں تو ... ۱۹۱۳ء ... نصف قیمت ... شرط دوم ... شرط سوم ...

... پتہ ...

... ایف وی ... مشن ... سنگھا ...

زبانِ اردو کا نادر و نایاب ذخیرۂ کتب

علمی، ادبی، و تاریخی کتابیں

علوم طبیعیہ کی تاریخ (حصہ اول) علوم طبیعیہ کی تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو ساتویں صدی قبل مسیح سے شروع ہو کر ... صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہیں۔ سیاروں، ستاروں، بجلی، کہربا، برق، ہوائی ... چھاپہ خانوں، تشریح نباتات و حیوانات، کیمیا، عنصری کیمیائی تجربات، ... نظام شمسی، حیوانات و نباتات کی درجہ بندی، ... آفتاب کے داغ وغیرہ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ بتایا گیا ہے کہ مذکورہ بالا دریافتوں میں قدیم و جدید ... فیثاغورث، بطلیموس، ارسطو، جابر ابن حیان، موسیٰ، بیکن، کوپرنیکس، ... گلیلیو، ہربرٹ، بوائل، جیمس واٹ، فرینکلن، گلوانی، لاپلیس ... وغیرہ نے کیا کیا حصہ لیا تھا۔ مفید کتاب ہے۔ باتصویر قیمت ...

علوم طبیعیہ کی تاریخ (حصہ دوم) دریافت انیسویں صدی۔ اس مفید کتاب میں سیاروں، ... کے حالات، تعریف و تموج ... روشنی کا رنگ و رفتار، فوٹوگرافی، حرارت و قوت کے مسائل، بجلی، مقناطیس و حرارت کا تعلق، مسائل آفتاب کے داغ، گیس کے ذرات اور ان کی تحلیل، تجربہ ... کیمیاوی نسبت ... سے مرکبات، تبدیل صورت و تولید علم ... مسائل علم الارض و علم ترکیب، مجربات کے متعلق نہایت تفصیل اور تشریح کے ساتھ بحث کر کے تمام مسائل ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں انیسویں صدی کے تقریباً تمام سائنس دانوں مثل سر جان ہرشل، سر ولیم ہرشل، ہمفری ڈیوی، فیراڈے، ... ہیلمر، ڈارون وغیرہ کی مسائل مذکورہ میں محققانہ کوششوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ... ۱۲/

عجیب و غریب صدی۔ ... مصنفہ الفریڈ رسل ولس کا اردو ترجمہ۔ اس کتاب کو ... عجائب گھر کہنا چاہئے۔ اس میں وہ تمام باتیں بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہیں جو انیسویں صدی میں حکمت نے ایجاد ... نکالی ... روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا میں کئے ہیں وہ عالمانہ طور پر اس میں شرح ہیں۔ علاوہ بریں آتش فشاں ... اجرام فلکی، علم الارض ... کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہیں۔ حجم ... صفحے قیمت ۶/

سورج چاند تارے۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب جس میں چاند سورج، ستاروں، سیاروں، دمدار تاروں، ٹوٹنے والے تاروں کی زمین سے دوری، انکی وسعت، جسامت، باہمی تعلقات، گردش، کیفیت، اثرات، روشنی، حرارت، برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ زمین پر رہکر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیں۔ حجم ۳۰۰ صفحات قیمت صرف ۸/

حیات شمع۔ جس میں شمع کی لو، روشنی، شمع کے لئے ہوا کی ضرورت، شمع کے جلنے سے کون کون اشیاء پیدا ہوتی ہیں، شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت، کوئلہ، کوئلہ کی گیس، کاربونک ایسڈ، ہیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن و ماہیت وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ قیمت ... ۶/

پھولوں کی کہانی۔ جس میں پھول کے اعضا، افعال، خواص، بناوٹ، اصطلاحی نام، درجہ بندی، تولید، شادی بیاہ کرنے، انکا نئے پیدا کرنے ... وغیرہ کے مفصل اور دلچسپ حالات درج ہیں۔ باتصویر قیمت ... ۸/

ہوائی کرہ کے عجائبات۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے علمی تحقیقات کی خواہش اور شوق پیدا ہوگا۔ قیمت ... ۲/

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ کتاب کیا ہے، ایک عبرت کا دفتر ہے؛ یا یوں کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہوبہو مرقع، جس میں یہاں کی نہایت قدیم قوموں کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہے۔ نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیقی، حتی، بابلی، خالدی، اسوری، عرب، ایرانی، مصری، یہودی وغیرہ کے وہ تمام دلچسپ اور تاریخی حالات قلمبند کئے گئے ہیں جو تہذیب و شائستگی کا مسلمہ معیار سمجھے جاتے ہیں۔ قیمت ۴/

اصول پالٹیکس۔ تعریف نام سے ظاہر ہے۔ جو لوگ پالٹیکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، مناسب ہے کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھیں۔ قیمت ۸/

گورنمنٹ انگریزی کے اصول و طریق حکومت۔ اس کتاب میں انگلستان کا طرز حکومت، نظم و نسق، حقوق و فرائض و اختیارات، ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز، مجلس وزراء اور اس کے اصول، وزارت، دربار شاہی، پارلیمنٹ میں مجلس ... خواہی، پارلیمنٹ کی حکمرانی وغیرہ کے ... درج ہیں جن کا جاننا اہل ہند کیلئے ...

المشتہر ... کمپنی لکھنؤ

نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

مرقع پارلیمنٹ انگلستان۔ یہ کتاب مفید اور جدید معلومات کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ اس میں شاہ انگلستان کے اختیارات، بے اختیاری بادشاہ اور پارلیمنٹ کے حقوق، فرائض شاہی نیز پارلیمنٹ کی تاریخ و مباحث وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ قیمت ۸ر

قدما کی حکمت۔ لارڈ بیکن کی مشہور و معروف کتاب "وزڈم آف دی اینشینٹس" کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ۔ قیمت ۶ر

قدیم یونانیوں کا علم الاصنام۔ تعریف نام سے ظاہر ہے (بالتصویر)۔ قیمت ۱۲ر

میرے رہنے کا گھر۔ جسم انسانی کا حال (بالتصویر)۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

صفائی کی ضرورت۔ تعریف نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

الیڈ اور اڈیسے۔ یونان کے ملک الشعرا ہومر کی مشہور نظموں کا ترجمہ۔ الیڈ میں یونانیوں کے ایشیا سے کوچک کی مشہور جنگ اور اس کی بربادی کے حالات اور اکلیس وغیرہ یونان کے کارناموں کا ذکر ہے۔ اڈیسے میں ایک یونانی بادشاہ یولیسس کے سفر و سیاحت اور مصائب کے حالات ہیں جنکو ہمارے عادت سے مشرقی قصوں کا ہمنا سمجھنا چاہیئے۔ شروع میں ہومر کی مختصر سوانح عمری بھی درج ہے۔ قیمت ۴

ورجل کی نظم اینیڈ۔ اس کتاب میں اٹلی کی مشہور و معروف تاریخی نظم اینیڈ کا قصہ درج ہے (بالتصویر)۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

کمالات افلاطون۔ تعریف نام سے ظاہر ہے۔ نہایت دلچسپ و قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

رہنمائے تعلیم۔ یہ کتاب نواب صاحب کی نہایت مفید اور بکار آمد کتاب "ہربرٹ اسپنسر ایجوکیشن" سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس میں تعلیم کے اصناف اور بہترین طریقوں پر بڑی خوبی اور جدت سے بحث کی گئی ہے۔ معلمین و متعلمین دونوں کے کام کی چیز ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

تاریخ مذہب۔ یہ کتاب مختلف انگریزی کتابوں سے تالیف کی گئی ہے۔ اس میں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال مندرج ہے۔ بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی، اسیری، مصری، چینی اور دیگر ممالک واقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ بھی درج ہے۔ قیمت ۸ر

تاریخ مصر قدیم۔ اس میں زمانہ قدیم کے مصریوں کے عروج و زوال کے اسباب، معرکہ آرائیاں و فتوحات، علوم و فنون، رسم و رواج، علم الاصنام اور دیگر مفید و دلچسپ اور عجیب و غریب حالات درج ہیں۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

تاریخ یونان۔ اس میں یونانیوں کے عروج و زوال کے اسباب، معرکہ آرائیاں اور فتوحات کے مفصل حالات درج ہیں۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

تاریخ روم۔ اس کتاب میں دولۃ الکبریٰ کے عروج و زوال اور طرز حکومت کا مفصل حال درج ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

ایک چینی سیاح کا سفرنامہ۔ ساتویں صدی عیسوی میں ایک چینی سیاح ہندوستان آیا تھا۔ یہ اسی کا سفرنامہ ہے۔ اس نے دیگر مقامات کے حالات کے علاوہ ہندوستان کا بھی حال لکھا ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴ر

مشاہیر عالم۔ دنیا میں جو مشہور اشخاص گذرے ہیں ان کا مختصر تذکرہ ہے۔ نہایت ہی مفید اور تعلیم بخش ہے۔ مطالعہ سے نوجوانوں میں ہمت اور رفاہ عام کے کاموں کی تحریک و شوق پیدا ہوگی۔ قیمت ۸ر

مشاہیر بہی خواہان بنی آدم۔ پندرہ ہمدردان بنی نوع انسان کی مختصر سوانح عمریوں کا نادر مجموعہ، جس کے مطالعہ سے ہر شخص حب انسانی سے بھر جاتا ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

طالبان حق۔ اس کتاب میں روم کے تین مشہور و معروف فلاسفروں یعنی سنیکا، اپکٹیٹس اور مارکس اوریلیس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہیں۔ نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۹ر

ناول و افسانے

آنیوالی قوم۔ ایک عجیب اور علمی ناول جس میں زیر زمین دنیا کی ایک قوم کے نہایت دلچسپ، مفید اور سبق آموز حالات درج ہیں۔ قیمت ۶ر

ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائڈ۔ یا دو جسم والا آدمی۔ یہ ایک ریاکار شخص کی زندگی کا عجیب و غریب مرقع اور ایک سبق آموز قصہ ہے۔ قیمت ۶ر

زرین ملک کی تلاش۔ چند نوجوانوں کے انگلستان سے جنوبی امریکہ تک کے سفر و مصائب اور ممالک جنوبی امریکہ کے باشندوں اور دیگر عجائبات کے حالات نہایت دلچسپ طور سے ناول کے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

مونگے کا جزیرہ۔ دریائی سفر کا نہایت مفید اور دلچسپ بیان۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ اس ناول میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کرکے دولت مند ہوگیا۔ نوجوانوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت جلد اول ۱۲ر جلد دوم ۱۲ر

جولیس کی کشمکش۔ نہایت دلچسپ اور پراثر ناول ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴ر



عبادت گزار

العصر

کرۂ قمر

(از ہز اکسلنسی راجہ رایان مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت بہادر جی سی آئی ای)

خدا اور بہت سے خصائل و عادات کے نیچر نے انسان کے کانشنس مین یہ بات پیدا کردی ہے کہ ہر متنفس کو کسی نہ کسی شے سے دلچسپی ہو۔ اسی دلچسپی اور رغبت کی انتہا کا نام عشق رکھا گیا ہے۔ اس سے ہر شخص واقف، اور ضرور کسی شے کا مشتاق ہے۔ چونکہ یہ ایک امر فطری تسلیم شدہ ہے، لہذا دیکھا گیا ہے کہ شیر خوار بچون کو چاند سے فطرۃً انس ہوتا ہے اور وہ اس کو "چندا ماموں" کے نام سے پکارتے ہین، اور اُن کے نزدیک چاند کا مرتبہ ماموں کے مرتبہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

چاند کو ہماری محبت کی قدر ہی نہین۔ وہ نہین جانتا کہ ہم اُسکو کس عزت اور توقیر کی نظر سے دیکھتے ہین، یا ہمارے دلو نمین اسکو کس قدر وقعت ہے۔ اُس کا پیارا چمکتا ہوا حسین مکھڑا اور اُس کا عالم افروز جمال ہماری آنکھون مین کھبا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن پر نہ صرف عالم طفولیت ہی مین والہ و شیدا تھے، بلکہ جیسے جیسے ہوش آتا گیا، اور ہر شے کی ماہیت سے واقف ہوکر ہم اسکی کُنہ کو پہنچتے گئے، مہتاب کے نظر فریب جمال کا ہمارے دیدہ و دل پر قبضہ ہوتا گیا، اور اسکی قدرتی روشنی نے اپنے خداداد مقناطیسی اثر سے ہمارے قلوب کو کھینچ لیا۔

ہم چاند کی ہلکی اور ٹھنڈی روشنی کو عامل روز یعنی آفتاب کی تیز روشنی پر ترجیح دیتے ہین، اور اُسکی تعریف و توصیف مین شاعرانہ حیثیت سے بہت کچھ مبالغہ کرتے ہین

[illegible] کو اکثر چاند ہی سے تشبیہ دیتے ہین، اور جہان کہین گھونگھٹ والی [illegible] آتا سنتے تو، ہان یہ کہتے ہین کہ چاند

نے ابر کے پردے مین اپنا منھ چھپا لیا ہے ابروے جاناں کو اگر ہلال باندھا تو روے جاناں کو بدر سے تشبیہ دی۔ غرض نثر اور نظم مین جہان کہین ایسا موقع ہوتا ہے تو چاند کا ذکر خیر ضرور آتا ہے۔

ہمارے دلون مین وہ خیالات ایک زمانہ تک جمے رہے جو ضعیف الاعتقاد مردون اور عورتون کی زبانی بچپن سے سنتے آئے تھے کہ "مہتاب مین کوئی بڑھیا عورت چرخہ کات رہی ہے" اور متفرق قسم کی مخلوق اس مین بستی ہے وغیرہ اِس کے اور بہت سی مہمل باتین کانون مین پڑی تھین، مگر جب علوم کی روشنی نے بڑھ کر ہمکو تاریکی سے نکالا، اور تحقیقات اور ایجادات نے آنکھ کو دوربین کی عینک لگا دی، اور علم ہیئت کے قابل مصنفون کی کتابین ہماری رفیق و ہمدم ہوئین، تو ہم پر صاف طور سے روشن ہو گیا کہ چاند مین نہ کوئی بڑھیا ہے نہ کوئی جان، بلکہ بہت بڑے بڑے آتش فشان پہاڑ اور ان کی نشانیان موجود ہین۔

اسکاٹ لینڈ اور اسکینڈینویا اور یورپ کے اور حصون مین یہ خیال ہے کہ چاند کا اثر قسمت پر پڑتا ہے۔ چینیون مین مشہور ہے کہ "مہتاب مین ایک خرگوش رہتا ہے اور اُس مین جو سایہ سا نظر آتا ہے اُسی خرگوش کا نشان ہے" بودھ مذہب والے بھی چاند مین متبرک خرگوش کا ہونا بتاتے ہین۔ پیسفک اوشن کے رہنے والون کا خیال ہے کہ "مہتاب مین ایک عورت رہتی ہے جو اس قصور پر وہان بھیجدی گئی ہے کہ چاند کا ملیدا اپنے بچون کو کھلانا چاہتی تھی"۔ مسٹر بکانن نے اسکینڈینویا کے اس قصے کو نظم کیا ہے کہ "دو لڑکے کنوین سے پانی بھر کر ڈول کو لکڑی مین لٹکائے ہوئے لا رہے تھے، مہتاب نے جل وکر پانی چرا لیا" یہود یون ... ہے کہ کرۂ قمر مین حضرت یعقوبؑ رہتے ہین۔ اہل اطالیہ کہتے ہین کہ قابیل ایک کتے اور کانٹے کے درخت کے ساتھ مہتاب مین رہتا ہے، اس کا ذکر ڈانٹی شاعر نے اپنی کتاب مین کیا ہے۔ لانگ فیلو کے پڑھنے والے جانتے ہین کہ اچھی نکومس نے ہوتھا کو کیا جواب دیا تھا جب اُس سے مہتاب کے بارے مین پوچھا گیا: "ایک بار ایک جیالے جوت آدمی نے غصے کی حالت مین اپنی نانی کو پکڑا اور آدھی رات کے وقت اوپر کو ٹھیک چاند کی سمت پھینکدیا یہ اُسی کا جسم ہے جو مہتاب مین نظر آتا ہے!"

سچ تو یہ ہے کہ جن بزرگون نے یہ عجیب قصے چاند کی نسبت تراشے ہین، اُنکی سب کی ہانک سن کر حیرت مین جل بھن جاتے ہین۔ اس بدیان کی بھی کوئی حد ہے! مگر ہزار ہزار شکر ہے کہ زمانہ حال کی تحقیقات نے ان تمام قصون کو بے بنیاد ثابت کر کے اصلی واقعات کا آئینہ بے زنگ دکھا دیا۔

مہتاب کا نقشہ دیکھئے تو اس مین آتش فشان پہاڑون اور بکثرت سمندرون کے نشانات پائے جاتے ہین۔ مگر پانی کا کہین نام نہین۔ مہتاب مین رہ کر ستارون کو دن کے وقت دیکھ سکتے ہین۔ کیونکہ وہان نہ ہوا ہے، نہ ابر، نہ پانی، ایسے سنسان مقام سے زمین اور ستارون کی وضع قطع بہت ہی خوبصورت اور شاندار معلوم ہوگی۔

مہتاب مین آبادی نہین ہے بہت بڑا ریگستان ہے اور سطح بالکل ناہموار۔ ناہمواری کی دلیل یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی بعض حصون مین جلد اور بعض حصون مین دیر کے بعد نظر آتی ہے۔ وہان نہ کسی قسم کی سبزی ہے اور نہ کہین رطوبت کا اثر ہے سناٹا اور خوفناک خاموشی ہر جگہ پائی جاتی ہے۔

پانی مین بہت بڑی قوت ہے کہ اِسکے ذریعہ سے زمین کی

سطح میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں جہاں میدان تھا، وہاں ایک زمانہ کے بعد دیکھئے تو بڑے بڑے دریا سمندر کی طرح موجزن نظر آتے ہیں۔ مگر مہتاب کی یہ حالت نہیں؛ وہاں نہ رطوبت ہے، نہ جھیل، نہ پانی۔

ہوا نہ ہونے سے گمان کیا جا سکتا ہے کہ مہتاب کبھی خوفناک گرم اور کبھی خوفناک سرد ہو جاتا ہوگا؛ اور اگر وہاں کسی قسم کی بھی ہوا ہے تو گرمی اور سردی کی سختی میں کمی ہوگی۔

اس کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ (۲۱۶۰) میل کے قریب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس میں کشش کی قوت بہ نسبت زمین کے بہت کم ہے اس کا فصل ہم سے دو لاکھ ۴۰ ہزار ۳۰ میل ہے مہتاب کا نقشہ دیکھئے تو سمندر کے نشانات اور آتش فشان پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں گی۔ پہاڑوں کا سلسلہ صدہا میل تک پھیلا ہوا ہے، اور اسکی بلندی تیس ۳۰ ہزار فٹ اور بعض جگہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ ایک بہت بڑا صحرا جس کا نام "پرکلیس" ہے پچاس میل سے زیادہ چوڑا ہے۔

لاکر کا بیان ہے کہ "مہتاب کو بے پانی کی دنیا خیال کرو نہ وہاں برف ہے نہ بدلی، اور نہ کہین نباتات کا نشان پایا جاتا ہے۔ وہ ایک ایسی دنیا ہے جہاں کسی قسم کی آواز سنی نہیں جاتی"

مہتاب میں سمندر ہیں کہ نہیں؟ اس کے متعلق بہت بحث رہی لیکن متاخرین بہت زور دیکر خشک سمندر کی تصدیق اور مسٹر لاکر کے قول کی تائید کرتے ہیں۔ ان میں سے چند سمندروں کے نام یہ ہیں۔ کلاویس ٹوکو۔ پلیٹو۔ کپلر۔ کوپر۔ برشل۔ ہلی کال۔ ڈیٹا اینک۔ کوڈن۔

جدید تحقیقات ہم پر ثابت کر رہی ہے کہ مہتاب علاوہ اسکے کہ وہ اپنے ایکسس پر گھومتا ہے، کرۂ ارض کے گرد بھی گردش کرتا ہے اور نظام شمسی کے پورے تحت میں ہے۔ اس کا ایک دور زمین کے چاروں طرف ۲۷ دن ۷ گھنٹہ ۴۳ منٹ ۱۱۴۶۱ سکنڈ میں پورا ہوتا ہے۔ چونکہ دونوں حرکتوں میں ٹھیک وقت کی ایک ہی مقدار صرف ہوتی ہے اس لئے ہم عام طور پر مہتاب کی ایک ہی سطح کو دیکھتے ہیں۔ یہ حرکت حصہ وسط کی لابیریشن کہلاتی ہے اور یہ ایک نظری اثر ہے بوجہ اس کے کہ اسکے خط استوا اور آربٹ کا ایکلیپٹک کی طرف جھکاؤ غیر مساوی ہے۔

پورب: زبان کے لحاظ سے

پوربی | جس طرح اہل دہلی لکھنؤ والوں کو پوربی کہتے ہیں انہیں کی دیکھا دیکھی اہل لکھنؤ بھی ادھر والوں کو پوربی کہتے ہیں۔ اگر یہ لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال کیا جائے تو کوئی شکایت کی جگہ نہیں ہے کیونکہ پورب سے پورب کا رہنے والا بھی اپنے مشرقی حصہ کے رہنے والوں کو پوربی کہنے کا حق رکھتا ہے۔ مگر بعض حضرات خصوص وہ لوگ جن کو شاعری اور زبان سے تعلق ہے، یہ کلمہ بہ نظر تحقیر و طنز استعمال کرتے ہیں۔ ایسے حضرات جن کو پورب والوں کا تجربہ نہیں ہے اگر بہ نظر تحقیر یہ کلمہ عام طور پر استعمال کریں تو بھی قابل گرفت نہیں ہے لطف یہ ہے کہ ویسے خاص خاص لوگ بھی جو کسی قدر پورب والوں سے آگاہ ہو چکے ہیں بطور طنز اس کلمہ کو زبان پر لایا کرتے ہیں۔ اہل انگلستان، اگر ہم ... ن کو دیسی یا نیٹو یا کالا لوگ

کہتے ہیں تو ہم کو چڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اگرچہ جب اُن میں سے اکثروں نے تحقیراً ہمیں یہ خطاب دیا تو خواہی نخواہی ہم پہ گران ہوا۔

بہار کی جغرافیائی حالت ہم کو پورب کے اور کسی حصہ سے چندان بحث نہیں ہے البتہ جو کچھ بحث ہے وہ صوبہ بہار سے ہے جہان کی جغرافیائی اور تاریخی حالت سے واقف کا خوب آگاہ ہین۔ صوبہ بہار بدقسمتی سے از ابتدائے سنہ [illegible] ہجری لغایت سنہ [illegible]ھ ایک سو اکانوے برس تک صوبہ بنگال کا ماتحت رہ گیا ورنہ اس کی جغرافیائی حالت کسی طرح سے مقتضی نہ تھی کہ یہ صوبہ بنگال کے پائے نام کیا جاتا۔ اگر اودھ یا صوبہ الہ آباد سے ضم کر دیا جاتا تو کچھ بھی غیر مناسب نہ ہوتا۔ تاریخ دانوں سے مخفی نہین ہے کہ یہ صوبہ مستقل رہتا آیا ہے۔ اُس پُرانے زمانہ کو چھوڑیئے جبکہ یہان کے بعض راجاؤن اور بعض مسلمان فرمانرواؤن نے اپنی عالی ہمتی سے سارے ہندوستان کو اپنے قبضہ مین کر لیا تھا اور اُن مسلمان سلاطین کو بھی جانے دیجئے جو سیکڑون برس تک یہان کے مستقل حکمران رہے اور دہلی کا ربقہ اطاعت گلے مین نہ ڈالا۔ شاہنشاہ اکبر کے زمانہ سے شروع کیجئے جس کی سلطنت مہذب اور بقدر حال پابند اخلاق تھی جب اس خوش نام شاہنشاہ نے داؤد خان سے اس صوبہ کو منتزع کر لیا اور ہندوستان کے ہر حصہ ملک کے حدود راجہ ٹوڈرمل نے بہ حیثیت فصل و پیداوار و صورت و سیرت و زبان وغیرہ وغیرہ کے قائم کئے اور ہر حصہ کو صوبہ قرار دیکر اس کی حکمرانی ایک خاص شخص کے متعلق ٹھہرائی گئی تب سے صوبہ بہار ہمیشہ ایک صو[...]دار کے زیر حکومت رہا جس کے ماتحت چند فوجدار قرا[...] کئے جو صوبہ کے متعلق بڑے بڑے قصبون مین حکمرانی [...]ن فوجدارون کے زیر حکم جو حصہ تھا وہ سرکار کہلاتا تھا مثلاً سرکار بھاگلپور، سرکار مونگیر، سرکار سارن، سرکار چمپارن، صوبہ دار جن کے ماتحت یہ کل سرکارین اور ان کے فرمان روا فوجدار تھے سب کا دار الحکومت پٹنہ تھا۔

اخلاقی، مالی، علمی حالت پٹنہ کو بسبب اپنی تاریخی شہرت و قدامت اور نیز بسبب اس کے کہ یہ شہر مدت دراز تک راجہ و سلاطین کا تخت گاہ تھا یہان کی اخلاقی حالت کو دوسری جگہ سے ایک امتیاز خاص تھا۔ کیونکہ اگر بہ حیثیت ملکی زبان کے لیجئے تو پالی پراکرت زبان کا جو اپنی شیرینی و فصاحت مین مشہور اور مذہبی وعظ اس کے با اثر اور ادبی کتابین اُسکی قابل ہر گونہ مدح و ثنا ہین یہی صوبہ بہار جنم بھوم اور یہی پٹنہ مرکز رہا ہے۔ اگر بحیثیت مذہبی اخلاق کے لیجئے تو اُن بڑے بڑے دیوتاؤن کو مستثنےٰ کر کے جن کے اخلاقی کارنامے کتابون مین مندرج ہین، خود مہاتما بدھ نے یہین نشو و نما حاصل کی جن کے اخلاقی و مذہبی مسائل کے کلمہ گو دنیا مین آج بھی ایک ثلث کے قریب پھیلے ہوئے ہین۔ اگر بہ حیثیت دولت و زر و مال دیکھئے تو فاہیان نامے جاتری کے سفر نامے کو ملاحظہ کیجئے۔ وہ کہتا ہے کہ "مین بودھ راجاؤن کے زمانہ مین اتفاق سے عین رتھ جاترا کے دن پٹنہ مین داخل ہوا تو مین نے بہت سی رتھین خالص ٹھوس سونے کی دیکھین جن مین جواہرات کے دیوتاؤن کی مورتین بے قیاس قیمت کی تھین"۔ اس بیان سے اور نیز اور تاریخی بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ اتنی دولت شاید ہی ہندوستان مین کسی اور جگہ ہو۔ اگر بحیثیت علم و کمال کے دیکھئے تو بہار اس کا نام ہے جس کے معنی دار العلوم دین کے ہین۔ فقط یہی نہین کہ نام ہی نام ہو فی الواقع مدت دراز تک راج گیر مین سنسکرت کا ایک ایسا دار العلم تھا جہان کل علوم پڑھائے جاتے تھے جب تک اس دار العلم سے کوئی سند حاصل

ذکر لینا تھا لایق اعتبار نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس دار العلم کے تفصیلی حالات بیان کرنے مین طوالت ہوگی اسلیئے ہم نے بالاختصار اس ذکر دیا۔ نہ فقط ہندوؤن کے عہد تک اس صوبہ کو یہ شرف نمایان حاصل رہا بلکہ مسلمانون کے زمانہ مین بھی علوم عربی کے بڑے بڑے کامل یہان کی خاک سے پیدا ہوئے ہین جنکی تصنیفین قدیم علوم مین آج بھی مایۂ فخر ہین۔ شاہی خاندان مین شاہزادیون کے پڑھانے کے لئے خاص کر صوبہ بہار ہی کے اہل علم منتخب ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ساتھ اس علم کے انکی دیانت بھی شہرۂ آفاق تھی۔ چنانچہ اورنگ زیب کا قول مشہور ہے کہ خدا کشمیر کو آباد رکھے اور صوبۂ بہار ویران ہوجائے مطلب یہ کہ کشمیر اگر آباد رہے گا تو وہان کے لوگ تلاش روزگار کے لئے وہان سے نہ نکلین گے اور انکی بداخلاقیان دوسرے ملکون مین نہ پھیل سکین گی اور اگر صوبہ بہار ویران ہوجائے گا تو وہان کی خلقت دوسرے ملکون مین پھیلکر اپنے عمدہ اخلاق پھیلاسے گی۔

تعلقات دہلی مسلمانون کے عہد مین اس صوبہ کے مردم خیز ہونے کی ایک وجہ خاص یہ بھی تھی کہ شاہنشاہ اکبر کے قبل جن افغانون کی سیکڑون برس سے یہان حکومت تھی انہون نے قریب قریب کل آراضیات و مواضعات کو اپنے قبضہ مین کر کے اسکو خالصہ بنا رکھا تھا جب اکبر نے فتح پائی تو راجہ ٹوڈرمل اور منعم خان نے بہت کوشش کی کہ سلطنت یا امرا نے جن مواضعات کو بہ ظلم و ستم غصب کر لیا ہے اگر اس کے اصل مالک مع سند حاضر آئین تو اُن کے حوالہ کیا جائے۔ جب کامیاب نہ ہوسکے تو ان تمام مواضعات و آراضی کو ملک سلطنت اور خالصہ کر لیا۔ پھر سلطنت کی طرف سے جن جن امرا و صاحبان علم و کمال و جان نثاران سلطنت یا فقرا کو بطور آل تمغا یا جاگیر یا مدد معاش مواضعات عطا ہوئے وہ صوبہ بہار ہی مین دیئے گئے۔ اسوقت یہان کی آراضی اور خوبی آب و ہوا ضرب المثل تھی۔ وہ تمام لوگ رفتہ رفتہ پٹنہ ہی مین آبسے اور ظاہر ہے کہ جو ایسے لوگ تھے وہ ہر طرح منتخب ہی تھے۔ زیادہ تر یہان انھین کی اولاد پھیلی۔ تب سے یہ سلسلہ انعام پانے والون کا شاہ عالم کے اوائل عہد تک قائم رہا۔ نواب سیف خان بانی مسجد و مدرسہ اور امیر الامرا نواب شائستہ خان جب یہان کے صوبہ دار تھے تو ان کے ہمراہ سیکڑون شاگرد پیشہ دہلی سے یہان آکر مقیم ہوگئے۔ پھر جب اورنگ زیب کا باہمت پوتا عظیم الشان یہان کا صوبہ دار مقرر ہوکر آیا تو اُس نے یہ مصمم قصد کر لیا تھا کہ ہر اعتبار سے اس شہر کو مثل دار السلطنت دہلی کے بنا کر چھوڑے چنانچہ اپنی سات برس کی حکومت مین پیشہ درون تک کو دہلی سے بلا کر یہان ساکن کر دیا۔ قریب قریب پانچسو پیشہ ور اسکے زمانہ مین دہلی سے یہان آئے پھر جب اورنگ زیب کی بیماری سنی بہ اضطرار تمام اس شاہزادے کو یہان سے جانا پڑا تو اکثر شاگرد پیشہ اور اکثر پیشہ ور اس کے اُردو کے ساتھ چلے گئے اور بعد کو جب یہان سے سلطان فرخ سیر نے معز الدین جہاندار شاہ پر چڑھائی کی تو بہت سا حصہ ان مین کا فرخ سیر کے ہمراہ چلا گیا۔

خلاصہ میری اس طول بیانی کا یہ ہے کہ صوبہ بہار اور پٹنہ مین اسوقت بھی جتنے ممتازین و شرفا ہین زیادہ تر انھین امرا و شرفا و اہل کمال کی نسل سے ہین جو دہلی یا آگرہ سے آکر یہان قیام گزین ہوئے تھے۔ ان مین بھی حسب ذیل طبقات ہین:۔

(۱) ایسے خاندان [illegible] وقت تک بہ سبب کثرت تمول کے باوجود استبداد و تقسیم [illegible] بھی کسی قدر خوش حال رہے اور برابر پٹنہ ہی مین [illegible]

(۲) ایسے خاندان جنھون نے اطراف و دیہات مین قیام اختیار کیا۔

(۳) مذکورہ بالا خاندانون مین ایسے خاندان جن مین علمی مشاغل قائم رہے ان کی بھی دو قسمین ہین:

(الف) ویسے خاندان جن کو عربی علوم کے مشاغل برابر رہے مگر ادبیات اور زبان دانی خاص کر اردو کی زبان دانی و ادبیات سے سروکار نہ رہا۔

(ب) ویسے خاندان جو کئی پشتون سے خاص شہر مین قیام گزین رہے اور زبان اردو کے ادبیات سے ان کو برابر دلچسپی رہی اور دہلی و لکھنو کے فصحا اور زبان دانون سے برابر موقع تبادلۂ خیالات کا ان کو رہا۔

زبان | چالیس برس ادھر پٹنہ شہر کے قریب قریب کل روسا و شرفا اسی آخر الذکر طبقے مین تھے۔ نہ فقط انکی تحریرون کو امتیاز خاص حاصل تھا بلکہ ان کا روزمرہ اور انکی فصیح تقریر بھی بہت کچھ امتیاز رکھتی تھی۔ وہ لوگ اپنی جگہ خود ایسے زبان دان تھے جنکو مطلق یہ احتیاج نہ تھی کہ وہ دہلی یا لکھنو کی تقلید کرین جہان تک مین جانتا ہون ان کے روزمرے اور زبان اور ان کا ملکہ خود ایسا تھا کہ فصحائے دہلی و لکھنو سے کسی قسم کا فرق ہی نہ تھا۔ البتہ بعض بعض باتون مین اگر فرق بھی تھا تو صرف اسی قدر جیسا اکثر فصحا کے طبقہ کے آپس مین ہوا کرتا ہے۔

جس زمانہ مین میر انیس مغفور اس شہر مین آئے ہین جس کو چالیس برس ہوے یہان ایسے ایسے فصحا اور سخن شناس زندہ تھے کہ خود میر انیس کو آخر میر فرمانا پڑا کہ بات صاف یہ ہے کہ "خلاف امید یہان ایسے ایسے زبان... اور سخن سنج پائے کہ پورا پورا لکھنو کا لطف حاصل ہوتا ہے" (ان کے صاحبزادے)

بیان کرتے تھے کہ جب میر صاحب حیدرآباد دکن گئے وہان بھی برابر عظیم آباد کو یاد کرتے تھے کہ "مین نے وہان والون کے برابر سخن سنجی و زبان دانی دبعد لکھنو کے) اور کہین کے لوگ نہ پائے"

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس طبقہ کے باقی ماندہ لوگ اگرچہ اب اقل قلیل ہین مگر معدوم نہین ہین ان ایسون کی شان مین محض چند اصطلاحون کے فرق کے سبب سے طنز کرنا یا حقارت آمیز کلمہ استعمال کرنا نرا تعصب اور بے انصافی ہے کہ نہین؟۔

باون برس ہوے ایک مشاق اور پرانے شاعر نے (جو دہلی یا لکھنو وغیرہ کے نہ تھے مگر زبان دانی اُن کا ادعا تھا) ایک مخمس اور ایک مسدس نظم کیا۔ پٹنہ کے ایک شاعر نے قریب قریب ایک سو لفظون پر دوستانہ ایراد کیا۔ ان لفظون مین اکثر ویسے محاورے اور الفاظ تھے جن کو فصحا استعمال نہین کرتے اور بعض الفاظ مبتذل و بازاری تھے۔ چونکہ صاحب کلام مدعی زبان دانی تھے بگڑ گئے اور کہا کہ آپ غلط کہتے ہین۔ اُن غریب نے ایک استفتا لکھ کر یہان کے مشاہیر سے اس پر دستخط کروائے جب صاحب کلام کو استفتا دکھایا گیا تو بڑے غیظ و غضب مین آکر بولے کہ ہم پٹنہ والون کو نہین مانتے۔ لکھنو و دہلی کے فصحا یون ہی استعمال کرتے ہین جسطرح مین نے استعمال کیا ہے۔ یہ سن کر مین نے وہ استفتا مرحوم مغفور سید آغا حسن صاحب لطافت ابن مرحوم میر امانت کے پاس بھیج دیا۔ وہ مرحوم راقم کے حال پر بہت مہربان تھے اور چند مدت سے آپس مین رسم نامہ و پیام بھی جاری تھا۔ مرحوم اس زمانہ مین کانپور مین مقیم اور جناب مفتی عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ سے مختصر معانی پڑھتے تھے۔ جنھن میری وجہ سے وہ مرحوم استفتا لیکر لکھنو گئے وہان کے مشاہیر مثلاً اسیر مرحوم نواب مرزا شوق مرحوم مرزا دبیر شیخ فضل احمد کیف وغیرہ وغیرہ آٹھ دس بزرگون سے

دستخط کروائے۔ سب نے وہی لکھا جو پٹنہ کے فصحا کے وقت نے لکھا تھا منجملہ ایرادوں کے ایک لفظ "گیت" کا بھی تھا جسکو اُن حضرت نے مونث استعمال کیا تھا اور خاصکر اس پر اصرار تھا کہ دہلی والے مونث بولتے ہین۔ راقم نے بذریعہ خط کے مرزا غالب مرحوم سے پوچھا اس کے جواب مین اُن مرحوم نے جو کچھ لکھا وہ یہ ہے "گیت ہم وزن صیت کہ معمولی سرودسرایان ہند دست فصحا مذکرش خوانند" اگر میری یادمین غلطی نہو تو اس استفتا مین دو سو لفظون سے کم نہ تھے جن پر وہان کے بزرگون نے یہان والون سے اتفاق رائے کیا تھا۔ البتہ آسیر مرحوم نے برخلاف اورون کے دو لفظون مین اختلاف کیا تھا۔ آخر مین میرے اصرار کے سبب سے لطافت مرحوم مجبور ہوئے اور استفتا کو لیکر میر انیس مغفور کے پاس گئے۔ میر صاحب کو اس قسم کی باتون سے چندان دلچسپی نہ تھی۔ مگر جب لطافت مرحوم نے قصہ بیان کرکے میرا نام لیا تو متوجہ ہوگئے اور پڑھوا کر سنا اور فرمایا کہ سب درست ہے۔ ایس اس سے زیادہ اور کیا لکھے گا۔ اسے بھی عظیم آباد والون مین سب بڑے ٹکسالی لوگ ہین ؛

مگر مین نے جو کچھ لکھا یہ باتین پچاس برس اُدھر کی ہین۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے چند ہی دنون مین وہ طبقہ معدوم ہوتا چلا اور چونکہ یہان عوام زیادہ اور خاص خصوصاً اس طبقہ کے لوگ جن کی زبان کو ہم نے صحیح السند مانا ہے بہت کم تھے بھی اور اقل قلیل باقی رہ گئے اُس پر مختلف طبقات والون کی طرح بات چیت کرنے لگے حتے کہ مذکر و مونث واحد و جمع کا امتیاز بھی جاتا رہا مزید برآن لہجون مین ایک طرح کی سختی و کرختگی آگئی۔ یہ تو ہر طرح ظاہر ہے کہ صوبۂ بہار کی مادری زبان اُردو ہے۔ گنوار سا گنوار بھی بجز اُردو کے کوئی دوسری زبان جانتا اور بولتا نہین ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ یہان والے انگریزی یا فارسی عربی یا بھاکھا وسنسکرت سے بالکل بے بہرہ ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح پنجاب یا بنگال یا بعض حصص راجپوتانہ مین اصل مادری زبان پنجابی و بنگلہ و گجراتی وغیرہ ہے اسطور پر یہان کوئی دوسری زبان مادری نہین ہے۔ اُس طبقہ کے لوگ بھی جو اپنے آپ کو اُردو زبان کا مخالف سمجھے ہوئے ہین اور عادۃً یا قصداً زیادہ تر بھاکا وسنسکرت کے ٹھیٹ الفاظ استعمال کیا کرتے ہین وہ بھی اُردو ہی کے بولنے پر مجبور ہین۔ یہ عمومیت اُردو کی فقط دہلی سے لیکر صوبہ بہار تک ہے۔ مین نے خود دیکھا ہے کہ دہلی سے جب آگے بڑھئے تو اُردو مین پنجابی کی بھرمار شروع ہوجاتی ہے۔ پانی پت دہلی سے کچھ بہت دور نہین ہے حالانکہ وہان کے شرفا فصیح اُردو بولتے ہین مگر عوام کی زبان اور لہجے سب بدلے ہوئے ہین۔ یہ حالت نہ ممالک متحدہ کے عوام کی ہے نہ صوبہ بہار کی۔ صوبۂ بہار کے شرفا کی زبان مین دفعتہً یہ تغیر ایسا نمایان ہوگیا کہ مخالفین اُردو خصوصاً ہمارے دوست منشی سوہن لال سابق ڈپٹی انسپکٹر اسکول ہائے بہار نے جنکی کوشش سے صوبہ بہار مین بجائے اُردو حروف و املا کے ناگری وہندی جاری ہوگئی، بڑے شد و مد سے کمیٹی مین اسبات کی کوشش کیا کہ چونکہ صوبہ بہار کی زبان ہندی آمیز بھاکا ہے، تھوڑے سے مسلمان اُردو بولتے ہین مگر نحو و صرف سے غلط، اس لئے سررشتہ تعلیم کی کتابین ایسی بھاکھا آمیز ہندی مین لکھی جائین۔ مگر الحمد للہ کہ یہ کوشش انکی چونکہ غلط بنیاد پر تھی ناکامیاب رہی۔ مین قبول کرتا ہون کہ پچیس تیس برس تک یہان کے شرفا کو اس طرف توجہ نہ ہوئی جسطرح آئینہ پر گرد پڑجاتی ہے اتنے زمانہ تک یہان کی زبان مین افسوسناک تغیر رہا گو دفعتہ یہان کے شرفا خصوص اہل قلم ان مین بھی ؛ ۔۔۔ نوجوان جونکے اور اُس

گرد کو جو محض عارضی تھی صاف کرنا شروع کیا۔

کملائے بہار یہ صوبہ ہمیشہ سے دو باتون مین بدنام رہا اور حقیقت مین بھی یہ عیب یہان بہت ہے۔ اوّل یہ کہ خود یہان والون کو یہان کے باکمالون کی قدر نہین ہے۔ پھر جب ایسی ناقدری وذہول ہے تو اس کے مفاسد ظاہر ہین۔ دوسرے خود یہانکے باکمالون مین ہمیشہ سے یہ عیب رہا کہ باینکہ جس فن مین اُنکو ایسی تکمیل تھی کہ شاید وہ منفرد تھے یا غفلت سے یا اس خیال سے یا اور رون کی طرح کم مائگی کے ساتھ بھی نام ونمود حاصل کرنے کی کراہت سے کوئی تصنیف ایسی نہ چھوڑی کہ بعد کے آنے والون کے لئے چراغ راہ ہوتی۔ اگر بعض عالی ہمت کملانے، جہانتک مین جانتا ہون، مختلف فنون مین تصنیفین بھی کین تو اہل وطن کی اُسی ناقدرشناسی کی بدولت اُن قابل فخر تصنیفون کے اوراق سے بنیون نے پڑیان باندھین۔ مولانا آغا محمد عظیم آبادی کو کچھ بہت زمانہ نہین گزرا وہ ریاضی مین اپنے بے مثل ویکتا تھے کہ بہت سے مفید آلات ایجاد کئے۔ اکثر انگریز پروفیسرون نے اُنکا امتحان لیکر ان سے ریاضی پڑھنی شروع کی۔ اُن کے شاگردون مین منگون نامی ایک گھڑی ساز تھا جس نے ایک دھرم گھڑی مین سولہ یا سترہ فواید اضافہ کئے۔ اس گھڑی مین جنتری عیسوی وہجری وسمبت وہندی چاند گہن سورج گہن تفاوت درجات بلاد آندھی پانی گرمی سردی سب بیرومیٹر اور خدا جانے کتنے اوصاف تھے۔ مولانا کی پانچ چھ تصنیفین خاص اس فن مین تھین۔ مولانا رستم علی ومولانا اشرف حسین۔ مولوی ابوالحسن منطقی وغیرہ وغیرہ کس کس کے نام لون۔ یہ وہ بزرگ تھے جن کی زیارت مجھے نصیب ہوئی۔ ان سب بزرگون کی تصنیفین خاک مین مل گئین۔ شعرا کے ہین اُنھین کے نام لیتا ہون جن کو مین نے دیکھا اور کم عمری کے زمانہ مین انکی صحبتین اٹھائین

مرزا غلام حسین قمر صاحب دیوان انھین مرحوم کا یہ شعر قابل لحاظ ہے ؎

قمر جو روزمرہ اپنا ہے کافی ہو وہ ہمکو زبان مادری مین غیر کی تقلید کیا معنی

نواب سید مہدی علی خان مہدوی صاحب دیوان۔ سید شاہ وجہ اللہ مرحوم فرحت صاحب دیوان۔ حضرت عشق سجادہ نشین تکیہ شاہ گھسیٹا۔ ارشد تلامذہ شیخ غلام علی راسخ جن کا مطلع ہے ؎

جو گرفتار ہین ٹھکانے کے نہ کہین آنے کے نہ جانے کے

یہ شعر بھی اسی غزل کا ہے ؎

کعبہ و دیر سے فراغت ہی تیرے قربان آستانے کے

یہ بزرگ صاحب دیوان تھے مگر میری یاد سے پہلے گزرے ہین۔ میرے بلند پایہ اُستاد حضرت فریاد رحمہ اللہ۔ حضرت کے اُردو وفارسی دونون دیوان تھے ایک صاحب کو نقل کرنے کو دیا اور خود کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہان چالیس برس تک قیام رہا۔ حضرت ناقل سے ہزار ہزار مانگا مگر انھون نے یہ کہا کہ چوری گیا۔ خاموشی اختیار کرلی۔ بعد کو جب ایسے لوگ نہ رہے جنھون نے بکرات ومرات وہ غزلین مشاعرون یا صحبتون مین سنی تھین تو بے تکلف اپنے نام سے پڑھا کرتے تھے۔ اُستاد مرحوم کی بےنفسی ملاحظہ ہو کہ پھر کبھی یہ بھی نہ کہا کہ فلان غزل یا شعر میرا ہے۔ مرزا امان علی ذبیح صاحب دیوان اگرچہ یہ بزرگ مذکورہ بالا حضرات کے ہم پایہ نہون مگر جوانی کے زمانہ مین لکھنؤ گئے۔ آتش وناسخ کے ہم طرح رہے۔ ایک شعر پر آتش مرحوم نے گلے سے لگا لیا۔ بابو مہدی بخش تسلیم صاحب دیوان بہت وقت پسند اور طبیعت دار ذی علم شخص تھے۔ ناسخ مرحوم کا زمانہ تھا اسی طرز مین یہ بھی کہتے

[illegible] ان کو یہ ہوا تھا کہ اس طرز مین ناسخ سے مین اچھا ہون مستحکم قصد تھا کہ لکھنؤ جا کر ناسخ کے مشاعرون مین شریک ہون گا۔ اتنے مین ناسخ جنت نصیب ہوگئے یہ سن کر رو دیا اور کہا کہ اب شعر کہنے کا مزا نہ رہا اور پھر شعر نہ کہا متفرق شعر تو ان کے سنے تھے مگر پوری پوری غزلین نہ دیکھی تھین۔ مجھکو اشتیاق تھا کہ ان کا دیوان دیکھتا مگر کہان نصیب حسن اتفاق کہ مکرمی مولوی خدا بخش خان بہادر سی آئی ای مرحوم ایک دن میرے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے لیئے ایک تحفہ لایا ہون۔ اب جو دیکھا تو تسلیم کی غزلون کے مسودے ایک مجلد مین ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین مین پھڑک گیا۔ ہر چند چاہا کہ کچھ دنون پاس رکھون ان مرحوم نے ایک دن سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہ دی۔ لاعلاج دیکھ کر حوالہ کر دیا مجھکو یقین ہے کہ وہ مسودہ پبلک لیبریری مین محفوظ ہے۔

خلاصہ اس بیان کا یہ ہے کہ جب ہمارے ذی علم با ہمت ہموطن جوانون کو اردو زبان دانی و ادب کی ترقی کا شوق پیدا ہوا تو خود ان کے گھر مین وہ دولت موجود نہ تھی۔ انہون نے یہ گمان کیا کہ شاید ہمیشہ سے ہمارے وطن کا یہی حال ہے۔ اب بجز اس کے کہ غیرون کی تقلید کرین اور جا و بیجا تصرفات کر کے نئی بات کی جھلک دکھائین اور نہایت ہی کم علمون کے سامنے سر تسلیم خم کرین چارہ کیا ہے۔ خدا بھلا کرے مرزا فرحت[1] حسین مرحوم کا انہون نے شیخ غلام علی راسخ کا قلمی دیوان جو اتفاق سے میرے پاس انھین کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا مجھ سے لیکر چھپوا دیا راسخ مرحوم میر تقی و سودا کے زمانے کے تھے۔ ظاہر ہے کہ انکے بعد کے جو باکمال یہان ہوئے انہون نے نمایان طور پر زبان کو ترقی دی تھی مگر ان کے دیوان اور تصنیفین سب نایاب ہین۔ کہان تک ایک اس بیچارے دیوان سے کام چلے ہنوز زبان کی فصاحت کا اتنا ملکہ راسخہ بھی نہین ہے کہ صاف کہدین کہ ہم اپنی زبان آپ بولتے ہین تاکہ محل ایراد باقی نہ رہے۔ ان کی اس مجبوری کی لپیٹ مین بعض ایسے لوگ بھی زبردستی آگئے ہین جنکو تقلید کی ضرورت نہین ہے۔ اگر میرے اس بیان سے کسی کو یہ بدگمانی ہو کہ مین اپنی جگہ خود کو ایسا صاحب زبان جانتا ہون تو یہ صحیح نہین ہے بلکہ میری دانست مین یہان ایسے بڑے زبان دان اب بھی ہین کہ اگر ان کے کلام افراط سے بڑے بڑے زبان دانون کے کلام مین ملا دیئے جائین تو صاحب زبانون کو فرق کرنا غیر ممکن ہو۔ بلاشبہ بعض بعض محاورون اور بعض اسما مین فرق ضرور ہوگا مگر اس فرق سے جو لازمی اور مستحسن ہے اُن کو غیر مستند سمجھ لینا ایک عجیب افسوس ناک خیال ہے۔

تقلید یہ وہ زمانہ ہے کہ باانیکہ پنجاب کی مستقل مادری زبان پنجابی اور اردو تازہ وارد ہے مگر وہان کے عالی ہمتون نے کس سرعت کے ساتھ ترقی کر لی۔ مین نے وہان کے بعض پرچون مین یہ بھی دیکھا کہ وہ خود کو حلقۂ تقلید سے باہر نکال رہے ہین۔ اور کچھ شک نہین کہ چند عرصے مین وہ اس کوشش مین کامیاب ضرور ہون گے مگر افسوس یہ ہے کہ بااینکہ مدت ہائے دراز سے صوبہ بہار مین بجز اردو کے اور کوئی دوسری مادری زبان نہین ہے۔ خوب غور کرنے کی بات ہے کہ جب تک ہم اس تقلید پر مجبور رہین گے ہماری ترقی غیر ممکن ہے۔ یہی نہین بلکہ جو محاورات اور روزمرہ غیر ملک والون کے فصحا کا مخصوص ہے اور ہماری زبان پر وہ بہت کم چڑھے ہوئے ہین اگر بطور فہرست ہم نے اس کا ایک رجسٹر تیار بھی کر لیا تو جب تک ہم کو ملکہ راسخہ

[1] حضرت فرحت مولوی سید شاہ محمد یحییٰ مرحوم کے پدر بزرگوار اور سید شاہ محمد مہدی صاحب کے جد امجد تھے۔

نہ ہوا در خود بخود ہماری زبان کو موقع استعمال کی قدرت نہو ممکن نہین کہ ہم اس مین کامیاب ہوسکین۔ اس جگہ مین پھر اپنی اگلی بات کو یاد دلاتا ہون کہ اب بھی جو زبان دان یہان موجود ہین اگرچہ کم ہین تاہم ان کے محاورون اور روزمرے سے دوسرے ملک کے فصحا سے بہت کم فرق ہے۔ کیا اتنے سے جزوی اور مستحسن فرق کو دیکھکر ہم اپنے آپ کو مجبور کرلین؟ اسکا نتیجہ صاف صاف یان ہے مثلاً ہم نے کسی زبان دان کے کلام مین "بین" کا لفظ "وہ سینہ زنی جو مصیبت مین ہوا کرتی ہے۔ یا "حال پتلا ہو گیا" نہ ازان قبیل اکثر جگہ درست پائے حالانکہ "بین" کا لفظ مرثیون مین نظم کیا جاتا ہے زبردستی [illegible] سے لے آئین تو لایہ محاورہ غلط نہ ہوگا باموقع استعمال نہین کیا گیا۔ اسیطرح حال پتلا ہو گیا۔ بیشک مضمحل ہو جانے کی جگہ بولتے تو ہین مگر نظم مین کلام کو متبذل کر دیتا ہے قلب بمعنی دل یہ لفظ کثرت سے مرثیون مین نظم ہوا کرتا ہے۔ مگر غزل گویون نے بغیر ضرورت شدید کے بہت کم استعمال کیا۔

چونکہ یہ سب باتین ہنوز ضبط تحریر مین نہین آئی ہین اور احاطہ اُنکا قریب قریب محال کے ہے۔ ایسے موقع مین لازم یہ ہے کہ جو ایسے چند زبان دان اپنے یہان فضل خدا سے اب تک موجود ہین اور گو کہ علماً نہ سہی مگر عادۃً اُن کا ملکہ راسخہ اس بارہ مین کم نہین ہے ان سے رجوع کرنا ترقی زبان کے حق مین اکسیر ہے مین تسلیم کرتا ہون کہ کنوین کی جگت کی جگہ وہ کنوین کی مونڈیر یا انگنا کی جگہ ابٹن وغیرہ بولتے ہین مگر اس قلیل فرق سے انکی زباندانی مین کوئی فرق نہین آسکتا۔

سیّد علی محمد شاد عظیم آبادی

مسائل ہستی

سر آلیور لاج طبیعیات کے عالمون کے سرتاج اور برمنگھم یونیورسٹی کے پرنسپل ہین آپنے گذشتہ ستمبر ۱۹۱۳ء مین برٹش الیوسی ایشن کے سامنے ایک معرکۃ الآرا ایڈریس دیا تھا جس کے بعض دلچسپ حصے ذیل مین ترجمہ کیے جاتے ہین اس سے ظاہر ہوگا کہ ہستی کے عظیم مسائل کی بابت سائنس کی تحقیقات کیا ہے۔

ماضی و مستقبل کا سلسلہ موجودات کا تسلسل مادی مجھے ایک قافلہ کی مانند معلوم ہوتا ہے جو ماضی سے مستقبل کو جا رہا ہو۔ صرف ایک لحظہ جسے ہم حال کے نام سے پکارتے ہین، واقعی معلوم ہوتا ہے، ماضی نیست ہے وہ ہمارے حافظہ مین مقید ہے اور مادہ مین بھی اس کا نشان ملتا ہے حال ماضی پر مبنی ہے مستقبل حال سے منتج ہوتا ہے اور ارتقا سے اپنا وجود قبول کرتا ہے جس ہمہ گیر شان و جلالت، لطافت و عظمت سے ہم محیط ہین اسے نہ ہم دیکھتے ہین اور نہ اسکی دلفریب و روح افزا [illegible] سنتے ہین اگر ہم [illegible] عقل اور بصیرت ہو تو نظر آئیگا کہ بحر حیات کی لہر ارتقائے لامحدود کیطرف بہ رہی ہے اور کمال کے سمندر مین ملنے کو ہے اور یہ خدائے مادر الدہر کا ہمیشہ وسعت پکڑنے والا لبادہ ہے۔

اسرار عالم اور سائنس کی تحقیقات محققان علم الحیوٰۃ کا ایک گروہ اس امر کا قائل ہے کہ کیمیات اور طبیعیات کے قوانین بہت وسیع اور اعلیٰ ہین۔ ان کے وسیلہ سے موجودات کی خاطر خواہ توجیہ ہوسکتی ہے۔ آئین [illegible] ہے کہ ان قوانین کے توسط سے شام کی شفق کی دلفریبی

پہاڑ کی چوٹی کی شان بلندی اور عالم حیوانات کی عظمت کی تشریح کی جا سکتی ہے مگر کیا ان کے ذریعہ سے آپ واقعات کائنات کی کامل طور پر تشریح و توضیح کر سکتے ہیں کیا ان قوانین سے ہماری خوشی اور خرمی کے احساس ارتفاع روحانیہ اور ہماری حسن و لطافت کی قدر شناسی اور کائنات کے اندر جو حسن نظام و ترتیب نظر آتی ہے، اُسکی خاطر خواہ توجیہ ہو سکتی ہے؟ کیا یہ کیفیات اعلیٰ تر لطیف تر اور فرحت انگیز مقصود کی طرف اشارہ نہیں کرتی ہیں جس کے لیے یہ کشاکش زیست جاری ہے!

عالم کا خالق اور موجودات کا مقصد اِس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اشیائے قدرت کی ہستی ایک بہت گہرے مقصد اور عمیق معنی سے لبریز ہے پرانے خیال کے حامی اُسکی جو تشریح کرتے ہیں گو وہ ادھوری اور نامکمل ہے مگر اس حد تک صحیح اور قابل تسلیم ہے۔ جب ہم مور کی دُم کے چاندیا زیبرے کی پشت کے قالین نما داغوں پر غور کرتے ہیں؛ اور ساتھ ہی اس امر کو بھی مد نظر رکھتے ہیں کہ یہ گوناگون رنگ اور ساخت ایک عام نمونہ کو تکمیل پر پہنچانے کا کام دیتے ہیں تو اسکی تشریح بہت پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اجزا کیونکر آپ سے آپ ملکر ایک خاص کیفیت یا دلربا مرقع پیدا کر دیتے ہیں؟ یہ بال و پر کے ننھے ننھے ذرے کس طرح ایک دوسرے سے اپنے آپ قاعدہ اور ترتیب سے مخلوط ہو کر ایک شاندار اور دلفریب منظر پیدا کر سکتے ہیں؟ جسطرح اسکاٹ لینڈ کا فورتھ کا پل اور نیل کا بند اینٹوں چونے وغیرہ ملبہ کے آپ سے آپ فراہم ہو جانے سے نہیں بنے، اسطرح مور کی دم کی دلکش اور خوبصورتی قوس و قزح اور زیبرے کی کھال کے رنگ بھی اپنے آپ پیدا نہیں ہوتے۔ پھول حشرات کو اس وجہ سے کشش کرتے ہیں کہ اُن کے وسیلہ سے انکی اولاد بڑھتی اور نسل قائم رہتی ہے۔ جانور پھل اسلیے کھاتے ہیں کہ تخم دوسری جگہ پہنچائیں۔ مگر یہ تشریح کسی صورت سے بھی قطعی اور آخری

نہیں ہے اگر حشرات کے ذریعہ سے پھولوں کے نر و مادہ جز ملکر نئے پودوں کی پیدائش کا موجب ہوتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حشرات کہاں سے پیدا ہوئے؟ پھولوں کی دلفریب رنگت کا حاصل مقصد حشرات کو اپنی طرف مائل کرنا نہیں ہے۔ پھر ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ موجودات کیوں ہستی کے لیے جدوجہد کرتی ہیں۔ بلاشبہ اس کا کوئی خاص مقصد ضرور ہے۔ یہ کسی مقصد کی ترقی اور تقویت کے لیے ہیں اس طرح ہم بجائے خود ہستی کے مسئلہ اور ارتقا کے معنی سے دو چار ہوتے ہیں۔

ہمارے قوا اور انکا استعمال جن باتوں سے زندگی گھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہیں یا یوں کہو کہ جن اشیا و اسباب کی پناہ میں ہستی پناہ گزین ہے وہ بہت کچھ معلوم ہو چکے ہیں۔ اُصول انتخاب طبعی بجائے خود ایک سبب ہے۔ اگر حشرات کے لیے اسقدر حسن درکار ہے تو پہاڑوں میدانوں اور وادیوں کی دلفریبی اور بادلوں کی دلکشی کا کیا سبب ہے؟ اُن سے کونسا مفید مطلب حاصل ہوتا ہے؟ سائنس بالعموم حسن پر جو موجودات میں ہر جگہ پایا جاتا ہے غور نہیں کرتا اور نہ اسکی اصلیت کے معمہ سے بحث کرتا ہے۔ سائنس کا اس سے غفلت برتنا اپنی جگہ پر اچھا ہے گویا وجود اس بے اعتنائی اور نابینائی کے حسن نظام کائنات حسن ترتیب ساخت کی دلفریبی اور صنعت کی گرویدگی موجود ہے۔ اس پر بحث کرنا میرے موجودہ مقصد سے خارج ہے، مگر یہ جتا دینا میرا عین فرض ہے کہ ہماری تحقیقات عالم کے تمام شعبوں اور گوشوں پر حاوی نہیں ہے اور یہ کہ اگر ہم اس بات کے مدعی ہوں کہ موجودات کو ہم طبیعیات اور کیمیات کے اصول اور عمل کے تابع کر دیں تو یہ نادانی ہے اور ہم اپنے انسانی موروثی حق کی معموری اور فیصر سانی سے بالکل قاصر رہتے ہیں۔ طبعی اور سطحی طور پر ہم بالکل محدود ہیں ہماری معلومات اور ہمارے قوا [illegible] مقید ہیں۔ ہمارے حواس

مادہ کی اشیا کے مشاہدہ کے لیے موزوں واقع ہوئے ہیں۔ کوئی شے براہ راست ہم کو متاثر نہیں کرتی اور نہ ہماری طبیعت کو گرویدہ بناتی ہے۔ ہمارے اعصاب اور عضلات حسب ضرورت مادہ میں حرکت پیدا کرتے ہیں۔ اسکے سوا عالم اسباب میں ہم کوئی کام نہیں کر سکتے جو اسکے وسیلہ سے ہمیں اوقات کی ترتیب اور حرکت کا علم ہوتا ہے۔ ہمارے رگ و پٹھے ان اشیا میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں زندگی کے واسطے ہمیں قدرت سے یہی توشہ اور قوت ملی ہے۔ مگر ان قوتوں سے ہمنے کیا کیا کام انجام دیئے ہیں تاریخ عالم اسکی شاہد ہے۔

پھول کی نشوونما تکمیل سائنس دانوں کی نظر سے ارتقا یا عظیم الشان واقعہ ہے۔ ہستی سے انکار دشوار ہے۔ ارتقا اب سمجھا نہیں جاتا کی ترقی اور نمو وقت کے ساتھ ہوتی ہے۔ زمان و مکان اور مادہ کو مجردات سے ہیں مگر حقیقی ہیں۔ تجربہ اسکی تصدیق کرتا ہے اور زمان ارتقا کا مخرک ہے۔ تیری صدیاں ایک دوسرے کی تقلید کرتی ہیں اور دیکھیے جنگلی پھول کو کمال کے درجے پر پہنچاتی ہیں۔

عمل ارتقاء اور فعل مختاری مسئلہ ارتقا کی تردید یا اسمیں بےنظمی پیدا کرنیکا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے زمان کے تابع کیا جائے۔ اس کے ساتھ زمان کی حقیقت شامل ہے اور پروفیسر برگسن اسی معنے میں "ارتقائے تخلیقی" کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ہستی ایسی ہے جیسے راچھ سے کپڑا بنکر اترتا چلا آتا ہے۔ مگر کسی نہ کسی قسم کا نمونہ وہاں پر پہلے ہی سے موجود رہتا ہے۔ ہمارے کرگھے صرف مشینیں ہیں۔ ان میں تاگے ڈالدینا کافی ہے۔ مگر زمانہ کا راچھ بہت پیچیدہ ہے۔ اسکے چلانیوالے فعل مختار افراد ہیں۔ وہ کپڑے کو اپنے حسب منشا اچھا یا برا بنا سکتے ہیں اسی وسیلے سے موجودات کے اندر کے نقائص کی تشریح ممکن ہے اور فعل مختاری صرف اسی ذریعہ سے معقول ٹھہر سکتی ہے اور اسکے لیے عالم کی ترکیب میں گنجائش نکل سکتی ہے کہ ہم بھلائی کے لیے کام کرینگی

استعداد ایک امر حقیقی ہے۔ اسمیں مایا کا فریب مطلق نہیں ہے۔ ذی ہوش کارندے ذمہ داری اور آزادی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے جو موجودات انجام پذیر ہوتی ہیں وہ ابتدا سے مقرر نہیں ہیں اور نہ کسی صورت میں وہ ناگزیر اور اٹل قرار پا سکتی ہیں۔ کوئی شے اٹل نہیں ہے۔ صرف کرمان کے نوکی یکرنگی اور یکسانیت ہے۔ کچھ اشیا لازمی ہے مگر جو بالکل مقرر نہیں ہے۔

کل و جز جہاں صرف حیوانات اور نباتات کا تعلق ہوتا ہے وہاں ہر شے مقررہ ہے۔ لیکن جب کام شعور و عقل پا لیتا ہے وہاں نئی قوتیں وجود قبول کرتی ہیں۔ اور ذی عقل اجسام کی خواہشات اور قوتوں کا کل پر خاص اثر پڑتا ہے۔ ہستی... ہر جگہ کا خاص وجود ہر جگہ محیط نظر آتا ہے اور اس قوت کے ہم ایک ادنی جز ہیں۔

ارتقائی ترقی حقیقت سے بہرہ یاب ہے اور یہ حصول بہت بہت معنی لیئے ہوئے ہے۔ تمدن کے اصلاح کی کوشش میں بے کار نہیں ہے کیونکہ ہم اس ڈھیر کا حصہ ہیں گو بہت ہی ننھا حصہ ہیں مگر عقل و ہوش سے آراستہ ہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں ذمہ داری اور عقل سے کرتے ہیں ہمیں اپنے افعال کا علم ہوتا ہے۔ اسوجہ سے منصوبے اور ارادے کل سے معدوم نہیں ہیں کیونکہ ہم کل کا ایک جزو ہیں۔

بقائے روح یا تو ہم غیر فانی ہیں یا فانی ہو سکتا ہے کہ ہمیں اپنی آخرت کی کچھ خبر نہ ہو مگر کسی نہ کسی قسم کا حشر اور تقدیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ ویسے ہی نادان ہیں جیسے رو رشوں سے دعویٰ کرنے والے لوگ ہیں۔ بلکہ اصل پوچھو تو صاف انکار بھی ایک قسم کا دعویٰ ہے جو صحیح صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔ سائنس دان سند گردانے جاتے ہیں۔ اسلیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو غلط راستے پر ڈالنے سے احتراز کریں۔ ممکن ہے کہ سائنس انسان کے عقیدے

کی خبر نہ دے سکے مگر اسکا یہ بھی فرض نہیں ہے کہ اسکی تلاش کے راستے مین ٹھوکرین حائل کرے۔ موجودات جیسی ہین ویسی ہین خواہ ہم انکی اصلی نوعیت سے باخبر ہون یا بےخبر لیکن اگر دلیری کے ساتھ جھوٹے دعوے کرین تو آنیوالی پودہمین شیخی باز احمق قرار دیے بغیر نہین رہیگی مین اُن لوگون مین سے ہون جو یہ کہتے ہین کہ سائنس کے طریقے اسقدر تنگ نہین جسقدر خیال کیا جاتا ہے۔ ان سے بہت وسیع پیمانہ پر کام لیا جا سکتا ہے، اور عالم روحانیات کی تحقیقات انکے وسیلے سے ہوسکتی ہے۔ اس طریقہ تحقیقات کو قانون کے تابع کیا جا سکتا ہے۔ چاہے کچھ ہی انجام ہو مگر کوشش کرنے مین کیا حرج ہے۔ جو لوگ اسکے قائل نہین بلکہ اوہات کے شیدا ہین، وہ خوشی سے اپنے خیال کو تکمیل کے درجے پر پہنچائین اور ہم عالم روحانیات کی تحقیقات اپنے طور پر کرتے رہینگے تاکہ دیکھین کون اخیر مین بازی لیجاتا ہے۔ ہمارا طریقہ تحقیقات مختلف ہے تو کیا ہے۔ ہمین ایک دوسرے کو بُرا بھلا نہین کہنا چاہیئے۔

گو مین پرانے خیال کے سائنس دانون کے پہلو سے بیان کرتا ہون مگر مین تیس سال کے اُن ذاتی تجربات کا نتیجہ آپکے سامنے پیش کرنے سے احتراز نہین کرون کا جو مین نے عالم روحانیات کے متعلق کئے ہین۔

بقائے شخصیت اپنے اور نیز اپنے ہم خیالون سے انصاف کا برتاؤ رکھنے کے خیال سے مین اس مجمع کی ناراضی گوارا کرنے کو تیار ہون۔ نہ صرف مین یہی کہونگا کہ ان واقعات کا جنھین عالم روحانیات سے متعلق قرار دیا گیا ہے امتحان ہوسکتا اور انھین سائنس کے طریقہ سے کام لیکر قاعدہ اور قانون کے تابع کیا جا سکتا ہے بلکہ مین یہ بھی کہنا چاہتا ہون کہ جو باتین تجربہ مین آچکی ہین اُنسے مین بخوبی قائل ہوگیا ہون کہ یادداشت اور محبت روح کے صرف جسم کے اندر موجود ہونے ہی تک محدود نہین ہین جیسا موجودہ حالت مین دیکھا جاتا ہے، بلکہ یہ امر بھی ثابت ہوگیا ہے کہ شخصیت جسم کی موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ جو باتین ظاہر ہوتی ہین انکی بنا پر میری یہ رائے ہے کہ عقل بے جسم خاص حد تک ہماری طاقتون مین ہمارے آرٹ آسکتی اور رُونیادی باتون مین ہمارا ہاتھ بٹا سکتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سائنسی تجربہ مین آسکتی ہے۔ یہ امید معقول ہوگی کہ رفتہ رفتہ ہم ایتھری ہستی کی نوعیت سمجھنے کے قابل ہوجائینگے اور یہ باتین ظاہر ہوجائینگی کہ بے جسم روح قبر کے اس پار یا اُس پار یہان ہین چکر ہمارے ساتھ کسطرح ربط ضبط قائم رکھ سکتی ہے۔ محققون کی ایک جماعت تحقیقات کرتے کرتے ایک نئی سرزمین کے عالم قریب مگر خوشگوار ساحل پر جا اتری ہے۔ مین یہ بھی کہونگا کہ سائنس ہی کے طریقون سے ہم سچائی تک نہین پہنچ سکتے بلکہ اور طریقے بھی ہین جو خود ہمارے ایجاد کردہ ہین۔

سائنس اور مذہب بہت سے سائنسدان تھیالوجی کے نام سے ناک بھون چڑھاتے ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے بہت سے اصول ایسے ہین جنپر مبالغہ کی ملمع کاری چڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے پیشرؤن کو ان سے کشاکش کرنے کی ضرورت پیش ہوئی تھی، انھین اپنے طریقے سے جدوجہد کرکے آزادی حاصل کرنا پڑتی تھی مگر یہ کشاکش ایک افسوسناک ضرورت سے پیش آئی تھی اور اسکے بعض برے نتائج ابتک باقی ہین۔ اسکی ایک صورت یہ ہے کہ تھیالوجی کی باتون سے ہمدردی نہین ہے بلکہ بعض روحانی سچائیون کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ہم یہ نہین کہ سکتے کہ سچائی صرف چند صدیون سے ہمارے کرۂ ارض پر ظاہر ہونے لگی ہے۔ کیونکہ سائنس کے معرض وجود مین آنے سے پہلے غیرمعمولی طاقتون کے آدمیون کی باطنی بصیرت تھی جس کے وسیلے سے سچائی ظاہر ہوتی رہی۔ شاعر، نبی، اور مہاتما اسی قبیل سے ہین۔ ان لوگون نے عالم کے پس پشت روحانی قوت کو پہچاننے مین کمال کیا اور اپنی غضب کی دوربینی کا ثبوت دیا۔ مگر [illegible] لوگ اس قوت سے بے بہرہ تھے

اسی وجہ سے اُنھون نے اپنی پر حماقت ضد سے انکی قدر نہ کی بلکہ ان مہاتماؤن کو سنگسار کیا۔

اور جو دیکھی اگر ہم اس نئے دور کے بنی فتح یاب ہوئے اور اب پتھر ہمارے ہاتھ مین ہین جو ہم اپنے ستانے والون پر پھینک سکتے ہین۔ لیکن اگر ہم پرانے زمانے کے کلیسائی حکام کیطرح طرز عمل اختیار کرین، تو یہ بڑی نادانی ہے۔ ہمین اسی پرانی غلطی مین پڑ کر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عالم کی پہچان میں کا ہمارا ہی طریقہ واحد اور درست ہے اور باقی سب ہیچ ہے جو کچھ ہمین معلوم ہو چکا ہے۔ عالم اس سے کہین زیادہ وسیع ہے تحقیقات کے کسی خاص طریقہ سے اسکے مخفی خزانے ظاہر نہین ہون گے۔ بھائیو ہم عالم کی اس طبعی سچائی کے امین ہین جو سائنس کے طریقہ سے معلوم ہو چکی ہے اسلئے ہمین امانت مین خیانت بالکل نہین کرنا چاہیئے۔

سچے مذہب کی جڑ انسان کے دل کے گہرے حصہ اور نیز حقائق الاشیا کی تہ مین ہے۔ یہ تعجب کی بات نہین ہے۔ ہم اپنے طریقہ سے اسکے سمجھنے مین قاصر رہتے ہین۔ خدا کے افعال کسی خاص حس کو متاثر نہین کرتے بلکہ تمام حواس اور باطنی قوتون پر اثر ڈالتے ہین اور ہمارے موجودہ طریقے ایسے ہین کہ ہم ان کے وسیلے سے کامل یکسانیت اور یک رنگی معلوم نہین کر سکتے۔

جے۔ آر۔ رائے

نظیر اکبرآبادی

مشاہیر عالم کی فہرست مین اگر غور سے دیکھا جائے، تو کئی نام ایسے نکلین گے جن کے قابل عزت کارنامے اُن کے حین حیات مین قبولیت کے درجے تک نہین پہنچے بلکہ بجائے احترام و اعزاز کے انھین ناگفتہ بہ ذلتون اور صعوبتون کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ خود یورپ کی تاریخ مین اس قسم کی مثالین مل سکتی ہین۔ یونان مین اسلاف پرستی کا جو کچھ چرچا تھا اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہان مشہور لوگون کے مجسمے پرستش کیلئے رکھے جاتے تھے لیکن رئیس الحکما سقراط کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک خود اُسی کے ہموطنون کے ہاتھون ہوا اُسکی نفرت انگیز یاد دنیا والونکے دل سے کبھی محو نہین ہو سکتی۔ عہد وسطی مین، جبکہ یورپ ترقی و عروج کی کئی منازل طے کر چکا تھا، کولمبس کی جانبازانہ مساعی کا جو روح فرسا صلہ دیا گیا اُس کا واقعہ بھی ناانصافی کے لیے بطور ضرب المثل کے کام دے رہا ہے۔ اسیطرح اگر اور دوسری اقوام عالم کے احوال و کوائف پر نگاہ ڈالی جائے تو اس قسم کے مشاہیر نظر آ سکتے ہین۔ ہماری تاریخ بھی ان سے کسیطرح خالی نہین کہی جا سکتی۔ ہمارے اسلاف مین ایسے کتنے ہی بابرکت نفوس گذرے ہونگے جنکی خدمات اور جن کے کارنامے آج ہماری آنکھون سے پوشیدہ ہین لیکن اگر اُن کے اظہار و انکشاف کا کوئی سامان مہیا ہو جائے یا اُنھین پبلک سے روشناس کرانے کی کوئی باموقع تقریب ہاتھ آسکے تو یقینی بات ہے کہ اُنکی عظمت کا نقش ہمارے دلون پر بہت گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس صنف کے مشاہیر مین یا جن کے علمی ادبی کارنامے کتم عدم مین چھپے ہوئے ہین یا جن کے دماغی و ذہنی ثمرات ملک کے سامنے کچھ ایسی شکل مین پیش کیے گئے ہین کہ اُنکی حقیقی قدر و منزلت کا اندازہ لگانا دشوار ہو گیا ہے، اکبرآباد کے مشہور شاعر "نظیر" کا نام بھی لیا جا سکتا ہے، جو بلاشبہ اپنے وقت کا ایک نغز گو، حقیقت شناس اور عالی ظرف سخنور تھا لیکن زمانہ کی ناقدری اور ارباب وطن کی گمراہی نے اُسے بظاہر وہ درجہ نہین ملنے دیا جس کا وہ بوجہ احسن مستحق تھا۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ جسطرح کسی ذی کمال شخص کی موت باعتبار اپنے

نقصان رسان تاثرات کے قوم کے لیے تباہ کن ہوتی ہے اسیطرح اُس کے کمال اُسکی تصانیف اور اُس کے علمی کارنامون کی گمنامی اور بربادی قوم کے حق مین موت اور تباہی کا مترادف سمجھی جاتی ہے۔ لیکن ہم کس سے کہین اور کیا کہین؟ ہمارے یہان کتنے ہی باکمالون کے ساتھ اُن کا کمال بھی پیوند خاک ہو گیا اور ہم یہ بھی نہین جانتے کہ وہ کون تھے اور کیا تھے۔ اگر محض شعرائے ریختہ کی ایک ایسی فہرست مرتب کیجائے جس مین صاحب دیوان لیکن گمنام و کس مپرس شاعرون کا نام درج ہو تو یقیناً وہ ایک مطول فہرست ہوگی اور اُس کے دیکھنے سے شاید ہم اپنی ناقدر دانی اور فقدان علمی کا کچھ اندازہ لگا سکین گے کہ نظیر کی طرح اور کتنے ہی نکتہ شناس و بذلہ سنج شاعرون کے کارنامے اُنھین کے ساتھ تباہ و برباد ہو گئے اور اہل وطن نے اُن کے ساتھ کوئی اعتنا نہین کیا۔ اس سے شاید ہمارے دلو نمین غیرت و عصبیت کی کوئی لہر آجائے، جس کی برقی قوت سے اندر ہی اندر کوئی "حرکت" پیدا ہو اور پھر "حرکت" سے "برکت" کے سامان ہو جائین۔

اس جمود کے توڑنے کا ذریعہ غالباً سب سے زیادہ کارآمد یہی ہو سکتا ہے کہ ازیاد رفتہ شعرا کے حالات سعی و تلاش کر کے بہم پہنچائے جائین، اور انھین ملک کے سامنے اس طریقے سے پیش کیا جائے کہ دیکھنے والون کو حسن و قبح کا کافی امتیاز ہو سکے۔ بسا غنیمت ہے کہ اس کام کی ابتدا ہو چکی ہے اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اہل قلم حضرات غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ اس کے لئے کمربستہ ہون اور اُن متقدمین کو عوام سے روشناس کرنے کی صورت نکالین، جنکا نام بھی، صورت کیطرح، دل سے اُتر گیا ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر ان سطور کے قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

نظیر اکبر آبادی کے متعلق ایک امر مابہ النزاع اور بھی ہے یعنی ہمارے یہان ایک خاص گروہ اُنکی شاعری کا قائل ہی نہین۔ دوسرے الفاظ مین یون کہنا چاہیئے کہ نظیر کی شاعری، ایک مخصوص طبقے مین، قابل اعتنا چیز نہین سمجھی جاتی۔ یہ تو آجکل کا حال ہے، جبکہ مغربی لٹریچر کے خوشگوار تاثرات نے مذاق ادب مین ایک نمایان تغیر پیدا کرنے کے بعد ہمکو نیچرل شاعری سے مانوس کر دیا ہے، ورنہ کچھ دنون پہلے کہ "ایشیائی" شاعری کا وہ دور تھا، نظیر کا کلام جو درحقیقت مستقل قدر و قیمت کا مستحق تھا، اُسے لوگون نے "گلدستہ طاق نسیان" بنا رکھا تھا؛ لیکن زمانے کی ہوا کا رُخ پلٹتے ہی ہمارے مذاق اور طبائع مین بھی انقلاب آیا اور انگریزی تعلیم اور انگریزی شاعری سے واقفیت تامہ بہم پہنچانے کے بعد یہ راز خود بخود کھل گیا کہ "شاعری" فی نفسہ کیا چیز ہے۔ اس کے بعد لازمی امر تھا کہ سچے اور جھوٹے جواہرات پرکھے جانے اور کھرے کھوٹے کی تمیز ہوتی۔ چنانچہ اب ہمارے یہان ایک باوقعت جماعت ایسی موجود ہے جسکو نظیر اور نظیر کے کلام کے ساتھ ایک عقیدت ہے اور اُس کے افراد کا یہ خیال بالکل قرین صحت ہے کہ "ایشیائی شاعری" مین "نیچرل شاعری" کا پیوند سب سے پیشتر آگرہ کے اُسی سخن گو نے لگایا تھا جس کی دماغی کاوشون کی آجتک غلطی سے قدر نہین کی گئی اور جس کی شاعری کو گمراہی سے "سوقیانہ طرز سخن" کا مترادف سمجھا گیا ہے۔ جدید اُصول تنقید نے بھی "نظیر" کی شاعری کی اصلی شکل و صورت دکھانے مین بہت مدد دی ہے! اور شاید اسی کی بدولت "نظیر" کے مخالفین تک اسکا اعتراف کرنے لگے ہین کہ "باغ نظیر" کی پُرخار جھاڑیون کے اندر "کہین کہین" خوشنما و دلفریب پھول بھی دکھائی دیتے ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اہل قلم حضرات نظیر کی شاعری پر مختلف حیثیات سے روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائین تو اُنھین ایک نامور شاعر کے ازسر نو زندہ کرنے کا فخر حاصل ہوگا اور اُنکی سعی جمیلہ کا شاید ایک دن یہ نتیجہ پیدا ہو کہ شہ نشین ادب مین نظیر کو عزت و امتیاز کی وہی کُرسی مل جائے جس سے اہل وطن کی کم نگاہی نے اُس کو محروم کر رکھا ہے ورنہ بدمذاقی تو اب اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نظیر اور اسی قبیل کے دوسرے ستم رسیدہ شعرا کے سوانح کا دستیاب ہونا بھی مشکل ہو گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر جمود عقلا کی یہی صورت رہی تو ایک دن اِنکے

نام کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہیگا۔

نظیر کا نام ولی محمد اور ان کے باپ کا نام محمد فاروق تھا۔ قوم کے شیخ تھے اور ان کے خاندان کو شرفاے اکبرآباد مین نمایان عزت وتوقیر حاصل تھی۔ [illegible] مقبولیت اور [illegible] کے حالات بالکل ناپید [illegible] مشاغل زندگی کا [illegible] اس [illegible] کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عمر کا ایک حصہ [illegible] علمی مین گذرا ہے۔ کلیات مین [illegible] البتہ موجود ہے جس مین [illegible] اپنے حالات زندگی کا مختصر [illegible] ہم اس [illegible] تمام اشعار [illegible] کرتے ہین جن سے ان کی حیات [illegible] روشنی [illegible] پڑتی ہے۔ فرماتے ہین ؎

[illegible] کا بیان — [illegible] بیان
[illegible] صاف [illegible] — [illegible] وان
[illegible] — [illegible] ان
[illegible] صاحبی — [illegible] اور [illegible] اسکا [illegible] زبان
[illegible] — اپنے اسی شغل [illegible] زبان
[illegible] — [illegible] ایسا ہی تھا [illegible]
[illegible] کے طور — [illegible]
[illegible] — [illegible] بیان
پیری مین [illegible] — [illegible] جوان
[illegible] اور [illegible] سوا — چاہیے [illegible] یاقت کہان
فضل [illegible] اس کو [illegible] — عزت وفرحت [illegible]

ان [illegible] معلوم و متحقق [illegible] یہ کہ سوا معلم [illegible] کوئی اور [illegible] اختیار نہین کیا۔ [illegible] شعر و شاعری کا شوق [illegible] مین [illegible] تھا۔ استعداد علمی اور ذاتی قابلیت کا تذکرہ [illegible] الفاظ مین کیا گیا ہے [illegible] اسمین کوئی شک نہین کہ اگر عربی [illegible] نہ سہی تاہم فارسی مین انھین [illegible] کامل تھی۔ نو ان شعر نظیر کی اندرونی حالت کا فوٹو [illegible] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سینہ مین ایک دردمند دل تھا جسمین انقلاب عالم اور واقعات دنیوی سے متاثر ہونے کی پوری قابلیت موجود تھی۔ یہ صفت صرف ان شعرا مین پائی جاتی ہے جن کو مبدء فیاض سے چشم بینا اور گوش شنوا مرحمت ہوتے ہین اور رفتار زمانہ پر نظر رکھنا جن کی سرشت مین داخل ہوتا ہے چونکہ سوچنے اور غور کرنے کا مادہ ان مین بافراط ہوتا ہے اسلئے معمولی واقعہ بھی انکی توجہ اور فکر سے محروم نہین رہتا اور اسطرح شاعر کی ساری عمر ایک ہی دھن مین کٹ جاتی ہے۔

قطعہ کا آخری شعر جہان اس بات کا مظہر ہے کہ نظیر کی ساری زندگی فارغ البالی سے گذری وہان اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ شاعر کی فطرت مین قناعت پسندی و استغنا کے اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوے تھے جس کا ثبوت یون بھی مل سکتا ہے کہ نظیر نے اپنی طویل زندگی مین جس کی مقدار تقریباً سو برس بیان کی جاتی ہے کسی دولتمند یا امیر کے آگے دست سوال کبھی دراز نہین کیا نہ کسی دربار سرکار سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی بلکہ [illegible] طور پر حیات مستعار کی گھڑیان گذارین اور علو ہمتی سے کسی کا دریوزہ گر ہونا پسند نہ کیا۔ سو سال کہنے کو دو لفظ ہین لیکن صدی کی مدت کوئی معمولی بات نہین۔ اس دنیا مین انسان کے لیے بعض اوقات ایک ایک گھڑی قیامت ہو جاتی ہے اور تنگی ترشی اور فلاکت و عسرت کا مقابلہ ناقابل بیان طور پر کرنا پڑتا ہے۔ یہ موقع ایک سخت امتحان کا ہوتا ہے اور بہت کم لوگ اس سے عہدہ برآ ہوتے ہین۔ ان تمام امور کا سطحی اندازہ کرنے کے بعد نظیر کی استقامت خیال اور پختگی طبیعت کا معترف و مقر ہونا پڑتا ہے کہ زمانہ کے انقلاب اور دنیا کی ضرورتین اور انکی اولوالعزمانہ روش کو ذرہ برابر نہین بدل سکتی۔

بہرکیف یہ امر مسلمہ ہے کہ نظیر ایک آزاد منش درویش طبع شخص تھے اور ساری عمر انھون نے یکسان آزادی و سادگی سے بسر کی ہے۔ ذاتی خصائل کے لحاظ سے وہ ان تمام اوصاف کے مجموعہ تھے جن کا



شیخ ولی محمد نظیر اکبرآبادی

SANYA PRESS 8 COLLEGE SQUARE CALCUTTA

عکس آج خال خال بعض پرانی روشنی کے بزرگوں کی ذات و عادات میں نظر آتا ہے۔ سادہ وضعی، میانہ روی، صداقت، پاکبازی، بے تکلفی حلم و مروت یہ تمام صفات ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اسی کے ساتھ طبیعت میں فقیرانہ رنگ تھا جس نے خوشامد، چاپلوسی، زمانہ سازی اور اسی قسم کے اور سفیہ جذبات سے انھیں قطعی معرا کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لکھنؤ اور بھرت پور کی سرکار سے انکی طلبی بارہا ہوئی لیکن انھوں نے شکریہ کے ساتھ نامنظور کیا اور یہ اچھا ہی ہوا ورنہ نظیر ایسے صاف گو اور خوددار آدمی کا نباہ ایسی جگہ محال تھا جہاں قدرتی طور پر باتیں بنانے اور زمانہ ساز بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حالات ذاتی و واقعات زندگی کے ساتھ اسکا پتہ بھی کچھ نہیں چلتا کہ شاعری میں نظیر کو تلمذ کس سے تھا۔ اسکے متعلق تذکرہ نگار بالکل ساکت ہیں بعض نے قیاسی رائیں ظاہر کی ہیں لیکن تاوقتیکہ انکی صحت پر معقول دلائل ہاتھ نہ آئیں اہل الرائے انھیں مستند نہیں خیال کر سکتے۔ ممکن ہے کہ نظیر نے کسی استاد کے آگے زانوے شاگردی تہ کیا ہو لیکن یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ناسخ کی طرح انھوں نے بھی اپنے زور طبیعت اور جودت فکر کو شاہراہ سخن میں اپنا رہنما بنایا ہو۔ موخر الذکر کی تصدیق اس خیال سے بھی ہو سکتی ہے کہ نظیر کا انداز شاعری سب سے جداگانہ تھا اور اسوقت یہ طرز عام طور پر رائج اور مرغوب نہ تھی نہ کوئی اس رنگ میں کہنے والا تھا اس اعتبار سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ جہاں نظیر اپنے انداز خاص کے موجد تھے وہاں انھوں نے خود ہی اپنے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھایا اور کسی کے احسان سے گرانبار ہونا گوارا نہیں کیا۔

بہرحال وہ کسی کے شاگرد رہے ہوں یا نہ رہے ہوں لیکن کشور سخن میں انکی سرداری مسلم ہے۔ وہ شاعر تھے اور نہایت بلند پایہ شاعر۔ یہ بات اور ہے کہ اختلاف مذاق یا کسی اور سبب سے کوئی انھیں "مرہٹی گو شاعر" کہے یا ان کے کلام کو "لوچ و پوچ" سمجھے لیکن حقیقت شناس نظریں کلام نظیر سے ناقابل بیان طور پر حلاوت اندوز ہوتی ہیں اور جس طرح بادل کے پھٹنے سے روشنی کی صاف و شفاف شعاعیں نکل آتی ہیں اسطرح تعصب کا پردہ آنکھوں سے اٹھتے ہی اب یہ حقیقت عالم آشکارا ہو گئی ہے کہ اردو شاعری میں نیچرل جذبات کا جوڑ لگانے والا، مشرق و مغرب کو اظہار خیالات کے لحاظ سے متحد کرنے والا، نظم میں مناظر قدرت اور واقعات عالم کا نقشہ دکھانے والا اور اسطرح پیکر ریختہ میں جدت کی نئی روح پھونکنے والا نظیر تھا۔ وہ اپنے رنگ کا موجد تھا، کسی کا مقلد نہ تھا۔ ہاں وہ اپنی لکیر کا فقیر ضرور تھا۔ اپنی عقل و تمیز کی رہنمائی سے یہ راہ نکالی تھی اس کو وہ صراط مستقیم سمجھتا تھا اور تمام عمر وہ اس سے سر مو برابر ادھر ادھر نہیں ہوا۔

نظیر کی ساری زندگی کی کمائی ایک کلیات ہے جو اب تک پایا جاتا ہے اس میں قریباً چالیس پچاس صفحات غزلیات کے ہیں اور بقیہ مثنویاں، مخمسے، قطعے اور وہ مستقل نظمیں ہیں جو کسی خاص مبحث سے تعلق رکھتی ہیں۔ غزلیات سے نظیر کو ظاہرا کچھ زیادہ شغف نہ تھا تاہم ان میں اپنا خاص رنگ ضرور قائم رکھا ہے۔ دنیا کی نیرنگی اور زمانہ کی بوقلمونی کا نقش ان کے دل پر بہت گہرا پڑا ہے۔ ان کے اشعار بیشتر اوقات اسی قبیل کے مضامین سے آباد دکھائی دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ حسن و عشق کا تذکرہ بھی جہاں کہیں کیا ہے اسمیں ایک خاص لطافت پائی جاتی ہے۔ ان کا عمومی لہجہ آزادانہ تھا۔ لیکن کہیں کہیں حسرت و یاس، سوز و گداز اور درد دل کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ اپنا خاص مواعظانہ انداز ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ فرماتے ہیں ؎

ہر نظر دیکھیں گے ہم عہد شکن کی صورت　　دیکھیے کونسا یارب وہ زمانہ ہوگا
تلخی مرگ جسے کہتے ہیں افسوس افسوس　　ایکدن سب کے تئیں زہر یہ کھانا ہوگا

دیکھ لے اس چمن دہر کو دل بھر کے نظیر
پھر ترا کاہے کو اس باغ میں آنا ہوگا

کہیں کلام کی شوخی و برجستگی خاص طور پر لطف انگیز ہے ؎

دل ٹھیرا ایک تبسم پہ جواو رہا بیجان نہیں — گر مٹیں دیکھو رہ بیجے تو نہ ڈرو تیری پلکان نہیں
جب تک تونے احوال اپنا سنا دیا ہے — ہم کہو نہ اس کو تو پھر جان نہیں بچتا یہان ہین

غزلیات نظیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں عام طور پر صاف و سیدھے سادے مضامین نظم کیے گئے ہین تشبیہات و استعارات کا زیادہ خیال نہیں کیا گیا کہ اس سے مضمون ذہن سے مفقود ہو جائے تاہم رعایت لفظی کی پابندی کا التزام ضرور رکھا گیا ہے کہ مطلب کے غلط ملط ہو جانے کا اندیشہ باقی نہ رہے بعض اوقات طرز ادا اور خوبی بیان کی بدولت نہایت معمولی تشبیہوں مین ایک خاص لطف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

دیکھ عقد ثریا میں انکو کی سکھیو — کیوں نہ دو گوشہ ہو بھی کیا ڈوری تجھی
ہنسے ترا سے دیکھ کے یا ستیاری ہو — یہ یون نے جو دیکھا تو انھیں موتی کی سوت

اگر وہ شعلہ رو پوچھے مرے دل کے پھپھولوں کو — تو اسکے سامنے اک خوشہ انگور رکھ دینا
جو یہ پوچھے کہ اب کتنی ترا شے داغ ہیں دل پر — تو اے ہمدم گل صد برگ یا کانور لیجانا
اگر پوچھے مرے سینے کے زخموں کو تو اے پیارے — کہیں سے ڈھونڈ ھکر اک خانۂ زنبور لیجانا
سبب رونے کے حال کا گر ماجرا پوچھے — تو اسکے سامنے جنگل سے اک انگور لیجانا

بالکل صاف اور سیدھی باتین ہین اور صاف اور سیدھی زبان مین بیان کی گئی ہین۔ لیکن نظیر کے اکثر اشعار تخیل بندش اور زبان کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہین۔ مثال کے لیے دو تین شعر لکھے جاتے ہین ؎

دیکھ لے عالم جو اسکے حسن بالادست کا — حوصلہ اتنا کہان اپنی نگاہ پست کا
نیست ہتے ہم تو یہ سیرین کہان سے دیکھتے — یہ فقط احسان ہے اس ذات پاک ہست کا

ساقی ظہور صبح و ترشح ہے نور کا — دے سنہری تو ذقت ہی نور ظہور کا
سیماب جس کو کہتے ہین سیماب یہ نہین — دل آب ہو گیا ہے کسی ناصبور کا

سب دن کوسے ہمین خوناب دل پلاتا تھا — فلک ہمین پہ نجانے کیا زہر کھاتا تھا
لگی تھی آگ جگر مین بجھائی اشکون نے — اگر یہ اشک نہ ہوتے تو کیا ٹھکانا تھا

پھرکے نگاہ چار سو ٹھہری ہی گر کہیں — اُس نے تو میری چشم کو قبلہ نما بنا دیا

آخری شعر جس غزل کا ہے اُس کے یہ دو شعر قابل ذکر ہین ؎

ابر اور اسکا اختلاط ہو گیا مثل ابر و برق — اُس نے ہمیں رُلا دیا مین نے اُسے ہنسا دیا
مین جو تپنگ کا غذی ڈور سے اسکے ہاتھ تھی — چاہا ادھر گھٹا دیا چاہا اُدھر بڑھا دیا

پہلے شعر مین ابر و برق کے ساتھ رُلانے ہنسانے کا مضمون بہت خوش اسلوبی سے آیا ہے۔ دوسرے شعر مین اگرچہ نہایت معمولی بات بیان کی گئی ہے مگر اس مین بھی بلا شبہ ایک خاص لطف پایا جاتا ہے۔ یہ شعر عرفی فارسی کے اس شعر کا جواب ہے ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

لیکن انصاف سے کہنا پڑتا ہے کہ نظیر کا انداز بیان لطیف تر ہے عبد و معبود کا حقیقی تعلق اس سے پایا جاتا ہے۔ ہمنے اوپر ذکر کیا ہے کہ نظیر بہت سادہ پسند تھے اور نئے مضامین یا نئی بندشون کے لیے کاوش کرنا اُن کی عادت مین داخل نہ تھا۔ تاہم اُن کے بعض اشعار ایسے بھی ملتے ہین جنکو دیکھکر آدمی کہہ سکتا ہے کہ قوت تلاش اور جدت خیال کا حصہ کچھ نہ کچھ انھیں ضرور ملا تھا وہ اگر ضرورتاً طبیعت پر زور ڈالتے تو نئی نئی تشبیہین اور نئے نئے مضامین پیدا کر سکتے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل شعر سے اسکا ثبوت ملتا ہے۔ کہتے ہین ؎

تر رکھیو سدا یارب تو اس مژۂ تر کو
ہم عطر لگاتے ہین گرمی مین اسی خس کا

اس غزل کا مقطع بھی بہت اچھا کہا ہے ؎

اس گریۂ خونین کی دولت سے نظیر اپنے
اب کلبۂ احزان مین گل فرش ہے اطلس کا

قدرتِ بندشِ غزلیں کچھ اور ہی شان رکھتی ہیں پاکیزگیِ تخیل کے ساتھ تسلسلِ مضامین نے سونے میں سہاگے کا کام دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

یہ جواہر خانۂ دنیا جو ہے باآب و تاب | اہلِ صورت کا ہے دریا اہلِ معنیٰ کا سراب
جو عظیم الشان کہ دیتے ہیں جنکی نقشین | بنگلے طاقِ آسمان کو طاق اور بے جواب
ہیں تھے وہ صاحب جبیں جنکو کہتے تھے لوگ | کیقباد و قیصر و کیخسرو و افراسیاب
وہ تجمل وہ تمول وہ تفوق وہ غرور | وہ تحشم و تنعم وہ تعیش وہ شباب
کثرتِ اہلِ نشاط و جوشِ عیش و انبساط | ساغر و مینا و گل و عطر و مے و نقل و کباب
یا تو وہ ہنگامہ تشدید تھا یا دفعتاً | کر دیا ہے ایسا کچھ ان دورِ فلک نے انقلاب
تھا جہاں وہ مجمعِ رنگین اب ان ہیں تو کیا | نقش سم گور یا کہ نہ کوئی دیرِ عقاب

خواب کہیے اس تماشے کو نظیر اب یا خیال
کچھ کہا جاتا نہیں و اللہ اعلم بالصواب

انقلابِ زمانہ اور ناپائداریِ دنیا کے مضامین علی العموم تاثیر و درد سے بھرے پائے جاتے ہیں اور کلیاتِ نظیر میں اسکی بیسیوں جیتی جاگتی مثالیں موجود ہیں۔ ایک جگہ اور کہتے ہیں ؎

بحرِ ہستی میں صحبتِ احباب | یوں ہے جیسے بڑے کا رحباب
گردشِ آسمان میں ہم کیا ہیں | پڑ گیا ہے میان گرداب
ہم کہتے ہیں جس کو وہ کیا ہے | مثلِ تحریرِ موج نقش بر آب

سب کتابوں کے کھل گئے معنے
جب سے دیکھی نظیر دل کی کتاب

زبان کے اعتبار سے کلام کا جب موازنہ کیا جاتا ہے تو اس اعتبار سے کہ اُس وقت اُردو اس درجہ ترقی یافتہ نہ تھی بلکہ اُسکی نشو و نما کا ابتدائی زمانہ تھا بعض خفیف اور ناقابلِ گرفت فروگذاشتوں سے انصافاً چشم پوشی کرنا پڑتی ہے۔ ورنہ عام طور پر اُن کی زبان اُس عہد کی ترقیاتِ لسانی کا بہترین نمونہ ہے۔ نظیر کی زبان میں صفائی اور سلاست کا حصہ زیادہ ہے کہیں کہیں مغلق الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن اول تو بہ لحاظ کمیت کے اِن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے دوسرے اس قسم کے وقوعِ الفاظ کو موقع و محل کی موزونیت نے خوشنما بنا دیا ہے۔ مثلاً ان شعروں میں ؎

گو چشم اُٹھا رُخ پہ مرا آئینہ نما ہوتا | گہ سر بگریبان ہو ہم چشمِ حیا ہوتا
اُس نخلِ قامت کا یہی رنگ دیدنی ہو | چون نخلِ خزان دیدہ بے برگ و نوا ہوتا
گو حسن سے فندق کے دل شاد ہوا لیکن | ترساتے کئی دن تک انگشت نما ہوتا

اُس تن کو نہیں طاقتِ شبنم کے لمس کی | ملے دست ہوس اُس پر تو قصد نہ کر اس کا

نظیر کی زبان پر بہ کثرت ایسے الفاظ چڑھے ہوئے تھے جن کو منکر آجکل کے قدما جائز طور پر مُنہ بنانے کا حق رکھتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ جو لفظ ہمیں آج کریہہ غیر فصیح یا ثقیل معلوم ہوتا ہے وہ نظیر کے زمانہ میں متروک نہ تھا اور اسلیے اس کے استعمال کرنے کا اعتراض نظیر پر وارد نہیں ہو سکتا۔

مندرجۂ بالا سطور میں "غزلیاتِ نظیر" کا مرقع ناظرینِ نکتہ رس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اسکے مختلف پہلوؤں کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ہمارا ذاتی عقیدہ یہ ہے کہ غزلوں کی حالت اچھی ہو یا بُری اُن سے نظیر کی شاعری پر کوئی معتد بہ اثر نہیں پڑتا بلکہ اس حقیقت شناس کی عظمت و احترام کی کفالت اُن مستقل نظموں سے ہوتی ہے جو اُس زمانہ میں بالکل جدید چیز تھیں اور جن پر "نیچرل شاعری" کا اطلاق پورا پورا ہوتا ہے۔ ان نظموں سے جنکی گوناگونی حیرت انگیز دلچسپی کا سامان رکھتی ہے، کلیاتِ نظیر کے قریباً دو ہائی سو صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھکر یہ عقدہ کھلتا ہے کہ نظیر کی بصیرت اور واقفیت کا کیا عالم تھا۔ تقریبات و واقعات کو منظوم کرنے کا خداداد اور قابلِ تعریف ملکہ راسخ نظیر کو قدرت کی جانب سے بحصہ وافی ملا تھا اور اس کی معجزانہ تمثیلیں اُن کے "کلیات" سے دستیاب ہوتی ہیں۔ قدرت کے مناظر، فصل کی کیفیات، موسم کی دلچسپیاں، معاشرتی تفریحی تقریبوں کا ذکر، احوالِ عالم کی مصوری، مواعظ و پند کا تذکرہ، ان تمام باتوں پر مختلف

خصوصیات سے نظر ڈالی گئی ہے اور انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ جودت طبع اور بلندی فکر کے ہاتھوں جس دلکش رنگ سے نظیر نے اپنے مرقع کی زیبائش کی ہے وہ ہر نوع بے نظیر اور عدیم المثال ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں اور جس موقع کا بھی ذکر کیا ہے اسکے مدارج کا ابتدا سے انتہا تک خیال رکھا ہے اور اسکی اصلیت کا سررشتہ ہاتھ سے نہیں جانے نہیں پایا۔

اردو شاعری میں مقامی رنگ نہ ہونے کی شکایت ایک زمانہ سے چلی آ رہی ہے اور اسمیں سچائی کا بہت بڑا حصہ موجود ہے لیکن نظیر کی نظمیں ایک حد تک اس الزام سے بری ہیں اور شاید اردو شعرا میں نظیر ہی کا نام ایک ایسا لیا جا سکتا ہے جس نے ہندوستان کی خصوصیات کو اردو شاعری میں داخل کرنے کا بیڑا عملی طور پر پورا کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں یہ دو تین شعر کافی ہونگے ؎

اُس سیاہ ابر میں یوں اڑتے ہیں بگلے جیسے — لب ابدیدہ مستی میں ہو دندان کی ضیا
جگنو اس طرح چلتے ہیں کہ جوں وقت سنگار — ماتھے پہ ہاتھی کے زر انگشت سے گویا ٹیکا
مور کا شور فغاں غوک کی جھینگر کی جھنک — پی پی ہر آن پپیہا ہے کوئل کی صدا

بگلے کا اڑنا، جگنو کا چمکنا، مور کا شور، دادر، غوک و جھینگر کی صدا میں سب ہیں ہندوستان کی چیزیں ہیں کاش جس شاہراہ پر نظیر نے قدم رکھا تھا اگلے لوگ بھی ساتھ ہیں ہی کرتے تو آج اردو شاعری کو "ولایتی بھیک" مانگنے کی کسی کو ضرورت نہ ہوتی۔ پتنگ بازی کی کئی نظمیں ہیں اور ہر ایک بجائے خود قابل داد ہے انمیں دلی تک مہرہ کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا گیا ہے اور اثنائے بیان میں وہ تمام اصطلاحات استعمال کی ہیں جنکا تعلق اس تہوار سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک بند کہتے ہیں ؎

ہر جاگہ تھال گلالوں سے خوش رنگت کی گلکاری ہے — اور ڈھیر عبیروں کے لاگے سو عشرت کی تیاری ہے
ہیں راگ بہاریں دکھلاتے اور رنگ بھری پچکاری ہے — منہ سرخی سے گلنار ہوئے تن کیسر کی سی کیاری ہے
یہ روپ جھمکتا دکھلاتا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

اسمیں کلام نہیں کہ ان نظموں میں زیادہ تر آزادوں کی زبان اختیار کی گئی ہے جو نظیر کا اصلی رنگ ہے لیکن جو بھی جو بات کہی ہے وہ جچی تلی۔ بعض منظر تو کچھ ایسے انداز سے قلمبند کیے گئے ہیں کہ ہو بہو معلوم ہوتا ہے کہ نظیر اپنے شوخ و شنگ محبوب کے ساتھ گویا ہولی کھیل رہے ہیں۔

دیوالی، بسنت، راکھی، عید، شب برات پر علاحدہ نظمیں ہیں۔ آگرے میں تیراکی کا میلہ آج بھی ہوتا ہے۔ نظیر نے اس پر بھی ایک مسدس لکھا ہے۔ واقعات کے بیان کرنے میں جس جگہ شاعرانہ رنگ پیدا ہو گیا ہے عبارت کچھ اور ہی لطف دے رہی ہے۔ کہتے ہیں ؎

جمنا کا پاٹ گویا صحن چمن ہے بنے — پیراک ہیں پریاں جیسے کہ چاند تارے
منہ چاند کے سے ٹکڑے تن گورے پیارے پیارے — پریوں سے بھر رہے ہیں منجدھار اور کنارے
کچھ ڈوبتے ہیں کچھ پار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ان نظموں میں اگر کوئی نقص ہے تو یہ ہے کہ کہیں کہیں حسن و عشق کی باتیں ضرورت سے زیادہ مطول ہو گئی ہیں بعض نہیں۔ مثلاً چاندنی رات، اندھیری رات، موسم برسات میں عاشقانہ انداز سے نگاہ ڈالی گئی ہے۔ ورنہ اگر انکی ماہیت، اصلیت اور کیفیت پر توجہ کی جاتی تو نظمیں زیادہ مفید ثابت ہوتیں اور انکی دلچسپی دو چند ہو جاتی۔ اور جن نظموں میں یہ التزام کیا گیا ہے وہ پوری پر زور ہیں۔ مثلاً جاڑے کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت کیفیت انگیز ہے۔ بچوں کی حالت کا نقشہ اس سے زیادہ صحیح اور کیا ہوگا ؎

جو لڑکے دو سولے الیں پھیکا ہو یا سلونا — ہیں بادشاہ سے بہتر جب مل گیا کھلونا
جس جا پہ نیند آئی پھر وہ ان کو سونا — پروا نہ کچھ پلنگ کی نے چاہیے بچھونا

یہ بیان بھی کس قدر سچا ہے ؎

بابا کی مونچھ ماں کے جھونٹے کھسوٹتے ہیں — گردن میں آ لپٹتے ہیں خاک میں لوٹتے ہیں

"برسات کی بہار" میں بھی واقعیت و اصلیت کی شان موجود ہے اگرچہ شاعری کا زور زیادہ دکھایا گیا ہے لیکن کئی "مناظر" ہو بہو بیان

لکھے گئے ہیں۔ مثلاً یہ سمان کتنا اچھا دکھایا ہے ؎

جنگل سب اپنے تن پہ ہری بالی سج رہے ہیں گل پھول جھاڑ بوٹے کر اپنی سج رہے ہیں
بجلی چمک رہی ہے بادل گرج رہے ہیں اللہ کے نقارے نوبت کے بج رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

یہ بند عاشقانہ رنگ میں کہا گیا ہے اور بہت پر اثر ہے ؎

اب برہنوں کے اوپر ہے سخت بیقراری ہر بوند مارتی ہے سینے اوپر کٹاری
بولی کی دیکھ صورت کہتی ہیں بار بار کی ہے ہے نہ جانے اب کی کیا ہی گت ہماری

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

پانی کی شدت اور چھتوں کے ٹپکنے کا حال کس خوبی اور برجستگی سے لکھا ہے ؎

کوئی پکارتا ہے لو یہ مکان ٹپکا گرتی ہے چھت کی مٹی اور سائبان ٹپکا
چھلنی ہوئی اٹاری کوٹھا ندان ٹپکا باقی تھا اک اسارا سو وہ بھی آن ٹپکا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اس قسم کی تمام نظمیں تفنن طبع کا بھی کام دے سکتی ہیں۔ البتہ بعض مقامات پر شاعر کا بے باک قلم حد اعتدال سے متجاوز ہو گیا ہے جس کا مطالعہ متین طبائع پر ضرور گراں گذرتا ہے۔ لیکن "کلیات نظیر" کا ایک حصہ اور بھی ہے جو مہذب خیالات اور سنجیدہ جذبات کا ایک پر کیف چمن ہے ہماری مراد ان نظموں سے ہے جو بعنوان شائستہ و بہ اسلوب مناسب لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں حکمت و پند کی باتیں اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ بایدو شاید۔ مثلاً "آدمی نامہ" جس میں انسانی سوسائٹی کے مختلف و متباین مراتب اس عمدگی سے دکھائے گئے ہیں کہ کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ اس مخمس کا پہلا بند یہ ہے ؎

دنیا میں بادشہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار و بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ٹکڑے جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

"فنائے جہان و بقائے رحمٰن" کے تحت میں جو کچھ لکھا ہے اسکو دیکھکر غیر ممکن ہے کہ آدمی کے آگے ناپائداری دنیا کا عبرت آموز نقشہ نہ کھنچ جائے کہتے ہیں ؎

جو شاد کہاتے ہیں کوئی انسے یہ پوچھو دارا و سکندر وہ گئے آہ کدھر کو
مغرور نہو شوکت و حشمت پہ وزیرو اس دولت و اقبال پہ مت بھولو امیرو

نہ ملک نہ دولت نہ سر انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

بے تعصب اور صلح کل زندگی بسر کرنے کی تلقین اس طرح فرماتے ہیں ؎

جھگڑا نہ کرے ملت و مذہب کا کوئی یاں جس راہ میں جو آن پڑے خوش رہے ہر آن
زنار گلے یا کہ بغل بیچ ہو قرآن عاشق تو قلندر ہیں نہ ہندو نہ مسلمان

کافر نہ کوئی صاحب اسلام رہیگا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہیگا

اس قسم کی بیش قیمت اور سود مند نصائح کی کلام نظیر میں کمی نہیں۔ جا بجا اور موقع بموقع نیک کرداری، خوش معاملگی، ہمدردی باہمی، پاکبازی وغیرہ کی تاکید کرتے اور دنیا کے انقلابات اور عالم کے تغیرات سے ڈراتے گئے ہیں۔ اعمال کے جزا و سزا کی تشریح اس سے زیادہ مفصل کیا ہوگی ؎

دنیا عجب بازار ہے کچھ جنس یاں کی ساتھ لے نیکی کا بدلا نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
میوہ کھلا میوہ ملے پھل پھول دے پھل پات لے آرام دے آرام لے دکھ درد دے آفات لے

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

بخل اور محبت زر کی ہجو اور سخاوت کی بڑائی کس مناسب انداز میں کی ہے کہ سبحان اللہ! اس نظم کا لہجہ بھی فقیرانہ اختیار کیا ہے اور جو کچھ کہا ہے اسمیں درد اور سوز و گداز کی جھلک بہت نمایاں طرح پائی جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ مخمس خاص امتیاز کی چیز ہے ؎

زر کی جو محبت تجھے پڑ جائیگی بابا دکھ اسمیں تری روح بہت پائیگی بابا

ہر مجلس نے لوہے بیٹے کو تو پائیگی بابا ۔۔۔ دولت جو تری یاں ہو نہ کام آئیگی بابا
پھر دیا سب تجھے اللہ سے ملوائیگی بابا

نظیر کا بنجارہ نامہ بھی شہرت کے ماسوا کیفیت و تاثیر کے لحاظ سے ایک عجیب

شے ہے۔ اس میں دل کے نامہکتے ہیں ؎

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا ۔۔۔ قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گونیں ۔۔۔ کیا گیہوں چانول موٹھ مٹر کیا آگ دھواں اور انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

تو بدھیا لادے بیل بھرے جو پورب پچھم جاوے گا ۔۔۔ یا سود بڑھا کر لاوے گا یا ٹوٹا گھاٹا پاوے گا
قزاق اجل کا رستے میں جب بھالا مار گراوے گا ۔۔۔ دھن دولت ناتی پوتا کیا اک کنبہ کام نہ آوے گا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

کیوں جی پر بوجھ اٹھاتا ہے ان گونوں بھاری بھاری کے ۔۔۔ جب موت کا ڈیرا آن پڑا پھر دونے ہیں بیوپاری کے
کیا ساز جڑاؤ زر زیور کیا گوٹے تھان کناری کے ۔۔۔ کیا گھوڑے زین سنہری کے کیا ہاتھی لال عماری کے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

ان اصلاحی خیالات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نظیر ایک درویش صفت سیدھے سادے اور فقیر منش بزرگ تھے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بے غرض لیکن واقف کار شخص اہل دنیا کے سامنے کھڑا ہوا دنیا و مال دنیا کے اوپر درد آمیز لہجہ میں تقریر کر رہا ہے بیشک جس نے اس دنیا میں بسر کر قریباً ایک صدی یہاں کے عروج و زوال اور نشیب و فراز کا مطالعہ کیا ہو اس سے زیادہ ان معاملات پر رائے زنی اور مستدل لب کشائی کرنے کا کس کو حق حاصل ہو سکتا ہے!

بعض نظمیں معرفت اور تصوف کے پوشیدہ اسرار کے حق میں آئینہ کا حکم رکھتی ہیں۔ اس باب میں مستقل نظمیں تو کم ہیں لیکن صوفیانہ متفرق اشعار کو یک جگہ کیا جائے تو وہ بجائے خود بہت زیادہ ہیں۔ "ذکر مرغان" ایک اعلیٰ درجہ کا متصوفانہ مسدس ہے۔ کہتے ہیں ؎

وقت سحر کی رحمتیں کیا کیا ہوں ہوں کرتی ہیں ۔۔۔ ہو ہو تو مرغان کرکر ذکر کن فیکون کرتی ہیں
مرغے بولے گڑ دن کوں مرغیاں کُنکوں کُنکوں کرتی ہیں ۔۔۔ طوطیاں بھی سب دیس میں اسکی بہتوں بہتوں کرتی ہیں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چن چن چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

اس کے آخری بند میں جس انداز سے اپنے آپ کو غیرت دلائی ہے وہ بہت موثر ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کس کس کا لو میں نام غرض ہیں جتنے جانور خلق کیے ۔۔۔ کوئی کہے یا حی تو تا کوئی کہے یا رب قدیر
طائر تو سب ذکر کریں اور ہم غفلت میں ہیں اسیر ۔۔۔ ہم سا غافل دنیا میں اب کوئی نہ ہو گا آہ نظیر
سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چن چن چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

غرض جذبات صادقہ اور خیالات عالیہ کی نظیر کے یہاں کمی نہیں ہے معرفت کے مضامین بھی ناپید نہیں۔ بلکہ غور کرنے سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں معرفت، توحید اور حمد خداوندی کی دوسرے پیرایہ میں کہہ گئے ہیں اور یہی وہ چیزیں ہیں جن سے نظیر کی عظمت کا انصافاً اندازہ کرنا چاہیے۔ ورنہ بعض نظمیں جو غیر مہذب ہیں ان سے نظیر کی شاعری کو حقیقتاً کوئی تعلق نہیں۔ بلاشبہ ان کا شمار نظیر کے نتائج افکار میں ہو سکتا ہے لیکن چونکہ ان کا وجود تفنن طبع یا کسی خارجی تحریک پر مبنی سمجھا جاتا ہے اس لئے کلام نظیر کی تنقید کے واسطے وہ بطور معیار کے کام نہیں دے سکتیں۔ ان مخرب اخلاق و مشتعل انگیز نظموں کی شان نزول یا غرض و غایت کیا تھی؟ اسکا صحیح جواب اس وقت دینا محال ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ معاشرت انسانی کے جو تاریک پہلو نظیر نے دکھلائے ہیں وہ غیر فطری یا سرتاپا غلط ہیں۔ ممکن ہے کہ سوسائٹی کی اصلاح کی غرض سے شاعر نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ لوگوں کے آگے ان کی مذموم عادات و خصائل کا تذکرہ من و عن کر دیا جائے کہ انہیں اپنی دردناک اور غیرت سوز حالت پر غور کرنے کا موقع ملے اور اس سے شاید اتنا ہو کہ وہ اپنے کیرکٹر کی درستی پر از خود مائل ہو جائیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ انہوں نے اپنی طبعی خواہش سے ایسا کیا ہو۔ تاہم اس کے لیے نظیر کو خصوصیت سے ملزم گرداننا ناانصافی

ہے خصوصاً اُس حالت مین کہ سعدی ایسے کلی گرانپایہ فلسفی شعرا کا دامن ہزل گوئی کے بدنما داغ سے ملوث نظر آرہا ہے۔ ہمین خذ ما صفا ودع ما کدر کے عاقلانہ اصول پر کاربند ہونا چاہیے اچھے مال کی قدردانی کرنا چاہیے۔ اور خراب چیز کی طرف نظر بھی نہ ڈالنا چاہیے۔ اس مسلک کو اختیار کرنے کے بعد ارباب نظر تلاش کرینگے تو انھین دیوان نظیر کی خاک سے بہت سے بیش قیمت جواہر ریزے ایسے ملین گے جن سے ادب و لٹریچر کا تاج زیب و زینت پا سکتا ہے۔ متعدد نظمین نظیر کی اِس قسم کی ہین کہ اُن کا انتخاب تعلیمی نصاب مین شامل کیا جا سکتا ہے اور اُن کا منتخب مجموعہ نونہالان قوم کے ہاتھ مین بلا کسی خدشے کے بغرض استفادہ دیا جا سکتا ہے۔

(نقاد) سید محمد فاروق

معاشرت و تمدن

ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک جسقدر انواع و اقسام کے حیوانات روئے زمین پر ظاہر ہوئے ان سب مین انسان سب سے زیادہ شاندار اور تمام اصناف پر غالب و حاوی ہو۔ دیگر حیوانات بعض بعض قطعات زمین جو انکی بود و باش کے لیے زیادہ موافق ہین پائے جاتے ہین، لیکن نوع انسان تمام روئے زمین پر پھیل گئی ہے اور سب کو اُس نے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کو یہ اقتدار و بزرگی اسکی عقلی قوتون اور معنوی ملکات کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ ہر انسان کی فطرت اسکو مجبور کرتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنی ذات کی بلکہ اپنے ابنائے جنس کی بھی معاونت و حفاظت کرے اور اسی وجہ سے تنازع البقا کی جنگ مین میدان انسان کے ہاتھ رہا۔ انسان کی عقلی قوتون کے انکشاف کے ساتھ ساتھ ایک بامعنی زبان کا استعمال بھی ترقی کرتا گیا اور زبان کی ترقی نے مدارج کمال کے طے کرنے مین انسان کی حیرت انگیز مدد کی۔ زبان مین تھوڑی ترقی کرنے کے لیے جسقدر دماغی طاقت درکار ہوتی ہو وہ دوسرے کمالات مین ترقی کرنے کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انسان نے انواع و اقسام کے اوزار، ہتھیار، جال وغیرہ ایجاد کیے جس سے اپنی حفاظت کرتا ہے، شکار مارتا اور اور خوراک وغیرہ حاصل کرتا ہے۔ اُس نے کشتیان اور جہاز بنائے جنمین سوار ہوکر مچھلیان پکڑتا اور سمندر پار کے زرخیز ملکون مین جا پہنچتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ آگ جلانے کی ترکیب اور آگ کا مناسب استعمال دریافت کیا جس نے نہ صرف کھانا پکانے اور اسکو لذیذ اور زود ہضم بنانے مین مدد کی بلکہ ہزارون طرح کی صنعت و حرفت کے اختراعات و ایجادات اسکی بدولت حاصل ہوئے۔ صرف انسان ہی ایسا حیوان ہے جو آگ کا استعمال جانتا ہے۔ انسان کے زمانے سے قبل بھی آگ دنیا مین موجود تھی۔ یہ آگ بجلی یا کسی اور سبب سے جنگلون مین آتشزدگی کے باعث پیدا ہوئی تھی، آتش فشان پہاڑون سے خارج ہوئی تھی لیکن انسان جس ترکیب سے اپنے باورچیخانون اور کارخانون مین آگ کا استعمال کرتا ہے یہ قابلیت صرف اسی سے مختص ہے اور کوئی وحشی قوم خواہ کسی قدر ادنی درجے مین کیون نہو ایسی جاہل نہین پائی جاتی جو آگ کا استعمال نہ جانتی ہو۔ انسان کی تمام دریافتون مین زبان کے بعد آگ کی دریافت سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے اور اسقدر قدیمی ہے کہ اسکی قطعی تاریخ کا پتہ نہین چلتا۔ یہ چند ایجادات جن کے باعث انسان اپنے زمانہ جہالت و وحشت مین بھی تمام حیوانات سے بڑھ گیا اسکی قوت مشاہدہ، حافظہ، استعجاب، تخیل اور استدلال کے نتائج ہین۔

تہذیب کے مدارج

انسان کے کارنامون کی تاریخ پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ وہ تدریجی

ترقی اور ارتقا کی ایک سرگذشت ہے اور ہر عہد مین اسکی تمدنی، اقتصادی اور سیاسی حالت ایک خاص طرح کی رہی ہے۔ اس ارتقاء کے چند نمونے حسب ذیل ہین:-

(۱) غیر مہذب زندگی کی مختلف حالتین جب لوگ جنگلی پھلون اور درختون کے پتون اور جڑون پر گزارہ کرتے یا مچھلیان پکڑتے اور شکار کرکے اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

(۲) انسان نے جانورون کو سدھانا سکھا یا اور خانگی ضروریات مین ان سے مدد لینے لگا۔

(۳) اس کے بعد گلہ بانی کا عہد ہے جبکہ مویشی پلنے اور ان سے فائدہ اٹھانے پر زندگی کی ضروریات پوری ہونے لگین۔

(۴) پھر زراعت کا عہد شروع ہوتا ہے جس نے تمدنی حالت مین بہت تغیر پیدا کر دیا۔ لوگ دیہات اور قصبات مین مستقل طور پر رہنے لگے اور تمدن و شائستگی مین رفتہ رفتہ اس معراج ترقی پر پہنچے جو آجکل بڑے بڑے متمدن شہرون کی حالت ہے۔

تہذیب کی یہ رفتار جو زمانہ حال مین ترقی کر رہی ہے انسان کے ابتدا آفرینش سے کم و بیش جاری ہے۔ قدیم زمانہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین علوم و فنون نہایت ابتدائی حالت مین تھے۔ بابل اور مصر کے مدرسون مین جو علوم ریاضی پڑھایا جاتا تھا وہ علم حساب کے ابتدائی اصول تھے جو اس زمانہ مین بچے تک جانتے ہین۔ پندرھوین صدی مین یا اس سے کچھ پیشتر جبر و مقابلہ اور اقلیدس مسلمان علماء کی بدولت دنیا مین رواج پانا شروع ہوا۔ تہذیب کی کوئی حالت یکلخت نہین پیدا ہوتی بلکہ بتدریج ترقی کرتی ہے۔ مصر اور بابل کے مقبرون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ سے پانچہزار برس قبل وہان تمدن کی بنیاد قائم ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس زمانہ مین دنیا کے اکثر حصون مین وحشی اقوام آباد تھین لیکن دریائے نیل اور فرات کے درمیانی خطہ مین تہذیب و شائستگی پھیل رہی تھی۔ مصریون کا ہیروغلافی خط[له] دنیا کے حروف تہجی کی ابتدا ہے۔ اہرام مصری آج تک دنیا کے عجائبات مین شمار ہوتے ہین اور محققین آثار قدیمہ نے یہ بھی پتہ لگایا ہے کہ وہان کے باشندون کو تانبے، لوہے، سونے، چاندی کے کام مین مہارت حاصل تھی، اور یہ مسلمہ ہے کہ اس تہذیب کی ابتدا ان اقوام مین اہرام مصری کی تعمیر کے زمانہ سے بہت قبل ہوئی ہوگی۔

انسان کے وظائف طبعی

انسان کو خواہ وہ وحشیانہ حالت مین ہو خواہ مہذب حالت مین، چند ایسے کام کرنے پڑتے ہین جو اسکی بقائے حیات کے لیے ضروری ہین۔ ان مقاصد کے پورا کرنے کے لیے انسان کی تمام جسمانی قابلیتین صرف ہوتی ہین اور ان کو منضبط اور باقاعدہ رکھنے کے لیے گروہ یا سوسائٹی ترتیب دی جاتی ہے۔ ان متمدن گروہون کو اپنی جسمانی قابلیتون کو پورے طور پر کام مین لانے اور ان سے حظ اٹھانے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے جو طرز اور نوعیت کے لحاظ سے ان لوگون کے مناسب حال ہوتی ہے جو ایک گروہ بنکر رہتے ہین۔ فرقہ بندی اور تقسیم

له مصر کا ہیروغلافی خط حضرت مسیح سے چار ہزار برس قبل رائج تھا اس زمانہ مین فن تحریر اسقدر مکمل ہو گیا تھا کہ بعض بعض الفاظ لکھنے کے لیے اصوات کے موجب حروف یا نشانات استعمال کیے جاتے تھے لیکن پوری تحریر کچھ تو اس قسم کے الفاظ اور کچھ تصاویر کی علامات سے مرکب ہوتی تھی۔ اہل مصر نے جو فن تحریر ایجاد کیا تھا وہ اہل فنیشیا کے ساتھ (جو اس زمانہ مین فن جہازرانی مین کمال رکھتے تھے) یونان مین آیا لیکن یونانیون کو اس تحریر کا پڑھنا مشکل معلوم ہوا اور انھون نے ایسے نشانات (حروف) وضع کیے جن سے الفاظ کی آوازین لکھی جا سکین۔ اسیطرح سنہ عیسوی سے ایک ہزار برس قبل اہل فنیشیا نے حروف ایجاد کیے جو تمام سامی اقوام مین رائج ہو گئے۔ ان حروف کے ذریعہ سے فن تحریر کو اور بھی ترقی حاصل ہوئی۔ الغرض فن تحریر کی ایجاد نے نسل انسان کو وحشیانہ حالت سے نکالکر بہت جلد تہذیب کے درجے پر پہنچا دیا اور علوم کا پایہ مستقل کر دیا۔

محنت کے اُصول سمجھنے کے لئے قدیم تاریخی زمانون مین لوگونکے ذرائع معیشت پر غور کرنا چاہیئے۔ جانورون اور مچھلیون کا شکار کرنا، زراعت کرنا، مویشی پالنا، درخت لگانا، کھانا پکانا، مکانات تعمیر کرنا، اسلحہ سے جان و مال کی حفاظت کرنا اور مدافعت حملہ کیلیے لڑنا، آگ، کپڑا اور سواری وغیرہ کا استعمال ایسے کام تھے جو قدیم زمانہ مین انسان کو اپنی بقاے حیات کے لیے کرنا پڑتے تھے اور چونکہ لوگون کو اپنے کام کے سرانجام مین دوسرون کی معاونت کی حاجت ہوتی تھی، امداد و بدل کرتے رہتے اور تقسیم محنت کے اصول پر اپنے کام انجام دیتے تھے۔ جب اِن گروہون نے ترقی کی اور اُنمین قبیلہ، خاندان اور قومیت کی بنیاد پڑی تو املاک اور جائداد کے حقوق اور عدالت قائم ہوئی۔ ضروریات بڑھتی گئین اور اسکے ساتھ ہی اُن کے پورا کرنے کے اسباب و خیالات بھی بڑھتے گئے۔ جسمانی ضروریات کے علاوہ روحانی تقاضے بھی پیدا ہونے۔ اِن ضروریات کو منضبط کرنے کے لیے زبان، مذہب، اخلاق، رسم و رواج، قانون، دستکاری، سائنس، اور فن تحریر کا آغاز ہوا۔ رفتہ رفتہ ریاست قائم ہوئین، یعنی جو لوگ صرف ضروریات زندگی کی خاطر ایک جگہ جمع ہوکر کاروبار معاشرت انجام دینے اور اپنی حفاظت اور ترقی کی تدابیر اختیار کرنے لگے اُن کا مجمع سلطنت کہلایا۔ اقوام تعلقاتِ رشتہ داری سے پیدا ہوتی ہین اور ریاست سیاسی اقتدار اور حقوق سے۔ جب اقوام ترقی کے مدارج طے کرکے ریاست قائم کرلین تو اُنمین تہذیب، شائستگی، عدالت بہت بڑھ جاتی ہے۔ چند گھرانے جب ایک جگہ جمع ہوکر رہتے ہین تو ایک شخص کو سردار مقرر کرلیتے ہین۔ یہ شخص عقل و تجربہ دونون مین دوسرون سے ممتاز ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ استحقاق موروثی ہوجاتا ہے اور جب قوم دولت و طاقت اور علم و فن مین ترقی کرتی ہے تو یہ سردار بادشاہ بن جاتے ہین۔ کبھی کبھی یہ انتخاب فوجی طاقت یا مذہبی تقدس کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ غرضکہ قوم کی سرداری انتخابی، موروثی، فوجی اور مذہبی حیثیت سے ہوتی ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ترتیب و نظام جو گروہ انسانی مین پایا جاتا ہے، بادشاہت کے اثر سے نہین ہوتا بلکہ سوسائٹی یعنی تمدنی اجتماع کے اُصول اور انسان کی طبعی تحریکات کا اقتضا یہی ہے۔ جس زمانہ مین سلطنت کا کہین نام و نشان بھی نہ تھا اُس زمانہ مین بھی لوگونکے چھوٹے چھوٹے فرقو مین تمدن کی بنیاد موجود تھی۔ انسان کا باہمی معاونت پر مجبور ہونا اور ایک دوسرے کے نفع و نقصان مین شریک ہونا اس امر کا مقتضی تھا کہ وہ جمع ہوکر رہین اور قوانین تہذیب کے پابند ہون۔ دوسرون کے ساتھ شراکت کی ضرورت تعلقات کو منظم کرتی ہے اور یہ آئین و ضوابط سلطنت کے آئین و ضوابط سے زیادہ مستحکم اور موثر ہوتے ہین۔ چونکہ قدرت نے انسان کو تمدنی حیات کے لیے پیدا کیا ہے، بدین وجہ انسان کی طبعی خواہشات اس کے قواے بدنی سے زیادہ ہین۔ کوئی شخص سوسائٹی کی مدد کے بغیر اپنا احتیاج حاصل نہین کرسکتا اور چونکہ ہر شخص کا یہی خیال ہے اِس سبب سے اِس بات پر مجبور رہین کہ باہم مل کر زندگی بسر کرین۔ اس لیے انسان کو باہم مجتمع و منضبط رکھنے کے لیے سلطنت کی حاجت نہین ہے۔ بلکہ اُن چند مہتم بالشان اُمور کا انتظام کرنے کے لیے جن کا انتظام سوسائٹی بآسانی نہین کرسکتی۔

سوسائٹی کے اُصول قانون فطرت ہین

سوسائٹی جسقدر زیادہ مہذب ہوگی اُسی قدر اسکو سلطنت کی کم حاجت ہوگی۔ کیونکہ وہ خود اپنے کاروبار اور معاملات کو بطور شوریٰ سنبھال سکے گی اور منضبط رکھ سکے گی۔ سوسائٹی کے تمام قوانین

قانونِ فطرت ہیں۔ تجارت و معاملات خواہ افراد قوم میں ہوں یا بین الاقوام باہمی معاونت کے قوانین سے درست ہوتے ہیں۔ ان قوانین کی پابندی محض اس وجہ سے نہیں کیجاتی کہ سلطنت کا حکم ہے بلکہ اس لئے کہ انسان کی بہبودی و فلاح کا انحصار اس پر ہے۔ اور جب سلطنت خود غرضی اور طرفداری سے کام لیکر آئینِ فطرت کے خلاف لوگوں کو مجبور کرتی ہے تو بجائے بہبودی اور فلاح کے جابجا تشدد میں تکلیف اور پریشانی پھیل جاتی ہے جس کا نتیجہ خونریزی اور تباہی ہوتا ہے۔ بغاوت اور سرکشی کے ظاہری اسباب خواہ کچھ ہی ہوں اصل سبب ناخوشی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئین سلطنت میں کوئی ایسی غلطی ضرور ہے جو سوسائٹی کے اصول کے خلاف ہو۔ ابتدائی طرز زندگی سے لیکر انتہائی تمدنی زندگی تک ہر حالت میں انسان میں اخلاق کی دو متضاد قوتیں جمع نظر آئینگی۔ اپنے گروہ میں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اُسکا اخلاق اور طرز مدارات اُس برتاؤ سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو وہ غیروں کے ساتھ کرتا ہے۔ اخلاق املاک حقوق اور قانون صرف اُسی کے قبیلہ یا گروہ میں محدود ہوتے ہیں دوسرے قبیلے یا گروہ خواہ وہ کیسے ہی قریب کیوں نہ رہتے ہوں خارج از قانون خیال کیے جاتے ہیں اور غیروں کیطرح اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے ہمیشہ برسر پرخاش اور آمادہ جنگ رہتی ہے۔ جب یہ چھوٹے چھوٹے گروہ بڑھتے بڑھتے ریاست اور سلطنت بنگئے تو وہ لوگ جو ایک سلطنت کے ممبر تھے باہم امن و امان قائم رکھنے پر متفق ہوگئے۔ مگر دوسری سلطنتوں سے وہی مغائرت کا برتاؤ رہا اور تہذیب و شائستگی اور بڑھی تو اقوام کے حقوق بھی قائم ہوئے اور قانون بین الاقوام نے ایک عام امن قائم کردیا۔ لیکن اب بھی ہر سلطنت اپنی حریف سلطنت کی نقل و حرکت کی خبر رکھتی ہے اور خود اس قدر آمادہ تیار رہتی ہے کہ ضرورت پڑے تو قانون کی زنجیر توڑ ڈالے اور جنگ و غارتگری پر آمادہ ہوجائے۔

ملک کا خیال پہلے گھر اور خاندان کے استعمال کی اشیاء سے پیدا ہوا اور ملک دو طرح کی ہوتی ہے شخصی اور قومی۔ شخصی ملک میں وہ اشیاء داخل ہیں جو انسان اپنی ذات کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مثلاً اُسکے ہتھیار اوزار کپڑے زیور وغیرہ؛ اور دوسری قسم میں وہ اشیاء جو تمام گروہ کے فائدہ اور آرام کیلئے جمع کی جاتی ہیں مثلاً بیت المال، پبلک کتب خانہ، عجائب خانہ وغیرہ۔ ملک کے خیال نے بڑا کام یہ کیا کہ امن تجارت کو فروغ ہوا اور اسکے ذریعہ سے اقوام باہم ملنے جلنے لگیں اور ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھانا سیکھ گئیں۔ اسی ضرورت نے سکّہ کی حاجت پیدا کی اور روپیہ معیار قیمت اور ذریعۂ تبادلہ ٹھہرا۔

تمدن اور سوسائٹی بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً شہد کی مکھی چیونٹیاں سگِ آبی اور بندر کم و بیش متمدن ہیں لیکن انسانی سوسائٹی اِن سب سے اعلیٰ اور اُن تمام خوبیوں اور خصوصیات کا جو ان حیوانوں کی سوسائٹی میں پائے جاتے ہیں، نہ صرف مجموعہ ہے بلکہ ان سب سے بدرجہا افضل ہے۔ انسانی سوسائٹی کی وہ خصوصیات جو اُسکو دوسرے حیوانات کی سوسائٹی سے تمیز کرتی ہے، یہ ہے کہ انسان نہ صرف متمدن ہے بلکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بغیر تمدن کے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسواسطے وہ اسکو روز بروز ترقی دیتے اور زیادہ مکمل خوش وضع اور راحت بخش بنانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر تمدن میں علم و تہذیب کی ترقی انسان کی ہر جماعت اور ہر شخص کو بالانفراد متمتع کرتی ہے۔ اسطرح سوسائٹی انسان کو متمدن و مہذب بناتی اور اسمیں کمالات کا جوہر اور مادہ پیدا کرتی یا قدرتی مادہ کو اُبھارتی اور ظاہر کرتی ہے اور نوع انسانی

بلا مزید جد وجہد کے لائق ہوشیار اور قابل پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم بعض اقوام کے افراد زیادہ قابل یا کسی خاص وصف مین زیادہ ممتاز دیکھتے ہین اور بعض اقوام کے ممبرون مین عام طور پر جہالت و تاریکی و ناقابلیت پھیلی ہوئی ہے۔

تمام عالم مین اقوام کی ترقی کا طریقہ یکسان ہے جس سے وہ وحشیانہ حالت سے نکلکر شائستگی اور تہذیب کے کمال تک پہنچتے ہین اور ان کی مختلف حالتین اس ترقی کے راستے کے مختلف مراحل او منازل ہین لیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ترقی کے راستے مین انکی رفتار بھی یکسان ہو بعض بہت تیزی سے معراج کمال کیطرف پرواز کرتے ہین اور بعض بہت آہستہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ انسان کی زندگی مین وہ کون سی قوتین ہین جن مین ترقی کی قابلیت ہے۔

عالم موالید ثلثہ مین ہر شے فطرتا جس حالت مین پیدا کی گئی ہے اور اسکی خلقت کی جو ترکیب خلاق عالم نے بنائی ہے وہ اس کے قیام حیات اور ضروریات زندگی کیلئے بالکل کافی ہے۔ ان مخلوقات مین جو جسقدر زیادہ کامل ہے اسی قدر موجودات خارجی سے اسکے تعلقات زیادہ ہین۔ مثلاً نباتات کو صرف ہوا پانی اور غذا کی حاجت ہے جو وہ زمین سے حاصل کرتے ہین۔ لیکن حیوانات کو اپنے ثبات وبقا کے لیے نباتات سے بہت زیادہ کوشش کرنا پڑتی ہے اور اسکے تعلقات موجودات خارجی کے ساتھ زیادہ ہین انہین بعض حیوانات ایسے ہین جو باہم ملکر رہتے ہین اور انہین کسی قدر تمدن کے علامات پائے جاتے ہین۔ موجودات عالم مین انسان چونکہ بلحاظ خلقت سب سے زیادہ کامل اور اعلیٰ ہے اس کے تعلقات اپنے ابنا جنس اور تمام موجودات کے ساتھ بہت زیادہ وسیع اور قوی ہین۔ اس نے

جلن

تنازع البقا کی جنگ مین اپنے تمام حریفون کو مغلوب و مطیع کرلیا ہے اور اس مین شائستگی تہذیب اور قوت بدرجہ کمال پیدا ہوگئی۔

تمدنی زندگی کے ترقی کے وسائل

(۱) خارجی موثرات واسباب۔ مثلاً ملکون کی آب وہوا اور پیداوار وغیرہ۔

(۲) قوا طبعی و دماغی۔ مثلاً قوا ذہنی اور جسمانی قوتین۔

(۳) مجلسی اور تمدنی حالت۔ جو تمدن زندگی کے تاثرات باہم تقسیم کار اور تبادلہ خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

تمدن پر موثرات خارجی کا اثر

انسان خواہ تنہا ہو یا مل جلکر رہتا ہو اس پر ان نیچرل اشیا کا جو اس کے ارد گرد ہین بہت اثر پڑتا ہے اور نیچر کا اثر انسانی گروہون مین ان کے خانگی اور مجلسی تعلقات مین ظاہر ہوتا ہے۔

خارجی موثرات واسباب نیچرل اثر سے مراد آب وہوا کا اثر اور زمین کی ساخت وبناوٹ ہے۔ آب وہوا کا اثر دیکھنا ہو تو قطبین کے قریب نہایت سرد ملکون اور خط استوا کے قریب نہایت گرم ملکون کے باشندونکی حالت پر غور کرو شمالی ملکون کے باشندونکی تمام زندگی ماحتاج کو ترستی اور اسکی فکر مین گذرتی ہے کیونکہ وہان پیداوار نہایت قلیل اور ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے جس سے انکی معاشرتی اور نیز دماغی و عقلی حالت پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے اسطرح کی شدت بھی انسان کے قوا عقلی کو سست کردیتی ہے۔ جن ملکون مین ضروریات زندگی آسانی سے بہم پہنچ جاتی ہین وہانکے لوگ کاہل اور تن آسان ہوتے ہین اس سبب سے ان کے دماغ مین اختراعات وایجادات کی قوت بہت کم ہوتی ہے۔ زراعت پیشہ لوگون کا دار و مدار آب وہوا کی عمدگی اور زمین کی زرخیزی پر ہے

جبکہ انسان کی ترقی مین اُسکے مسکن کی آب وہوا کو دخل ہے تو ضرور ہے کہ جس مقام پر وہ رہتا ہے اُسکی نوعیت کو بھی اسکی ترقی مین بہت کچھ دخل ہو۔ مثلاً سمندر اور دریا کے دور ہونے کی وجہ سے جہاز رانی کی ناقابلیت، پہاڑون اور سنگلاخ زمین کی کثرت، زمین کی زرخیزی اور ویرانی، جنگلون اور صحراؤن کی وسعت، حیوانات اور نباتات کی پیداوار اور دوسری مہذب یا نامہذب اقوام کی قربت، جس کا نامعلوم اثر پڑتا ہے۔ نباتات سے انسان کو غذا ملتی ہے۔ اور بہ نسبت محنت کے پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ نباتات ہی سے انسان کا لباس بنتا ہے اور اُسی سے اُس کے مکانات تعمیر ہوتے ہین اور سب سے زیادہ یہ کہ نباتات سے آگ بھی پیدا ہوتی ہے جو انسان کی بہت بڑی معاون اور مددگار ہے۔ انسان بہت قدیم زمانہ سے گوشت کھاتا ہے۔ قدیم آثار سے پایا جاتا ہے کہ انسان جانورون کا شکار کرتا اور اُنکے گوشت و پوست پر گزارہ کرتا تھا۔ مویشی کا پالنا اور اُنکے گلون کی نگہداشت کرنا بھی تہذیب و تمدن کی بنیاد پڑنے کا پہلا زینہ ہے کیونکہ جو اقوام مویشی پالتی تھین اُنکو وقت پر اور حسب ضرورت خوراک مل سکتی تھی، نہ اُنکو شکار کے پیچھے ہر وقت سرگردان رہنے کی ضرورت تھی۔ اسطرح جو وقت بچتا تھا وہ دوسرے مفید کامون مین صرف ہو سکتا تھا، جو نظام تمدن کی درستی، ملکی حقوق اور آئین کے شروع ہونے اور علم و عقل مین ترقی کرنے کا سبب ہوا۔

اسیطرح تمام معدنی اشیاء جو اپنی اصلی یا فرضی قیمت کی وجہ سے اقوام مین بہت عزیز اور قیمتی خیال کیجاتی ہین زمین مین جابجا پھیلی ہوئی ہین۔ مثلاً نمک، سیسہ، جواہرات، تمام قسم کی دھاتین تانبا، ٹین، لوہا، چاندی وغیرہ جو زمین سے پیدا ہوتے ہین انھون نے تہذیب و شائستگی پر تجارت کے وسیلے سے بہت کچھ اثر ڈالا ہے اور اُن کو شائستہ بنانے مین بہت مدد کی۔ انسان مین فطرتاً یہ قوت ہو کہ وہ قدرتی اشیاء کو بہ تغیر صورت یا بحالہ استعمال کرنے سے اپنی ضرورتون کو پورا کر سکتا ہے۔ اور جہان کہین اُسکو اپنے مطلب کی کوئی چیز ملجاتی ہے وہ اُسکو اپنے اسباب زندگی کے بنانے مین کام مین لاتا ہے۔ جن ملکون مین عمدہ لکڑی کی کمی ہے وہان اگر کمان یا مچھلی پکڑنے کی چھڑ بنانے کے قابل کوئی لکڑی ملجاتی تھی بڑی نعمت خیال کیجاتی تھی اسیطرح دوسرے ممالک مین ایسے پتھر جن سے اوزار یا ہتھیار بن سکین نہایت بیش قیمت خیال کیے جاتے تھے۔ تجارت اور صنعت و حرفت کا مدار معدنی پیداوار پر ہے۔ نمک جو طعام کا ایک ضروری جزو ہے، نہایت قدیم زمانہ سے تجارت کو فروغ دیتا رہا ہے۔ معدنیات کی پیداوار نے اُن مقامات کی شائستگی مین جہان وہ پیدا ہوتے ہین صنعت و حرفت کے ذریعہ سے اور دیگر ممالک مین جہان معدنیات نہین پائے جاتے تجارت کے وسیلے سے بہت انقلاب پیدا کیا ہے۔ تجارت کا اثر تبادلہ اشیاء کے علاوہ اقوام کی تہذیب اور ترقی پر بھی بہت عمدہ پڑتا ہے کیونکہ مختلف ممالک کے لوگون کے باہم مخالطت سے دوسرے ملکون کے حالات سے آگہی حاصل اور تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ اسی طرح احتیاج اور ضرورت گو بظاہر افلاس معلوم ہوتی ہے لیکن ایک نظر سے احتیاج بھی رحمت ہے جو انسان کو تلاش و تجسس محنت اور سعی کی تحریک کرتی اور اسمین ہمت و جرأت پیدا کرتی ہے۔

تمدن پر قوائے باطنی و دماغی کا اثر

تنازع البقاء کی جنگ مین دو چیزین انسان کی ممد ہوتی ہین۔ ایک اُسکی جسمانی طاقت دوسرے اخلاقی و دماغی قوت۔ جسمانی طاقت سے وہ محنت و مشقت کے کام کر سکتا ہے، اور قوت دماغی سے اسمین غور و خوض کرتا ہے اور اپنی تدابیر کو عمدہ و نتیجہ خیز بناتا ہے۔ مختلف طرح کی جسمانی و روحانی قوتین جو قدرت نے انسان مین پیدا

کی ہین اُس کے جذبات اور طبعی تحریکون کو تسکین دینے کا
آلہ ہین جنکا اثر اُس کے اعمال اور تدابیر پر پڑتا ہے اور اس وجہ
سے کوئی ایسی قوم جو ایسے ممالک مین رہتی ہین جہان قدرتی
پیداوار بہت کم اور ناکافی ہوتی ہے اپنی عملی تدبیر سے
اچھے اچھے ملکون پر حکمرانی کرتی اور تمام دُنیا کی دولت سے
متمتع ہوتی ہے۔

مجلسی و تمدنی اثر

اقوام کی قسمت ملکون کی آب و ہوا اور زرخیزی اور اُنکی ذاتی
قابلیتون کے زیر حکومت ہوتی ہین۔ لیکن سوسائٹی خود بھی ایک
موثر آلہ ہے اور افراد انسانی پر صرف اُس گروہ کا اثر بھی جس مین وہ
رہتا ہے مقدر ہوتا ہے کہ وہ بہت کچھ اُسکو بنایا یا بگاڑ دیتا ہے حتیٰ کہ اُنکی
قدرتی قابلیتین بالکل دب جاتی یا بہت کچھ اُبھر آتی ہین۔ یہ سوسائٹی
ہی کا اثر ہے جو انسان کو اُسکے اصلی مسکن سے باہر لیجاتا اور دیگر ممالک
مین سفر کرنے اور دوسرے زمین پر اسباب معیشت حاصل پر آمادہ کرتا
ہے۔ جن اقوام کی شکست و شان کے کارنامے تاریخ کے صفحون مین
پنہان رہے ہین یہ کبھی اُس اوج ترقی پر نہ پہنچتین اگر دُنیا سے کنارہ کش
رہتین۔ اگر کسی شخص کے تجربے اور معلومات اور تمام محنتین جو وہ کسی حقیقت
کے معلوم کرنے یا کسی شے کے دریافت کرنے مین کرتا ہے اُسکی اولاد شاگردون
اور دوسرے لوگون پر منتقل نہ ہوسکتی تو اُسکی تمام محنت بیکار جاتی اور
دُنیا کی تہذیب اور ترقی ہمیشہ اُسی ابتدائی حالت مین رہتی یہی وجہ
ہے کہ جنس حیوانات مین کوئی فرد اگرچہ اپنی دُنیا مین لاکھون سال
گزر گئین ابتدائے آفرینش سے زیادہ ترقی یافتہ نہین ہوتا۔ سوسائٹی کے
اثر سے انسان اکثر وہ کام کر گزرتا ہے جو کوئی دوسری قوت اس سے
نہین کرا سکتی۔ ہندوستان مین جب رسم ستی جاری تھی تو ہر بیوہ
عورت اپنے خاوند کی نعش کے ساتھ جل جانا سرخروئی اور حیات ابدی
کا سبب جانتی تھی۔ عرب اور دیگر ممالک مین دختر کشی بے تکلف لوگ
کرتے تھے اور مان باپ اپنے بچے کو بے تکلف ہلاک کر دیتے اور مامتا کی آگ سے
متاثر نہ ہوتے تھے یہی سوسائٹی کا اثر جب مفید اور نتیجہ خیز اُمور کیطرف
متوجہ ہوتا ہے تو ادنیٰ شخص سے کارہائے عظیم الشان انجام پاتے ہین اور وہ
محنت و سعی کی راہ مین جان تک سے دریغ نہین کرتا۔

سوسائٹی کا ایک فائدہ تقسیم محنت ہے جو اقوام کی ترقی مین بہت
موثر اور معاون ہے۔ قدیم سے قدیم زمانے مین بھی جب انسان
گروہون مین ملکر رہنے لگا تھا تو اُنمین پیشوائے دین، سپاہی، کاشتکار
فرقے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے، اور یہی زمانہ حال کے آئین سلطنت
کی بنیاد ہے۔ قدرت نے بھی انسان مین تقسیم محنت کا اُصول مدنظر
رکھا اور مرد و عورت کے قوا اور طبیعت مین اس قدر فرق پیدا کیا ہی
کہ وہ دونون یکسان کام انجام نہین دے سکتے۔ ہمیشہ سے مرد کی محنت
اور عورت کی محنت کے کام جُدا جُدا رہے ہین۔

جب ایک قوم دوسری قوم سے ملتی ہے، خواہ وہ جنگ کے میدان
مین ملے یا تجارت کے بازار مین، تو تبادلہ اشیا کے ساتھ ایک کے خیالات
اور عادات کا اثر بھی دوسرے پر پڑتا ہے اور اکثر یہ اثر ایسا قوی ہوتا ہی
کہ بعض اقوام اپنا طرز معاشرت تک بدل دیتی ہین۔ اسیطرح خیالات
اور معلومات کی وسعت اُن کے ہر ایک کام پر اثر ڈالتی اور اصلاح کرتی ہے۔

اگر کسی مہذب آدمی کے بچے کو پیدا ہوتے ہی تنہا چھوڑ دیا جائے
اور اسطرح پرورش کیا جائے کہ وہ موثرات خارجی سے محفوظ رہے
تو وہ بڑا ہوکر کیا ہوگا؟ اُسکی شکل و صورت بالکل آدمیون کی سی ہوگی
وہ دو پاؤن پر چلیگا اُسکے اعضا اور بڑے دماغ جبڑے دار اور ہاتھون
مین گرفت کی قوت ہوگی۔ لیکن اُسکی تنہائی اُسکی ترقی کی مانع اور
مانع ہوگی۔ [illegible] تو اُسکو بامعنی بات کرنا ہی نہ آنے کی اور شاید
سوائے چند کھانے کی اشیا کے اور کسی چیز کا پہچان بھی نہ سکے گا غرض

اسکی معلومات ایک ہوشیار حیوان سے کچھ ہی زیادہ ہوگی۔ اسی طرح جو شخص جسقدر کم اور ادنیٰ درجہ کی سوسائٹی مین رہے گا اسی قدر اسکی وسعت معلومات کم ہوگی اور قوائے عقلی کے استعمال سے قاصر رہیگا۔ اخلاقی قابلیتین اور تہذیب و شائستگی اور انسانیت کے اعلیٰ جذبات موروثی نہین بلکہ تعلیم سے حاصل ہوتے ہین اور اس مقصد کے حصول کیلئے عمدہ سوسائٹی تمدن بہت ضرور ہے۔

سید شاہ ولی الدین چشتی

یادِ رفتگان

اس سرزمین پر جسکی قدامت کا راز روزِ ازل کے تاریک پردون مین چھپا ہوا ہے لاتعداد جو اوقاتِ معینہ پر آئے اور زندگی کے دن پورے کرکے مقررہ اوقات پر چلے گئے۔

بہتیرے ہین جن کے کارنامے صفحاتِ تاریخ مین محفوظ ہین۔ بہت سے ہین جن کی مٹی ہوئی یادگارین ابھی تک اہل دل کو خون کے آنسو رُلاتی ہین۔ اکثر ایسے بھی ہین کہ زندگی کنجِ گمنامی مین بسر کی جبتک جیئے ناقدری اُن کی رفیقِ حال رہی اور جب وقت پورا ہوگیا تو کسی نامعلوم گوشہ مین پیوندِ خاک ہوگئے۔

وہ چلے گئے اور ایسے گئے کہ پھر نہ آئین گے۔ زالِ دُنیا وہی ہے، آسمان پیر وہی ہے۔ دنیا کا کاروبار اور اجرامِ فلکی کا انتظام وہی ہے۔ یہ نہ بدلنے والا سلسلہ بغیر کسی تغیر کے ویسا ہی چل رہا ہے جیسا کسی نامعلوم زمانہ سے چلتا آیا ہے۔ مگر کئی وہ ہستیان جو تھوڑے وقت کے لئے اس سلسلۂ تماشا ہی کا نظارہ کرگئین اب نظر نہین آتین۔ ڈھونڈھنے والی آنکھین ڈھونڈھتی ہین اور مٹی کے چند ڈھیرون کے سوا کچھ نہین پاتین۔ اُنکی آواز کے مشتاق کان چاہتے ہین۔ آہ اسقدر چاہتے ہین کہ اُنکی باتین سُنین مگر افسوس جس اقلیم نامعلوم مین اُنھون نے ٹھکانا بنایا ہے وہان کی زبان ہی خاموش ہے۔ اُنکی فرقت مین تڑپنے والا دل چاہے کتنا ہی تڑپے، اُن کی جدائی مین آنسو بہانے والی آنکھین چاہے کتنا ہی روئین، وہ اب اس سرزمین پر ہرگز نہین آسکتین انسان جانتا ہے کہ جو عدم کی نامعلوم دنیا مین چلا گیا اُسکے پھر آنے کی اُمید ناممکنات مین سے ہے۔ مگر با این ہمہ وہ کون ہے جسے گئے ہوؤن کی یاد بے چین نہین بنا دیتی۔ قبر کے سرہانے بیٹھے ہوئے رو رو کر رونے والون سے پوچھو، کسی بدنصیب کروٹین بدل بدل کر رات بسر کرنے والی دکھیا بیوہ سے سوال کرو، کسی پریشان حال در بدر خراب و خستہ پھرنے والے یتیم سے دریافت کرو، جوان بیٹون کی بے وقت موت پر خون کے آنسو بہانے والی بوڑھی [illegible] سے پوچھو، ماننے کو تو سب مانین گے سرد آہین اور گرم آنسو انھین اس دُنیا مین لا نہین سکتے مگر کم بخت دل بھی تو مانے۔ عالمِ تنہائی مین قوتِ متخیلہ ہے کہ رہ رہ کر کسی کی صورت ڈھونڈھنے والی آنکھون کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ زمانہ گذشتہ کی یاد تمام واقعات کو واقعیت کا جامہ پہنا کر اُس صورت کے دامن سے وابستہ کر دیتی ہے۔ بے چین ہو جانے والا دل تڑپتا ہے تمنا اور آرزو کا تقاضہ ہاتھون کو بڑھنے کے لیے اُکساتا ہے۔ اِس عالمِ بے خودی مین جب وفورِ شوق اور جوشِ اشتیاق اپنا مجبور کردینے والا دباؤ ڈالے ہوئے ہوتے ہین دلی آرزوؤن اور تمناؤن کے ہجوم سے تنگ آئے ہوئے ہاتھ بڑھتے ہین اور کسی کو نہین پاتے۔ بے کس انسان بے بسی کا رونا روتا ہے اور اپنی ناکامی پر خون کے آنسو بہاتا ہوا ٹھنڈی آہین بھر بھر کر ناقابلِ برداشت بوجھ کے غم کو ہلکا کرتا ہے۔ شہرِ خموشان کے مکین پس ماندگان کی حالت سے بے خبر اپنی دائمی عادت سے مجبور خاموشی اختیار کیے

کسی سنسان عالم میں زیر زمین لیٹے ہوئے ہیں۔ احساس جو روح اور جسم کے ارتباط کی حالت میں اُن کی ہستی کا ایک جزوِ عظیم تھا اب ہمیشہ کے لئے اُن سے رخصت ہو گیا ہے اُن کے متحرک اجسام کی گلی سڑی ہڈیاں اب سکون اور فنا کی زندہ علامات بنی ہوئی بے زبانی کی زبان میں اُس دردناک انجام کی داستان کہ رہی ہیں جو ہر انسان کو پیش آنے والا ہے۔ آنکھیں وہ نہیں رکھتے کہ زمین پر چلنے پھرنے والوں کی حالت کو دیکھیں۔ کان اُن کے نہیں کہ آہ و بکا اور شور و شیون کی صدا کو سنیں۔ رونے والے روئیں اور پیٹنے والے پیٹیں۔ وہ دیار خموشی میں خدا ہی جانے کس عالم میں ہیں کہ نہ ... تڑپنے والے دل کی تڑپ اور اخلاص کے آنسو ... والی آنکھوں کی ناگفتہ بہ حالت کا اُن پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

اگلی دُنیا کے رہنے والو! کاش تمھیں اہل دُنیا کے محبت بھرے جذبات کا علم ہوتا۔ کاش تم بے چین دلوں کی بے چینی کا احساس کرنیکے قابل ہوتے۔ ہم کسقدر چاہتے ہیں کہ ہماری سرد آہوں کا اثر تم تک پہنچ سکتا۔ آہ! ہماری کتنی خواہش ہے کہ تم ہماری بے قراریوں اور ہماری بے تابیوں کے تڑپا دینے والے قصے سن سکتے۔ افسوس! تم ہماری ناگفتہ بہ حالت نہیں دیکھ سکتے ورنہ تمھیں معلوم ہو جاتا کہ تمھاری غیر موجودگی ہمارے لئے کسقدر تکلیف کا باعث ہو رہی ہے۔

تم ہم میں نہیں ہو مگر ہماری مضطرب کر دینے والی یاد ہمارے دلوں میں موجود ہے اور جب تک قضا کا ہاتھ روح کو جسم کے بندھنوں سے آزاد نہیں کر دے گا تمھاری باتیں، تمھارے کارنامے، تمھاری صورتیں یاد آ آ کر ہمیں بے چین بناتی رہیں گی!!! امیر حسن ناز

چلن

دُنیا میں معمولی زندگی بسر کرنیکے لئے بھی نہایت ضروری ہے کہ انسان محنتی اور اعلیٰ چلن کا ہو۔ گو میں چلن کی اہمیت کو اسی حد تک ضروری نہیں سمجھتا۔ سچائی کے جان لینے کی نسبت سچائی پر عمل کرنا زیادہ اہم الشان ہے کیونکہ اچھے اعمال کرنے ہی پر ہماری زندگی کی بہبودی، خوشی اور ترقی کا انحصار ہے۔ دراصل اچھے اعمال ہی کا دوسرا نام اچھی زندگی ہے۔ مقائسہ حیات دنوں سے نہیں بلکہ پاکیزہ اور پسندیدہ افعال سے کیا جاتا ہے۔ کپلنگ کہتا ہے کہ۔

دل میں ٹھان لو کہ ضمیر کی ہدایات پر عمل کرنے میں کبھی پس و پیش اور تردد نہ کروگے، اور یقین کرو کہ تمھارے ہاتھ میں ہر خوشی اور ہر برکت کی چابی آگئی۔ فرائض کی ادائگی میں سستی یا لیت و لعل کرنیسے زندگی کی طولانی دوڑ میں مسرت کبھی بھی نہیں مل سکتی۔

بقول ورڈسورتھ "ہر عقلمند اور نیک آدمی کا خاصہ ہونا چاہیئے کہ وہ بزدلانہ خوف و خطر کو پاس بھی نہ پھٹکنے دے۔ جہاں دھرم اجازت دے وہاں بلا دھڑک کود پڑے۔ خطرات کا بہادری سے مقابلہ کرے، اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے فتح حاصل کرے"۔ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ یہ ایک دلچسپ سوال ہے جسکا جواب دیتے ہوئے نیبلی صاحب فرماتے ہیں۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت نہیں، طاقت کی ضرورت نہیں، چالاکی کی ضرورت نہیں، شہرت کی ضرورت نہیں، آزادی کی ضرورت نہیں، حتیٰ کہ تندرستی کی بھی ضرورت نہیں، صرف چلن کی ضرورت ہے اور بڑی سخت ضرورت ہے چلن ہی ہمکو بچا سکتا ہے ورنہ ہم یقیناً تباہ ہو جائیں گے۔

چلن کو بنانا ہمارے اختیار کی بات ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ ہم سب کے سب مصور، راگی، صناع، یا شاعر نہیں بن سکتے۔ مگر اُن صفات کو تو اختیار کر سکتے ہیں جنکا اختیار کرنا ہمارے اقتدار سے باہر نہیں ہے۔ وہ کیا ہیں؟ صداقت۔ متانت۔ جفاکشی۔ فیاضی۔ کشادہ دلی۔ فضولیات سے پرہیز۔ لغویات سے نفرت۔ بلند پروازی اور ترکِ عیش۔ یہ ایسی صفات ہیں جنکو حاصل کرکے انسان زیادہ نہیں تو اتنا ضرور بنجاتا ہے کہ اگر چاہے تو دنیا کو تہ و بالا کر دے۔

کوئی ایک فعل تو روز بس پڑھ کر فراموش ہو جاتا ہے جیسے گرنے کی رائے نہایت مفید اور دلچسپ ہے کہ "ایک مطمئن دل کو ایک مستقل اور ہمیشہ قائم رہنے والی ضیافت ہے۔" فرینکلن صاحب کی نیک نصیحتوں کیلئے ہم اُس کا شکریہ ادا کرتے ہیں مگر وہ ایسی تدبیر بتاتا ہے جسکی تائید نہیں کیجا سکتی۔ وہ تسکین اطمینان قلب کے حصول کیلئے یہ لکھتا ہے:

میرا ارادہ ہے کہ ان تمام صفات کو حاصل کروں اور میں نے تصفیہ کیا ہے کہ نکو یکبارگی حاصل کرنے کی کوشش کرنا سراسر نامناسب ہوگا۔ بلکہ ہر ایک کی تحصیل کیلئے وقت مقرر کرنا چاہیئے۔ اسطرح میں ان تیرہ صفات کو حاصل کرونگا۔ اعتدال۔ خاموشی۔ باضابطگی۔ مستقل مزاجی۔ کفایت شعاری۔ مشقت۔ صداقت۔ انصاف۔ میانہ روی۔ صفائی۔ طمانیت۔ عفت اور فروتنی۔

مگر مشکل سے باور کیا جاتا ہے کہ اس پر فی الواقع فرینکلن نے عمل کیا تھا۔ کیونکہ یہ مثل بہت مشہور ہے کہ "اگر تم شیطان کے کسی عزیز کو اپنے گھر میں قدم رکھنے دوگے تو اُس کا تمام کنبہ اُس کے ساتھ داخل ہو جائیگا۔" بشپ ولسن صاحب کا مقولہ ہے "کسی شخص کا کسی غریب کو روپیہ دیکر کہنا کہ جاؤ اس سے شراب پی لو یا قمارخانہ میں جاکر جوا کھیلو یا بازار سے کوئی فضول سا کھلونا خرید لو یقیناً ہمیں متحیر کر دیتا ہے۔ پھر جس چیز کی دوسرے کو اجازت دینے سے تم پر ہنسا جاتا ہے اُسی کے اگر تم مرتکب ہو تو یہ کسقدر افسوس بلکہ شرم کا مقام ہوگا۔"

تمہاری نظر نیچے کو نہیں بلکہ اوپر کو رہنی چاہیئے۔ لارڈ بیکنس فیلڈ کے خیال میں "جو شخص بلند نظر نہیں ہے وہ ضروری ہے کہ پست ہمت ہو اور ہمیشہ نیچے ہی رینگتا رہے۔"

جوانا بیلی اپنی ایک نہایت نفیس نظم کے دوران میں لکھتی ہے:

آہ کون شخص ہے جو لاپروائی کے ساتھ کہ سکتا ہو کہ شہرت بجز خالی نام کے اور کوئی چیز نہیں۔ جبکہ اُس آواز میں ایک جادو، ایک سحر جو ہے جو دلی جذبات کو اپنی طرف کشش کرتا اور دلوں میں گرمی پیدا کرتا ہے جسطرح۔۔۔ موجودہ ساعت کو یاد کرکے نوجوان اپنے شباب کے بستر سے جھٹک کر کھڑا ہو جاتا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کے اقرار کرتا ہے کہ میں بھی بیباک دلیر اور شریف ہونگا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اولوالعزمی کے لئے ہمارے دلمیں کچھ عزت نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے بڑے آدمیوں نے سرکاری عہدوں یا خطابوں کی خواہش نہیں کی مگر اولوالعزمی کا بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان کو صبر نہیں آسکتا۔ کیونکہ جسطرح ایک پہاڑ کی چڑھائی کے بعد دوسرا پہاڑ دکھائی دیتا ہے اسطرح ایک خواہش کے پورا ہونے پر دوسری خواہش سر نکال دیتی ہے۔ سکندر اعظم اور نپولین بوناپارٹ اسی قسم کے انسان تھے۔ اُن کے آئیڈیل غلط تھے۔ اسی لئے نہ تو انھیں کبھی چین نصیب ہوا اور نہ کبھی وہ کسی کے شکرگزار بنے۔ چنانچہ بیکن لکھتا ہے:

جو شخص ہمیشہ آگے ہی بڑھنے کا شائق ہے۔ اُسے آخر رکنا پڑتا ہے وہ اپنی نظروں میں آپ گرجاتا ہے، اور جو کچھ وہ پہلے تھا پھر نہیں رہتا۔

تاہم ہم شاعر کے اس خیال کے ساتھ کہ پرعظمت زندگی کا ایک گھنٹہ گمنام عمر سے بہتر ہے کلیتہً اتفاق نہیں کر سکتے۔ نمود کی خواہش چھلاوے کی مانند ہے جو محض ایک چمکدار فریب ہے۔ والس نے خوب کہا ہے:

یہ ایک معززہ دغابازی ہے۔ یہ عورت نصیب لڑکون کے گردن کی تلاش کرتی ہے۔ چپکے سے دروازہ کھول کر اندر آجاتی ہے۔ اسکے داخل ہوتے ہی گھر کی دیوارین پھیل کر وسیع ہوجاتی ہین۔ معمولی مکان قصر شاہانہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے جسکی چھت آسمان سے بھی اونچی ہوتی ہے۔ اور غیب کی نہ نظر آنے والی انگلیان چھت پر نہایت دلفریب سنہری نقش و نگار بنا دیتی ہین اور اُن کا نام موٹے حروف مین سب سے اونچی پتھر پر لکھا جاتا ہے۔ مگر اسکا صلہ کیا ہے؟ زیادہ سے زیادہ ناموری جسمین اول تعریف ہوتی ہے جب تعریف سُنتے سُنتے کان پک جائین تو دولت ملجاتی ہے مگر اُسوقت جب اُنہین اسے استعمال کرنیکی طاقت نہین رہتی پھر کامیابی مگر اُسوقت جب اُن کے بال سفید ہوچکتے اور دانت ہلنے لگتے ہین۔ پھر شہرت مگر اسوقت جبکہ وہ مردہ دل ہوچکتے ہین اور اُنکی رگون کا خون ٹھنڈا ہوجاتا ہے غرضکہ اُن کو تمام اشیاء جلد یا بدیر ملجاتی ہین مگر محبت نہین ملتی۔ حالانکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جسکی ہمین ضرورت ہے۔ ان تمام اشیاء کے ملجانے کے بعد موت کا خوفناک فرشتہ بھی آجاتا ہے اور جو چیزین ہمنے بڑی محنت اور بڑی جد وجہد سے فراہم کی تھین ہم سے بزور چھین کر ہمکو بالکل برہنہ اور بیک بینی و دوگوش سرد اور خاموش قبر مین سُلا دیتا ہے۔

عالی خاندان ہمارے کس کام آسکتا ہے۔ کیا یہ ایک دردناک منظر نہین ہے کہ فرانس کی ملکہ۔ فرانس کے نظم و نسق کی مالک۔ شاہ فرانس کی مان۔ اسپین کی ملکہ۔ انگلستان کی ملکہ اور سیوائے کی نواب بیگم میری ڈی میڈیسس کو اُس کے لڑکے چھوڑ دیتے ہین اور وہ رو رو کر التجا کرتی ہے مگر اسکو کسی قلمرو مین داخل ہونیکی اجازت نہین دیجاتی اور آخر دس سال کی آوارہ [illegible] اور مایوسیون کے بعد شہر کلونیا مین فاقہ کرکے مرجاتی ہے۔ آہ! دُنیا کی بیوفائی!!!۔ اسمین شک نہین کہ بادشاہون کے تاج کانٹون کے تاج ہوتے ہین اور جسقدر تاج پوش ہوش سنبھالتا جاتا ہے اُسی قدر ذمہ داریون کا بوجھ اُسکی گردن کو جھکاتا جاتا ہے قطعی ناممکن ہے کہ اُنکو تکلیف نہ ہوسکے۔ اُنکی قلم کا ایک معمولی اشارہ سیکڑون اور ہزارون جانون کو تلف کرنے کا موجب ہوسکتا ہے۔

ترقی کے بغیر زندگی کا خاک لطف نہین ہے۔ ترقی ہی ایک ایسی چیز ہے جو زندگی کو قابل قدر اور پر لطف بنا دیتی ہے۔ [illegible] نے کہا ہے:

ایسے اوقات اکثر آتے ہین جب کہ تمام لوگ اپنی آرزوؤن سے مسرور ہوتے ہین اور زیادہ ترقی حاصل کرنے کے لئے قدرت کی طاقتون سے امداد طلب کرتے ہین۔ قصہ و سرود غزلخوانی اور اسی قسم کی دوسری اشیاء اُنکی ممد و معاون ہوتی ہین۔

انسان آگے بڑھنے کے لیے بنایا گیا ہے نہ کہ ایک جگہ ٹھہرا رہنے کیلئے بہت سے اشخاص کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایک جگہ نہین ٹھہر سکتے۔ اگر ہم آگے نہین بڑھ سکتے تو مرجائینگے یا مار دیے جائینگے۔ مگر آگے بڑھنے مین وسائل و انجام کے بارے مین بڑی دیانتداری اور ایمانداری سے کام لینا چاہیئے۔ جو شخص بیجا اور ناجائز وسائل سے آگے بڑھتا ہے وہ بہت جلدی گر جاتا ہے۔ اب یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ کس طرح فطرت کے ان دو تقاضون کو ہم آہنگ بنایا جائے۔ اسکا جواب اس کے سوا اور کچھ نہین دیا جاسکتا کہ ہمین اپنے دل پر حکومت کرنا چاہیئے جو ہر شخص کی سچی مملکت ہے۔ ترقی کی تعریف کیا ہے؟ زیادہ خواہش کرو زیادہ بڑھو اور زیادہ کام کرو۔ یہ ایسی باتین ہین جنکے راستے مین کوئی رکاوٹ کھڑی نہین ہوسکتی جسقدر ہم آگے بڑھتے جاتے ہین ہمارا راستہ محفوظ اور خطرون سے خالی ہوتا جاتا ہے۔ ضروری اور سب سے پہلی خواہش جو انسان کے ضمیر

ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے فرائض منصبی کو بجالانے میں دیانت دار ہوں۔ مسٹر گیگ کے یہ سیدھے سادے الفاظ ایک زبردست سچائی کا اظہار کر رہے ہیں:۔

جو شخص سچائی کی مضبوط چٹان پر قدم جماکر کھڑا ہوجاتا ہے، اُسے نہ تو تعریف ہلا سکتی ہے نہ مذمت۔ رسم و رواج کے جھکولے اُس کو گرا نہیں سکتے۔ دوستوں کی محبت اُسکو خوش نہیں کر سکتی۔ ایسے انسان کو موت بھی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی، خواہ وہ گمنامی ہی کی زندگی بسر کر رہا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ ڈیوک آف ولنگٹن کے مراسلات میں "عظمت" کا لفظ ایک جگہ بھی نہیں آتا بلکہ وہ ہر جگہ "فرض" ہی کے آگے سر جھکاتا ہے۔ فرض ہی ان کی زندگی کا مطمح نظر تھا۔ اگر ہم دیانت دار شریف آدمیوں کی طرح بازار میں ایک جگہ لگا جاتے کہ ایک شریف آدمی کو مغلوب کرنے کے لیئے دس ہزار کپتا نون کی ضرورت ہے۔ تواریخ شاہد ہے کہ آج سے ایک صدی پہلے کے آدمیوں کی بابت ہم نہیں جانتے کہ وہ دولت مند تھے یا مفلس قلاش مگر یہ جانتے ہیں کہ انھوں نے اچھے افعال کیئے یا بُرے۔ رسکن کا قول ہے:۔

خیال، علم یا اعتقاد کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا کرتا۔ بلکہ جس چیز کا نتیجہ نکلتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ صرف اعمال ہیں۔

تمیز کہاں سے ملتی ہے؟ عقل کی جگہ کہاں ہے؟ انسان اسکی قیمت نہیں لگا سکتا اور نہ ہی دُنیا میں اُسکا پتہ لگ سکتا ہے۔ گہرا سمندر کہتا ہے کہ یہ میرے اندر نہیں ہے سمندر سے آواز آتی ہے کہ یہ چیز ہمارے پاس نہیں ہے۔ سونا دیکر یہ خریدی نہیں جا سکتی۔ چاندی سے اُسکو تولا نہیں جا سکتا۔ مونگے اور موتی بھی اُس کے سامنے بے حقیقت ہیں۔ لعل و یاقوت بھی عقل و تمیز سے ہلکے ہیں۔ دانائی کیا ہے؟ اور سمجھ و تمیز کیا ہے؟ برائیوں سے احتراز۔ جے ٹین۔ پال رچرڈ صاحب فرماتے ہیں:۔

پہلا گناہ جو شیطان سے سرزد ہوا جھوٹ ہی تھا۔ سب سے اچھی اور سب سے اعلٰی پالیسی یہ ہے کہ دیانت دار اور راست باز بنو۔

ایک عام کہاوت ہے کہ جھوٹی ترازو سے خدا ناراض ہوتا ہے مگر سچی ترازو میں اُسکی خوشنودی ہے۔ جا سر کہتا ہے:۔

انسان جس اعلٰی ترین نعمت کا مالک ہو سکتا ہے وہ سچائی ہے۔

ملکہ ریڈن فا گلینڈ راستی پر اتنا فریفتہ تھا کہ وہ چوری کی اجازت دے سکتا تھا مگر جھوٹ کی نہیں۔

پلوطارق کا قول ہے:۔

جو اشخاص سچائی سے نفرت کرتے ہیں وہ اول تو خدا سے نفرت کرتے ہیں، اور پھر انسانوں سے ڈرنے لگتے ہیں۔

اگر تم غلطی پر ہو تو تمکو شرمندہ ہونا چاہیئے۔ مگر غلطی کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کی جھجک یا ہچکچاہٹ کی ضرورت نہیں۔ انسان میں ایسے بیشمار صفات ہیں جو اُسکو انسان کے لئے موزون بناتے ہیں مگر ایک صفت ایسی ہے جو نہایت ہی ضروری ہے جس کے بغیر انسان انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہتا، جسکے بغیر اعلٰی زندگی نصیب ہونا ناممکن سی بات ہوجاتی ہے، جس کے بغیر عظیم الشان کام سرانجام نہیں پا سکتے۔ وہ صفت سچائی ہے اور سچائی بھی وہ جو اندر باہر سے یکسان ہو۔ اُن انسانوں کو دیکھو جو بڑے آدمی کہلاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ سچائی کی دیوی کے وہ پجاری تھے شیکسپیر نے کہا ہے:۔

سب سے بڑھ کر تم اپنے آپ سے سچے اور وفادار رہو۔ ایسے ہی سچ

جیسے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا ہونا سچ ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کسی کے ساتھ بھی جھوٹے نہ ہو سکو گے
ورڈس ورتھ جو مشہور قدرتی شاعر ہے کہتا ہے :۔

دو چیزین بظاہر تو متضاد نظر آتی ہین مگر دراصل توام ہین۔ اول غلامی اور آزادی۔ دوم اعتماد اور اپنے آپ پر بھروسہ۔ اطاعت کرنا سیکھو تو حکومت کرنا خود بخود آجائے گا۔ ورزش جسمانی دل اور جسم دونون کے لیے ایک تربیت ہے۔ یاد رکھو برا سپاہی کبھی بھی اعلیٰ جرنیل نہین بن سکتا۔

کامیابی مین مغرور نہ بنو کیونکہ غرور تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے اور درشت مزاجی زوال کی نشانی ہے ہم اکثر کام کرتے وقت غور کرتے ہین اور بیکاری مین تحمل۔ حالانکہ یہ غلطی ہے۔ تحمل کے وقت طاقت چاہیئے۔ اسکے برعکس غصہ کمزوری پر دال ہے اور اسکے لئے اپنے آپ پر قابو رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر خالق نے تمہارے شانون پر کوئی ذمہ داری رکھی ہے تو وفاداری سے اسے بنا ہو اور ہار رعایت انصاف اور حلم سے کام لو۔ سعدی شیرازی نے ایک مشرقی بادشاہ کی کہانی لکھی ہے جسنے ایک بیگناہ کے قتل کا حکم دیا تھا معصوم شخص نے کہا اے بادشاہ اپنے آپ کو بچا۔ مجھے تو ایک لمحہ کیلئے ہی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی مگر تیری گردن اس بوجھ سے تا قیامت نہ اُٹھ سکے گی۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ اختیار کے بڑھنے کے ساتھ ہی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ نہ سوچو کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو بلکہ یہ کہ تمھین کیا کرنا مناسب ہے؟ بعض اشخاص دوسرون سے بھلائی کرتے وقت اپنے ہمسائیون کو بھول جاتے ہین مگر خیرات کیطرح نیکی بھی گھر سے شروع ہونی چاہیئے۔

دنیا کی ہر شے نیکی کا سبق دے رہی ہے اور یہ سب کچھ ہماری ہی بھلائی کے لئے ہے۔ مثلاً سوال ہو کہ ہمین سزا کون دیتا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ ہم خود ہی اپنے آپکو سزا دیتے ہین۔ بھلائی کا انجام مسرت اور برائی کا رونا اور ندامت پینا ہے۔ یہ دُنیا کا نظام ہے اور یہی رہیگا لہذا گناہ کرنا اور پھر اُسکی عقوبت سے بچ جانا ایک ایسا فعل ہے جس سے نظام عالم مین ہلچل پڑ جاتی ہے۔ گناہون کی معافی کا یہ مطلب نہین ہے کہ تم سزا سے چھوٹ گئے۔ گناہون کی سزا نہ ملنا نہ صرف ایک ناممکن سی بات ہے بلکہ ایک قسم کا ظلم بھی ہے کیونکہ گناہ کا معاف ہو جانا ہمین گناہ کرنے پر اور بھی شیر بنا دیتا ہے۔ گناہ کے باب مین آگے ہی آگے قدم رکھتے جانا سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔ اگر تمسے گناہ سرزد ہوتا ہے تو اُسکی یاد تمھین ہر لحظہ و ہر دم بے چین و بے قرار رکھنے کو کافی ہے۔ جن لوگونکو تم سے اذیت پہنچی ہے وہ تو بیشک معافی کا سرٹیفکٹ عطا کر سکتے ہین مگر اُن کی یہ "نوازش" تمھارے کُکرون سے جلے ہوئے دماغ کو اور بھی بدتر بنا دیگی اور تمھاری برائیون کو زیادہ سیاہ کر دے گی۔

اعلیٰ چلن ہی زندگی ہے۔ عمر کی طولانی دوڑ مین سرسبزی و شادابی کا انحصار اسی پر ہے۔ خارجی اُمور تم پر اتنا زیادہ اثر نہین ڈال سکتے۔ ہمارے آس پاس کی چیزین کیسی ہین؟ اسکا مضائقہ نہین دیکھنا یہ ہے کہ تمھاری اپنی کیا حالت ہے؟ روزمرہ اپنی جانچ پڑتال کرتے رہو یہان تک کہ اعلیٰ صفات تمھارا حصہ بن جائین جب تم اُن کے عادی ہو تو پھر وہ تمھاری طبیعت ہے۔ بورڈمین صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے :۔

عمل کی تخم ریزی کرو اور عادت کی کھیتی کاٹ لو۔ عادت کا بیج بو دو اور چلن کا پھل تیار ہے۔ چلن کا بیج بو دو اور اپنی قسمت بنا لو۔

ہم ہر روز کچھ نہ کچھ بنتے رہتے ہین [illegible] کو سوتے وقت ہر شخص اپنے آپ سے پوچھ لیا کرے کہ آج مین [illegible]

کس طرف ترقی کی ہے۔ نیکی کی طرف یا برائی کی طرف ایمرسن صاحب نے کہا ہے:۔

بنی نوع انسان دو حصوں مین تقسیم کئے جاسکتے ہین۔ نیکو کار اور بدکار اگر تم دو سرے حصے مین ہو تو تمھارے دوست دشمن ہو جائینگے تمھارا حافظہ تم کو عذاب دیتا رہے گا' تمھاری زندگی غمناک بنجائیگی یہ دُنیا تمھارے لیے قیدخانہ ہوگی اور موت کو دیکھکر تم رونے پیٹنے لگوگے۔ برعکس اسکے اگر تم پہلے گروہ مین ہو اور ایک۔ وشمن اچھے نیک خیال دل مین لاسکو یا ایک گھنٹہ دوسرون کی بہبودی کیلئے وقف کرسکو تو سمجھ لو کہ تم نے فرشتے کا کام کیا ہے۔

اچھی بات کے خیال مین رہو۔ پھر تم سے کوئی بُری حرکت سرزد نہ ہوگی کیونکہ سر والٹر ریلے کا قول ہے کہ جو شخص موت' روز جزا اور جنت و دوزخ کو یاد رکھتا ہے وہ اچھی موت مرتا ہے" نیک اعمال کا صلہ بہت بھاری ہے سلیمان نے "امثال" مین لکھا ہے:۔

"میرے بیٹے! میری شریعت کو بھول بلکہ اپنے دلکو ادھر متوجہ رکھ۔ میرے احکام کی تکمیل کر کیونکہ ایسا کرنیسے تیری عمر اور تیرے اطمینان قلب مین برکت ہوگی۔"

التوا سے نہ کام لو اور نہ شباب کا عذر پیش کرو۔ کیا تم بقول مارگریٹ آف ویلائس اُسدن شریف بنوگے جب تمھاری ہڈیون پر چمڑا نہ رہے گا؟ ضروری ہے کہ عہد شباب ہی مین خالق کو نہ بھولو۔ اگر ہماری آرزو ہے کہ جیسی موت ہم چاہتے ہین ویسی ہو تو ہمین نصیب ہو تو مناسب ہے کہ افعال بھی ایسے کرین جیسے کرنا واجب ہین۔ شریف آدمی کیلئے موت کی صورت کوئی ڈراونی صورت نہین۔ بشپ عمر لوال نے اپنے آخری ایام مین صرف یہ کام کیا تھا کہ منونہ ذیل کا ترجمہ سات زبانون مین کرڈالا:۔

نیند موت کی چھوٹی بہن ہے۔ تم کو چاہیئے کہ آپنے آپ کو کسی ایسے وجود کے سپرد کردو جو تمکو نیند کی موت اور موت کی نیند دونون سے جگا سکے۔

سقراط کو جب قتل کی سزا دیگئی اور جب اُسے مقتل مین لیجانے لگے تو اُسکی گفتگو یہ ظاہر نہین کرتی تھی کہ وہ مرنے چلا ہے۔ بلکہ وہ اُس شخص کی سی باتین کر رہا تھا جسے معراج ملنے والا ہو سینیکا نے خوب کہا ہے:۔

اگر تم اپنے فرائض کو دلیری اور عالی حوصلگی سے کرتے جاؤ گے تو جانتے ہو کیا انعام ملیگا؟ انعام یہ ملیگا کہ کام ہو جائے گا۔ کام کا ہو جانا ہی بڑا بھاری انعام ہے۔

نیک کام نہ لالچ سے اور نہ خوف سے بلکہ اسلیے کرنا چاہیئے کہ وہ نیک ہے۔ نیک کام بذات خود خوشی سے بھر دینے والی شے ہے۔ نیکی آپ ہی اپنا انعام ہے۔ مگر بعض لوگ ایسے ساہ لوح ہوتے ہین کہ وہ سزا اور جزا کو آسمانی چیزین فرض کرلیتے ہین اسپینوزا صاحب نہایت ہی طنز آمیز اور سچائی سے پُر الفاظ مین ایسے لوگون کی نسبت ارشاد فرماتے ہین:۔

مین جانتا ہون کہ اس قسم کا آدمی کیچڑ مین پھنس رہا ہے۔ اگر اسکو دوزخ کا خوف نہ ہو تو وہ من مانی بدمعاشیان کرنے لگے وہ بُرائی سے پرہیز کرتا ہے اور خدا کے احکام کی پروا کرتا ہے مگر اسلئے نہین کہ وہ ایسا کرنے مین خوش ہے بلکہ اس لیے کہ اسکو ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ وہ غلام کی طرح اپنی مرضی کے خلاف کام کرتا ہے' اور اس خدمت کیلئے وہ خدا سے یہ امید رکھتا ہے کہ اُسے اپنی محنت سے بڑھکر کوئی ایسی چیز انعام دے جو اُسکے مذاق کے عین مطابق ہو اور جس سے اُسکو ایسی ہی محبت ہو جیسی کہ نیکی سے نفرت تھی یہی حال دوسری جگہ نیک آدمی کا ہے جب وہ آکر خدا سے التجا کرتا ہے کہ اُسکی نیک چلنی اور ایمانداری کا کوئی گرانمایہ صلہ دیا جائے مگر جو شخص عقلمند ہے اُس کے نزدیک خدا کی رحمت نیکی کا بدلہ نہین

بلکہ نیکی بذات خود ایک رحمت ہے۔ اگرچہ نیکی کا راستہ ڈھالو ہے تاہم انسان اُس پر سے گذر سکتا ہے۔ جتنی عمدہ اشیا ہین وہ سب مشکل سے ہاتھ آتی ہین۔

ہم جانتے ہین کہ ہم مکمل انسان نہین بن سکتے۔ مگر پھر بھی ہم اپنا چین اور کیا بلحاظ دوسری باتون کے مکمل بننے کی کوشش جاری رکھنا چاہئیے۔ علاوہ برین ہمارے پاس ضمیر ایسا قدرتی راہنما ہے جسکی اگر پیروی کرین تو بہت کچھ غلطی سے بچ سکتے ہین۔ اگر ہم چاہین تو زندگی کو شریفانہ بنا سکتے ہین۔ اسلئے جہان تک ہوسکے بہترین زندگی کا نمونہ اپنے پیش نظر رکھو۔ ووگن نے کیا خوب کہا ہے :۔

اگر انسان اپنے آپ کو اپنے سے بلند درجے پر نہ چڑھا سکے تو سمجھ لو کہ وہ حقیر ہے۔

اپنے آپ کو ایسا اعلیٰ بناؤ کہ لوگ تمھارے حق مین وہی بات کہہ سکین جو شیکسپیر نے بروٹس کے حق مین مارک انٹونی سے کہلائی ہے :۔

اُسکی زندگی ایسی شریفانہ تھی اور اُسکی ذات مین عناصر کا ایسا مناسب امتزاج ہوا تھا کہ قدرت خود کھڑی ہوکے پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ یہ ایک انسان ہے۔

اور اگر تم عورت ہو تو کوشش کرو کہ ورڈسورتھ کا یہ قول تم پر صادق آئے :۔

ایک کامل عورت جو خطرات سے ہوشیار کرنے تسلی دینے اور حکومت کرنیکے لئے پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایک خاموش اور روشن روح ہے جس مین فرشتون کی سی نورانیت شامل ہے۔

سر والٹر سکاٹ نے بستر مرگ پر لاکھارٹ کو مخاطب کرکے کہا تھا :۔

نیکوکار رہو۔ دین کے پابند رہو اور اچھے آدمی بنو۔ اس کے سوا اور کوئی چیز نہین جو تمکو مرتے وقت اطمینان قلب دے سکے۔

(ترجمہ)

بدری ناتھ شرما

آہِ بے صبری

(ایک نقشہ)

(۱)

کھن کھن۔ کھن کھناک۔ لے یہ ہین تیرے ایک روپیہ بارہ آنہ نو پائی چار دمڑی چل دور ہو سامنے سے کمبخت ...... (سیکڑون گالیان) ہٹاؤ سامنے سے مہابیر پرشاد! مہابیر پرشاد!!"

مہابیر پرشاد کانسٹبل (جو سامنے بیٹھے ہوئے تھے بنیئے سے کہنے لگے) جا بے ..... (گالیان) دام لے چکا اب کیون بیٹھا ہے"۔

تھانیدار صاحب۔" ارے بھئی رسید تو لیلو۔ نہین جانتے کہ یہ ہین بنئے۔ رام جانے کیا آفت ڈھائین"۔

بنیا۔" ججور (حضور) کے تو بست ہین سرکار"۔

داور خان۔" چل بے ہمین سیر بھر آٹا دیا جسمین برابر کا جو ملا تھا"۔

بنیا۔" تو مالک وہ دوسر (دوسرا) لیلو کا چھوڑ کیا کچھ اُجر (عذر) ہے"۔

سب انسپکٹر۔" ..... (گالیان) اور رسید لیلو دام پورے دیدیے ہین۔ جاؤ آج خیرات ہی سہی"۔ (سامنے بیٹھے ہوئے دیہاتی کاشتکارون سے مخاطب ہوکر) ہمنے تو پتا جی کے دربار مین آنکھین کھولین اور انھین کی محبت مین پلے۔ رسوئین مین جب تک ڈیڑھ پاؤ گھی نہ ہو جی نہین بھرتا۔ عادت بہت خراب ہوگئی ہے۔ بہت خرچ ہوتا ہے"۔

ایک کاشتکار۔" ہان ہجور (حضور) آپ کے پتا کا بڑا جمانہ (زمانہ) تھا۔ تمھار نوکر یو اچھ (کچھ) ناہین"۔

تھانیدار صاحب:۔ ہان بھائی وہ اگلا وقت تھا:۔

دوسرا دیہاتی:۔ سرکار کے پتاجی رہین بڑکے لاٹھ۔ وہ گور گور (گورا) جو جرا (ذرا) پیڑھیالا (لگت تھے (رکھتے تھے)۔

داور خان:۔ آپ تو خیر ویسے بڑے آدمی ہین۔ موت تو ہماری ہے روزانہ دس آنہ خرچ ہوتے ہین:۔

بنیا:۔ ہجور دس سیر آٹا دو سیر گھی:۔

تھانیدار صاحب:۔ ارے یہ کیا نہین (داور خان کو قہر آلود نگاہون سے دیکھکر) اسے بھگا دو:۔

بنیا کہنے لگا:۔ تو سیر چنا ڈیرہ سیر دھنیا سیر بھر نمک اور بھر مرچ مسالہ۔

داور خان گھونسہ تان کر بڑھا اور بنیا چپ ہو کر دام ڈھونڈھنے لگا۔ وہان ایک اٹھنی ایک اکنی اور کچھ پیسے تھے۔ بنیا گھبرا کر روپیہ ادھر اُدھر ڈھونڈھنے لگا اور ایک کاشتکار نے اشارہ کیا کہ "جسقدر رکھا گیا ہے اُسیقدر ملنا ضروری نہین۔ جاؤ"۔ بنیے نے ٹھنڈی سانس بھری اور چلدیا۔ اُدھر گوالا ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "ہجور بارہ سیر دودھ"۔ انسپکٹر صاحب نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ہونٹ چبائے۔ کاشتکار اس غصہ کا مطلب نہ سمجھنا چاہتے تھے اور سمجھنے والے آ گئے (یعنی گانون کے زمیندار) اُنکو دیکھکر سب انسپکٹر صاحب غصے مین ہو کر بولے "داور خان زمیندار صاحب کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ وہ ذرا چلے آتے۔ اُنکو غرور ہو گیا ہے مگر ہمکو کیا کسی کی پروا ہے۔ یہ مکان بھی شاید اُنھین کا ہے اَب کبھی دورہ مین یہان نہ ٹھہرین گے"۔

زمیندار صاحب نے آکر مودبانہ سلام کیا۔ تھانیدار صاحب نے آنکھین چڑھائین۔ منھ بنایا اور صرف سر ہلا کر زمیندار کو جواب سلام دیکر فوراً جیب سے پیسہ نکالکر پھینکے "لے یہ ہین تیرے بارہ آنہ پیسہ گوالا ہے یا بخار سر پر چڑھا آتا ہے......... (گالیان)"۔

زمیندار:۔ (گوالے سے) "گھر پر آکر دام لے لینا۔ یہان کیون اڑے ہو"

(تھانیدار صاحب سے) "آپ پیسہ اُٹھوالین اسکی کیا ضرورت ہے"

تھانیدار صاحب:۔ جی مین وہ نہین جو کسی کے دام لیلون۔ آپ لوگ اسطرح پولیس والون کو بے ایمانی سکھا کر بدنام کرتے ہین"۔

داور خان:۔ حضور زمیندار صاحب کا منشا دعوت کا ہوگا:۔

تھانیدار:۔ جب کوئی ملنا نہین چاہتا تو دعوت کیسی:۔

داور خان:۔ مین گیا تو کہلا بھیجا طبیعت درست ہے۔ نہین آتے۔

تھانیدار صاحب ہون چاہے کوئی ہو۔

تھانیدار:۔ ابے تو تو کیا ہی کیون۔

زمیندار:۔ صاحب مجھے "اطلاع تک نہین۔ دیکھیے ابھی تک بخار ہے"۔

تھانیدار:۔ جی ہان! آپ تو گورنر ہین۔ جب عرضیان دیجائین اور مزاج بالکل درست ہو تب آپ مل سکتے ہین"۔

داور خان:۔ صاحب مجھے ڈانٹ کر نکال دیا۔ ایک دفعہ کی اگر تحقیق نہ کرنا ہوتی تو مین کاہیکو جاتا:۔

زمیندار:۔ ابھی خبر تک تمنے نہین کی"۔

تھانیدار نے زمیندار کے الفاظ تک سننا نہین پسند کیے اور غصہ مین بولے "اگر دفعہ کی تحقیق تھی تو وارنٹ کٹانا چاہیے تھا"۔

داور خان:۔ حضور مین سمجھا شریف ہین"۔

تھانیدار:۔ شرافت ہوگی تو گھر کی ہوگی سرکاری کام کو کیا بحث۔ یہ صورت تو جولاہون کی ایسی ہے۔ کہان کا بھنگی ہے"۔

زمیندار:۔ اسقدر غصہ نہ فرمایئے مین یہ الفاظ نہین سُن سکتا"۔

تھانیدار کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہ گئی ڈانٹ کر بولے، "تو بھنگی تیرا باپ بھنگی"...... (سیکڑون گالیان)۔

کبیر السن (ضعیف الاعضا) زمیندار نہ معلوم جواب دینے کو اُٹھا یا گھر جانے کو کہ تھانیدار صاحب نے لپک کر دھکا دیا جس سے بیچارے فریادکش گر پڑے۔ اُٹھے اور گھر چلے گئے۔ گوالے نے زمین پر پیسے ڈھونڈھے

تو بجائے بارہ آنہ کے نو پیسے تھے۔

شریف آدمی کیلئے ذلت زہر اور گالی موت ہے۔ شریف بیچارہ اسی لئے خوشامد کرتا ہے۔ اسی سے طرح دے جاتا ہے کہ اِن باتون سے مقابلہ نہ ہو کیونکہ انکا نتیجہ موت ہے اور عمداً موت اختیار کرنا عقلی جرم۔ شیخ فریدالحق صاحب چاہتے تھے کہ آسمان ٹوٹے اور زمین شق ہو اور وہ دفعتاً فنا ہو جائین۔ شریف لہو جسم مین جوش کھا رہا تھا اور ضبط تحمل سے مقابلہ۔ آخر اِن دونون کی ٹکر کا نتیجہ برداشت نہ کر سکے اور اُٹھتے بیٹھتے خدمتگار کی مدد سے گھر پہنچے

آمنہ (شیخ صاحب کی لڑکی) نے کہا "ابا جان مین نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس وقت آپ کی طبیعت خراب ہے نہ جایئے دیکھئے اور خراب معلوم ہوتی ہے۔ بی بی [illegible] بند ہو گیا ہے" اُنھون نے جلدی جلدی بچھونے کر دیئے اور شیخ صاحب پلنگ پر گر پڑے۔ شدت کا بخار رہا۔ تین دن تک آنکھ نہ کھلی۔ چوتھے روز ذرا ہوش سنبھالا تو تحصیل کے چپراسیون نے مکان گھیر لیا۔ "چلیئے تحصیلدار صاحب آئے ہین بلوایا ہے"۔ بیچارے ہانپتے کانپتے پہنچے خیال تھا کہ زمیندارون کو تحصیلدارون سے زیادہ تعلق ہوتا ہے وہ مدد کرین گے۔ لیکن وہان جو پہنچے تو رسد کا مسئلہ چھیڑ دیا گیا۔ انھین بھی فریدالحق کے مختار کی غلطی سے کسی قدر کم سامان پہنچا تھا۔ ادھر اُنھون نے اپنا قصہ سنانا شروع کیا اور اُدھر اُنھون نے ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی اور بیچارے زمیندار کی ہمدردی کرنے کے بجائے فرمایا: "ہم خوب سمجھتے ہین۔ اب انگریز حکام کی ہمدردی سے تم لوگ مغرور ہو گئے ہو۔ کل سے ہم آئے ہین اور آپ غائب۔ مالگذاری کیا دیدی کہ بادشاہ ہو گئے۔ فوج آرہی ہے اسکو رسد کون دیگا۔ سب انسپکٹر نے اچھا کیا مارا"۔ زخم جگر پر نمک پاشی سے فریدالحق بولے "مین زمینداری سے باز آیا اب زیادہ ذلیل نہ کیجئے ہو چکا"۔

یہ اُس صوبہ کا ذکر ہے جہان کے تحصیلدار اپنے آپ کو بادشاہ یا ڈپٹی کلکٹر خود کو خدا سمجھتے ہین۔

فریدالحق کے اِس جملے کو سنتے ہی تحصیلدار صاحب نے غصہ سے کہا "کھوسٹ بڈھے زمینداری سے گیا، سلطنت بھی تجھ سے بیگار لیجائیگی۔ چپراسی! چپراسی! یہان چلا گیا۔ اِنکی گردن ناپ کر دماغ درست کرو۔"

اتفاق سے وہ چپراسی زمیندار صاحب سے انعام وغیرہ بہت پاچکا تھا گردن چھوڑ کر طرح دے گیا اور فریدالحق آسمان دیکھکر اُس مقام کیطرف بڑھے جہان ڈپٹی صاحب حاکم پرگنہ آئے ہوئے ہین۔ چار میل برابر پیادہ دوڑتے ہوئے گئے۔ بارہ بج چکے تھے اور حاکم پرگنہ مست خواب تھے۔ گرمی کا زمانہ تھا دس بیگاری پنکھا جھلنے والے تھے تاکہ دن رات کسی وقت پنکھا نہ رُکے۔ بڈھا زمیندار جوش فریاد اور تیزگی الم سے بیخود چیختا ہوا خیمہ کی طرف بڑھا۔ چپراسی نے کُتے کیطرح جھڑک کر کہا "ارے کہان جاتا ہے"۔ فریدالحق ٹھٹک کر رہ گئے اور چپراسی بولا "ڈپٹی صاحب سو رہے ہین۔ آپ کے گھر کیطرح چلے آ رہے ہو"۔

ہندوستانی ڈپٹی کلکٹرون کے چپراسی، فرشتگان عذاب سے کچھ کم نہین ہوتے۔ اِس ادنیٰ سی غلطی پر دو روپیہ اُنکا حق ہو گیا۔ غرض بڈھا زمیندار ایک درخت کے سایہ مین پڑ رہا۔ اُسکی واقعی حالت ایسی تھی کہ ڈپٹی کلکٹر سے زائد آرام اُٹھا لیئے اور وہ اُسکا عادی تھا۔ بیگاریون اور ظلم وجبر کے برتے پر نہین بلکہ دست و بازو کے بھروسہ پر۔ پانچ بجے ڈپٹی صاحب اُٹھے اور چھ بجے تک خیمہ سے باہر نکلکر بیٹھے۔ خود کرسی پر تھے اور زمیندارون کیلئے جو ڈپٹی صاحب سے بہت زیادہ ہندوستان کیلئے باعث ناز اور وجہ فخر ہین ٹاٹ کا فرش زمین پر تھا۔ بیسیون کاشتکار ہاتھ جوڑے کھڑے تھے اور زمیندار سرنگ

سکے۔ بہت ایک شاندار اور تعمیل حکم کو تیار [illegible] بیقراری
تین ہاتھ [illegible] کرسے [illegible] ہوئی [illegible] عرض حال اپنے لگا۔
[illegible] پیش [illegible] کہ [illegible] اور
[illegible]
آئندہ [illegible] والی [illegible]
کی زیادتی [illegible] فرمایا [illegible]
بے [illegible] اور چپڑاسی [illegible]
[illegible]

ڈپٹی صاحب جانتے تھے کہ یہ چار ہزار سالانہ مالگذاری کا زمیندار ہے اور [illegible] ڈپٹی صاحب [illegible] سے بہت [illegible] فریدالحق بڈھا اور شریف مظلوم ہے لیکن ڈپٹی صاحب [illegible] سے اسوقت کام لیا [illegible] کہ ہم ڈپٹی صاحب ہوتے بھی انسان و بنی آدم ہین اور یہ بیجا حکومت و تظلم انہین خدائی رحمت سے [illegible] دیکھ [illegible] الٰہی کی [illegible] دیکھیے کا جسطرح وہ حقیقت مین اپنے سے زائد ہی شرف اور بیگناہ ملکی بھائی کے لیے روا رکھتے ہین۔ یہ پتہ ہے کہ آہ مظلوم فوراً اُنکا نہین گھونٹ دیتی لیکن وہ بخس ہستیونکو طرح دیتے دیتے ایسے اعمال مین مبتلا کر دیتی ہے جس ابتلائے عظیم سے خدا کو بھی رہائی دینے مین رحمت کی ضرورت نہو۔ بڈھا اڑا تھا کہ فریاد کی وراثت "خداوند نعمت" کہنے کا خیال رہا اور دھوکے مین مُنہ سے نکل گیا کہ "اگر آپ نے انصاف نہ کیا تو خدا کے سامنے جوابدینا پڑیگا"۔ بس اس گستاخی کی سزا چپراسی کے دھکے تھے۔ کیا فریدالحق بانو سمجھا ہو گیا، وہ ایک ایسے شخص کے سامنے نہین کھڑا تھا جو حقیقت مین گورنمنٹ سے اس لیے روپیہ لیتا ہے کہ وہ عزت سے بنی آدم کی خدمت کرے؟ کیا وہ اپنے دل مین نہین سمجھ سکتا تھا کہ "ظالم اس تشدد سے نہ صرف اپنے منھ بلکہ ضمیر کو بھی تاریک کر رہا ہے"۔ بیچارہ بڈھا زمیندار وہان سے روتا ہوا چلا گیا۔ ایک حلقہ انسپکٹر صاحب بھی وہین بیٹھے ہوئے تھے انھون نے [illegible] زور [illegible] باضابطہ [illegible] اور باقاعدہ خیالات مین ڈپٹی صاحب کو سمجھا دیا کہ زمیندار آجکل ترے ترے اور بڑا [illegible] ہو گئے ہین اور یہ شکایتین جھوٹی ہوتی ہین۔ ڈپٹی صاحب نے اپنے [illegible] مندو کرکے فرمایا "ہان مجھے یقین ہے"۔ حلقہ انسپکٹر صاحب کو بھی انسپکٹر صاحب سے کوئی ہمدردی نہین تھی بلکہ حفظ ماتقدم کی حیثیت سے وہ ایسے موقعون پر خیالات کو سلجھا دینا مناسب تصور فرماتے تھے اور واقعات پر مُسکرا مسکرا کر کہا کرتے تھے کہ "اپنی اپنی سوجھی ہے۔"

بیچارہ مظلوم ضعیف السن فریدالحق خاندان کے شریف ومعزز وضیع وصلح کل موروثی زمیندار تھے۔ انکی آمدنی تین چار ہزار روپیہ سالانہ ہوگی۔ آدمی قابل مخیر اور کشادہ دل تھے۔ انکی تعلیمی حالت بھی اچھی تھی اور اسکے ساتھ تجربہ کار و ذی عقل پُرانے خیال کے آدمی تھے۔ کچھ تو سیدھے اور نیک طینت تھے اور کچھ زمانے سے ڈرتے اور قدم پھونک پھونک کر رکھتے تھے۔ جو حمید پور مین آتا وہ انکا مہمان ہوتا خصوصاً سرکاری ملازم خواہ وہ تحصیل کے چپراسی ہی کیون نہ ہون۔ برابر ڈپٹی صاحبان کی سلامی و حاضری و برداری اور خوشامد پوری طرح کرتے اور نہ کرتے تو کیا کرتے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی سوائے ایک اکلوتی بیٹی آمنہ کے جس کو انھون نے بہت شوق سے فارسی اور اردو پڑھائی تھی اور اُسکو ایسا کر دیا تھا کہ وہ گھر مین مٹھیکا حساب وغیرہ اچھی طرح دیکھ بھال لیتی اور کتب بینی و اخبارات سے معلومات بہم پہنچاتی تھی۔ اسکی حقیقی ماں کا انتقال ہو چکا تھا اور شیخ صاحب نے بڑھاپے مین دوسری شادی کی تھی۔ نئی بیوی کو آمنہ سے کوئی بغض نہ تھا مگر در پردہ دشمنی و



اسطرح کرنا چاہتی تھین کہ اپنے بڈھے شوہر کو مجبور کرتی تھین کہ وہ آمینہ کی شادی اُنکے بھتیجے (جو نہایت آوارہ بدسرشت اور جاہل تھا) سے کردین اور موجودہ نسبت توڑ دین۔ یہ نسبت فریدالحق کے دور کی رشتہ کے بھائی کے حسین اور ہونہار لڑکے سے تھی۔ شیخ صاحب قبر مین پیر لٹکائے ہوئے تھے اور اُنکی دلی تمنا یہ تھی کہ آمینہ کی شادی اُن کے سامنے ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُنکی دوسری بیوی موجودہ نسبت توڑ دین۔ بس یہی اسباب تھے کہ فریدالحق نے اِن تمام مذلتون پر ناواجب صبر کیا ورنہ اُنکی نیت تھی کہ "بیٹی اور ذلیل کرنیوالے کی جان اگر ایک نہ کرسکتے تو زہر کھا لیتے"۔

چنانچہ آج جب وہ تحصیلدار اور ڈپٹی کے یہان سے ناکامیاب واپس آئے تو اُن کے لب جوش اور ضبط گریہ کیوجہ سے جنبش مین تھے اور آنکھین پُرآب۔ اُنھون نے بیٹی کو دیکھتے ہی کہا "آمینہ تمہاری وجہ سے دُنیا مین ابھی کچھ اور ذلتونکا سامنا ہوگا"۔ آمینہ کے دل مین یہ جملے نشتر کا کام کر گئے۔ وہ اداس ہو کر چپ ہو گئی اور آخر لوگون سے پوچھ پاچھ کر اور باہر کے نوکرون سے دریافت کرکے اس جملے کے صحیح منشا پر پہنچ گئی۔ اسطرف آمینہ کے عقد کیلئے شیخ فریدالحق نے بہت تعجیل کرنے کو لکھا تھا مگر بشیر (آمینہ کے منگیتر) کے والد نے لکھا کہ دو تین مہینے بعد بشیر جب اپنے امتحان ایل۔ ایل۔ بی۔ کا نتیجہ دیکھ لیگا تب عقد ہوگا۔ اتفاقاً یہ خط اُنھین لوٹ کر دیکھنے کو ملا جسے وہ دیکھکر پلنگ پر پڑ رہے۔

پیرانہ سالی صدمات اور اُس پر یہ دواد وش طبیعت پہلے سے خراب تھی اب اور بھی بخار بڑھگیا یا شاید لو لگ گئی ایسا تیز بخار چڑھا کہ چوتھے دن اُسوقت ہوش آیا جب بھتکارہ یان سرہانے کھڑکھڑا رہی تھین۔

(۳)

اُمھارہ مئی کو کریم آباد کے تھانہ پر رپورٹ ہوئی کہ کل رات کو ڈاکہ پڑا تین ہزار روپیہ کے ساتھ ایک عورت کی جان گئی۔ ایک مرد قریب المرگ ہے اور دو مجروح تحقیق اور تفتیش سے کوئی علاقہ نہین اتفاق کی بات تین ملزم فوراً پکڑ لیے گئے۔ وہی تھانیدار صاحب بہت نیکنام ہوئے جو دور دور کے پورے پورے دام دینے مین مشہور تھے۔ نہ تینوں ملزم کچھ کہتے تھے اور نہ زخمی آدمیونکو ڈکیتونکا حلیہ یاد تھا لیکن حلقہ انسپکٹر صاحب کے ملتے ہی تھانیدار نے تفتیش شروع کر دی۔ ملزمون نے شیخ فریدالحق صاحب کو اپنا سرغنہ اور زخمیون نے اُن کا حلیہ بیان کیا۔

گرد و پیش سے کچھ عینی گواہ اس بات کے بھی مل گئے کہ پرسون شام کے وقت فریدالحق گنواری وضع مین اِن ملزمون سے باتین کرتے ہوئے جائے وقوع کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن حمید پور سے کوئی گواہ نہ تھا مگر اُسکے ساتھ اس بات کا بھی وہان شاہد نہ مل سکا کہ فریدالحق حمید پور مین تھے پس مقدمہ ثابت تھا۔

دوپہر کو جبکہ غسلخانہ مین شیخ فریدالحق کو آمینہ تخلخہ سنگھار رہی تھی اُنکی بیوی سرداب رہی تھین۔ دو لونڈیان کھیرے سے پاشوہ کر رہی تھین۔ اور فریدالحق شدت بخار سے غافل تھے باہر سے آوازین آئین پردہ کروا پردہ کروا تھانیدار صاحب زمیندار سے ملنا چاہتے ہین"۔ آمینہ ہٹتی تھی لیکن اپنی مان کے اس کہنے سے "تماشہ دیکھنے کو آتے ہون" وہ ہٹی۔ تھانیدار نے دو کانسٹبلون اور ایک ہیڈ کانسٹبل کے داخل ہوئے اور بیمار فریدالحق کا ہاتھ جھٹک کر ہیڈ کانسٹبل بولا "اُٹھو بہت سو چکے۔ شاید تھکنے سے نیند زیادہ آ گئی۔ اور روپیہ کا نشہ بہت بڑھ گیا۔ خوب ڈاکے مارا کرتے تھے واہ بے بڈھے! قبر مین پیر لٹکائے بیٹھے ہو اور یہ اعمال"۔ بیمار فریدالحق نے آنکھین کھولکر بجائے اپنی بیٹی آمینہ اور بیوی کے فرشتگان عذاب کو سر پر دیکھا بیچارے نے تھانیدار کو پہچانا اور ہاتھ اُٹھا کر سلام کرنا چاہا لیکن داور خان نے

شلوار ان کھو کھو آگئے۔ بعد ازان جسکو قریب مین جانیوالے شریف رئیس
نے علاوہ اُن ازیات تو ہلمین جان کنی کرتے ہوئے دیکھا اس کا
صرف خدا ہی اور وہ نہ تھا اندازہ کرسکتے ہین۔ اُف بھاؤ فرید الحق
ہاتھ جوڑ کر بولا تھا کیا صاحب اِس مجھ سے گناہ ہوا مین نے آپکی
شکایت کا ارادہ کیا اب مین امید ان چھوڑ چکا۔ اسکے ساتھ ہی
جناب کی حضوری کا اتفاق ہوگا نہ اسکی نوبت آئیگی معاف فرمائیے
تھا کیا۔ رحم اور انصاف نے آنسو بہائے کانپتے ہوئے
ہاتھون سے تازیانے دی گئین اور عزت اور شرافت نے فریاد کی
بھاؤ فرید الحق بھی ابتک بچھونے سے اُٹھنے کی قوت نہ تھی جب
بچھونے سے کھینچا گیا۔ مظلومیت اور یاس نے سر پیٹ لیا۔
مقدمہ چلا یا گیا ان بیٹیون نے بھی پٹنا شروع کیا گھر کے
ذکر چلا کر رونے لگے۔ پولیس مستعدی رہی جسکے باعث ضعیف اس
قیدی کو قدم قدم پر تشدد آتا تھا۔

(۴)

یہ صرف دو پردہ نشین عورتین باہر نکلی اور مختار اعزا ان
بہت سے لوگ ہمدردی کرتے لیکن بہتیرے وہ لوگ تھے جو
فرید الحق سے حسد کرتے تھے اُنھین خوشی ہوئی۔ بہتیرے وہ اعزا
تھے جنھون نے اپنے بیٹون کیلئے آمنہ سے نسبت چاہی تھی اور
ان کو شیخ صاحب نے صاف جواب دیدیا تھا اور وہ اس لئے
جلتے تھے اور بہتیرے وہ تھے جنھون نے چاہا کہ ہمدردی کرین مگر
زمانے کا نشیب و فراز پولیس کی شدت دیکھکر ڈر گئے اور اُنھون نے
ہمدردی اور مدد سے ہاتھ اٹھا لیا کچھ لوگ مدد پر آمادہ ہوئے لیکن
مختار نے اُنکی نہ چلنے دی کیونکہ شیخ صاحب کی بی بی مختار کی باتین
بہت سنتی تھین۔ آمنہ کا زیادہ وقت رونے اور تھوڑا وقت مصلے
بچھا کر دعا مانگنے مین صرف ہوتا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ کاش مین انگریزی
پڑھی ہوتی تو انگریزون کے سامنے جاکر فریاد کرتی۔ اُسے ہندوستانی
حکام سے کوئی امید نہ تھی جب مصیبتین آتی ہین تو گنتی دیکر نہین
بتیہ معقول مدد کی اُمید تھی لیکن وہ اور اُن کے باپ جلال آباد مین
رہتے تھے جہان شہری سوسائٹی تھی اور شہری سوسائٹی کا اثر اکثر جاہ
پسندی اور نمائشی اعزاز پر ہوا کرتا ہے۔ جب اُنھون نے سُنا کہ فرید الحق
پر مقدمہ پڑ گیا اور بچنے کی امید کم ہے تو سمجھے کہ ایسی جگہ شادی
کرنے سے ذلت ہوگی عقد سے انکار لکھ بھیجا۔ اِدھر جائداد اسطرح تباہ ہونا
شروع ہوئی کہ ان بیٹیون کی تمنا تھی کہ جان بک جائے لیکن بھاء ہی
چھوٹ جائے۔ مختار نے پہلے ہی پندرہ ہزار قرض لیا یہ سمجھا کر کہ شاید
گرفتار ہونے سے شاید بچ سکین۔ پھر پانچ چھ وکلاء اور بیرسٹرون کے لیے ایک
ایک ہزار روپیہ لیا۔ پھر گنڈے تعویذ مین صرف ہونے لگے۔

غرضکہ دو ہی چار مہینون مین جائداد رہن و بیع ہوئی اور اثاث البیت
فروخت ہوگیا جو کچھ تھوڑا سا بکنے سے بچا وہ مہاجنون نے کھینچ لیا۔ بہتیرے
لوگ بہت مدد کرتے مگر پولیس کی آنکھین دیکھکر خاموش ہوگئے۔
آخر مجسٹریٹ نے حکم سنایا اور نہایت ہی رعایت سے چار برس کی
سزا دی۔ آمنہ کے دماغ مین بڈھے باپ کا یہ جملہ کہ "بیٹی تمھاری وجہ
سے یہ ذلتین ہوئین" گونج رہا تھا۔ ابھی اپیل کی اُمید تھی اور اسیر
نے زندہ رہنا پسند کیا مگر روپیہ کہان؟ دن بھر منھ لپیٹے کچھ سوچا کی
اور کبھی رویا کی پھر اُٹھکر نماز پڑھی اور بلبلا کر دعا مانگنے لگی۔

(۵)

موسم گرما ختم ہونے زمانہ گذر چکا تھا اور بارش بھادون کی تباہینے
عنفوان شباب پر تھی۔ ہر طرف کیچڑ پانی۔ ہر طرف بوندی بادل دن کو
بعض اوقات بدلیون کے گھر آنے سے تاریکی چھا جاتی تھی نہ یہ کہ بادل
بھری رات شب دیجور۔ جلال آباد مین لاکھ سڑکون کا انتظام ہو مگر
پھر بھی برسات کیچڑ کوچے گلیون کے پھرنیوالے واقف کار چوڑی

سڑکوں پر بجلی دیوار کی طرح گر ہی پڑتے ہیں پھر اجنبی اور برقعہ پوش کا کیا ذکر۔ سڑک کو چہ اور پھر کیچڑ۔

بشیر ایک دوست کے یہاں سے مل کر آ رہا تھا صرف چھتری ہاتھ میں تھی اور نوکر لالٹین لئے ہوئے آگے آگے چل رہا تھا۔ "ارے ارے یہ کون گرا۔" دفعتاً مہر سکوت توڑ کر بشیر کے منہ سے یہ الفاظ نکلے "کون ہے؟ کوئی برقعہ پوش عورت معلوم ہوتی ہے۔ تو بس اس بیچاری کیلئے تو یہ مصیبت ہے۔ رحیم! رحیم! (خدمتگار کا نام) ذرا ٹھیرنا اس بیچاری کو لالٹین دکھلا دو۔ یہاں بہت کیچڑ ہے۔" رحیم لالٹین لیکر ٹھیر گیا جسکی روشنی سے معلوم ہوا کہ گرنے والا اپنے چہرے کو نقاب سے بدستور چھپائے سنبھل رہا ہے لیکن لباس مع برقعہ کے کیچڑ سے آلودہ ہو گیا تھا۔ بشیر نے پوچھا "کیوں صاحب آپ کس طرف جائیں گی تاکہ تھوڑی کشادہ سڑک تک لالٹین دکھلا دیجائے۔" (اپنے دل میں) "بیچاری کوئی شریف ہو گی۔"

جواب ملا "جناب آپکی مہربانی ہو گی اگر آپ کسی ایسے وکیل کا مکان بتا دینگے جسمیں قومی ہمدردی بھی ہو اور وہ اس شہر میں نامور بھی ہو۔"

بشیر نے جواب دیا "آپکو سواری کے لیے گاڑی کر لینا چاہیئے وہ آپکو مولوی عبدالسعید یا چندن موہن وغیرہ کے یہاں پہنچا دیگی۔"

برقعہ پوش نے جواب دیا "جناب میں اُنکے در دولت پر ہو آئی مجھ مصیبت زدہ کو صاحب ایثار قومی ہمدرد کی ضرورت ہے جو میرا مقدمہ مفت لے سکے کسی ایسے کا پتا بتائیے۔"

بشیر (غور کر کے) "آپ کا مقدمہ دیوانی کا ہے یا فوجداری کا۔ میں بھی وکیل ہوں شاید رائے دے سکوں اور پھر آپ کو وہاں پہنچا دوں۔"

برقعہ پوش نے اس طرح سر اُٹھایا جیسے وہ متکلم کے چہرے سے اُسکی طبیعت کا اندازہ کرنا چاہتی ہے۔ آخر اُسنے پوچھا "جناب کا دفتر؟"

بشیر: میرے ساتھ آئیے بہت قریب ہے۔ تاہم جلد پہنچنے کے لیے گاڑی پر چلنا پڑیگا۔" یہ کہکر وہ سب کشادہ سڑک پر چلے۔ وہاں یکہ کر کے اُس برقعہ پوش کو سوار کر دیا اور خود جلد جلد کوچے سے ہو کر اپنے مکان پہنچے کسیقدر دیر کے بعد موکلہ بھی مکان پہنچی اور بشیر روئداد سننے لگا ختم روئداد کے بعد بولا "بالکل ایسا ہی مقدمہ میرے ایک قرابت دار پر پڑا ہے وہ حمید پور کے زمیندار ہیں۔"

موکلہ۔ جی وہی وہی

بشیر۔ وہ تو صاحب ثروت ہیں۔

موکلہ: "دولت دجائداد مختار کی بدنظمی سے تباہ ہو گئی۔" اور اسکے بعد اُسنے تمام بدانتظامیاں اور مقدمہ کی خاص وجہ بیان کی جسکے بعد بشیر نے پوچھا "اور آپ اُنکی کون ہیں؟"

موکلہ: "میں اُنکی ایک بدنصیب خادمہ ہوں۔ آپ یہ نہ پوچھیئے بس کسی قابل وکیل کا نام بتا دیجیئے۔"

بشیر۔ (کسیقدر بیخودی اور پریشانی کے ساتھ) "آپ ضرور زمیندار صاحب کی صاحبزادی ہیں۔"

"ہاں ہوں تو سہی لیکن آپ کو اس سے کیا بحث۔"

بشیر عبرت گیر اور اثر پذیر دماغ رکھتا تھا اور رقیق القلبی کے ساتھ فوراً عبرت اور حیرت کے ساتھ ندامت و درد نے اُسکے دل اور دماغ کو ہلا دیا۔ اُسکی نگاہوں میں آج اپنی ذلیل حرکت کی حقیقت پھرنے لگی جس نے ثابت کر دیا کہ اس مصیبت خیز واقعہ اور ایک خاندان کی تباہی کے خاص وجوہ میں اُسکا بھی اسقدر حصہ ہے کہ دُنیا بیقدری سے اس نے آمنہ کے عقد اور فریدالحق کی قرابت سے انکار کیا تھا وہ اگر مدد کرتا تو یہ تباہیاں نہ آتیں۔ اُسنے دیکھا کہ ابتلائے عظیم کی قوت گلوگیر ہے اور عذاب اُخروی دامن کش۔ وہ بولا "ستم رسیدہ کیا تمہی آمنہ خاتون ہے؟"

نہایت بیتابی سے جواب ملا "جی ہان مگر مقدمہ کیلئے رائے دیجیئے"۔

بشیر چکراتا ہوا سر پکڑ کر اُٹھا اور پھر آرام کرسی پر بیٹھ کر بولا "اب آپکی جو تردد نہ کریں اور بجائے اپنے مجھے پیرو کار مقدمہ سمجھیں۔ میں آپکو حلفاً یقین دلاتا ہون کہ جس حد تک آپ تو ل کی حالت میں اہتمام کرسکتیں اُس سے زیادہ میں فکر کرون گا۔ ہان آپ ٹھیری کہان ہین؟"

موکلہ "میں صبح آئی تھی اور کہین ٹھیرنے کی نیت سے نہیں دن بھر یونہی پھرا کی اور اب آپ سے تسلی پا کر واپس جاتی ہون"۔

بشیر "میری والدہ آپ کی خدمت کرین گی مین وہی بشیر ہون جسے شیخ صاحب سے قرابت ہونیوالی تھی للہ معاف کرو"۔

آمینہ۔ (ساعد صندلین کو چھڑا کر جو بشیر نے ابھی پکڑ لیا تھا) "افسوس کہ اُسوقت آپ مجھ پر احسان کر رہے ہین جسوقت مین آپ سے مدد لینے پر مجبور ہون۔ ورنہ دُنیا میں کوئی غیور ان واقعات کے بعد آپ سے گفتگو بھی پسند نہ کرتا۔ آپکو زیادہ رنج ہوگا کہ آپ بھی زبردست وجہ میرے والد کی موجودہ تذلیل کی ہین"۔ یہ کہکر لڑکی چلنے لگی اور بشیر نے ہاتھ پکڑ کر کہا "کریم النفس کا مرتبہ بلند ہے۔ بس معاف"۔

جواب ملا "اِس مقدمہ کی کامیابی پر"۔

بشیر بیخودانہ گاڑی پر بیٹھا۔ اسٹیشن پہنچکر دونون گیارہ بجے شب کی گاڑی سے کریم آباد روانہ ہوئے۔ گاڑی پانچ بجے صبح کریم آباد پہنچی، اور وہان سے یکہ پر سات بجے ہمیر پور پہنچے۔ بشیر آمینہ کو پہنچا کر فوراً واپس آیا۔

(۶)

ہندوستانین ایک مدت سے ملک کی ایک جماعت نے سلف گورمنٹ کی تحریک کے ساتھ موجودہ سے زائد سرکاری عہدونمین اختیارات و مراتب کے مطالبات چاہنا شروع کیئے ہین اور سالانہ جلسون کے ذریعے سے نوع بنوع گذارشات پیش کیئے ہین اور اُنمین سے بعض کی کامیابی نے اُمید کی بنا پر ان آرزؤنکو عام کردیا ہے پبلک سروس کمیشن پر غور کرنے کیلئے بھی ایک غیرمعمولی جلسہ منعقد کیا گیا جسکی صدارتی تقریر مین سلف گورنمنٹ کی آرزو پر زور دیا گیا۔ بشیر کی اِس ملاقات کے تیسرے دن جمال آباد مین بھی ایک جلسہ تھا اُسمین بشیر نے بڑے زورون سے یہ تقریر کی:۔

(تقریر)

مین جبکہ آہِ مظلوم کی حیثیت سے عرشِ الٰہی تک عرض حال کرنیکا مجاز ہون تو بیان اظہار مدعا سے کیسے قاصر رہ سکتا ہون جسکو لوگ ناگواری سے سُنین گے نہین۔ ناقل ملک و قوم کے کم واقفان حال افراد اور بہتا ؤ تشدد واقعی ایثار اور حقیقی انکسار سے کام لیکر غریبون اور دیہاتیون کی زندگی سے نتائج اخذ کرو بعض اہم نتائج پر بحث کرنا جس سے قابلیت کی شہرت ہوتی ہے اور محض معززین ملک سے ملنا جس سے نمائشی عزت بڑھتی ہے تمکو ملک کا ناوان دوست اسلئے بنائے ہین کہ ایک چیتھڑے لگانیوالا ہندوستانی اُفتاد مصیبت پر آنریبل لوگونکے برآمدن اور نائیٹ وغیرہ کا خطاب لیکر لیڈری کرنیوالون کے ڈرائنگ روم کے سامنے نہین پہنچ سکتا۔ ملک کے مظلوم باشندے جو تمھاری گذرگاہون اور تمھارے محلات کے دیوارون کے نیچے آوارہ پھرتے ہین وہ تم تک نہین پہنچے کیونکہ اُن سے ملنے مین تمھین عار ہے اور تمھارے حکمون سے تمھارے نوکر انھین نکال دیتے ہین۔ اور ملکی وکالت کرنیوالون کی کیا یہ زبانی ہمدردی نہین؟ مین تو یقین نہین کرسکتا۔ لیکن اگر واقعیت کا دعویٰ ہے تو دو حیرتناک باتین پائی جائینگی جن سے انکار مشکل ہے۔ موجودہ سے زائد اختیار و مراتب مین اضافہ کی خواہش محض ذاتی وقار کو بڑھانیکا نام ہے۔ اور مطالبہ سلف گورنمنٹ کے معنی ملک مین بدامنی و افتراق پھیلانیکے ہونگے۔ ذرا بعض دیسی حکام کے دورون کے زمانہ مین جاؤ تو معلوم ہوسکے گا کہ موجودہ ہی اختیار کے فرائض

کسطرح صدمے کئے جاتے ہین۔ اعلیٰ سلف گورنمنٹ کا مطالبہ ملکی ترقی و خوشحالی
نقطہ عروج ہے یعنی یہ کہ عام طرح دیسیون کے اختیارات بڑہائے جائین اور
انکی نگرانی ملک پر ہو۔ لیکن جبکہ قومی افتراق و بدزنی عصبیت کیساتھہ
پھیلی ہے تو مسلمان حاکم ہندو پر اور ہندو حاکم جب مسلمان پر ظلم کریگا
تو مگرون کا قومی ہمدردیون سے کام لینا کیا نتائج پیدا کریگا؟ ایسا ہونیکی
دیسہ جوتی گررونر کی عملی مثالین کہان کہان دفن کردیجائین۔ یہ ایک غیر متعلق
قوم کی نگرانی ہی کا اثر ہے کہ بعض دیسی حکام اختیارات کی چہریون سے
ملک کو فوراً انہین حلال کرسکتے ورنہ بعض اختیارات اور چند افراد ملک
قوم رعایا کو آپسمین تعصب سے لڑوا کر خون وخرابہ کروادینے کیلئے تیار ہین
کہاجاتا ہے کہ قانونی پیچیدگیان ایسے نتائج کی ذمہ دار ہین لیکن کیا نہین دیکہا
جاتا کہ قوانین تجربات کے بعد بنتے ہین جب دستاویزین لکہکر بہی روپیہ
ذمہ دار نہین دینا چاہتے اور ایک ایک لفظ پر بعض وکلا روپیہ ہضم کرجانے
کیلئے تیار ہین تب ہی تو محکمہ رجسٹری مین اصول تحریر دستاویز مین سختیان
ہوتی ہین۔ پہر کیا کوئی قانون ایسا ہے جو بعض سب انسپکٹرون تحصیلدارون
ڈپٹی صاحبان اور محکمہ بندوبست کے بعض دیسی عمال حکام وغیرہ
کی شدید ترین زیادتیون اور مظالم کا روادار ہو۔ کیا کسی قانون مین ہے
کہ ان سبکو سلام کرنا انکی درباردار یان کرنا انکی خوشامد کرنا ان کیلیے
سستی اور بعض اوقات مفت رسد بہم پہنچانا لازمی ہے ورنہ طرح طرح
کے مصائب مین مبتلا ہونا پڑیگا ذلتونکا سامنا کرنا پڑیگا۔ ہان کوئی قانون
نہین مگر موجودہ اختیارات سے ان کے ناجائز فائدہ حاصل کرنیکا خطرہ جسکا
تجربہ روز ہوا کرتا ہے اوت! حمید پور کی رعایا کو وہ دردناک اور مصیبت خیز
تجربہ ہورہا ہے کہ وہ نہ صرف زمینداریان چہوڑ لے بلکہ بعض دیسی حکام کو
سرخط غلامی لکہنے کو تیار ہین۔ حالانکہ زمیندار ہمارے لیے باعث فخر اور وہ
ناز ہین جنکے سامنے بعض ظالم ڈپٹی صاحبان کی کوئی وقعت نہین غرضکہ
جب موجودہ اختیارات ملک کی ایک کثیر آبادی کیلئے نشتر ہین تو پہر

اختیارات کا مزید اضافہ کیا کشا رنہ ہوگا؟ یہ معمولی عمال کا ذکر نہین جن کے لیے
کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم کم ہونیکی وجہ سے انہین پوری اخلاقی اور ضمیری قوت
نہین۔ یہ بعض اُن حکام کا ذکر ہے جنکے پاس قابلیت کی سندین ہین اور
جن پر آپ زیادہ بہروسہ دلانیکی تحریکین کرتے ہین۔ بیشک یہی لوگ جبکہ
آپکی سیلف گورنمنٹ کے بہی نیزہ دستار ہونگے اور انکو بنانا ہی پڑیگا کیونکہ
آدمی کہان سے آئینگے تو پہر کیا ملک مین ابتریان نہ ہونگی؟ بعض جگہ
ناواجبی تشخیص لگان، جہوٹے مقدمات اور حکام اعلیٰ کے یہان غلط رپورٹین
کون کرتا ہے؟ اگر غور سے دیکہئے تو ایک ابتدائی مگر انتہا سے زیادہ قوی سیلف
گورنمنٹ آپکے ہاتھ مین ہے یعنی گورنمنٹ کے بیشتر محکمہ جات مین کہاجاسکتا
ہے کہ معمولی اہلکار سے لیکر متوسط عہدہ دار تک ہندوستانی ہین اور ملک
کے عظیم نتائج کا مواد وہی جمع کرتے ہین اور پیچیدہ سیاست و تفریق کا مادہ
وہی باہم کرتے ہین جنپر کبہی کبہی آپکو فریادونکی ضرورت ہوتی ہے۔ یوروپین
حکام اگر اُن پر بہروسہ نہ کرین تو کیا کرین۔ افسوس کہ جب تک ملک مین
ایسے ہندوستانی موجود ہین جو ایک غلط مواد جمع کرکے ایک طرف حکام و
وکل گورنمنٹ کو مغالطہ دہی کا جرم کرتے ہین تو دوسری طرف ملکی بہائیونکو
انکے بُرے نتائج سے مبتلائے آفات کرتے ہین، تب تک سیلف گورنمنٹ کی خواہش
محض اولوالعزمی ہے۔ اگر انصاف سے دیکہئے تو کسی بڑے شہر کے ایک ہنگامہ
خیز انتظام کا مواد انہین ہندوستانی حکام کی مغالطہ دہی پر موقوف ہے
یا اور ملکی بہائی بندون پر یوروپین حکامون کے برتاؤ اور اخلاق کی شکایتین
ہین کہ وہ ہندوستانیون سے باخلق وصفا نہین ملتے جن کے فرائض
حکمران ہونیکی حیثیت سے اہم ہین۔ لیکن اس پر درد و رنج کا اظہار کرنیوالے
ہندوستان کے کروڑون بنی افراد ہین اور دیسی حکام اور دیسی معزز
لیڈر اپنے ملکی بہائی بندونکو کتے سے بہی زائد ذلیل سمجھکر ملتے ہین۔ ایک
مخصوص صوبہ کے ڈپٹی صاحبان اپنے کو ہندوستانی رعایا اور زمیندارونکے
سامنے خدائی عزت کے مستحق سمجھتے ہین۔ ذرا بعض ڈپٹی صاحبان کا دربار

چنانچہ دیکھیے جہان انسانی تہذیب مرثیہ پڑھتی ہوئی ملے گی اور سیکڑون مظلوم دست بستہ حاضر ہونگے بعض پولیس کے دیسی حکام کے خیالات دیکھیے جسمین شدید ترین انسانی بربریت کی تجلیاتین بھری ہوئی ہین۔ اور انھون نے تعصبات اور گروہ بندی کے زور پر اس قدر مصیبتناک بیچ شہیدان ستم بنا رکھے ہین۔ کیا ان پر رونے کیلئے کبھی ہندوستان کے پولیٹکل خدام کی جماعت قائم کرنیوالے آتے ہین؟ آہ! زبانی ہمدردی کرنیوالونکی ظاہری اعزاز پرستی کی حقیقت اسوقت کھل جاتی ہے جبکہ مظلوم انھین ہمدردی کیلئے مخاطب کرتے ہین اور معزز لیڈر ان قوم کہہ دیتے ہین کہ ہمین کچھ نسبت نہین ذکاء ملک و قوم کا فرض ہے کہ اخلاقی دلیری سے وہ ذی حکام کی پرظلم درعونت کارروائیون سے رعایا کو محفوظ رکھین۔ رعایا کو دیانت دلائین کرانکے تاوجیبی ذرائع مفاد کو حتی الامکان باضرر کرین۔ ان باتون آرزومندی بہ نسبت اس کام کے پورا کرنیکے آسان ہے آپ شاید یہ سمجھ رہے ہونگے کہ بالکل وہ یہی تجربون کے اپنے کو سیلف گورنمنٹ کا مستحق قرار دے سکینگے لیکن جب آپ باہر نکلکر اپنے ہندوستانی بھائیون کے حالات دیکھینگے تو واقعات آپکے مطالبات کی نسبت کچھ اور نہین کہے مین یہ نہین کہتا کہ آپکی آرزوئین بیجا اور خواہشات سب ناجائز ہین مگر ملک کی حالت دیکھکر کام کیجیے۔ پہلے اپنے ملک مین صلاحیت کی قابلیت پیدا کر لیجیے پھر سیلف گورنمنٹ کی درخواست کیجیے۔ ملک مین تعیش آزرو رعایا آباد ہے بعض چند نفوس کی خواہشات و الوالعزمیون پر فیصلہ ذاتی اعزاز بڑھاکر ملک کے گلے مین پھانسی لگانا ہے۔ آہ! آپ لوگون نے قومی سیاسیات و عصبیت سے پولیٹکل جھگڑون پر کھڑی ہوکر جو تقریرین کی ہین انھون نے ملک مین تفریق پیدا کر دی ہے۔ اور آپ آنکھین کھولکر نہین دیکھتے کہ ملکی مقتول ملکی چھری اور ملکی قاتل کا منظر کس قدر حیرت خیز ہے۔"

(۵)

ذلت و مصیبت کا مقابلہ انسانی شرکت کی تجاسون سے غضب اان سب غلبہ اپنکی آرزو اور بعد ناکامی انسانی دماغ کو قابو مین نہین رکھتی۔ وہ صبح ہوئی اور وہ وقت آیا جب فریدالحق صاحب کی اپیل پیش ہوئی اشبیرنے نہایت قابل وکلا فراہم کئے لیکن مقدمہ بگڑ چکا تھا۔ اسنے گواہونکو تبدیلی گواہی دینے کے عذاب سے ڈرایا اور روپیہ سے انھین متاثر کر دیا لیکن گواہ یہ سمجھا کہ اب اگر گواہی مین بدلے تو خود ذلیل جائینگے۔ پھر نہ سنبھل سکے با وجہ دعنت کوششون کے عدالت نے چار سال کی سزا بحال رکھی۔ شریف فریدالحق نے بیصبری سے ایک آہ کھینچکر کہا کہ "مین بیگناہ تھا" اور اپنے سر کو عدالتی کمرے کی دیوار سے اس زور سے ٹکرایا کہ سر پھٹ گیا۔ بیگناہ بڈھا پہلے ہی سے ضعیف کمزور تھا اسلیئے اس چوٹ نے اسکا خاتمہ کر دیا۔ آمینہ آج اپنی قسمت کے فیصلے کو دیکھنے آئی تھی اور بیقراری سے برقعہ پہنے کورٹ کے کمرے کے پاس ٹہل رہی تھی دفعتاً اسکی آنکھین زمانہ سیاہ ہو گیا نہایت زبردست درد کی ہوک کہ جب وہ ضبط نہ کر سکی تو ایک آہ منہ سے نکلگئی جسکے ساتھ ہی برقعہ مین چھپی ہوئی چھری نکالکر اسنے اپنا خاتمہ کر لیا۔

شبیر نے اس چھری کو آمینہ کے سینے سے نکالکر اپنے آنکھون سے لگایا اور پھر اسکو اپنے کلیجے مین بٹھا دیکر باپ بیٹی کے برابر لیٹ گیا حسرتون نے ان دو جوان نعشون پر ماتم شروع کیا اور سوگوار عزت بڈھے پر واقعی تو قبر نوحہ خوانی ہوئی اور اس عبرتناک خیز قتل سے درد و یاس کے پہاڑ اٹھکر خدا کے سامنے فریادی ہوئے کہ سیلف گورنمنٹ کے آرزومندونکی آنکھین واقعی ملکی اصلاح کیلئے کھولدے۔ فقط

حسن ابن مظہر (رداعی پوری)

اس نمبر کے ساتھ ڈاکٹر ایس کے برمن کے کارخانہ کی فہرست ادویات تقسیم کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تیار کردہ ادویات اپنی ارزانی اور فائدہ رسانی کے لحاظ سے ملک مین خاص شہرت حاصل کر چکی ہین۔ آپکی بیشتر ادویات ہمارے ذاتی تجربہ مین بھی آچکی ہین جنکو ہمنے بیحد مفید اور فائدہ رسان پایا ہم سفارش کرتے ہین کہ معاونین العصر بروقت ضرورت ڈاکٹر صاحب کی تیار کردہ ادویات سے کام لین۔ (ایڈیٹر)

تنقید کتب

تندرستی
بچون کی پرورش

حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی ذات گرامی یون تو بہرصورت ملک و قوم کیلئے ہزار مایۂ ناز ہے لیکن سب سے زیادہ خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ آپکی تمام تر توجہ فرقہ نسوان کی اصلاح و بہبودی کیلئے ایک عرصہ سے وقف ہو رہی ہے۔ چنانچہ آپکے زیر سرپرستی خاص بھوپال اور دیگر قطاع ہند مین کئی کام ایسے چل رہے ہین جنکی غرض و غایت عورتونکی ترقی اور بہتری ہے۔ اس امر خاص مین آجتک آپ کی ذات سے جو تقویت و امداد پہنچ چکی ہے وہ مستغنی عن البیان ہے تاہم یہ دیکھنا اور زیادہ مسرت بخش اور وجہ نازش ہے کہ علیا حضرت نے اپنی ہم جنسونکی فلاح کیلئے جہان دامے درمے امداد عطا فرما ملک کی بہت سی اہم ضروریات کو پورا کیا ہے وہان اپنے قلم سے بھی اعانت کا سامان بہم پہنچانے مین دریغ نہین فرمایا۔ چنانچہ مندرجہ عنوان دونون کتابین بھی آپ کی بیش بہا تالیف ہونے کا شرف رکھتی ہین۔ اور جس مبحث پر لکھی گئی ہین اُنکی اہمیت و وقعت باخبر اشخاص سے پوشیدہ نہین جسمانی "تندرستی" اور "بچونکی پرورش" دونون ایسے مہتم بالشان مسائل ہین جنپر بلا مبالغہ ملکی و قومی ترقی کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور افسوس یہ ہے کہ یہی دونون باتین ہمارے ہندوستان مین بہت معمولی خیال کی جاتی ہین اور مجموعی حیثیت سے انکی جانب کوئی توجہ نہین کی جاتی۔ حضور بیگم صاحبہ دام اقبالہا کا ہمپر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ آپکی دماغی مساعی جمیلہ سے اس قسم کا لٹریچر اُردو مین اکٹھا ہو رہا ہے اور یقینی امر ہے کہ اسکے مطالعہ سے صدہا فوائد ایسے مرتب ہوسکتے ہین جو اسوقت تک بالکل مفقود سمجھے جاتے تھے۔

سرکاری رپورٹون کے مطالعہ سے یہ بخوبی منکشف ہوسکتا ہے کہ نوعمر لڑکون اور نوزائدہ بچونکی اموات کا اوسط ہندوستان مین دیگر ممالک سے بہت زیادہ ہے۔ ابھی تک اس نقصان کی تلافی کا سامان یہان ناپید تھا جس پر ہماری غفلت و کاہلی کو طرہ سمجھنا چاہیے لیکن "تندرستی" اور "بچونکی پرورش" کے صفحات مین جو گرانقدر ہدایات درج ہین وہ نہ صرف عام طور پر صحت برقرار رکھنے کا عمدہ ذریعہ ہین بلکہ بچونکی تندرستی اور قیام حیات کی تدابیر مین بھی اُنسے نہایت بیش قیمت مدد پہنچ سکتی ہے۔

یہ دونون کتابین علیا حضرت بیگم صاحبہ کے قلم سے نکلی ہین اور اگرچہ انکی ترتیب مین زیادہ تر انگریزی کتابون سے مدد لیگئی ہے تاہم اور بہت سی ضروری باتین ایسی اضافہ کردی گئی ہین جنکے بغیر کوئی کتاب بھی مکمل نہین کہی جاسکتی تھی۔

تندرستی کے ۱۵۰ صفحات ۳ ابواب اور ۴۵ مضامین پر مشتمل ہین۔ پہلا باب بیانات حفظ صحت سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے باب مین متعدی امراض سے محفوظ رہنے کی تدابیر درج ہین اور تیسرے باب مین وہ اُصول تندرستی قلمبند کیئے گئے ہین جو مجموعی حیثیت سے ہر متنفس کی پابندی کے مستحق ہین۔

"بچونکی پرورش" درمیانی بڑی تقطیع کی ایک ضخیم تالیف ہے جسکے تین سو سے زائد صفحات نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتون سے لبریز ہین۔ رضاعت سے لیکر طفلی کے زمانہ تک بچہ کی حفاظت کیلئے تدبیرین لکھی گئی ہین۔ اُن کے امراض اور امراض کی علامات اور علاج وغیرہ نہایت وضاحت سے درج کیئے گئے ہین۔ طرز بیان اسقدر سہولت آمیز ہے کہ معمولی تعلیم یافتہ مائین اُن سے فائدہ اُٹھا کر اپنے نونہالونکو موت کی قبل از وقت دست بُرد سے بچا سکتی ہین۔ اِن

دونون کتابون کا ایک ایک نسخہ ہر گھر مین رہنا چاہیئے اور ماؤنکا فرض ہے کہ وہ انکو بار بار مطالعہ کرکے سارے ضروری مطالب ذہن نشین کرلین

بچونکی پرورش مین زیادہ تر علاج معالجے انگریزی درج کیئے گئے ہین اور ایک حد تک یہ کمی کم از کم اُس حلقہ مین بیجا طور پر محسوس کیجائیگی جہان یونانی طریق علاج ابھی تک مروج ہے۔ تاہم انگریزی ادویہ کے لکھنے سے اتنا بھی فائدہ ہے کہ اب وہ جا بجا اسپتالون مین بآسانی سے مل سکتی ہین۔

"تندرستی" کی قیمت ۱۲ر ہے اور "بچونکی پرورش" کی قیمت ۱۲ر ہے۔ جو کاغذ چھپائی وغیرہ کی خوبیون اور مضامین و مطالب کے فوائد کے لحاظ سے مفت سمجھنا چاہیئے۔ دفتر ظل السلطان بھوپال یا دفتر رسالہ العصر لکھنؤ سے طلب کرنا چاہیئے۔

لڑکیون کی پہلی کتاب (سلسلۂ سلطانیہ)

تعلیم نسوان کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے اوپر ہماری قومی ترقی کا انحصار سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ اب وہ زمانہ باقی نہین رہا کہ مستورات کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی مخالفت عام طور پر ہوتی ہو، تاہم ابھی منزل تک پہنچنے مین کئی ایک مشکلات کو طے کرنا ہوگا۔ سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ باوجود اس شور و شغب کے جو آجکل ہمارے ملک مین طبقہ نسوان اور اُسکی تعلیم کے متعلق پایا جاتا ہے اسوقت تک کوئی ایسا نصاب نہین مقرر کیا جا سکا جو ضروریات کے مطابق سمجھا جاکر عام طور پر رائج ہو سکے۔ یہ بہت بڑی کمی ہے اور تا وقتیکہ اس نقص کو قطعًا دور نہ کیا جائے تعلیم نسوان کا مسئلہ مستقل طور پر طے نہین ہو سکتا۔ تاہم ایسی حالت مین کہ نصاب تعلیم نسوان کی ترتیب و تنظیم پر کوئی توجہ نہین کیگئی، وہ کوششین ہزار احسنت و مرحبا کی مستحق ہین جو انفرادی حیثیت سے اس بارۂ خاص مین عمل مین آرہی ہین اور بلاشبہ مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم۔اے منشی فاضل ڈائرکٹر صیغۂ تعلیم بھوپال کی مساعی جمیلہ اس صیغہ مین غیر معمولی عزت و منزلت کا حق رکھتی ہین جنکی بدولت معاشرت منزلی پر حال مین ایک قابل قدر اضافہ ہوا ہے یعنی آپنے "ڈومیسٹک کانومی" پر "سلسلۂ سلطانیہ" کو شائع فرماکر عالم نسوان کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب جسکے ہم جائزے مین اب تک نکل چکی ہے اور کتاب کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ مفتی صاحب نے اس "سلسلہ" کی اشاعت سے لڑکیون پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اب تک متفرق طور پر بہت سی کتابین اُردو مین ایسی نکل چکی ہین جو بجائے خود نصاب تعلیم نسوان کا ایک ضروری جزو بن سکتی ہین اور انمین سے اکثر متداول و مستعمل بھی ہین لیکن ایسے مضامین پر جنکی جھلک مفتی صاحب کی تصنیف مین پائی جاتی ہے، شاید ہی کوئی کتاب مل سکے۔ اس لحاظ سے حضرت مصنف قوم و ملک کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہین اور امید کرنا چاہیئے کہ آپ کی یہ کوشش انفرادی و مجموعی طریق پر بہ نظر استحسان و تشکر دیکھی جائیگی۔

سلسلۂ سلطانیہ کی یہ پہلی کڑی (لڑکیونکی پہلی کتاب) اپنی ظاہری و معنوی خوبیون کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ لڑکیون کو سبقًا سبقًا پڑھائی جائے۔ "ڈومیسٹک کانومی" کے وہ تمام اُصول و فروع جو بادی النظر مین ٹھوس معلوم ہوتے ہین، مفتی صاحب نے اس خوبصورتی اور سہولت سے قلمبند کیئے ہین کہ اُنمین غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ طرز بیان کی سلاست اور زبان کی روانی کے علاوہ ایک بڑی صفت اس کتاب مین یہ ہے کہ ہر بات قصّہ کے طور پر بیان کیگئی ہے اور یقینًا اسکا مطالعہ طبائع پر گران نہین گزر سکتا۔

مضامین کے لحاظ سے اسیقدر کہدینا کافی ہوگا کہ تمام ضروری اور اہم مسائل کو سمجھانے اور دل نشین کرنے کی قابلانہ کوشش کیگئی ہے اور کوئی ایسی بات جو انتظام خانہ داری سے تعلق رکھنے والی ہو مصنف کی وسیع النظری کی بدولت رہنے نہین پائی۔

یہ کتاب جیسا کہ قدرتاً خیال ہو سکتا ہے حضرت علیا بیگم صاحبہ بھوپال کے اسم گرامی پر معنون ہے اور اسکی موزونیت محتاج تصریح نہیں حضرت ممدوحہ سے زیادہ صنف نازک کا بہی خواہ آج ہندوستان میں کون ہو سکتا ہے اور حضور عالیہ کے عملی کارنامے اس شق میں اس کثرت سے موجود ہیں کہ باخبر لوگ اُن سے ناواقف نہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ جناب مفتی صاحب اپنی گرامی قدر ممدوحہ کی زیر سرپرستی تعلیم مستورات کی ضروریات کو پورا کرنے میں اس سے بہت کچھ زیادہ کر دکھائیں گے اور یہ پہلی کتاب اُن کی آئندہ گرانبہا تصانیف کیلئے سنگ بنیاد کا کام دیگی۔

قیمت کتاب ۱۲ر ہے۔ دفتر ظل السلطان بھوپال سے طلب کرنا چاہئیے

نشترِ یاس اِس نام سے مرزا اوحد حسین صاحب یاس عظیم آبادی کا مجموعۂ کلام جسکو مصنف نے جناب نواب صاحب رامپور کے نام نامی سے معنون کیا ہے بغرض اظہار رائے موصول ہوا ہے۔ نشترِ یاس کی ضخامت جہانتک اُسکا تعلق غزلیات و دیگر اصناف سخن سے ہے چالیس صفحے سے متجاوز نہیں ہے لیکن اسکے علاوہ کم و بیش ایک جزو میں مختلف مشاہیر کی تقریظیں اور تاریخیں اور مشہور نکتہ سنج مسٹر حامد علی خان بیرسٹر لکھنؤ کا لکھا ہوا ایک دلچسپ مقدمہ ہے جسمیں حضرت یاس کی شاعری پر مجموعی حیثیت سے ایک غائر نظر ڈالی گئی ہے اور اُن کے حالات زندگی بھی جستہ جستہ قلمبند کیئے گئے ہیں۔ اِس مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یاس نے سب سے پہلے جناب بیتاب عظیم آبادی سے اصلاح سخن حاصل کی اور لکھنؤ آنے کے بعد حضرت رشید کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا اور لکھنؤ کے شاعروں اور طبقۂ ادبا میں خاص شہرت پائی۔

بیرسٹر حامد علی خان صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت یاس کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا" اِس لحاظ سے "نشترِ یاس" سا مختصر مجموعہ بہر طور غنیمت سمجھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اسکے دیکھنے سے کافی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یاس کا مرتبہ شاعری کیا ہے اور اُن کا کلام اُردو لٹریچر میں کس عزت و وقعت کا مستحق ہے۔

مقدمہ کے بعد "ماہیئت شاعری" کے عنوان سے خود جناب مصنف کا لکھا ہوا ایک مستقل مضمون ہے جس پر اُنھوں نے شاعری کے ما لہٗ و ما علیہ پر اپنے نقطۂ خیال سے رائے زنی کی ہے۔ انصاف یہ ہے کہ حضرت حالی کے مقدمۂ دیوان کے بعد اب اِس بحث پر اُصولاً کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم حضرت یاس نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا معیار سخن بہت اعلیٰ ہے اور وہ شعر گوئی کے اُس طریقہ کو نہایت معیوب خیال کرتے ہیں جس نے آجکل "ایشیائی شاعری" کو بدنام کر رکھا ہے۔ "ماہیئت شاعری" کے تحت میں آپنے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اُصول کے اعتبار سے خردہ گیری اور نکتہ چینی سے بالاتر ہے۔ فروعی باتوں میں اگر کسی کو اختلاف ہو تو ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ نشترِ یاس کی غزلیات اور اِس مضمون کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت یاس ایک پختہ کار اور وسیع النظر شاعر ہیں اور ایک بڑی خصوصیت آپکے کلام کی یہ ہے کہ جہاں وہ مخرب اخلاق مضامین سے قطعی پاک ہے وہاں آپ کا متین انداز بیان جذبات کی صداقت کے ساتھ ملکر اُنکی عظمت کو بڑھا دیتا ہے۔ اِس جگہ چند اشعار مثالاً نقل کیئے جاتے ہیں ؎

شکوۂ دردِ جگر اے مہرباں کیونکر کریں	آپ سُن کیونکر سکیں اور ہم بیاں کیونکر کریں
انقلابِ دہر نے آنکھوں کو اندھا کر دیا	آخر اب نظارۂ فصلِ خزاں کیونکر کریں
ہوش میں پھر کون تھا جب دور کا ساغر چلا	آخر شب کی وہ کیفیت بیاں کیونکر کریں
ہاتھ پھیلایا نہ جائیگا بھری محفل میں آج	صبر کی دولت کو ساقی رائگاں کیونکر کریں
جو مزا اُٹھتے ہیں لیکن پھر سنبھل جاتے ہیں مست	سامنا ساقی کا ہے گستاخیاں کیونکر کریں

آخری تین شعر تاثیر جذبات کے اعتبار سے نہایت قابل تعریف ہیں یہی عالم اور تمام غزلوں کا ہے۔ متفرق اشعار جو ذیل میں درج کیئے گئے ہیں حضرت یاس کی مختلف خوبیاں ناظرین پر بخوبی ظاہر کر سکتے ہیں۔ ان کو پڑھکر ہر شخص مصنف کے مرتبہ سخن کے متعلق رائے قائم

کرسکتا ہے سه

آنکھ کا مارا مرے نزدیک آزاری نہین   اور جو سچ پوچھو تو یہ بھی کوئی بیماری نہین
کونسا ہو ان قابل مرہم نہین درد جگر   چارہ ساز دیدۂ آئینہ داری ہو غمخواری نہین
لوگ کہتے ہین کہ رفتہ رفتہ مٹجائیگا داغ   داغ کہتا ہے کہ بجھنے کی یہ چنگاری نہین

گلے مین بانہین ڈالے ہوئے جو سوتے ہین   نہین ممکن پھر ایسا خواب دیکھین زندگانی مین

بتاؤ یہ مسیحا اپنی تدبیر دشمن کو   کریا نہین تم ہاتھ جنبش بتاؤ من مین
کیسے معلوم و غم آتش دل پہ کیا گذری   سند ہی بجھ کے دھواں ہو سنا ہے سب ہکو فرقت مین

حجاب ناز بیجا ہے جس دن بیچ مین آیا
اُسی دن سے لڑائی ٹھنگئی شیخ و برہمن مین

یکسان کبھی کسیکی نہ گذری زمانے مین   یادش بخیر بیٹھے تھے کل آشیانے مین
صدقے دئیے تو صبر کی دولت بھی دیگا وہ   کس چیز کی کمی ہے سخی کے خزانے مین

کیفیت سے کبھی خالی نہین دل مستو نکا   ہو ہو ملتا ہے ساقی ترے پیمانے سے
ساقیا دلکی ہوس شیشہ کی پیری مین   پیاس بجھتی نہین ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

اُف بھی کرسکتا نہین اب کروٹین لیتا ہوا   زخم پہلو سے ہے وہ تکلیف روحانی مجھے
خاک ہوجانے پہ بھی ممکن نہوگا دسترس   ہاتھ ملوائیگی تیری پاکدامانی مجھے

غرضکہ جذبات وخیالات کی صداقت اور نظر کی وسعت کے ساتھ زبان بھی نہایت شستہ وصاف ہے۔ اُمید ہے کہ نشتر اس ملک مین قدردانی سے محروم نہ رہیگا شائقین ۸ ر فی جلد پر مصنف سے لکھنؤ جھوائی ٹولہ کے پتہ سے طلب کرین۔

روزنامہ باتصویر وسط ۱۹۱۱ء مین مولنا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے مصر و شام و حجاز کا ایک طویل سفر کیا تھا جس کے واقعات ومشاہدات کو "روزنامہ" کے اندر نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے قلمبند کیا گیا ہے۔ اسوقت تک اُردو زبان مین کئی سفرنامے شائع کیئے جاچکے ہین جنمین سے مولنا شبلی بالقابہ کا سفرنامہ بلا مبالغہ اس صنف کے لٹریچر کا بنیادی پتھر کہے جانے کا حق رکھتا ہے۔ اسیطرح اور بھی کئی سفرنامے مستقل دلچسپی کی شان رکھتے ہین لیکن سفرنامونکی فہرست مین "روزنامہ" ایک ایسا اضافہ ہے جسکا انداز سب سے جُدا گانہ اور جسکی دلفریبی اپنی آپ مثال ہے۔ اِس اجمال کی مختصر تفصیل خود خواجہ صاحب کے الفاظ مین یون ہوسکتی ہے۔

میرا یہ سفرنامہ معلومات سیاسی وتمدنی وغیرہ کا ذخیرہ نہین ہے نہ مین نے ان اُمور کو اپنے سفر مین پیش رکھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری اس کتاب مین ناظرین کو ایک خاص ومحدود دائرہ کی باتین معلوم ہونگی اور میرا خیال ہے کہ وہ اسکو ادبی وروحانی لٹریچر کی حیثیت سے پڑھین گے۔

بلاشبہ روزنامہ کی سب سے اہم خصوصیت یہی ہے کہ اُسکے اندر صفحہ کاغذ پر نوک قلم کے ذریعے سے ایسے بیش بہا جواہر رولے گئے ہین جو نہ صرف خزانہ ادب کی زیب وزینت بڑھا رہے ہین بلکہ جنکی آب وتاب ناظر کے دل ودماغ کو خوشگوار روحانی مسرتون سے مالامال کرتی ہے۔

خواجہ صاحب کا انداز تحریر اور اسلوب بیان تاثیر اور دلفریبی کے رنگ مین ڈوبا ہوتا ہے۔ آپکے الفاظ سادگی جوش اور سوز وگداز کا ایک دلنشین مرقع ہوتے ہین۔ اور یہ خوبی روزنامہ مین مفقود نہین ہے بلکہ کچھ اور ہی شان مین جلوہ گر ہے۔ ممکن نہین کہ ٹھوس سی ٹھوس طبیعت والا بھی روزنامہ کا ایک صفحہ پڑھکر اُسے ختم کئے بغیر چھوڑ سکے۔

مضامین کے لحاظ سے مختصراً یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شروع سے آخر تک نہایت خوش سلیقگی سے تمام واقعات ومناظر ضبط تحریر مین لائے گئے ہین لیکن مقدسہ مقامات متبرکہ کا حال عموماً تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ انبیاء کرام کے مزارات پر خواجہ صاحب نے جابجا اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے۔ یہ دعائین

غیر معمولی دلچسپی کی چیز ہیں اور ممکن نہیں کہ اہل دل انکو پڑھنے اور بیخود ہو جانے نہیں کہیں کہیں ملکی معاملات کا ذکر بھی آگیا ہے۔ قدیم آثار کے تاریخی حالات کا بیان کرنے میں بھی بخل نہیں کیا گیا اور ذاتی رائے کے اظہار میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

بہرکیف روزنامہ مستقل دلچسپی کی چیز ہے اور جس کتب خانہ میں اسکا ایک نسخہ نہو وہ کم نصیب ہوگا۔ ضرورت تھی کہ ایسا اہم سفرنامہ اس سے اچھے کاغذ پر چھاپا جاتا لیکن بحالت موجودہ بھی چھپائی کتابت وغیرہ میں خاصہ اہتمام کیا گیا ہے۔ ہاف ٹون تصاویر سے کتاب غایت درجہ دیدہ زیب ہوگئی ہے۔ امید کرنی چاہیئے کہ خواجہ صاحب کا سفرنامہ ملک میں قدردانی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا جائیگا اور دوسرے ایڈیشن میں کاغذ کا موجودہ نقص دور ہو جائیگا۔ قیمت باتصویر ۲ بلا تصویر عہ جو سفرنامہ کی خوبیوں کے اعتبار سے کچھ نہیں۔ کارکن حلقۂ نظام المشائخ فیض بازار دہلی سے طلب کرنا چاہیئے۔

انتخاب توحید: اس نام سے منشی محمد انوار صاحب ہاشمی میرٹھی نے اخبار توحید کے منتخب مضامین کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ توحید ۱۹۱۳ء میں میرٹھ سے بادارت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب بنہایت آن بان سے نکلا لیکن پریس ایکٹ کا نفوذ اسپر بہت جلد ہی ہو گیا جسنے اخبار کا خاتمہ کر دیا۔ جناب ہاشمی صاحب نے جنکے زیر انتظام اخبار جاری ہوا تھا گویا انتخاب توحید کو ترتیب دیکر اپنے اخبار کی یادگار قائم کرنا چاہی ہے۔ اسمیں سب سے زیادہ مضامین خواجہ حسن نظامی صاحب کے ہیں اور اکثر انمیں غایت درجہ دلچسپ اور موثر ہیں۔ خواجہ صاحب کے علاوہ دیگر اہل قلم کی تراوش طبع کے بہترین نتائج سے بھی انتخاب کے صفحات کو زینت دیگئی ہے جسمیں حضرت اکبر، جناب اقبال، شفق عماد پوری، وجاہت، مہاراجہ سرکشن پرشاد، جناب گرامی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت عہ ہے اور جناب ہاشمی صاحب سے لال کرتی میرٹھ کے پتہ پر مل سکتا ہے۔

فائق کلام: اس کتاب کو مولوی سید احمد اللہ صاحب مدرس فارسی گورنمنٹ نارمل اسکول لکھنؤ نے تالیف فرمایا ہے اور اسکا منشا طلبائے فائنل مڈل، ویسٹرکیولیشن وغیرہ کو افادہ پہنچانا ہے۔ اردو میں جب تک کوئی جامع کتاب صرف و نحو پر نہ لکھی جائے اس قسم کے رسائل ایک حد تک مدد پہنچا سکتے ہیں لیکن آجتک جتنی کتابیں اس صیغہ میں نظر سے گذریں تقریباً سب ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ کسی قسم کی جدت جس سے تفہیم قواعد میں طلبا کیلئے سہولت پیدا ہو دیکھنے میں نہیں آتی۔ اس عیب سے مولوی سید احمد اللہ صاحب کا یہ رسالہ بھی پاک نہیں تاہم ملک کو انکی مساعی جمیلہ کی قدر کرنا چاہیئے جس سے بالعموم دیگر مصنفین کی حوصلہ افزائی بھی متصور ہے۔ اس رسالہ کی قیمت ۸ ہے اور مولویصاحب موصوف سے نارمل اسکول لکھنؤ کے پتہ سے طلب کرنا چاہیئے۔

سراپائے رسول: یہ منظوم سراپا جسکی ضخامت ایک جز پر جادی ہے اور لکھنؤ کے فخر المطابع میں چھپا ہے۔ مولانا مولوی سید شاہ فقیر محی الدین صاحب قبلہ قادری چشتی المتخلص بہ مقبل کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی نظمیں جو جوش عقیدت و حسن ارادت کے ساتھ لکھی جائیں تنقید و تنظیر کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ انھیں نکتہ چینی و خردہ گیری کی نظر سے دیکھنا اور اصول شاعری کے لحاظ سے جانچنا گویا ان پر ضرورت سے زیادہ سختی کا روا رکھنا ہے تاہم انصافاً کہنا چاہیئے کہ اس رسالہ میں بعض مقامات نہایت دلکش ہیں جنمیں شاعرانہ رنگ بھی جو کچھا ہو گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مقبل ایک حد تک جذبات پاکیزہ پر قدرت و قابو رکھتے ہیں۔ اس جگہ انکی اس نظم کا ایک بند تبرکاً و تیمناً درج کیا جاتا ہے ؎

طبع کہتی ہے کہ مداحی سیما کیجے ۔۔۔ فکر کہتی ہے مثال اچھی سی ڈھونڈھا کیجے
خامہ کہتا ہے ورق نور کا پیدا کیجے ۔۔۔ صفت لوح جبین اسپہ لکھا کیجے
حاشیہ نسخۂ عارض پہ نہیں سیما کا
یہ تو دیباچہ ہے لمعات رخ زیبا کا

سید القلم

رباعیات شوکت

تار نفس سرد میں غم کی نے ہے　　اس نے میں خون جگر و دل مے ہے
ہے نغمۂ جانفزا فقط نام خوشی کا　　گویا نغمۂ شکستہ زخم بانگ نے ہے

مونس ہے خیال چشم جانان میرا　　ہے دیدۂ آہو ہی بیابان میرا
وحشت نے بلا سے خانہ ویرانی کی　　معمور ہوا چاک سے دامان میرا

بے نام و نشان ہونے کو ننگ نام سمجھ　　ہو کوئی جو کامیاب ناکام سمجھ
گر قطع رگ رشتہ جو تو ڈرتا ہے　　ہر رشتے کو دانے کے لئے دام سمجھ

وحشت کا کبھی چھٹا نا دامان مجھ سے　　ویران ہی رہا خانۂ زندان مجھ سے
تھا بید ہرا بھرا جو تجھ سے مجنون　　پھولے پھلے اب شاخ غزالان مجھ سے

کیا لیگی بچھا کے دام نادان مجھ سے　　الجھی ہے عبث زلف پریشان مجھ سے
وحشت کی بھلا کہان سمائی ہوتی　　کو سون رہا بھاگتا بیابان مجھ سے

مائل رخ مغفرت کا چین پہ ہی رہا　　عصیان کا جو داغ تھا جبین پہ ہی رہا
کیا ہو کے قبول لامکان تک جاتا　　سجدہ جو کیا وہ بھی زمین پہ ہی رہا

شوکت (میرٹھی)

موج غم

ہان ہجوم درد و غم کیسی فکر بیش و کم　　جب تلک ہے دم میں دم اپنے یہی ہے کرم
مین ہون اور یہ چشم نم ا تو ہو اور سیل ظلم　　دیر ہو کیا حرم ! سوز و ساز زیر و بم
کام مین لگائے جا حوصلا بڑھائے جا

رنج و غم میں بھی نہان راحت نکار ہو　　رنج ہی سی ہر خوشی مین ساز جان نواز ہو
سرفراز ہو وہی جو گشتۂ نیاز ہے　　شوکت حیات کی یہ داستان دراز ہو
او رلانے والے غم دلکو تو کچھ ہنسائے جا

ہائے اضطراب دل ا ہیں امن و عیش جان　　تختۂ بند آب و گل کس طرح ہو کامران
ہر صدائے مضمحل ہے اک سوال امتحان　　اے خوشی تو دل نہ دل ہاں ہیں ہو گا شادمان
بس وفور درد دل تو مجھے رلائے جا

دل جلوں کیواسطے چین یہان محال ہے　　سکھ کی آرزو کرین یہ بھی اک وبال ہے
درد دل کی ہر کسک گنج بے مثال ہے　　ہر ادائے درد و غم ! دولت کمال ہے
ہان مرے تپ نہان تو مجھے جلائے جا

وہ ہمیں شاد ہین تو ہم خوشی کو کیا کرین　　بس طرح سے وہ کہین کیونکر نہ یون ہا کرین
نیک و بد کے حق مین ہم ہر گھڑی دعا کرین　　جو جفا کرین یہان انسے بھی وفا کرین
اے صفیر ساز دل ! یہ صدا سنائے جا

داغ عشق یار سے اگرچہ داغدار ہون　　حاسدون کی آنکھ مین گو مثال خار ہون
پر نگاہ یار کا منتخب شکار ہون　　بزم مست عہد مین راز آشکار ہون
مجکو اے خیال یار سینہ سے لگائے جا

بار عشق کم نہ تھا میری جان زار پر　　رکھدیا اک اور گل غم نے نوک خار پر
بجلیان گرا ہی دین مین خرمن قرار پر　　ہے تفو ہزار بار عہد روزگار پر
کچھ تو اے وفور غم تو مجھے بنائے جا

کب تلک ہو عشق مین فکر و خوف آبرو　　راز حال عاشقان مشتہر ہے کو بکو
موج غم کا اک اثر ہے جہان مین چارسو　　کیا کرین شکایتین جب خود ہون کی درد
سیل اشک خون فشان ہان مجھے بہائے جا

پا بسر ہے مدعی عیش کی امید مین　　جا پڑا ہے یا سدہ کس رہ بعید مین
فرق ہے بہت بڑا دید مین شنید مین　　یہان تو بس خیال ہے نیل حمید مین
او جمال یار تو ذرا مجھے دکھائے جا

حمید (کوٹلوی)

گورِ غریبان

کیسی خوش قسمت ہے تو گورِ غریبان کی زمین   عالمِ ہستی کو تجھ سے رشک کچھ بیجا نہیں
چپے چپے میں ترے جو تصور ہو نایاب ہے   ہر مربع میں ترے جو نقش ہو وہ دلنشین
دامنِ ہستی سے تو نے چن لیے خوشرنگ پھول   درخورِ محفل ترے بس اک نہیں ہے تو امین
یہ طلسمی تیرا شیرازہ کھلے گا ایک دن   اے زمین ہر ذرہ تیرا ہو گا صورت آفرین
سچ بتا دیکھے تو ہیں تو نے شکستہ مقبرے   کیا نظر آیا ہے تجھکو اے نگاہِ دوربین
ہڈیوں کے جا بجا ڈھانچے نظر آئے ہیں جب   کیا اثر تو نے لیا ہے اے دلِ اندوہگین
باعثِ عبرت خاطر تھیں جتنی صورتیں   اک زمانہ ہو گیا ہے وہ کہیں ہیں ہم کہیں
تھا یہی آئینہ خانہ تیرا اے حسنِ صبیح   تھی یہی زینت کی جا کیا اے عذارِ آتشین
تھی یہی تیری نقابِ عارضِ گیتی فروز   تھی یہی چھپنے کی جا کیا اے نگاہِ شرمگین
اے دماغِ عرش پیما تیرا مسکن تھا یہی؟   تھی یہی خلوت تری کیا اے دلِ عزلت گزین
تھا یہی مجمع تمہارا اے حکیمانِ کہن؟   تھا یہی حسن ادا آپ اے عالمانِ بایقین
تھی یہی کیا خاک کی بستی تمہارا مدرسہ   کچھ بتاؤ اے علومِ اولین و آخرین
اس خرابے میں کہو کیونکر بسر کرتے ہو تم   کون ہیں اصحابِ صحبت کون ہیں اب ہمنشین
کیا ہوئی وہ فلسفہ دانی تمہاری کیا ہوئی   ذوقِ تحقیقِ علل میں اب وہ عالم کیوں نہیں
ہیں کتبخانے نہ تصنیفات کے وہ مشغلے   ہے نہ تحقیقِ جدید اب وہ نہ وہ رائے رزین
تم نے ثابت کی تھی ہر ذرہ میں اک روحِ رواں   تم نے دکھلا دی تھی ہر منکر کو رفتارِ زمین
اب انھیں ذرات میں پیکر تمہارا مل گیا   اب اسی رفتار کا پامال ہے جسمِ حزین
طبقۂ گورِ غریبان کے ہر اک ذرہ کو دیکھ   ناز کر اجرام پر اپنے نہ اے چرخِ بریں

تو ہی کچھ انصاف کر اے گردشِ لیل و نہار
تھی یہی کیا انکی منزل جس میں اب یہ ہیں مکین

عزیز لکھنوی

عشق و موت

(ماخوذ از "ٹینی سن")

چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور سہانی رات تھی   مشعلوں کی روشنی بھی جس کے آگے مات تھی
عشق باغِ خلد میں محوِ خرامِ ناز تھا   اور نظارہ کے قابل اسکا ہر انداز تھا
مے لیے تھی ہر رسیلی آنکھ اپنے جام میں   تھے کرشمہ، ناز، شوخی اپنے اپنے کام میں
صحن میں تھا اک درختِ پُربار اسکے قریب   پھر رہی تھی موت تنہا بیقرار اسکے قریب
عشق سے اسکا تقاضا تھا یہاں سے بھاگ جا!   ہے یہاں کیا کام تیرا؟ جا یہاں سے بھاگ جا!
تجھ سے کس نے کہہ دیا نادان آنے کے لیے   یہ تو ہے مخصوص میرے لطف اٹھانے کے لیے
یہ مقامِ دلنشین ہے میرے پھرنے کی جگہ   تو ہی کہہ دے کیا نہیں ہے میرے پھرنے کی جگہ؟

تجھکو کیا حق تھا یہاں آ کر جو محوِ سیر ہے؟
بس یہاں سے بھاگ جا تیری اسی میں خیر ہے!

عشق اٹھنے کو ہوا تیار اور رو کر کہا   اس پہ طرفہ یہ جسارت رو برو ہو کر کہا
اب تو ہی تیرا زمانہ۔ ہاں اسی لیے تو مجھے   لاکھ کوشش کر نہیں ممکن کہ پالے تو مجھے
تیری ہستی بھی کوئی ہستی میں ہے ہستی بھلا   کب تلک اس طرح تو دکھلائیگی مستی بھلا
تو ہے بس سایہ شجر کا جسکی کچھ ہستی نہیں   روشنی ہی عکس ہے سایہ اور پھر کچھ بھی نہیں
پیڑ کیا ہے؟ واقعی ہے اک مثالِ زندگی   اسکے گر جانے پہ ہوتا ہے زوالِ زندگی
سایہ کو حاصل ہو عالم میں بقا ممکن نہیں   پیڑ گر جائے تو ہو سایہ فنا۔ ممکن نہیں
تیری ہستی کچھ نہیں ہے۔ تو فنا ہو جائیگی   میں وہ ہوں ابکو کبھی تو نہ میری پائیگی
مٹ نہیں سکتا کبھی وہ نقشِ لافانی ہوں میں!   زیر سب مجھ سے ہوئے مہرِ سلیمانی ہوں میں!
دیکھیے جسکو وہی شیدا نکلتا ہے مرا   میں وہ حاکم ہوں کہ سب پر حکم چلتا ہے مرا
میں رہونگا اور رہیگی میری صورت برقرار   اور ابد تک میری ہر شے پر حکومت برقرار
میرا رتبہ اور بھی اس سے تو افضل تر ہوا   میری صورت پر فدا خود میرا صورت گر ہوا

مختصر یہ ہے کبھی مجھکو فنا ممکن نہیں!
اور تری ناچیز ہستی کو بقا ممکن نہیں!

شاکر (میرٹھی)

آہ! وہ دن

جب تلک میں وارفتۂ جاناں نہ ہوا تھا   منت کشِ اندوہِ فراواں نہ ہوا تھا
آلامِ محبت سے سروکار نہ تھا کچھ   وقفِ الم و کاوشِ پنہاں نہ ہوا تھا

تھا بے خبر تلخی انجام تمنا   پیدا کوئی جذبہ کوئی ارمان نہوا تھا
ناکامی پیہم کے اُٹھائے تھے نہ صدمے   خمیازہ کش گردشِ دوران نہوا تھا
ہمدم نہ جذبات نہ تھی یاس کی تاثیر   احساس غم اندوزیٔ ہجران نہوا تھا
تھا دونہان سے نہ طلبگار مداوا   دل واقف مجبوریٔ درمان نہوا تھا
ہر طرح کے اسباب فراغت تھے میسر   تنگ آکے کا ساماں سے کوئی نالان نہوا تھا
شوریدگیون سے نہ تھا محتاج تسلی   تسکین کا شرمندۂ احسان نہوا تھا
غمخواریٔ احباب کی حاجت نہ تھی مطلق   ممنون ہوا خواہیٔ یاران نہوا تھا
حاصل تھی جسے کہتے ہین جمعیت خاطر   شیرازہ طبیعت کا پریشان نہوا تھا
رفتار خیالات مین آزادگیان تھین   اندیشہ باطل سے ہراسان نہوا تھا
محرومیٔ قسمت کے نہ تھے شکوے زبان پر   برگشتگیٔ بخت سے حیران نہوا تھا

اک گلشن شاداب تھی ہستی مری ارشد
تاراجِ خزان یہ چمنستان نہوا تھا

ارشد تھانوی

برگِ گل

کرتی ہے بلبل قفس مین یون بیانِ برگِ گل   منہ مین لیکر آئی ہے گویا زبانِ برگِ گل
جیتے جی بلبل سے چھوٹے آستانِ برگِ گل   غیر ممکن ہے یہ بات اے پاسبانِ برگِ گل
تو ہی اے بلبل نہین اک قدر دانِ برگِ گل   پتہ پتہ باغ کا ہے مدح خوانِ برگِ گل
دیتی ہے باد صبا جب مژدۂ فصل بہار   پھول جاتے ہین خوشی سے عاشقانِ برگِ گل
بس یہی ہے اک دوا تیرے دلِ بیمار کی   منہ مین لیکر چوس اے بلبل زبانِ برگِ گل
آگے گلشن مین خزان نے آہ جھاڑو پھیر دی   نام کو بھی اب نہین باقی نشانِ برگِ گل
چند روزہ وصل گل پر ناز اے گلچین نکر   خاک مین ملجائیگا یہ کاروانِ برگِ گل
غیرتِ گلشن ہین تیرے گال اے غنچہ دہن   ہے تری پیاری زبان رشکِ زبانِ برگِ گل
سنکے پیام صبا سے آئی ہے فصل بہار   ٹوٹے پڑتے ہین چمن پر طالبانِ برگِ گل
ہوکا عالم ہوگیا فصل خزان سے باغ مین   خاک اڑاتے پھرتے ہین آشفتگانِ برگِ گل
اُسکی قدرت کے تصدق اُسکی صنعت کے نثار   کی ہے پیدا جسنے یہ حسن زبانِ برگِ گل
آسمان پر کیون نہو اے باغبان اسکا دماغ   رات بھر رہتی ہے شبنم میہمانِ برگِ گل
لگ گئی ہے آگ بلبل گرم نالون سے ترے   جل رہی ہے شمع کی صورت زبانِ برگِ گل

یاد آتا ہے تجھے اے رعنا اک غنچہ دہن
دیکھتا ہون باغ مین جب مین زبانِ برگِ گل

رعنا جونپوری

عبادت گزار

کیا سبق آموز ہین انداز اس تصویر مین   کوئی عورت ہے سراپا ناز اس تصویر مین
پیار کی مورت ہے بھگتی کر رہی رام کی   جپ رہی ہے دل مین مالا ایشور کے نام کی
بال کھولے ہین کے چندن کا ماتھے پر تلک   زیب دیتا ہے جبین پر بِنگیا زیور تلک
ہین کشیدہ ابروؤن میں محراب مندر کیطرح   موج زن ہے حسن کا دریا سمندر کیطرح
بادۂ عرفان سے آنکھین جام کی مانند مین   مردم دیدہ نہین ہین بیکھدی مین ذہن مین
آنکھ مین ہے نور وحدت عیان ہین سرسے لگے   شبد گھٹ مین سن رہے ہین کان ہین ہر سے لگے
حسن کے خوشے ہین یا کانون مین جھمکے بالیان   دو بانہین نخلِ قامت کی ہین گویا ڈالیان
ناک مین خوشبو دہن اُن پھولوں کی جو ہر پر چڑھے ہین   سانولے رنگ کی خوہر شام کے سر پر چڑھے ہین
خامشی سے رٹ رہے ہین لب اُسی کے نام کو   یاد مین آنکھون پہ رکھتی ہے اپنے نام کو
لگ رہی ہے نام کی لذت سے تالو مین زبان   لوٹتی ہے نظم قدرت دیکھ کر طبع روان
شیشۂ بلور کی گردن صراحی دار ہے   زیب گردن بیش قیمت موتیون کا ہار ہے
ہے گلوبند مرصع اور بازو بند ہے   چوڑیان سونے کی کہتی ہین یہ دولتمند ہے
پاؤن مین مہندی رچی ہے پانو جھے پہنے ہوئے   اپنے گھٹنون تک سوا صدق دھنا گئے ہوئے
سبز رنگون کی طرح پوشاک ہے رشکِ چمن   بے نہایت آستین پھولون کی ہے زیب بدن
ریشمی ساڑھی مین گلکاری ہے گلشن کیطرح   گنگا جمنی بیل ہے جمنا کے دامن کیطرح
سامنے رکھے ہوئے ہین پھول تازہ فرش پر   آفرین محو عبادت ہین نگاہین عرش پر
ایستادہ بارگاہ حق مین ہے بھگتی کے ساتھ   صدق دل سے جوڑ رکھے ہین جنائی دونو ہاتھ
اے خلیق زار کچھ سیکھو سبق تصویر سے   یاد رکھو اپنے خالق کو اسی تدبیر سے

عیش و عشرت مین بھی مالک کو نہ بھولو ایک پل
تمکو عقبے مین عبادت کا ملے گا نیک پھل

خلیق دہلوی

وحشتِ عشق

(ایک ہجران نصیب کی زبانی)

وحشتِ عشق اُف یہ ہے کیا انقلابِ روزگار! — کیسے پلٹے دے رہی ہے گردشِ لیل و نہار
اے اسی دیوانگی کی حد بھی کوئی ہے کہ اب — نام ہی سے ہو تو ہو انسان میں میرا شمار
کیا یہی تھی عشق کی قیمت کہ دلبر کے لئے — ساری دُنیا سے مجھے ہونا پڑا بیگانہ وار
اے دلِ شوریدہ کیا ہے واقعی مجکو جنون — پھر گئے تقدیر کے صورت جو سب اغیار و یار
آہ اب مجھ نامراد کا کوئی بھی مونس نہیں — انتہائے یاس ہے البتہ اپنی غمگسار
ہان فقط بیہوشیِ اُلفت کا ہے باقی خیال — ہوش ورنہ مجکو اب کچھ بھی نہیں ہے زینہار
گر رواں ہوں نہیں تو منزل کی خبر کچھ بھی نہیں — اور جو استادہ کسی جا ہوں تو بس دیوانہ وار
اب بالِ جان ہے وہ سب صلہ سنگسار کا — اور بھی کرتی ہے یادِ وصل دلکو بیقرار
ہے طبیعت خود پریشانی سے گھبرائی ہوئی — کون پھر بکھرے ہوئے بالونکو باندھے بار بار
ہو چکی ختمِ محبت آہ سب ناموسِ دل — سینۂ عریان سے پھر کیونکر بھلا مجکو ہو عار
مجکو کیا پروا بندھے ہوں ہاتھ گر زنجیر سے؟ — جبکہ کارنامہ بڑے اپنا شوقِ رستگار
ابتدائے عشق ہے گرچہ ہے کم صحت ابھی — خوف ہے اس سے بھی ابتر ہو نہ میرا حالِ زار
جل رہی ہوں ہائے کیا کیا آتشِ سوزِ فراق! — جسکی سرخی ہوگی میرے رُخ پہ شاید آشکار
کب مخل میرے تصور میں ہو شغلِ گریہ آہ؟ — دیدۂ حیران میں ہے ٹھہرا ایک جوشِ انتظار
گوشِ بر آواز ہوں کسکی صدا کے واسطے؟ — لگ گئی منہ پر جو مُہرِ خامشی بے اختیار
یہ اثر ہے آہ کس آئینہ رو کے عشق کا؟ — فرطِ حیرت سے جو میں سکتہ میں ہوں تمثال وار
یونہی کیا اُڑنے کو تھا سب میرا رنگِ حسن آہ — یونہی کیا ہونے کو تھی میری جوانی سوگوار
عزت افزا اُف سمجھتی تھی کبھی جس عشق کو — اب اُسی نے کر دیا کیا کیا مجھے رُسوا و خوار
جانتی جس کو تھی میں ہمدم کو تھی سرمایۂ تسکینِ دل — اُف وہی تو بن چلے وحشت بہ نگ انجام کار
اب سوائے ناامیدی دل میں کچھ باقی نہیں — ہو گیا کیا آہ میری آرزوؤں کا فشار
دیکھیں اب آگے غمِ پنہاں دکھائے اور کیا — ضبط نے پیدا کیا آخر تو اتنا انتشار
کاش اب بھی تیری قدرت کا پتہ ہو حال لے — رحم کر ہاں رحم کر اے شفقت پروردگار

کیا عجب مجھ پہ مچ جائے گر کچھ اور بھی وحشت مری!
کیا خبر پھر آہ جانوں یا نہ جانوں دے یارا! — **اقبال ورما سحر**

تالاب حسین ساگر

(مسز سروجنی نائڈو کی ایک نظم کا ترجمہ)

بہار وقتِ سحر تیری سادگی پہ نثار — غضب کا روپ ہے تجھ پر بلا کا تیرا نکھار
فدائے تازہ و نادر ہے عالم آرا ہے — فلک پہ ابرِ بہاری کا بھی تو پیارا ہے
گھٹائیں چرخ پہ جو جھوم جھوم آتی ہیں — ترے جمال سے سیراب ہو کے جاتی ہیں
جھلک ہے صرف یہ تیری نقابِ رنگین کی — خبر کسے ہے ترے جلوہ ہائے رنگین کی
کھلا ہوا گل و ریحان کا ایک گلشن ہے — بھرا ہوا در و مرجان سے تیرا دامن ہے
عروس تجھ کو جو ہے بادِ نسیم سے اُلفت — اُسیکے واسطے سب وقف ہے تری دولت
طریقِ بندگیِ عشق تجکو زیبا ہے — چلن وفا کا مرے دل نے تجھ سے سیکھا ہے
ستم نسیم کے گو بار بار سہتا ہے — اُسی کے نشۂ اُلفت میں چور رہتا ہے
ہوائے تازہ کا ہر دم تو ایسا مفتون ہے — ہر ایک لہر میں آوارگی کا افسون ہے
اشارہ پر جو ہوا کے ہمیشہ چلتا ہے — سرودِ عشق ہر اک موج سے نکلتا ہے

زبان پہ دیکھ کے تجکو یہ مصرعۂ تر ہے
حیاتِ تازہ کی صورت حسین ساگر ہے — **سفیر کاکوروی**

قطعۂ تاریخ وفات شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

یاد آئیں گے بہت حالی ہمیں — اُنکی صورت اب نہ دیکھیں گے کبھی
شاعرانِ ہند میں وہ فرد تھے — نثر لکھنے میں نہ تھا ہمسر کوئی
ہو گیا مقبول اُن کا طرزِ نو — داد دیتے ہیں سب اس ایجاد کی
تیرا محسن اُٹھ گیا اُردو زبان — اُس کے دم سے تھی یہ تیری زندگی

حرفِ منقوطہ میں ماہر نے کہا
ہو گیا ہے گل چراغِ شاعری
سنہ ۱۳۳۳ھ

ماہر کنتوری

تازہ غزلیں

۱۔ سحر البیان مولانا احمد علی صاحب شوقؔ قدوائی لکھنوی

رکھ کے اس در پہ اٹھوں گا جو اب آ کر بیٹھا   آج تو جان سے میں ہاتھ اٹھا کر بیٹھا
پاس بیٹھا نہ وہ گو قرب کی امید کے ساتھ   شام کی بزم میں میں صبح سے جا کر بیٹھا
غیر معتوب ہے وہ کیونکر مرے مرنے کی خبر   نام ان کا نہ لیا ذکر قضا کر بیٹھا
حیف کم حوصلگی پر کہ جفا سے پہلے   دل کو میں نذر تمنائے جفا کر بیٹھا
دست رس غیر کے صدقے میں ہوا ہوں کہ آج   میری تقدیر سے وہ ذکر حنا کر بیٹھا
ہو برا جذبِ محبت کا کہ وہ جان گیا   گرچہ میں آڑ میں آنکھ اسکی بچا کر بیٹھا
کشش قلب کی وہ کل مری الٹی نکلی   غیر کے ہاتھ سے وہ ہاتھ ملا کر بیٹھا
پھیر لی اپنی طرف اسکی توجہ میں نے   بزم میں آپ کو دیوانہ بنا کر بیٹھا

پرسشِ جرم سے لی ہم سخنی کی لذت
شوقؔ دانستہ میں آج ایک خطا کر بیٹھا

۲۔ مولانا سید محمد کاظم صاحب جاویدؔ لکھنوی

آپ آگ لگے سوزِ محبت کے اثر میں   جل جائیگی ڈوبی جو چھری خونِ جگر میں
ابتک تو کمی کچھ نہ ہوئی سوزِ جگر میں   برسوں سے چراغ ایک ہی جلتا رہا گھر میں
تاثیر نرالی ہے کسی تیرِ نظر میں   کھٹکے وہ ہر اک دل میں جو ہو ایک جگر میں
ظاہر میں ہنسے وہ مگر آنسو نکل آئے   تھا کوئی اثر بھی مرے مرنے کی خبر میں
رنگ اڑنے نہ دو نگار تری تصویر کے رخ سے   باقی ابھی کچھ خون کے قطرے ہیں جگر میں
توسیعِ خیالات کی حد مل نہیں سکتی   چھوٹا سا بیابان نظر آجائے گا گھر میں
اب بڑھ نہیں سکتا غمِ دنیا یہ خوشی ہے   زخموں کی جگہ تک نہیں باقی ہے جگر میں
یہ ضد ہے کہ کٹ جائے کہیں جلد یہ موسم   بچپن ہی سے تلوار لگائی ہے کمر میں
اچھا ہوا ممنونِ دوا بھی نہوا میں   بھرتے نہیں وہ زخم جو گہرے ہوں جگر میں
لیجائے زمانہ کی ہوا اسکو اڑا کر   جنبش کی بھی طاقت نہیں ٹوٹے ہوئے پر میں
بو خون کی آتی ہے جو لیتا ہوں کوئی سانس   کہ تیز وہ نشتر ہے جو اترا ہے جگر میں
اس ٹوٹے ہوئے دل کو سہارے سے ہی کیا ربط   پچھلے کو سمجھتا ہوں کہ ہے دیر سحر میں
تربت میں کھلی آنکھ تو ڈر کر میں پکارا   یاں بھی ہے اندھیرا وہی جو تھا مرے گھر میں
اے حشر مجھے قبر نے کیوں روک لیا ہے   میں وہ تھا جو رہنے نہیں پایا کبھی گھر میں
ناواقفِ انجام کا دل ہوتا ہے کتنا   خود رو دیا دیکھے جو کئی زخم جگر میں
محویؔ[۱] ہوں کہ صفدرؔ[۲] ہوں کہ ہوں ارشدؔ[۳] و شاکرؔ[۴]   یہ چار ستارے جو ہیں آئے مرے گھر میں
نقاد بھی ہیں دوست بھی ہیں واقفِ فن ہیں   اک جان سی ہے انکی محبت کے اثر میں
توصیف میں منشائے محبت کو نہیں دخل   چاروں کا نظیر آج نہیں میری نظر میں

اُس دور میں آئے تھے اگر حضرتِ جاویدؔ
جس عہد میں کچھ فرق نہ تھا عیب و ہنر میں

۳۔ حکیم محمد عابد علی صاحب کوثرؔ خیر آبادی

بچپن سے ظلم و جور کے خوگر تمھیں تو ہو   دل میں چبھو رہے ہو جو نشتر تمھیں تو ہو
محبوب گلعذار سمن بر تمھیں تو ہو   باغِ جہان میں تازہ گلِ تر تمھیں تو ہو
بن بن کے جسکا کھیل بگڑ جائے کون میں   جو روٹھ کر بگاڑ دے مقدر تمھیں تو ہو
بنگالے کا ہے سحر تمھاری نگاہ میں   سر پہ جو جگاتے ہو منتر تمھیں تو ہو
اے آہ و نالہ رنج و مصیبت میں ساتھ دو   ہم بیکسوں کے مونس و یاور تمھیں تو ہو
دل پوچھتا ہے ہجر میں تصویرِ یار سے   میں جسکا مبتلا ہوں وہ دلبر تمھیں تو ہو
چمکا کے برقِ حسن وہ کہتے ہیں ناز سے   مثلِ کلیم بیخود و ششدر تمھیں تو ہو
جور و جفا کے بعد عنایت ہے چاہ پیار   کر دے جو زہرِ ناب کو شکر تمھیں تو ہو
تازہ نہالِ گلشنِ حسن و جمال کون   سروِ رواں و رشکِ صنوبر تمھیں تو ہو
کسکی نشیلی میں آنکھ ہے سحرِ سامری   اُستاد مانیں جسکو فسونگر تمھیں تو ہو
جسکی نگاہِ قہر میں بجلی کا ہے اثر   توڑے جو دل کا شیشہ وہ پتھر تمھیں تو ہو
اقرارِ وصل سے جو مکر جائے کون تم   میرا بگاڑ دے جو بنا گھر تمھیں تو ہو

---

۱ مولوی محمد حسین صاحب محویؔ لکھنوی ۲ منشی صفدر علی صاحب صفدرؔ مرزاپوری
۳ منشی رشید احمد صاحب ارشدؔ تھانوی ۴ شاکرؔ میرٹھی
ایڈیٹر رسالۂ العصر لکھنؤ۔

ارمان جس کے دل کے نہ نکلے تمام عمر
ناشاد و نامراد وہ کوثر نصیب تو ہو

۴۔ سید الشعرا حضرت صمیم بلند شہری

نظرین لڑی تھین حسن کی مجبور تھے ہوئے تنہا
دل رکھ دیا نکال کے پہلو کے عوالم مین

بلا سے بہ زیر نکاح اگر دختِ رز سے ہو
ہو زندگی کا لطف انھین دو ہی بول مین

دل ہی نہین لیا تو چراتے ہو کیون نگاہ
کچھ تو ہے راز کچھ تو ہو محرم کے جھول مین

تعویذ دل کا آپ کی ہیکل مین چاہیئے
رکھنا اسے چھپا کے جواہر کے خول مین

چاہین گے ہم انھین گئے گذرے شباب پر
تقدیر بند ہو کہین تو ٹے ہی ڈھول مین

ہے مدعی خذف تو در بے بہا ہون مین
بھاری ہو کوئی تول مین اور کوئی گل مین

اب کیون کلی کلی پہ تمھاری نگاہ ہے
کیا دل الجھ گیا کوئی دامن کے جھول مین

پھول بھول چاہیئے ساقی کے ہاتھ سے
پلہ سبک نہ ہو کہین پھولون کی تول مین

دیکھین گے کیا کمالِ سخن مدعی صمیم
کچھ قدر چاند کی نہین اندھون کے غول مین

۵۔ سید محمد علی صاحب افسوس

ہر شے ہے ان ہر شجر مین نہان ضرور تو ہے
بینا اگر ہون آنکھین ظاہر ظہور تو ہے

ابدا غیر چاہے مشرک ہے وہ سراسر
ہر وقت ساتھ ہی تو کب ہم سے دور تو ہے

تیرے سوا نہین جو کچھ ہو سب ہے فانی
ہستی کا تو نگہبان صاحب شعور تو ہے

مسکن ہے تیرا اکثر ٹوٹے ہوئے دلون مین
سب کو نباہتا ہے خیر الامور تو ہے

دیتے ہین یہ شہادت نقش و نگارِ کثرت
واحد ہے لم یزل ہے اور ہر حضور تو ہے

بد راہ و پر معاصی ہم ہین ضرور لیکن
یہ جانتے ہین واحد رب غفور تو ہے

افسوس اب گنہ کی کچھ حد نہین ہے باقی
کر عفو سب خطائین یا رب غفور تو ہے

۶۔ خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی

ہم اسیران ہوا و حرص ہین دنیا قفس
سمجھے تھے جسکو نشیمن ہو وہی اپنا قفس

جسم مردہ مین ہی دم بھر روحِ ناتوان
اڑ کے پہنچی باغ مین بلبل رہا ٹوٹا قفس

کیا قلق کرتا ہو دم اپنا فراقِ یار مین
گھر نظر آتا ہے مجھ عاشق کو سرتا پا قفس

صدقے ایسی قید پر کین سیکڑون آزادیان
مہربان صیاد ہو اچھے سے ہو اچھا قفس

تنگنائے دہر مین آ ہو نکی گنجائش کہان
آشیان تو دور ہو چھوٹا سا ہی اپنا قفس

پھر طبیعت ہی اسیری دوست ہے ورنہ اگر
اُف کرون تو جل کے خاکستر بنے سارا قفس

چار دن کی زندگی ہو بلبل ناشاد کی
اب اسیری ہو کہ آزادی نشیمن یا قفس

زندگی بھر قیدی آلام اے عشرت رہا
چار دیوارِ عناصر تھی مجھے میرا قفس

۷۔ پیارے لال شاکر (میرٹھی) ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ

کہون کیا کہ قبضہ ہوا ہے کسی کا
یہ دل یا تو میرا تھا یا ہے کسی کا

نہین دیکھ سکتے جسے ہم وہ جلوہ
نظر مین سمایا ہوا ہے کسی کا

عبث ہے دلِ زار شکوہ سرائی
کوئی بھی ہوا نہین ہوا ہے کسی کا

عجب ہین یہ نیرنگیان بھی کسی کی
صنم ہے کسی کا خدا ہے کسی کا

بنایا ہے جسنے ہر اک دل کو مسکن
وہی جانے کیا مدعا ہے کسی کا

مرا نام لکھکر مٹانے سے حاصل؟
کہین نام یون بھی مٹا ہے کسی کا

نہ شرماؤ آکر مرے دل مین بیٹھو
یہان سے بھی کیا سامنا ہے کسی کا

اگر دل کسی کو دیا ہمنے تو پھر؟
اجارہ محبت مین کیا ہے کسی کا

اُمڈ آتے ہین میری آنکھون مین آنسو
تصور جو دل مین بندھا ہے کسی کا

مین سمجھاؤن تو خاک سمجھاؤن دلکو
کبھی اپنے کہنا سنا ہے کسی کا

قدم کیون نہ اون بڑھکے پیکِ قضا کے
کہ قاصد بھیجا ہوا ہے کسی کا

اِدھر غش پہ غش ہمکو آنے لگے ہین
اُدھر رُخ سے پردہ اٹھا ہے کسی کا

پہنچنا نہین اسکے کوچہ مین مشکل
اگر شوقِ دل رہنما ہے کسی کا

کلیجے کو رہ رہ کے ملتا ہے کوئی
گزر دل مین کیا پھر ہوا ہے کسی کا

مرا جسم لاغر جو دیکھا قضا نے
کہا آہ یہ نقشِ پا ہے کسی کا

خیالِ معاصی سے گھبرا نہ شاکر
کہ محشر کے دن آسرا ہے کسی کا

شرحِ غم

غفران مآب جناب مولوی سید محمد عبد القادر صاحب وکیل ہائی کورٹ دولت آصفیہ میرے نانا تھے حقیقی نہین بلکہ حقیقی نانا کے چھوٹے بھائی، والد مرحوم کا سایہ ابتدائے سن مین اٹھ چکا تھا۔ پالا، پرورش کیا، پڑھایا لکھایا، نانا صاحب نے۔ گویا ناچیز فاروق کا وجود جیسے طوفانِ یتیمی کے مخالف تھپیڑون نے کشتی بادبان شکستہ کی صورت ساحلِ مراد سے بہت دور کر دیا تھا مرحوم کی بروقت دستگیری و سرپرستی کا شرمندۂ احسان ہے۔

۹ ربیع الآخر ۱۳۴۲ھ کو وہ بمقام حیدرآباد رہگرائے عالمِ جاودانی ہوئے اور مجھے ایک دفعہ پھر لذتِ بے پدری سے تلخکام ہونا پڑا۔ ذیل کے چند اشعار جو بطور نالۂ موزون کے منظوم ہوئے ہین میرے موجودہ جذبات حسرت و اندوہ کی ایک مجمل شرح ہے۔ (فاروق)

شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلہ
ہم جو کچھ کہنے کو ہین سو بے خبر کہنے کو ہین
(مومن)

دل سنے اندر سے محوِ فغان ہونے لگا — یعنی پھر برگشتہ دورِ آسمان ہونے لگا
سوزشِ غم سے کلیجے مین لگی ہے آگ پھر — یعنی ظاہر سرِ ی آہون سے دھوان ہونے لگا
چرخ نے تجدید کی رسمِ کہن کی دیکھنا — اک نحیف و زار کا چہرہ بھی نیا ہونے لگا
آرزوہائے مسلسل کا ہوا بے خون کیا — بہجت مین مقتولِ حسرتِ جاودان ہونے لگا
حوصلے جتنے تھے سینے مین وہ گھٹ گھٹ کر رہے — دل کی یہ حالت کہ زندگی کا گمان ہونے لگا

کس کے مرنے کی خبر آئی کہ ساری بزم مین
شکوۂ تعجیلِ مرگِ ناگہان ہونے لگا

بیٹھے بیٹھے آہ اے تقدیر یہ کیا ہو گیا — پھر مرا داغِ یتیمی ہائے تازا ہو گیا
برقِ خاطف تھی کہ مرگِ عمِ مادر کی خبر — خرمنِ اُمید جلکر خاک سارا ہو گیا
خاندان سے سرپرستِ خاندان جاتا رہا — اک قیامت آگئی اک حشر برپا ہو گیا
جس کا ڈر تھا وہ گھڑی آخر کو آئی سامنے — غم مین ہین احباب کہنا دشمنو کا ہو گیا
عبدِ قادر آہ اسوئے قادرِ مطلق ہو گئے — یعنی قطرہ جا کے ہم آغوشِ دریا ہو گیا

حیدرآباد دکن سے دور تھا گو شاہپور
بالا بالا کیون عدم کا یہ ارادہ ہو گیا

اے کہ تیری ذات سے قائم تھی شانِ خاندان — کچھ پتا تیرا نشان ہم ڈھونڈھے جائین کہان
پھر بھی ان کچھ قابلِ ترجیح تھی خاکِ وطن — گو مسلم ہے زمین یکسان ہو زیرِ آسمان
کیون رہا ایک بے صدا وہ سازِ ہستی ہو گیا — جس کے زیر و بم مین پوشیدہ تھی قوت بیجان
دل نہ سہتے کیون وہ آنکھین نا گہان ہو ہون مُندی گئین — جن کی اک گردش مین سو انداز شفقت کے نہان
گھر ہے دل اپنا یہ اُٹھ جانے سے گورستان ہے — گویا اک شاداب گلشن ہو گیا نذرِ خزان
تنگ ہے یہ ہی ہماری واسطے جب تم نہین — ہمکو کس پر چھوڑ کر جاتے ہو یون نانا میان

ہین دل و جان و جگر نخچیرِ فتراکِ الم
کرگئی جو رنگ کیسی تیغِ بیباکِ الم

قطعۂ تاریخ

عبدِ قادر صاحبِ اوصاف و اخلاق حسن — جس کے صدقے مین ہوئے کوتاہ قسمت بار ور
ذاتِ عالی جس کی وجہ نازش اہلِ وطن — جس کا اک دم تھا کفیل اعتبار و اعتماد

جب چلے فاروق وہ سوئے جوارِ مغفرت
ہاتف غیبی کے لب پر تھی صدا مغفور باد
۱۳۴۲ھ

جگر افگار
سید محمد فاروق (شاہپوری)

ایک ہفتہ بھوپال مین

علیاحضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج انڈیا جی سی ایس۔ آئی، جی سی آئی ای، ایک ایسی فرمانروا ہین جو بلحاظ اپنی روشن ضمیری اور مدبرانہ فراست کے حکومت و ملک کی نظر مین ایک عدیم المثال عظمت و اقتدار رکھتی ہین، اور اپنی شخصیت کے اعتبار سے علم و فضل مین یگانۂ روزگار ہونے کے علاوہ اصلاح ملک ہمدردی ابنائے جنس مین یکتائے عصر ہین۔ یہ فخر اس لیے اور بھی بڑھ جاتا ہی کہ آپ طبقۂ نسوان کی "فرد بہترین" ہین، اور مرد و عورتون دونون کی ہمدردانہ رہنمائیون کی بدولت آپ ایک صائب الرائے لیڈر بھی تسلیم کی جاچکی ہین۔ سچ یہ ہی کہ آپکی ذات ہندوستان کے لیے مایۂ نازش ہی اور آپ کا زمانہ تاریخ ہند کا ایک زرّین ورق۔

ریاست کے کارہائے اہم مین مصروف رہنے کے باوجود آپ ایک زبردست مصنفہ کی حیثیت بھی رکھتی ہین اور اسی سلسلہ مین ہم ایک مرتبہ حضور ممدوحہ کی باریابی کا شرف اسوا برس پیشتر حاصل کرچکے ہین۔ مگر حال مین ہمین پھر ایک ہفتہ بھوپال مین قیام کرنیکی ضرورت پیش آئی اور حضور سرکار عالیہ سے فخر ملازمت حاصل ہوا۔ یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ اقتدار رئیسہ ایک اور ایک باحقیقت والیہ ریاست اپنی تمام تر بلند پایگی اور علو مرتبت کے ساتھ حُسن اخلاق کا انتہائی نمونہ اور تواضع و انکسار کی اعلیٰ ترین مثال ہی ہمارے جذبات عقیدت مین ایک غیر معمولی تاثیر پیدا ہوگئی، اور ماننا پڑا کہ

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضور ممدوحہ کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ آپ نے بچون کے لیے لائٹ لٹریچر بہم پہنچانے اور اُسے کتابی صورت مین شائع کرنیکا ہمین حکم دیا ہی اور اپنی کثیر التعداد تصنیفات بھی جو دنیائے ادب مین ایک گرانبہا اضافہ ہین مرحمت فرمائی ہین اور ہماری عزت افزائی کیلئے کچھ کام ہمین دیا گیا ہی قدردانِ "العصر" یہ سن کر خوش ہو گئے کہ علیاحضرت اس ناچیز رسالہ کو نہ صرف دلچسپی سے ملاحظہ فرماتی ہین بلکہ اسکی علمی خدمات کی قدر بھی کرتی ہین۔ ہم عنقریب نواب بیگم صاحبہ کی تازہ تصویر اور مختصر حالات سے اوراق العصر کو زینت دینگے جن سے حضور ممدوحہ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوگا۔ خدا سرکار عالیہ کی عمر و اقبال مین روز افزون ترقی بخشے۔ آمین!

ناسپاسی ہوگی اگر ہم ڈاکٹر چوہری صاحب کی مہمانداری اور جناب ارشد تھانوی کی احباب نوازی کا شکریہ ادا نہ کرین جنکی وجہ سے ہمین اس مختصر سفر مین "وطن در غربت" کا لطف ملا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ہمارے سچے بھائی اور علیاحضرت کے معتمد ہین، اور احمد آباد ڈسپنسری کا چارج اُن کے ہاتھ مین ہی۔ یہ احمد آباد حضور بیگم صاحبہ کی مستقل قیام گاہ ہی جسکو آپنے بمبئی فورٹ کی طرح یورپین طرز پر آباد کیا ہی۔ بعض معززافسرانِ ریاست کے بنگلے اور کوٹھیان بھی یہین ہین منشی رشید احمد صاحب ارشد ہمارے بے تکلف و کرم محترم دوست ہین، اور عرصۂ دراز سے بسلسلہ ملازمت آپکا قیام بھوپال مین ہی۔ نظم و نثر مین اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہین۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "حسن تخیل" کے نام سے شائع ہوچکا ہی اردو کے بہترین رسائل مین آپ کے خیالات منظوم باعث تزئین سمجھے جاتے ہین ہمین علیاحضرت کی مردم شناسی سے اُمید ہی کہ انکی تحریری قابلیتون کی قدردانی فرمائی جائیگی جسکے وہ حقیقی مستحق ہین۔ اسی سلسلہ مین مولوی محمد امین صاحب بیری مہتمم تاریخ بھوپال کی عنایات و الطاف کا تذکرہ بھی ضروری ہی، جو بحیثیت ایڈیٹر "ظل السلطان" ہمارے قابل فخر ہمعصر اور ایک غیر معمولی دل و دماغ کے آدمی ہین اور ہمکو اپنی متواتر لطف فرمائیون سے بھوپال مین رہینِ منت بناتے رہے ہین۔ العصر کی توسیع اشاعت مین بھی آپ نے خاص مدد دی اور متعدد خریدار بہم پہنچائے۔

پنڈت اودھ نرائن صاحب بسریا بی اے چیف سکرٹری ریاست و سید سخاوت حسین صاحب پرائیوٹ سکرٹری ہرہائنس اور ماسٹر ولی محمد

صاحب بی اے سکرٹری پرنس محمد حمید اللہ خان بہادر کی کرم گستریوں کا بھی خاص احساس ہمارے قلب پر ہے اور سید لیاقت علی صاحب ایم اے ایل ایل بی اسسٹنٹ معین المہام نے بھی اپنے اخلاق کریمانہ سے ہمیں شکرگزار بنایا۔

مولوی وہاج الدین حمید صاحب بیرسٹر ایٹ لا اسسٹنٹ نصیر المہام دنیائے شاعری میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں "ان بیٹے کی مراسلت" کے عنوان سے آپکی ایک ابتدائی نظم بہت مدت ہوئی شائع ہوکر ملک سے خراج تحسین وصول کرچکی ہے۔ آپ کے جدید کلام سے بھوپال میں دو تین مرتبہ محظوظ ہونے کا موقع ملا۔ ناظرین العصر بھی آپ کے افکار تازہ سے جلد مستفید ہوں گے۔ آپکی بیباک آمیز ملاقاتیں بہت ہی مغتنم اور باعث دلچسپی تھیں۔

کسی گزشتہ نمبر میں ہم "کفایت شعاری" پر ریویو کرچکے ہیں جو ڈاکٹر اسمائلز کی "تھرفٹ" کا اردو میں سب سے پہلا اتخاذ ہے۔ سید محمد مرتضیٰ صاحب سشن مجسٹریٹ نے عرصہ ہوا اسکو اردو کا لباس پہنایا تھا۔ بھوپال میں جناب موصوف سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ بہتر ہو اگر سید صاحب پھر تذکرہ دیگر کتب کا بھی سیکنڈ ایڈیشن شائع کرادیں کیونکہ ایسی کتابوں کی ملک کو بہت ضرورت ہے۔

ملک حبیب احمد خان صاحب پریسیڈنٹ محکمہ اوقاف ریاست کی ملاقات بہت ہی پر لطف تھی۔ خلوص و اخلاق آپکا حصہ ہے۔ گو آپ شعر نہیں کہتے مگر طبیعت شاعرانہ رکھتے ہیں آپکی تمامتر گفتگو نثر شاعری کا دلکش نمونہ تھی جسکا ذوق ابتک باقی ہے۔

پنڈت کشن سرن صاحب سوابل مجسٹریٹ حوالی شہر بھوپال نے سرسری ملاقات میں بھی کثرت التفات سے ممنون بنایا۔ منشی کاشی ناتھ صاحب کے برادر گرامی ہیں جو پنڈت تخلص کرتے تھے۔

مرزا ابوالفضل صاحب مترجم قرآن مجید وغیرہ جو ہمارے دیرینہ کرمفرما ہیں محض حسن اتفاق سے سید محمد حسن صاحب بی اے کنزرویٹر جنگلات کے یہاں غیر متوقع طور پر مل گئے۔ الہ آباد چھوڑنے کے بعد سے آجتک ہمیں ان سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ آپ سے ملکر بیحد خوشی ہوئی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمائشی شان و شوکت سے قطع نظر کرکے خموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے ہیں آپ کسی خاص ضرورت سے بھوپال آئے تھے اور ہماری روانگی سے قبل بمبادرہ تشریف لیگئے۔ سرکار عالیہ نے آپکو بھی کچھ لٹریری کام سپرد فرمایا ہے۔

غرضکہ یہ سفر ہمارے لئے بہت سی مسرتوں کا باعث ہوا اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ علیا حضرت نواب بیگم صاحبہ دام اقبالہا نے اپنی وسیع النظری اور علم دوستی سے ملک کے چیدہ اور قابل ترین اصحاب کا انتخاب فرماکر ریاست میں مجتمع کردیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ریاست کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر ہے اور ہر شخص علمی ذوق میں منہمک ہے۔ خدا اس چمنستان علم کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور بقول جناب ارشد ؎

پاؤں پھیلائے رعایا چین سے سوتی ہے
علم و دولت کی ترقی ملک میں ہوتی ہے

(ایڈیٹر)

مشترکہ کوشش

اور باہمی امداد سے بڑے بڑے نتیجے نکلتے ہین!

"العصر" کی توسیع اشاعت کے بارے مین ہمارے قدردان اور ہمدرد ناظرین کی ادنے کوشش بھی رسالہ کی ترقی مین بہت مفید ثابت ہوسکتی ہے آپ دیکھتے ہین کہ باوجودیکہ ہمین پے درپے کئی قلبی و مالی صدمات برداشت کرنا پڑے مگر ہماری یہی کوشش رہی کہ "العصر" کی خوبیون مین کچھ فرق نہ آنے پائے۔ اس بات سے ہم ضرور شرمندہ ہین، کہ سال گذشتہ مین "العصر" کا عدم وجود برابر تھا۔ لیکن امسال ہم نے اسکی اشاعت کا پختہ انتظام کیا ہے۔ اور ہم یقین دلاتے ہین کہ اب ہماری طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہوگی۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہماری یہ درخواست ہے کہ معاونین کرام ہمین اتنا سہارا دئے جائین کہ ہم "العصر" کی اشاعت سے دستکش نہونے پائین۔ موجودہ جنگ یورپ کی وجہ سے پرچہ کے مصارف بہت بڑھ گئے ہین جسکی وجہ سے مجبوراً ہمین تصویرون کی تعداد اور مقررہ صفحات مین قدرے کمی کرنا پڑی لیکن اگر اس ششماہی مین کم از کم پانچسو نئے خریدار "العصر" کو مل جائین تو نہ صرف یہ کمی پوری ہو جائے گی بلکہ اسکی خوبیون مین روزافزون ترقی کی مسلسل کوشش کی جائے گی۔ ملک کی مزید قدردانی کا ضرور بالضرور اسکی موجودہ حیثیت پر خاطرخواہ اثر ہوگا، ہم اپنی طرف سے "العصر" کو زیادہ دلکش اور مفید بنانے مین حتی المقدور کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتے۔ آپ بھی باہمی امداد کے ضروری اصول کو مدنظر رکھکر کوشش کیجیے کہ آپ کے دوستون مین اس کی اشاعت بڑھے آپ کو "العصر" کے لئے دو نئے خریدار پیدا کردینا کوئی مشکل بات نہین ہے۔ اس دفعہ دو کارڈ خریداری بھی اس نمبر کے ساتھ رکھدئے گئے ہین تاکہ آپ کو اپنے دوستون سے درخواست خریداری لکھانے مین سہولت ہو۔ اُمید ہے کہ انہین خانہ پُری کرا کے جلد بھیج سکین گے۔ بر کریمان کارہا دشوار نیست

الملتمس پیارے لال شاکر (میرٹھی)

(۱) ہمین افسوس ہے کہ گزشتہ نمبر مین بجائے سید انشاء کی تصویر کے پیر آتش لکھنوی کی تصویر شائع ہوگئی جو مضمون کے ساتھ کسی دوسرے موقع پر شائع ہونی تھی ناظرین اسکی تصحیح فرمالین سید انشاء کی تصویر کسی دوسرے موقع پر شائع کردی جائیگی (۲) سلسلہ اشاعت کو درست کرنیکے لیے اگست ۱۹۱۳ء کے بعد دسمبر ۱۹۱۴ء کا العصر شائع کیا گیا تھا جسکی اطلاع نہین دی جاسکی معاونین کرام جلد اور نمبر سے سلسلہ ملائین سال مین ۱۲ نمبر پورے کردئے جائینگے۔ الملتمس منیجر رسالہ العصر منیر پریس لکھنؤ

اودھ ایجنسی لکھنؤ

آپ لکھنؤ کی جس قسم کی چیز چاہیں، بلا تردد ہم سے طلب فرمائیں، ہم آدھا آنہ فی روپیہ کمیشن پر آپ کی فرمائش کی تکمیل کرینگے۔ اور اپنے انتظام کے بھروسہ پر کہہ سکتے ہیں ماشاءاللہ تعالےٰ آپ کو وہ چیز براہ راست خریدنے پر بھی اسقدر کفایت سے دستیاب نہ ہوگی جو ہم بھیجیں گے۔ ثبوت کے لیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ ایک مرتبہ کوئی چیز منگاکر ہماری خوش معاملگی کا امتحان فرمائیے۔

المشتہر

محمد ابوتراب صدیقی مالک اودھ ایجنسی محمود نگر لکھنؤ

کھانیکے بہترین تمباکو کا قدیم معتبر و مشہور کارخانہ

جسمیں اقسام ذیل کا خوشبودار عمدہ نفیس خوش ذائقہ تمباکو تیار ہوتا ہے

پتی تمباکو مشکی و زعفرانی

درجہ اول مشکی	فی سیر	عہ	درجہ چہارم مشکی	فی سیر	للعہ
درجہ دوم	"	عہ	درجہ پنجم زعفرانی	"	عا
درجہ سوم	"	عہ	درجہ ششم	"	عہ

قوام تمباکو مشکی و زعفرانی

درجہ اول مشکی	فی تولہ	عہ	درجہ چہارم زعفرانی	فی تولہ	۴
درجہ دوم	"	۸	درجہ پنجم	"	۲
درجہ سوم	"	۶	درجہ ششم	"	۱

گولی تمباکو مشکی و زعفرانی

درجہ اول مشکی طلائی	فی تولہ	عہ	درجہ چہارم مشکی نقرئی	فی تولہ	۴
درجہ دوم	نقرئی	۸	درجہ پنجم زعفرانی	"	۲
درجہ سوم	"	۶	درجہ ششم	بلاورق	۲

کتھہ خوشبودار فی سیر عار و سے رو للعہ

نوٹ اسکے علاوہ جملہ قسم کی اشیاء ساخت لکھنؤ مثل عطر، تیل، مربہ جات، املی، زردہ، بیڑی، فردوسانی، دوخانہ وغیرہ وغیرہ فرمائش آنے پر کفایت سے روانہ کیجاتی ہیں تعمیل فرمائش نقد روپیہ آنے پر یا بصیغہ ویلیو پے ایبل (قیمت طلب) ہوگی صاحبان فرمائش اپنا نام اور پورا پتہ مع ڈاکخانہ و ضلع بہت صاف لکھیں محصول ذمہ خریدار

المشتہر سید محمد احمد تاجر ان ہتہ رو، تمباکو کے خوردنی دہلی دروازہ لکھنؤ

کتاب مفت نذر ہے

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی اور آرام کے ساتھ گذارنا چاہتا ہے۔ اگر تندرستی حاصل نہیں تو ایسی زندگی سے مرجانا بہتر ہے پس اگر آپ تندرستی کے بیش بہا فوائد سے واقف ہیں اور ہمیشہ طاقتور رہنا چاہتے ہیں تو ہماری کتاب کام شاستر جسے بلا قیمت منگا کر مطالعہ کیجیے جو گجراتی، ناگری، مرہٹی، تلنگی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں میں موجود ہے۔

تبلی مدادا تنگ نگرہ گولیاں۔ مرغوب آئید، وید و دانستہ موت کے منہ میں جانیکا ہرگز ارادہ نہ کرے۔ اسکے مقصد میں کامیابی بخشنے والی ہماری تنگ نگرہ گولیاں ہیں بلحاظ میں ادلو نہیں ہیں گولیاں ہر قسم کی کمزوری اور مادہ تولید کی خرابیوں کو دور کرکے زندگی کا آرام دکھا دیتی ہیں ایکبار بیسنگ کا امتحانا استعمال کرنے سے صداقت کا تجربہ ہوسکتا ہے نباتاتی اجزا سے مرکب ہیں فوراً اثر دکھاتی ہیں قیمت ۳۲ گولیوں کی ڈبیہ ایک روپیہ (عہ)

پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گووندجی شہر جام نگر کاٹھیاواڑ

میری کوریلی

زمانہ موجودہ کے ناول نویسوں کی سرتاج ہے!

دو جہان کی سیر مصنفہ میری کوریلی عالی دماغ مصنفہ نے ایک بالکل نئے خیال کو دنیا میں فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دنیا مذہب اور فلسفے کی حقیقت کو ایک نئے اصول پر کھولنا چاہا ہے۔ نہایت دلچسپ ناول ہے جس قدر پڑھتے جائیں اسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہے اور دل و دماغ پر جادو کا کام کرجاتا ہے۔ قیمت . . . عہ

روح لیلی۔ یہ کتاب بھی میری کوریلی کی تصنیف ہے اس میں ایک دوسرے خاص مسئلے کو حل کرنیکی کوشش کی ہے، ایک شخص ایک مردہ لڑکی کی روح کو اسکی وفات کے وقت دریافت محسوس کرتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ ہے اور وقتاً فوقتاً اس کو زندہ کرکے اسکے ذریعے سے بہت سے کام نکالتا ہے۔ نہایت ہی عجیب قصہ ہے قیمت . . . . . . عہ

(خرچہ روانگی ذمہ خریداران ہوگا)

المشتہر سکریٹری منروا پبلشنگ کمپنی منروا پریس لکھنؤ اودھ

اُردو میں ایک بیش قیمت اضافہ

عورتوں کے لئے دو مفید اور ضروری کتابیں

اردو زبان میں ایسی کتابیں جنمیں تندرستی اور حفظان صحت، بچوں کی پرورش
اور وہ ضروری معلومات جن کا عورتوں کے لئے جاننا شامل ضروریات
ستر کے ہے نادر و نایاب ہیں لیکن حال میں علیا حضرت سرکار عالیہ
فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا و ظلہا نے جن کو اپنے صنف کی ہر قسم
کی بہبودی و ترقی کا خیال بدرجہ غایت مدنظر ہے اپنے اہم مشاغل
حکومت میں سے وقت نکالکر ان مضامین پر دو نہایت مفید کتابیں
شائع فرمائی ہیں جنکا نام **تندرستی** اور **بچوں کی پرورش** ہے حضور ممدوحہ نے
ان مضامین کو اس طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُردو پڑھی ہوئی عورتیں
اچھی طرح ان پر عبور حاصل کرسکتی ہیں۔

(۱) **تندرستی** ۱۰۰ صفحہ کی کتاب ہے جو ۳ ابواب اور ۴۵ مضامین پر
مشتمل ہے۔ اول باب میں نہایت مفصل و شرح ہدایات حفظان صحت
ہیں۔ دوسرے باب میں امراض متعدی سے حفاظت کے طریقے بتائے گئے
ہیں تیسرے باب میں اصول تیمارداری و واقفیت کی ضرورت اور عدم
واقفیت کے نقصانات کی چند مثالیں دیکر تیمارداری کی ضروری باتوں کو بیان کیا ہے قیمت ۱۲؍

(۲) **بچوں کی پرورش** ۱۰۵ صفحہ کی کتاب ہے جو ۹ ابواب اور ۱۱۰ مضامین پر مشتمل ہے۔
باب اول میں زچہ خانہ کی ضروریات اور اولاد کی احتیاطیں۔ باب دوم میں قدرتی
رضاعت۔ اور باب سوم میں مصنوعی رضاعت اور بچہ کی غذا باب چہارم میں سونے
کا طریقہ، بچہ کا وزن، قد، سر، حواس خمسہ، دماغ، دانت کا نکلنا، بولنا وغیرہ
باب پنجم و ششم میں دوا علاج بیماری کی ابتدائی علامات اور چند عام بیماریاں
مع نسخہ لکھی گئی ہیں۔ باب ہفتم و ہشتم میں زمانہ [illegible] میں جو بیماریاں ہوتی ہیں اور
ضرریں واقع ہوتی ہیں صراحت کے ساتھ تحریر کی گئی ہیں۔ باب نہم میں بچے کی
نگرانی اور صحت کے اصول اور دوسری ضروری باتوں کو صراحت کیساتھ بیان کیا ہے

قیمت ۱۲؍ (خرچ روانگی ذمہ خریدار ہوگا)

المشتہر۔ سکریٹری ہمزو پبلشنگ کمپنی ہمزو پریس لکھنؤ

ضروری اعلان

ہمارا کارخانہ کانچ سازی جو موجودہ ترقیات
کا مکمل نمونہ ہے اب کام کرنے کے لئے بالکل تیار ہے
پینسل (اندر کو دبی ہوئی) طرز کی بوتلیں سر میں لگانے
کے تیلوں کے لئے، چوکور بوتلیں، گول کنارے
کی بوتلیں، دوائیوں کے لئے چھوٹی گول بوتلیں،
ہر قسم کی چمنیاں اور لالٹینوں کے گلوب وغیرہ کے
لئے اسوقت آرڈر درج رجسٹر ہو رہے ہیں

ہمارے کارخانہ کانچ سازی میں
شیشہ کو نہایت بہترین صورت میں صاف کیا جاتا ہے
کام کی صفائی قابلِ داد ہے!

پیکنگ کا طریقہ ایسا اچھا ہے کہ راستہ میں بہت کم نقصان ہوتا ہے
جملہ دریافت طلب امور کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت کرنا چاہئے۔

جگمل راجہ۔ الٰہ آباد گلاس ورکس نینی (ای آئی آر)

مرقّع ادب

میری قسمت سے اگر ہین یہ رنگ قبول پھول کچھ مین نے چنے ہین انکے دامن کیلئے

مرقّع ادب ہندوستان مین غالباً اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوگی جسمین بیشتر مشاہیر انشاپردازون اور اہل قلم کے چیدہ چیدہ دلچسپ خطوط بڑی محنت سے تلاش کر کے جمع کر دیئے گئے ہین جنمین سادگی، رنگینی، روزمرّہ نفیس محاورے، شوخی، بے تکلف بول چال، تحقیق و تدقیق ہر قسم کے عنصر لطیف آپ ملاحظہ فرمائین گے۔

اس انشاءے لطیف مین امیر مینائی ؒ۔ شوق قدوائی۔ اکبر الہ آبادی نظم لکھنوی۔ احسان شاہجہان پوری۔ وجاہت جھنجھانوی۔ وگیر اکبرآبادی محوی لکھنوی۔ مظہر مرادآبادی۔ عزیز لکھنوی۔ ارشد تھانوی نیصر بھوپالی جلیل القدر جلیل۔ حضور مرادآبادی۔ شہیر مچھلی شہری۔ ریاض خیرآبادی۔ حکیم برہم۔ مولانا عبد الرزاق مولف البرامکہ وغیرہ مسٹر ایم مہدی حسین۔ مولانا سجاد حیدر صاحب بی اے۔ خان بہادر میر ناصر علی وغیرہ بزرگون اور احباب کے خطوط ہین۔ ان کے علاوہ دیگر احباب کے خطوط بھی اس مرقع مین لئے گئے ہین جنکا ایک ایک فقرہ مستقل داد چاہتا ہے۔ اس کتاب کو مین نے اپنے بساط کے موافق دلچسپ بنانے کی بے انتہا کوشش کی ہے خدا کرے میری محنت ٹھکانے لگے

"مرقع ادب" خاص اہتمام سے شائع ہو رہی ہے۔ کاغذ ولایتی نفیس۔ تقطیع چھریری۔ لکھائی اعلیٰ درجہ کی۔ ضخامت ۱۶ جز۔ قیمت علاوہ محصولڈاک عہ۔ جو صاحب قبل اشاعت قیمت بھیجدینگے اُنکے لئے محصولڈاک معاف درخواست جلد آنا چاہیئے۔

نوٹ:۔ میری کتاب سے حضرت امیر مینائی ؒ کے وہ خطوط خارج ہین جو جناب ثاقب نے "مکتوبات امیر مینائی" مین شائع کئے ہین۔

المشتہر۔ صفدر مرزاپوری اردو کلب محمود نگر لکھنو

جدید الطبع کتابین

(۱) **حدیقۃ الاخلاق** "اکانومی آف ہیومن لائف" کا اردو ترجمہ اس کتاب کی نصیحتین موتیون مین تولنے کے قابل ہین۔ تقریباً تمام مہذب زبانون مین اسکا ترجمہ ہوا ہے۔ صرف انگریزی زبان ہی مین اسکے سو ایڈیشن شائع ہو چکے ہین۔ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے اسکا اُردو ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم کیا ہے سب سے بڑی سفارش اس کتاب کی یہ ہے کہ قابل مترجم نے اس ترجمہ کو اپنے بچون کے نام پر مخصوص کیا ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۲) **عالم خیال** مولوی احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی کی ایک بے اضافت دبے بدل اُردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہے چارون رخون کے ساتھ چار عالمانہ ریویو بھی شامل ہین۔ نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع مین ایک محوخیال عورت کی نادر تصویر چھاپی گئی ہے جو انھین نظمون کے لئے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے۔ قیمت . . . . ۶؍

(۳) **اکسیر سخن** مہاکوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتو سنگار) کا اُردو ترجمۂ نظم۔ شروع مین ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مہاراجہ بہادر سر راجہ کشن پرشاد صاحب شاد بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپکی تصویر بھی شامل ہے۔ نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع مین لگائی گئی ہے غرض یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے۔ قیمت ۶؍

روزنامچۂ سیاحت آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم بی اے ال ال بی کا سفرنامہ جسمین عراق، حجاز، بحر جزیرہ کے مختلف اقطاع کی سیاحت کا حال درج ہے نہایت دلچسپ و کارآمد کتاب ہے حجم تقریباً ۵۰۰ صفحات قیمت عہ
(خرچہ روانگی خریدار ہی کے ذمہ ہوگا)

المشتہر۔ سکرٹری ہندوستانی اسٹوڈنگ کمیٹی (ہانزوارلس)۔ لکھنو

عطریات و روغن

کل تعداد عطریات کی فہرست مع قیمت ملاحظہ فرمایئے۔ نایاب عطر خریدنے کے لئے

نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ	نمبر	نام عطر	قیمت فی تولہ
۱	عطر حنا	عہ عہ، سے ؏ عہ	۱۸	عطر شمامۃ العنبر	عہ
۲	عطر موتیا	عہ عہ، سے ؏ عہ	۱۹	عطر زعفران	سے، ؏، عہ ۱۲ر
۳	عطر چمبیلی	عہ عہ، سے ؏ عہ	۲۰	عطر ناز بو	عہ، سے ؏ عہ ۱۴ر
۴	عطر کیوڑہ	عہ عہ ؏ عہ ۱۲	۲۱	عطر ارگجا	سے، ؏ عہ ۱۲ر
۵	عطر فتنہ	عہ عہ ؏ عہ ۱۲ر	۲۲	عطر گل	؏ عہ عہ ۱۲ر
۶	عطر مولسری	عہ ؏ عہ ۱۲ر	۲۳	عطر ہار سنگار	؏، عہ عہ ۱۲ر
۷	عطر پاڑی	؏ عہ عہ ۱۲ر	۲۴	عطر کسم	؏، عہ، عہ ۱۲ر
۸	عطر خس	سے، ؏ عہ ۱۲ر	۲۵	عطر موگرا	سے، ؏، عہ ۱۲ر
۹	عطر گل حنا	عہ سے، ؏ عہ ۱۲ر	۲۶	عطر مشک عنبر	عہ، عہ، سے ؏ عہ
۱۰	عطر جوہی	عہ سے، ؏ عہ ۱۲ر	۲۷	عطر کیتکی	سے، ؏ عہ ۱۲ر
۱۱	عطر سیوتی	سے ؏ عہ ۱۲ر	۲۸	عطر بیلا	عہ، سے، ؏ عہ ۱۲ر
۱۲	عطر سہاگ	؏، عہ ۱۲ر	۲۹	عطر نرگس	سے، ؏، عہ ۱۲ر
۱۳	عطر مجموعہ	عہ، سے، ؏ عہ	۳۰	عطر گل صنوبر	؏، عہ، عہ
۱۴	عطر عروس	؏، عہ	۳۱	عطر صد برگ	؏ عہ ۱۲ر
۱۵	عطر شہناز	سے، ؏، عہ	۳۲	روح خس اصلی	عہ، عہ
۱۶	عطر برگ حنا	؏، عہ	۳۳	روح پاڑی اصلی	عہ، سے
۱۷	عطر گلاب	عہ، عہ، سے، ؏ عہ	۳۴	روح گلاب	ما، لہ سہ

نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر	نمبر	نام روغن	قیمت فی سیر
۱	روغن بیلہ	عہ عہ، سے، ؏، عہ	۵	روغن مصالحہ	عہ، عہ، سے ؏ عہ
۲	روغن چمبیلی	عہ عہ، سے، ؏، عہ	۶	روغن موگرا	عہ، عہ، سے ؏
۳	روغن کیوڑہ	عہ عہ ؏	۷	روغن سنترا	عہ، عہ
۴	روغن حنا	عہ عہ، ؏ عہ	۸	روغن الائچی	عہ، عہ

محصول خرچ پیکنگ خریداروں کے ذمہ ہوگا۔ نام اور پتہ صاف لکھنا چاہئے۔

المشتہر:- منیجر کیشورن کمپنی مینوفیکچرنگ پرفیومرس لکھنؤ

نئی کتابیں

(۱) سری بھگوت | ایک ناول، جسمین مسئلہ اوتار کی تشریح، سائنس کے دقیق مسائل، حسن و عشق کے جذبات، جنگ کے کارنامے، عہد و پیمان، لہو زہنبازی کے خاکے، روحانیات کے موثر سبق، سوسائٹی کے حالات بھگتوں کا چرتر، دھرم کے نکشن، سری کرشن کی مکمل سوانحمری، نکھنوکی پاک اور شستہ زبان میں درج ہیں۔ اگر زندگی کا مزہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اسکو ضرور دیکھو۔ حجم ۱۷۲ صفحہ۔ قیمت صرف ۸ر

سیر عالم ملکوت | مصنفہ مسٹر لیڈ بیٹر۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے، اور روح میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں، اور وہ کس مقام پر رہتی ہے۔ نہایت دلچسپ و قابل دید کتاب ہے۔ حجم ۸۶ صفحہ۔ قیمت صرف ۶ر

تسخیر القمر | یہ نہایت عجیب و غریب اور دلچسپ ناول ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ طرز استدلال بالکل علمی۔ حجم ۴۴ صفحہ قیمت ۸ر

بزم خیال | شاعرانہ لطائف کا نادر مجموعہ۔ فارسی و اردو کے قصہ طلب اشعار کا بہترین حل۔ اردو میں اپنے طرز کی پہلی کتاب۔ مولفہ منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری۔ طبع دوم۔ حجم ۱۱۶ صفحہ۔ قیمت ۸ر

پرستان کی پری | جسمیں قصہ کے پیرایہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کیونکر ایک عقل کی پتلی نے عاقلانہ مفید اور کارآمد نصیحتوں کے پیرایہ میں ایک نا عاقبت اندیش شہزادے کے خیالات کی کایا پلٹ کر دی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل۔ حجم ۱۳۶ صفحہ۔ قیمت صرف ۶ر

رباعیات انیس و دبیر | جب ہندوستان کے ان دونوں مشہور قادر الکلام و معجز بیان سخنوروں کی عرفانیہ اور اخلاقی رباعیات کا قابل قدر انتخاب درج ہے۔ حجم سو صفحہ۔ قیمت صرف ۴ر

خرچ روانگی ذمہ خریداران ہوگا۔

المشتہر:- سکریٹری ہنرو ایسلشنگ کمپنی، ہنرو ایریس۔ لکھنؤ

خرابئ خون

ہزاروں بیماریاں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں جن میں خون کا نام روح ہے جب بگڑ جاتی ہے

[illegible]

اسلئے خون صاف رکھنا قیام زندگی

[illegible] کا باعث ہوتے ہیں بلکہ ہندوستان

[illegible]

میں بوجہ تمازت آفتاب گرد و غبار و غذا ناقص

[illegible]

سودیشی عرق چوب چینی و عشبہ سے مندرجہ بالا

[illegible]

ضیق النفس کوتاہ دمی [illegible]

[illegible]

مقوی اعضا دستگیر معاون صحت [illegible] حب دستگیر جریان و رقت کو دور کرتی ہے [illegible]

[illegible]

فصلی بخار یا موسمی لیریا [illegible] کے برے نتائج

[illegible]

[illegible] کا علاج نہ کیا جاوے [illegible]

[illegible]

[illegible] لاہور (پنجاب)

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو

[illegible]

قیمت فی جلد ...

نوٹ ... [illegible]

المشتہر عبدالواحد خان ... قاضی ... گورکھپور